احیاء العلوم

مصنف

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی

کتاب کا نام	:	**فیضانِ احیاء العلوم** (تلخیص احیاء العلوم)
مصنف (احیاء العلوم)	:	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ الوالی
تلخیص	:	مولانا محمد یوسف القادری العطاری
جلد	:	اول
سن طباعت	:	۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰۰۳ء

ناشر

المدینۃ العلمیۃ

P.O.Box No. 18752

E-Mial : ilmia26@hotmail.com

۷۸۶
مدینہ
۹۲
الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله

’’المدینة العلمیة ۔ایک تعارف‘‘

بحمدہٖ تعالیٰ **المدینة العلمیة** ایک ایسا تحقیقی واشاعتی ادارہ ہے جو علمائے اہلسنت خصوصًا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کی گراں مایہ تصنیفات کو عصر حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر سہل ترین اسلوب میں پیش کرنے کا عزم رکھتا ہے الحمدللہ اس انقلابی عزم کی تکمیل اپنے ابتدائی مراحل میں داخل ہوچکی ہے۔

المدینة العلمیة کا منصوبہ بفضلہٖ تعالیٰ وسیع پیمانہ پر مشتمل ہے جس میں علوم مروّجہ کی تقریبًا ہر صنف پر تحقیقی واشاعتی کام شامل منشور ہے یوں وقتًا فوقتًا گراں قدر اسلامی تحقیقی لٹریچر منظر عام پر لاکر متعارف کروایا جائے گا اور علوم اسلامیہ کے محققین حضرات کے ذوقِ تحقیق کی تسکین کا بھی وسیع پیمانہ پر سامان کیا جائے گا نیز مرورِ زمانہ کی وجہ سے جن تصنیفات کا لب ولہجہ اور اندازِ تفہیم متاثر ہو چکا ہے ان کو نئے اسلوب وآہنگ اور جدید اندازِ تفہیم سے آراستہ کرکے ایک عام پڑھے لکھے فرد کیلئے قابلِ مطالعہ بنانا بھی **المدینة العلمیة** کی بنیادی ترجیحات میں شامل ہے۔

امام اہلسنت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے **المدینة العلمیة** ایک مضبوط و مستحکم لائحہ عمل کا حامل ہے جو اس کے قیام کی اغراض میں سے سب سے اوّلین ترجیح ہے۔امام اہلسنت رضی اللہ عنہ کی علمی وتحقیقی تصنیفات بلاشبہ علوم اسلامیہ کا شاہکار ہیں مگر عصر حاضر میں نشرواشاعت کے جو نئے رجحانات متعارف ہوچکے ہیں ان کا تقاضہ ہے کہ علوم اسلامیہ کے ان شہ پاروں کو حواشی وتسہیل کے زیور سے آراستہ کرکے شائع کیا جائے جس سے نہ صرف یہ فائدہ ہوگا کہ ان تصنیفات کی مقبولیت میں اضافہ ہوگا بلکہ ہر عام وخاص یکساں طور پر ان سے مستفید بھی ہوسکے گا۔

اس کے علاوہ دیگر جدید وقدیم علمائے اہلسنت علیہم الرحمۃ کی تصنیفات کو مع تراجم،حواشی،تخریج اور شروح کے منظر عام پر لایا جارہا ہے جن میں نصابی اور غیر نصابی دونوں طرح کی تصنیفات شامل ہیں،نصابی کتب کے حوالے سے یہ امر قابل ذکر ہے کہ نہ صرف دینی مدارس کی نصابی کتب پر کام ہورہا ہے بلکہ اسکول،کالجز اور جامعات کی نصابی کتب پر بھی کام منشور میں شامل ہے اس قدر وسیع پیمانہ پر تحقیقی کام یقیناً بغیر تعاون کے ناممکن العمل ہے لہٰذا اسلامی علوم کے شائقین کے ہر طبقہ سے گذارش ہے کہ تحقیق و اشاعت کے اس میدان میں ہمارے ساتھ علمی وقلمی تعاون کے سلسلے میں رابطہ فرمائیے۔آیئے مل کر علوم اسلامیہ کے تحقیقی واشاعتی انقلاب کے لئے صف بہ صف کھڑے ہوجائیں اور اپنی قلمی کاوشوں سے اس کی بنیادوں کو مضبوط کریں۔

ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے

Email: ilmia26@hotmail.com

P.O. Box.: 18752

تقریظ جلیل

از قلم استاذ الاساتذہ علامہ مفتی ڈاکٹر ابو بکر صدیق عطاری مدظلہ العالی

الحمدللہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علی سیدنا وسید الأنبیاء والمرسلین وعلی اٰلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ امابعد۔

بلاشبہ سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ الباری کی تصانیف بیمار دل کے لئے دوا اور صحت مند کے لئے مقوی خوراک ہے۔ احیاء علوم کو سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ الباری کی تمام تصانیف میں وہ حیثیت حاصل ہے جو دل کو تمام اعضائے جسم میں۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب مستطاب میں شریعت وطریقت کو جمع فرما دیا ہے اور تصوف کے تمام مسائل، احوال اور مقامات کو شرعی استدلال کے ساتھ پیش فرمایا ہے۔ اس کتاب کی متعدد خوبیوں کے بناء پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس کتاب کا بغور مطالعہ اور اس پر عمل پیرا ہونا دنیا و آخرت میں کامیابی کا بہترین ذریعہ ہے۔ درس نظامی کا نصاب تصوف کی کتب سے خالی ہے اگر اس کتاب کو شامل نصاب کر دیا جائے تو درس نظامی کے نصاب سے تصوف کی تعلیم کی کمی پوری ہو جائے گی۔ اور اس کا فائدہ نہ صرف طلبہ اور اساتذہ بلکہ پوری امت کو پہنچے گا۔ کیونکہ یہ کتاب دل سے دنیا کی محبت کو نکالنے میں تریاق کا اثر رکھتی ہے۔ حدیث شریف کے مطابق دنیا کی محبت تمام گناہوں کی اصل ہے۔ جب دلوں سے دنیا کی محبت نکل جائے گی تو امت کے راہ نما علماء بھی انتہائی خلوص سے دین کا کام کریں گے۔ جس کے نتیجے میں عامۃ المسلمین پر بھی اچھا اثر پڑے گا کما لا یخفی۔ اس کتاب کی تلخیص کیلئے المدینۃ العلمیۃ نے یوسف العطاری المدنی کا انتخاب کیا جنھوں نے انتہائی آسان پیرایہ میں احیاء علوم الدین کی تلخیص بھی کر دی اور سیدنا امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقصد تصنیف کو بھی فوت نہ ہونے دیا۔ بلاشبہ مولانا یوسف العطاری المدنی کا یہ کام ان کی اعلیٰ صلاحیتوں کا بین ثبوت ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل مولانا موصوف کی صلاحیتوں میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے اور ان کی کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے۔ اٰمین بجاہ النبی الکریم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا وشفیعنا وکریمنا ومأونا وملجأنا ومولانا محمد واٰلہ وصحبہ وبارک وسلم دائما ابدا۔

فقیر محمد ابو بکر صدیق عطاری

۱۹ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ

......مقدمہ......

فنون شرعیہ میں فن تصوف ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے محض ایک بات بتانا ہی کافی ہے کہ یہ فن مخلوق میں اتنی صفاء وجلا پیدا کر دیتا ہے کہ وہ خالق عزوجل سے ملاقات کا شرف حاصل کرلیتی ہے البتہ اس سعادت سے بہرہ مند ہونے کے لئے فن تصوف کی باریکیوں کو سمجھ کران پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

سید الصوفیاء، زبدۃ الاولیاء، حضور سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ الباری نے اپنی گراں قدر تصنیف ''احیاء علوم الدین'' میں فن تصوف کی باریکیوں کو جس انداز میں واضح کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تلقین غزالی علیہ الرحمۃ کا انداز ہی نرالہ ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ علیہ الرحمۃ محض ''قال'' کے ہی نہیں ''حال'' کے بھی واقف اسرار ہیں۔

ادارہ'' **المدینة العلمیة** '' نے جہاں امام اہلسنت رضی اللہ عنہ کی کتب کی تسہیل وتلخیص کا سلسلہ بحمدہٖ تعالیٰ شروع کر رکھا ہے وہاں دیگر علماء کبار وائمۂ دین علیہم الرحمۃ کی کتب مفیدہ کی تلخیص وتسہیل پر بھی کام جاری وساری ہے اور خاتم الصوفیاء سیدی امام غزالی علیہ الرحمۃ کی کتاب مستطاب ''احیاء العلوم'' کی تسہیل وتلخیص بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اس کی تسہیل وتلخیص کے لئے ادارے کی نگاہِ انتخاب مولانا ابن یعقوب محمد یوسف رضا عطاری پر پڑی اور انہوں نے بھی اس ذمہ داری کو بخوشی قبول کرلیا۔ مولانا نے اس سلسلے میں بڑی دقت نظری سے کام لیا ہے فتقبل اللہ تعالیٰ احسن القبول۔

اس تسہیل وتلخیص کی علتِ غائیہ چونکہ تفہیمِ فنِ تصوف اور اس کے مخاطبین بطور خاص طلبائے درس نظامی ہیں اسلئے افہام وتفہیم کے لئے انہیں کی ذہنی سطح کو معیار بنایا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ

کتاب کا اکثر حصہ طلباء وعوام خود سمجھ سکیں۔

پیچیدہ ترین مقامات کی کم از کم اتنی توضیح ضرور کردی جائے کہ استاذ کی مدد سے بات منقح ہو سکے۔

چونکہ یہ تلخیص ایک درسی کتاب کی حیثیت سے کی گئی ہے اس لئے وہ مقامات جہاں امام موصوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منطقی انداز میں مقسم، قسیم، اقسام، حد تام وغیرہ تعریفات کو عملی طور پر استعمال کیا ہے، انہیں سمجھنے کے لئے استاذ کی طرف رجوع کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔

اس کے علاوہ صیغۂ خطاب میں موقع محل کی مناسبت سے ''آپ'' ''تم'' اور ''تو'' کا استعمال کیا گیا ہے۔

یہ تسہیل وتلخیص ''احیاء العلوم'' کا لفظی یا بامحاورہ ترجمہ نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت اپنے الفاظ میں تعلیمات غزالی علیہ الرحمۃ کی ترجمانی کی سی ہے۔

آیاتِ قرآنیہ کا ترجمہ، اصح التراجم کنز الایمان از شیخ الاسلام امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیا گیا ہے۔

فرامین بزرگان دین رضی اللہ عنہم کی کثرت کی وجہ سے ہر جگہ قوسین کا استعمال نہیں کیا گیا۔ نیز موضوع سے مناسبت نہ رکھنے والی اِکاّ دُکاّ عبارات کو قلمزد کر دیا گیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا کی اس سعی کو قبول حسن سے نوازے نیز انہیں اور اس تلخیص وتسہیل کیلئے دامے درمے سخنے، قدمے تعاون کرنے والوں کی بھی دارین میں عزت افزائی فرمائے۔ امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ادارہ

فہرس

نمبر شمار	موضوع	صفحہ	نمبر شمار	موضوع	صفحہ
۱	نیت واخلاص کا بیان	۲	۲۶	دل کی غذا	۱۷
۲	پہلا باب	۴	۲۷	استقامت کے لئے عمل ضروری ہے	۱۸
۳	نیت کا بیان	۴	۲۸	اعمال کا مقصد	۱۹
۴	گھر بیٹھنے والے غازی	۶	۲۹	پہلی قسم گناہ	۲۱
۵	قتیل الحمار	۶	۳۰	جہالت سے بڑھ کر	۲۲
۶	غلے کا ٹیلہ	۷	۳۱	بدکاروں کو علم دین سکھانے کا وبال	۲۳
۷	جیسا جینا ویسا مرنا	۸	۳۲	علم اور تلوار	۲۴
۸	زانی اور چور	۹	۳۳	بدکار عالم سے............	۲۵
۹	مردار سے زیادہ	۹	۳۴	دوسری قسم عبادات	۲۶
۱۰	بہترین عمل	۱۰	۳۵	سات خصلتیں	۲۸
۱۱	اللہ عزوجل کی مدد	۱۰	۳۶	تیسری قسم مباح	۲۸
۱۲	چھوٹا عمل اونچا درجہ	۱۰	۳۷	آنکھ کا سرمہ بھی	۲۹
۱۳	نیت کی تربیت	۱۰	۳۸	ہر کام میں نیت	۳۱
۱۴	جب تھک جاؤ	۱۱	۳۹	سب سے بڑی خواہش	۳۲
۱۵	جنت میں ہمیشگی	۱۱	۴۰	غیبت کا بدلہ	۳۲
۱۶	نیت کی حقیقت	۱۲	۴۱	دیوار کی مٹی	۳۳
۱۷	نیت کی تعریف	۱۲	۴۲	اتنی احتیاط	۳۴
۱۸	نیت، غرض، نفسانی کا حصول	۱۲	۴۳	فصل......۱	۳۵
۱۹	عمل پر ابھارنے والے عوامل	۱۴	۴۴	نیت اختیاری شئے نہیں	۳۵
۲۰	جب ایک باعث تنہا ہو	۱۴	۴۵	نیت حاصل کرنے کا طریقہ	۳۶
۲۱	دو طاقتور باعث	۱۴	۴۶	نیت کی اقسام	۳۹
۲۲	دو کمزور باعث	۱۵	۴۷	گوبر کا کیڑا	۴۰
۲۳	مددگار باعث	۱۵	۴۸	ایک سوال	۴۰
۲۴	نیت عمل سے بہتر	۱۶	۴۹	دوسرا باب	۴۲
۲۵	سب سے بہتر توجیہ	۱۷	۵۰	اخلاص اس کی فضیلت حقیقت، درجات	۴۲
			۵۰	فصل......۱	۴۲

فہرس

نمبر شمار	موضوع	صفحہ	نمبر شمار	موضوع	صفحہ
۵۳	فضیلت اخلاص	۴۲	۷۹	جوابِ غزالی رضی اللہ عنہ	٦٦
۵۴	اللہ عزوجل کی مدد	۴۳	۸۰	ایک اہم نکتہ	٦۷
۵۵	حکمت کے چشمے	۴۴	۸۱	اتنی احتیاط	٦۸
۵٦	تین بدنصیب	۴۴	۸۲	کیا عمل چھوڑ دیا جائے	٦۸
۵۷	دو دینار کی خاطر	۴۵	۸۳	مراقبہ اور محاسبہ کا بیان	٦۸
۵۸	گدھا کہاں گیا	۴۸	۸۴	فصل نمبر ا	۷۲
۵۹	حج بہتر یا ہل چلانا	۴۹	۸۵	نفس کی نگہداشت کا پہلا مقام باہم شرط رکھنا	۷۲
٦۰	مجاہد یا تاجر	۴۹	۸٦	اپنے نفس کو سمجھاؤ	۷۳
٦۱	دو رکعتیں	۵۰	۸۷	اعضاء کو بھی وصیت کریں	۷۵
٦۲	فصل......۲	۵۱	۸۸	آنکھ، زبان	۷۵
٦۳	حقیقت اخلاص	۵۱	۸۹	پیٹ	۷٦
٦۴	شرک کے درجات	۵۱	۹۰	اپنے اعمال کا خود وزن کرلو	۷۹
٦۵	خلاصہ	۵۳	۹۱	نفس کی نگہداشت کا دوسرا مقام	۷۹
٦٦	اخلاص کس طرح حاصل ہوتا ہے	۵۴	۹۲	مراقبہ کی فضیلت	۸۰
٦۷	فصل۔۳	۵٦	۹۳	اللہ عزوجل کو دیکھتے رہو	۸۰
٦۸	اخلاص کے بارے میں چند اقوال	۵٦	۹۴	اللہ عزوجل دیکھ رہا ہے	۸۱
٦۹	اپنے خالق عزوجل کو دیکھ	۵۸	۹۵	مراقبہ کیا ہے	۸۲
۷۰	فصل۔۴	۵۹	۹٦	جنت حاصل کرلیجئے	۸۳
۷۱	اخلاص کی آفات	۵۹	۹۷	آخرت میں آزادی	۸۴
۷۲	شیطان سے کون بچ سکتا ہے	٦۱	۹۸	فصل...... ۲	۸۴
۷۳	دل کا کھوٹ	٦۲	۹۹	مراقبہ کی حقیقت اور درجات	۸۴
۷۴	فصل۔۵	٦۲	۱۰۰	پہلا درجہ	۸۵
۷۵	مخلوط عمل کا حکم اور ثواب	٦۲	۱۰۱	صدیقین کا مراقبہ	۸۵
۷٦	مقام تحقیق	٦۳	۱۰۲	مراقبہ کس سے سیکھا	۸۷
۷۷	گناہ کے بعد نیکی	٦۴	۱۰۳	دوسرا درجہ	۸۸
۷۸	مجاہد کون	٦٦	۱۰۴	اصحاب یمین کا مراقبہ	۸۸

فہرس

نمبر شمار	موضوع	صفحہ
۱۰۵	عمل خالصۃً اللہ کیلئے	۹۰
۱۰۶	صدیق اکبر ﷛ کی دعا	۹۳
۱۰۷	پہلی نظر	۹۵
۱۰۸	دوسری نظر	۹۶
۱۰۹	غیبی آواز	۹۷
۱۱۰	چار ساعتیں	۹۹
۱۱۱	تین قسم کے لوگ	۹۹
۱۱۲	نگہداشت کا تیسرا مقام	۱۰۰
۱۱۳	عمل کے بعد محاسبہ	۱۰۰
۱۱۴	توبہ کیا ہے	۱۰۱
۱۱۵	آج کیا عمل کیا	۱۰۲
۱۱۶	محاسبہ کرنے والا خوش نصیب ہے	۱۰۲
۱۱۷	اپنے نفس کو ملامت کرنے والا خوش نصیب ہے	۱۰۳
۱۱۸	ہماری سانسیں امانت ہیں	۱۰۳
۱۱۹	عمل کے بعد محاسبہ کی حقیقت	۱۰۴
۱۲۰	فصل ۳	۱۰۶
۱۲۱	چوتھی نگہداشت	۱۰۶
۱۲۲	کوتاہی پر نفس کو سزا	۱۰۶
۱۲۳	فصل ۴	۱۱۰
۱۲۴	پانچویں نگہداشت مجاہدہ	۱۱۰
۱۲۵	فصل ۵	۱۲۵
۱۲۶	عبادت گزار اسلامی بہنیں	۱۲۵
۱۲۷	فصل ۶	۱۳۱
۱۲۸	چھٹی نگہداشت نفس کو جھڑکنا	۱۳۱
۱۲۹	خوف کا بیان	۱۴۶
۱۳۱	فصل ۱	۱۴۶
۱۳۲	حقیقت خوف	۱۴۶
۱۳۳	فصل ۲	۱۵۰
۱۳۴	خوف کے درجات	۱۵۰
۱۳۵	کم خوف۔ نتیجہ	۱۵۱
۱۳۶	حد سے زیادہ خوف	۱۵۱
۱۳۷	افضل ترین خوف	۱۵۳
۱۳۸	فصل ۳	۱۵۳
۱۳۹	اقسام خوف	۱۵۳
۱۴۰	قہار ﷻ کی ذات سے خوف	۱۵۶
۱۴۱	اس کی صفات کے حوالے سے خوف	۱۵۷
۱۴۲	وضاحت	۱۵۷
۱۴۳	فصل ۴	۱۵۸
۱۴۴	فضیلت خوف	۱۵۸
۱۴۵	بزرگان دین ﷛ کے اقوال	۱۶۲
۱۴۶	نیک بختی کی علامت	۱۶۴
۱۴۷	ویران دل	۱۶۵
۱۴۸	خوف وامید کی تعریف	۱۶۶
۱۴۹	خوف کا آنسو	۱۶۷
۱۵۰	نجات کیا ہے بے حساب جنت	۱۶۸
۱۵۱	پسندیدہ قطرہ	۱۶۸
۱۵۲	عرش کا سایہ	۱۶۹
۱۵۳	وقت وقت کی بات	۱۷۰
۱۵۴	فصل ۵	۱۷۱
۱۵۵	غلبۂ خوف افضل ہے یا امید یا اعتدال	۱۷۱
۱۵۶	خوف وامید	۱۷۲

فہرس

نمبر شمار	موضوع	صفحہ
۱۵۷	تقدیر کا لکھا	۱۷۴
۱۵۸	جنت کیا ہے	۱۷۶
۱۵۹	عین موت کے وقت	۱۷۷
۱۶۰	جنت کا طالب	۱۷۷
۱۶۱	فصل......۶	۱۷۸
۱۶۲	حالت خوف کا علاج	۱۷۸
۱۶۳	خوف کے دو طریقے	۱۷۹
۱۶۴	لاادری	۱۸۳
۱۶۵	قفل مدینہ	۱۸۳
۱۶۶	چار شرائط	۱۸۵
۱۶۷	مقربین کا خوف	۱۸۸
۱۶۸	سید الخائفین ﷺ	۱۸۹
۱۶۹	قیامت کبریٰ	۱۹۰
۱۷۰	اعضاء پر ازلی فیصلے کا اثر	۱۹۱
۱۷۱	بادام اور شکر	۱۹۲
۱۷۲	کفر کا خوف	۱۹۲
۱۷۳	برے خاتمے کے اسباب	۱۹۳
۱۷۴	نفاق کی بعض علامتیں	۱۹۴
۱۷۵	دل کی تبدیلیاں	۱۹۵
۱۷۶	فصل......۷	۱۹۶
۱۷۷	برے خاتمے کا مفہوم	۱۹۶
۱۷۸	بڑا رتبہ	۱۹۶
۱۷۹	چھوٹا رتبہ	۱۹۶
۱۸۰	جہنم کے ستر دروازے	۱۹۷
۱۸۱	دوسرا سبب	۲۰۱
۱۸۲	خیالات کا انتقال	۲۰۴
۱۸۳	آخری سانس	۲۰۶
۱۸۴	برے خاتمے سے حفاظت	۲۰۸
۱۸۵	فصل......۸	۲۱۱
۱۸۶	خوف کے سلسلے میں انبیاء کرام اور ملائکہ کے احوال	۲۱۱
۱۸۹	آنکھوں کی ٹھنڈک	۲۱۷
۱۹۰	فصل......۹	۲۱۸
۱۹۱	شدت خوف کے سلسلے میں صحابہ کرام، تابعین اور اولیاء کرام کے حالات (علیہم الرضوان)	۲۱۸
۱۹۲	عبادت گزار کنیز	۲۲۱
۱۹۳	دھوکہ نہ کھانا	۲۲۲
۱۹۴	جنت کا سوال	۲۲۲
۱۹۵	ندامت	۲۲۴
۱۹۶	جگر ٹکڑے ٹکڑے	۲۲۵
۱۹۷	بوڑھا غلام	۲۲۷
۱۹۸	سات عجائبات	۲۲۷
۱۹۹	کنیز کا خواب	۲۲۸
۲۰۰	شدت تاثر	۲۳۰
۲۰۱	آخری بات	۲۳۲
۲۰۲	الفت اور بھائی چارے کا بیان	۲۳۳
۲۰۳	پہلا باب	۲۳۴
۲۰۴	اخوت ومحبت کی شرائط فوائد اور درجات	۲۳۴
۲۰۵	حسن خلق کیا ہے	۲۳۵
۲۰۶	اچھا دوست	۲۳۶
۲۰۷	عرش کے گرد کرسیاں	۲۳۷
۲۰۸	قابل رشک	۲۳۷

فہرس

نمبر شمار	موضوع	صفحہ	نمبر شمار	موضوع	صفحہ
۲۰۹	سات خوش نصیب	۲۳۹	۲۳۶	پہلی قسم	۲۶۵
۲۱۰	ایمان کی کرسی	۲۳۹	۲۳۷	دوسری قسم	۲۶۵
۲۱۱	برف اور آگ	۲۴۱	۲۳۸	تیسری قسم	۲۶۶
۲۱۲	اقوال صحابہ وتابعین علیہم الرضوان	۲۴۲	۲۳۹	ہم نشین کی صفات	۲۶۷
۲۱۳	قرب کا ذریعہ	۲۴۲	۲۴۰	دوستی کی شرائط	۲۶۸
۲۱۴	گناہ جھڑتے ہیں	۲۴۴	۲۴۱	سچے دوست	۲۷۰
۲۱۵	اخوت کا مفہوم	۲۴۴	۲۴۲	اف یہ بداخلاقی	۲۷۲
۲۱۶	اقسام محبت، پہلی قسم	۲۴۵	۲۴۳	تین بھائی	۲۷۲
۲۱۷	روحوں کی ملاقات	۲۴۶	۲۴۴	گناہ گاروں کو دیکھنے کا وبال	۲۷۳
۲۱۸	کوّا اور کبوتر	۲۴۷	۲۴۵	حکمت کی باتیں	۲۷۴
۲۱۹	دوسری قسم	۲۴۸	۲۴۶	دوسرا باب	۲۷۵
۲۲۰	تیسری قسم	۲۴۹	۲۴۷	اخوت ومحبت کے حقوق	۲۷۵
۲۲۱	عظیم کون	۲۴۹	۲۴۸	پہلا حق	۲۷۵
۲۲۲	لقمے کا ثواب	۲۵۰	۲۴۹	سخاوت کرو	۲۷۷
۲۲۳	چوتھی قسم	۲۵۳	۲۵۰	سات گھروں سے	۲۷۸
۲۲۴	کتے سے محبت	۲۵۳	۲۵۱	سو درھم	۲۷۸
۲۲۵	تکلیف ونعمت کا فرق	۲۵۴	۲۵۲	سیدھی مسواک	۲۷۸
۲۲۶	مقام غور	۲۵۶	۲۵۳	بے تکلفی	۲۷۹
۲۲۷	اللہ عزوجل کیلئے دشمنی	۲۵۷	۲۵۴	دوسرا حق	۲۸۰
۲۲۸	ایک مشکل	۲۵۷	۲۵۵	جنازہ پڑھو	۲۸۰
۲۲۹	قابل نفرت لوگوں کے مراتب	۲۶۲	۲۵۶	اولاد سے بڑھ کر	۲۸۲
۲۳۰	اعتقاد میں فساد کی اقسام	۲۶۲	۲۵۷	تیسرا حق	۲۸۳
۲۳۱	بدعتی مبلغ	۲۶۳	۲۵۸	مومن کی مدنی سوچ	۲۸۴
۲۳۲	بڑی گھبراہٹ سے امن	۲۶۴	۲۵۹	عدل	۲۸۵
۲۳۴	عام بدعتی	۲۶۴	۲۶۰	چغلخور	۲۸۷
۲۳۵	عملی خرابی	۲۶۵	۲۶۱	تم عمل نہیں کر سکتے	۲۸۸

فہرس

نمبر شمار	موضوع	صفحہ	نمبر شمار	موضوع	صفحہ
۲۶۲	رازوں کی قبر	۲۸۹	۲۸۰	دوست کی لغزشوں کو معاف کرنا	۳۰۱
۲۶۳	میں نے بھلا دیا	۲۹۰	۲۸۱	وفادار دوست	۳۰۳
۲۶۴	کریم اور کمینہ	۲۹۱	۲۸۳	میں تمہیں نہیں پہچانتا	۳۰۳
۲۶۵	پانچ مدنی پھول	۲۹۱	۲۸۴	دوستی قرابت کی محتاج نہیں	۳۰۵
۲۶۷	جنت میں گھر	۲۹۱	۲۸۵	دنیاوی خرابیاں	۳۰۶
۲۶۸	کتنا......؟	۲۹۳	۲۸۶	گدھا اور شیطان	۳۰۷
۲۶۹	چوتھا حق	۲۹۳	۲۸۷	چھٹا حق	۳۰۹
۲۷۰	تین پسندیدہ کام	۲۹۴	۲۸۸	دعا مانگنا	۳۰۹
۲۷۱	سب سے موثر بات	۲۹۵	۲۸۹	ڈوبنے والا	۳۱۰
۲۷۲	خواب کی حقیقت	۲۹۶	۲۹۰	ساتواں حق	۳۱۱
۲۷۳	دو پیمانے	۲۹۶	۲۹۱	وفاداری	۳۱۱
۲۷۴	لوگوں کے سامنے ڈانٹ	۲۹۸	۲۹۲	آٹھواں حق	۳۱۵
۲۷۵	حقیقی محسن	۲۹۹	۲۹۳	تکلف چھوڑنا	۳۱۵
۲۷۶	عیبوں کا تحفہ	۲۹۹	۲۹۴	تین ہم نشین	۳۱۶
۲۷۸	انوکھی عاجزی	۳۰۱	۲۹۵	اپنی مدد آپ	۳۱۷
۲۷۹	پانچواں حق	۳۰۱	۲۹۶	خاتمہ	۳۲۲

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم o

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ کی شہرۂ آفاق تصنیف ''احیاء العلوم'' کسی تعارف کی محتاج نہیں یہ سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ جیسے امام صوفیاء سید الاتقیاء کے قلم سے نکلا ہوا وہ شاہکار ہے جس کی شہرت آج بھی چار دانگِ عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ امام غزالی رضی اللہ عنہ کے مَدَنی خیالات سے مہکتا ہوا وہ گلدستہ ہے جس کی خوشبو سے پڑھنے والے کے مشامِ جاں معطر ہوتے چلے جاتے ہیں اور ہر صاحبِ بصیرت قاری اس مَدَنی آئینے میں اپنا عکس بخوبی دیکھ سکتا ہے۔

المختصر کتاب ہٰذا کی روشنی میں اگر اپنا محاسبہ کیا جائے اور اس میں امام غزالی رضی اللہ عنہ کے بتائے ہوئے مَدَنی نسخوں پر کما حقہ عمل کرلیا جائے تو ان شاء اللہ عزوجل ہمارے دل میں مَدَنی انقلاب برپا ہوسکتا ہے۔

یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار اخلاص پر ہے۔ اور جو عمل کسی غیر کے لئے کیا جائے' خواہ دیکھنے میں وہ کتنا ہی عظیم الشان کیوں نہ ہو' بارگاہِ خداوندی عزوجل میں اُس کی حیثیت مٹی کے ڈھیر سے زیادہ نہیں۔ چنانچہ سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں اخلاص اور نیت کی درستگی پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ اور اس سلسلے میں قرآنی آیات' احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوالِ بزرگانِ دین رحمھم اللہ تعالیٰ سے استدلال کیا ہے۔

لہٰذا اخلاص کی اہمیت کے پیشِ نظر ہم نے اس تسہیل و تلخیص کو اِخلاص ہی کے بیان سے شروع کیا ہے۔

اگر احیاء العلوم میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے گئے فنِ تصوف کا خلاصہ چند الفاظ میں بیان کرنا ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس فن کی غایت' محبتِ الٰہی عزوجل اور اس کی ابتداء اچھی صحبت اور نیک خیالات ہیں۔

کیونکہ (۱) اچھی صحبت سے نیک خیالات پیدا ہوتے ہیں اور اِنسان کو اپنی پیدائش کے مقصد' دنیاوی زندگی کی بے ثباتی، اُخروی زندگی کے دوام حساب و کتاب اور جزاء وسزا پر غور کرنے کا موقع ملتا ہے۔ (۲) اور اس سے دل میں خوف و امید پیدا ہوتے ہیں جو اِنسان میں آخرت کے لئے عمل شروع کرنے کی خواہش پیدا کردیتے ہیں۔ (۳) چنانچہ آخرت کی طرف توجہ ہوجاتی ہے اور نفسانی خواہشات کم ہوتی چلی جاتی ہیں، دل میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور معرفتِ الٰہی عزوجل کو حاصل کرنے کی خواہش بیدار ہوجاتی ہے (۴) اور پھر نیک اعمال پر استقامت اختیار کرکے دل کو غیر اللہ کی یاد سے خالی کیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں دل ذکر اللہ عزوجل سے مانوس ہوجاتا ہے اور پھر (۵) رفتہ رفتہ یہ اُنس، معرفت اور معرفت، محبت میں تبدیل ہوجاتی ہے جو کہ عین مقصود ہے البتہ اس کے لئے توفیق الٰہی عزوجل کا متوجہ ہونا بنیادی امر ہے۔

پتہ چلا کہ نیک صحبت' اُخروی سعادت کو حاصل کرنے کا پہلا زینہ ہے۔ الحمد للہ عزوجل ہم گناہگاروں کو **دعوتِ اسلامی**

کی شکل میں نیک صحبت میسّر ہے۔اب اگر ضرورت ہےتو صرف اس امر کی کہ استقامت کے ساتھ اِس مَدَ نی ماحول میں رہتے ہوئے اپنی نیت کودُرست کرکے نیک اعمال کئے جائیں۔اللہ عزّوجلّ ہمیں مَدَنی ماحول میں استقامت اور اِخلاصِ نیت عطا فرمائے امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ۔

نِیّت واخلاص کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یقیناً ہم پر اللہ عزّوجلّ کے بے شمار احسانات ہیں اور اسکی بے شمار نعمتیں ہم پر ہمہ وقت سایہ فگن رہتی ہیں چونکہ اس باب میں نیت و اخلاص کی حقیقت ماہیت اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے اس لئے حضرت سیدنا امام غزالی علیہ الرحمہ ان نعمتوں کا شکر کچھ اس انداز میں کرتے ہیں کہ شکر کے ساتھ ساتھ اخلاص نیت کی طرف بھی اشارہ ہو جائے اور اس طرح رسم براعت استہلال بھی بطریق احسن ادا ہو جائے اس لئے اس بیان میں بطورِ تمہید کچھ اسطرح فرماتے ہیں۔

ہم شکر گزار بندوں کی طرح اسکی تعریف کرتے ہیں اور اہل یقین کی طرح اس پر ایمان لاتے ہیں اور سچّے لوگوں کی طرح اسکی توحید کا اقرار کرتے ہیں۔ پھر ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے۔اس نے تمام انسانوں، جنات اور فرشتوں کو اپنے احکام کا پابند بنایا تاکہ وہ خلوص کے ساتھ اسکی عبادت کریں۔چنانچہ رب اکبر عزّوجلّ کا ارشادِ گرامی قدْر ہے:

وَ مَا اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ

ترجمۂ کنزالایمان: ''اور ان لوگوں کوتو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے (خالص) اسی پر عقیدہ لاتے'' (پارہ ۳۰' سورۂ بینہ' آیت ۵)

معلوم ہوا کہ دین اللہ جل شانہ ہی کیلئے خالص ہے۔اللہ عزّوجلّ شرک کرنے والوں کے شرک سے بے نیاز ہے۔اور شہنشاہ ابرار، شفیع روز شمار، جنابِ احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم پر اسکی کروڑ ہا کروڑ رحمتیں ہوں جو تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سردار ہیں نیز آقائے دو جہاں، رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آل واصحاب علیھم الرضوان پر خوب خوب رحمتیں ہوں جو کہ ظاہری و باطنی طور پر پاکیزہ ہیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اہل دل لوگوں پر ایمانی بصیرت اور انوار قرآن کے سبب یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل کرنے کیلئے علم اور عبادت دونوں ہی ضروری ہیں۔ چنانچہ علماء کے علاوہ تمام لوگ ہلاک ہونے والے ہیں اور پھر تمام علماء میں سے بھی بے عمل و بدکار علماء سو ہلاک ہونے والے ہیں اور باعمل علماء میں بھی وہ نجات نہیں

پا سکتے جن کے عمل میں اخلاص نہیں ہے اور پھر مخلص لوگوں کیلئے بھی بہت بڑا خطرہ ہے کیونکہ اخلاص برقرار رکھنا بہت مشکل ہے اور اچھی نیّت کے بغیر عمل کرنا صرف مشقت اور اخلاص کے بغیر نیّت کرنا ریا کاری ہے اور اتنی ہی بات منافق بنانے کیلئے کافی اور گناہ ہے۔ کیونکہ صدق کے بغیر اعمال محض گرد و غبار کے ذرات ہیں۔

یعنی وہ عمل جو کسی اور کو خوش کرنے کیلئے کیا جائے اور اللہ ﷻ کو راضی کرنے کی نیّت نہ ہو اس بارے میں قرآن پاک میں رب تعالیٰ کا فرمان عبرت نشان ہے۔

وَ قَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا

ترجمہ کنزالایمان: ''انہوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں'' (پارہ ۱۹، سورۂ فرقان، آیت ۲۳)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جو شخص نیّت کی حقیقت سے واقف ہی نہ ہو بھلا اسکی نیّت کیسے صحیح ہو سکتی۔ اور جو شخص اخلاص کی حقیقت نہ جانتا ہو وہ نیّت کو صحیح کرنے میں کیسے مخلص ہو گا نیز وہ شخص جو صداقت کے معنٰی نہ جانتا ہو وہ اپنے نفس سے کیسے صدق کا مطالبہ کرے گا۔ لہٰذا جو شخص اللہ ﷻ کی اطاعت کا ارادہ رکھے اسے چاہئے کہ سب سے پہلے نیّت کے بارے میں معلومات حاصل کرے، پھر صدق و اخلاص کی حقیقت سے آگاہ ہو اور عمل کے ذریعے نیّت کو صحیح کرے۔ کیونکہ بندے کی نجات اور چھٹکارے کا وسیلہ دو ہی باتیں ہیں یعنی ''اخلاص اور صدق'' لہٰذا ہم صدق اور اخلاص کے معانی کو تین ابواب میں ذکر کریں گے۔

پہلا باب	نیّت کی حقیقت اور معنی
دوسرا باب	اخلاص اور اسکے حقائق
تیسرا باب	صدق اور اسکی حقیقت

......{ ☆ } ......

پہلا باب

نِیّت کا بیان

پیارے اسلامی بھائیو! اس باب میں نیّت کرنے کی فضیلت ، نیّت کی حقیقت ، نیّت ، عمل سے اچھی ہوتی ہے اس بارے میں اور ایسے اعمال کی تفصیل جن کا تعلق نفس سے ہے اور نیّت بندے کے اختیار میں نہ ہونے کا بیان ہوگا۔

فضیلتِ نیّت :

ارشادِ خداوندی عزّوجلّ ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ۔

ترجمہ کنزالایمان: اور دور نہ کروانہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح وشام اسکی رضا چاہتے (پارہ ۷ ، سورۂ انعام ، آیت ۵۲)

اعمال کا دارومدار:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہاں ارادے سے مراد نیّت ہی ہے جیسا کہ نبی اکرم ، شاہ بنی آدم ، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ لِکُلِّ امْرِیءٍ مَا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَ مَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِ امْرَاَۃٍ یَنْکِحُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ''

ترجمہ: ''اعمال (کے ثواب) کا دارومدار نیّت پر ہے اور ہر شخص کیلئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیّت کی پس جس کی ہجرت اللہ عزّوجلّ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتو اسکی ہجرت اللہ عزّوجلّ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شمار ہوگی اور جسکی ہجرت دنیا کو حاصل کرنے کیلئے ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی خاطر ہوتو وہ جس مقصد کے حصول کی خاطر ہجرت کرے گا اس کی ہجرت اسی طرف شمار ہوگی''۔ (صحیح بخاری ج اول ص ۲ ، کیف کان بدأ الوحی)

ایک اور مقام پر پیارے آقا میٹھے میٹھے مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اَکْثَرُ شُھَدَاءِ اُمَّتِیْ اَصْحَابُ الْفِرَاشِ وَ رُبَّ قَتِیْلٍ بَیْنَ الصَّفَّیْنِ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِنِیَّتِہٖ''

ترجمہ ''میری امت کے اکثر شہداء بستر پر فوت ہونے والے ہونگے اور دو فوجوں کے درمیان قتل ہونے والے اکثر لوگوں کی نیّت اللہ عزوجل جانتا ہے''

میرے محترم اسلامی بھائیو! اللہ عزوجل نے نیّت کو باہم اتفاق کا سبب بھی قرار دیا ہے چنانچہ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد ربِ ذیشان عزوجل ہے:

اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا

ترجمہ کنزالایمان: ''یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ عزوجل ان میں میل کر دیگا'' (پارہ۴، سورۂ نساء ۳۵)

اسی طرح محبوب پروردگار عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد خوشبودار ہے:

''اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ اَمْوَالِکُمْ وَ اَنَّمَا یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ''

ترجمہ: ''بے شک اللہ عزوجل تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے'' (مسند امام احمد بن حنبل۔ ج۳، ص۳۸۵، مرویات ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

اور وہ دلوں کی طرف خصوصی توجہ اس لئے دیتا ہے کہ یہی نیّتوں کی جگہ ہے چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے:

''جب بندہ اچھے عمل کرتا ہے تو فرشتے ان اعمال کو مہر لگائے ہوئے صحیفوں میں لے کر اوپر جاتے ہیں اور رب کائنات عزوجل کے حضور پیش کر دیتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے اس صحیفے کو پھینک دو کیونکہ اس میں جو عمل ہے اس سے میری رضا کی نیّت نہیں کی گئی۔ پھر فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس شخص کیلئے فلاں فلاں بات لکھدو، وہ عرض کرتے ہیں، اے ہمارے رب جل جلالہ! اس نے تو یہ کام نہیں کیا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ اس نے اس کام کی نیّت کی تھی''۔

(اشعۃ اللّمعات، ج اول، ص۳۹)

ایک اور مقام پر پیارے محبوب دانائے غیوب مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوْب صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَلنَّاسُ اَرْبَعَۃٌ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ عزوجل عِلْمًا وَ مَالاً فَھُوَ یَعْمَلُ بِعِلْمِہٖ فِیْ مَالِہٖ فَیَقُوْلُ رَجُلٌ لَوْ اٰتَانِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی مِثْلَ مَا اٰتَاہُ فَعَمِلْتُ کَمَا یَعْمَلُ فَھُمَا فِی الْاَجْرِ سَوَاءٌ وَ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مَالاً یُؤْتِہٖ عِلْماً فَھُوَ یَتَخَبَّطُ بِجَھْلِہٖ فِیْ مَالِہٖ فَیَقُوْلُ رَجُلٌ لَوْ اٰتَانِیَ اللّٰہُ مِثْلَ مَا اٰتَاہُ عَمِلْتُ کَمَا یَعْمَلُ فَھُمَا فِی الْوِزْرِ سَوَاءٌ''

ترجمہ: ''لوگ چار (قسم کے) ہیں،ان میں سے ایک وہ ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے علم اور مال عطا فرمایا تو وہ اپنے مال میں علم کے مطابق عمل کرتے ہیں دوسرا شخص کہتا ہے اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اسکی مثل دیا ہوتا تو میں بھی اس کی طرح عمل کرتا، پس ان دونوں کا اجر ایک جیسا ہے دوسرا وہ شخص ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مال دیا اور علم نہیں دیا وہ اپنی جہالت کی وجہ سے مال کو فضول کاموں میں خرچ کرتا ہے تو ایک اور شخص کہتا ہے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے بھی مال دیتا تو میں بھی اس کی طرح خرچ کرتا تو یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں'' (سنن ابن ماجہ ص ۳۲۲، ابواب الزھد)

گھر بیٹھنے والے غازی:

میٹھے میٹھے بھائیو! اسی طرح حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ہے کہ جب نبی اکرم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کیلئے تشریف لے گئے تو فرمایا ''ہم جو بھی وادی طے کرتے ہیں یا کسی ایسی جگہ کو برباد کرتے ہیں جسکی وجہ سے کفار کو غصہ آئے یا ہم راہ خدا عَزَّوَجَلَّ میں مال خرچ کرتے ہیں یا بھوک برداشت کرتے ہیں تو مدینہ طیبہ میں بھی کچھ لوگ ہیں جو ان تمام باتوں میں ہمارے ساتھ شریک ہوتے ہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیسے؟ جبکہ وہ تو ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ فرمایا، انہیں عُذر نے روک رکھا ہے''۔ (سنن کبریٰ للبیہقی جلد ۹، ص ۲۴، کتاب السیر)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ اچھی نِیّت کی وجہ سے اجر حاصل کر رہے تھے اگر چہ بظاہر کسی عذر کی وجہ سے عمل کرنے سے قاصر تھے چنانچہ حضرت سَیِّدُ نا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

مَنْ هَاجَرَ يَبْتَغِيْ شَيْئًا فَهُوَ لَهٗ

ترجمہ: ''جو شخص جس چیز کی تلاش میں ہجرت کرتا ہے تو اسکے لئے وہی ہے''

ایک روایت میں کچھ یوں آتا ہے کہ ایک شخص نے ہمارے خاندان کی ایک خاتون (اُمّ قیس) سے شادی کرنے کے لئے ہجرت کی چنانچہ اس شخص کا نام ''اُمِ قیس کا مہاجر'' پڑ گیا۔ (مجمع الزوائد جلد ۲، ۱۰۱، کتاب الصلوۃ)

قتیل الحمار:

اسی طرح ایک حدیث شریف میں آیا کہ ایک شخص بظاہر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں شہید ہوا لیکن اسکا نام ''قتیل الحمار'' (گدھے کی خاطر قتل ہونے والا) پڑ گیا کیونکہ وہ اس لئے لڑا تھا تا کہ کافر سے اسکا سامان اور گدھا حاصل کرے چنانچہ اسکی نِیّت کی وجہ سے اسے یہ لقب ملا۔ یونہی حضرت سَیِّدُ نا عبادہ رضی اللہ عنہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، فرمایا:

’’مَنْ غَزَا وَ هُوَ لَا یَنْوِیْ اِلاَّ عِقَالاً فَلَہٗ مَانَوٰی‘‘

ترجمہ: ’’جو محض ایک رسی کی خاطر لڑا تو اس کیلئے وہی ہے جس کی اس نے نیّت کی‘‘ (مسند امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ جلد ۵،ص۳۲۰،مرویات عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ)

ایسے ہی ایک روایت میں حضرت سَیِّدُ نا ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے مدد طلب کی جو کہ میرے ساتھ مل کر جہاد کر رہا تھا۔ اس نے مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ میں نے سوچا کہ اجرت مقرر کر دی جائے چنانچہ میں نے اسکے لئے اجرت مقرر کی تو اس نے لڑائی میں میرا ساتھ دیا پھر میں نے یہ بات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کیلئے دنیا اور آخرت میں وہی کچھ ہے جو تم نے اس کیلئے مقرر کیا‘‘۔ (مسند امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ جلد۴،ص۲۲۳،مرویات یعلیٰ ابن عامر رضی اللہ عنہ)

غلّے کا ٹیلا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اچھی نیّت کی برکتوں کے بارے میں ایک روایت یوں بھی آتی ہے کہ زمانۂ قحط میں بنی اسرائیل کا ایک بھوکا شخص ریت کے ایک ٹیلے کے پاس سے گذرا تو اس نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر یہ ریت غلّہ ہوتی تو میں اسے لوگوں میں تقسیم کر دیتا۔

اس پر اللہ عزوجل نے اس وقت کے نبی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس سے فرما دیجئے کہ اللہ عزوجل نے تمہارا صدقہ قبول فرمایا اور تمہاری اچھی نیّت کے بدلے میں اتنا ثواب دیا کہ واقعی اگر یہ ریت غلّہ ہوتی اور تم صدقہ کرتے تو تمہیں جس قدر ثواب ملتا۔ ایسے ہی کئی دیگر روایات میں حسنِ نیّت کے بارے میں آیا ہے ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

’’مَنْ ھَمَّ بِحَسَنَۃٍ وَ لَمْ یَعْمَلْھَا کُتِبَتْ لَہٗ حَسَنَۃٌ‘‘

ترجمہ: ’’جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے لیکن اسپر کسی وجہ سے عمل نہ کر سکے تو اس کیلئے اتنا ہی ثواب لکھا جاتا ہے‘‘ (صحیح مسلم جلد اول،ص۷۸،کتاب الایمان)

حضرت سَیِّدُ نا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’مَنْ کَانَتِ الدُّنْیَا نِیَّتَہٗ جَعَلَ اللّٰہُ فَقْرَہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ وَ فَارَقَھَا اَرْغَبَ مَا یَکُوْنُ فِیْھَا وَ مَنْ تَکُنِ الْاٰخِرَۃُ نِیَّتَہٗ جَعَلَ اللّٰہُ تَعَالیٰ غِنَاہٗ فِیْ قَلْبِہٖ وَ جَمَعَ عَلَیْہِ ضَیْعَتَہٗ وَ فَارَقَھَا اَزْھَدَ مَا یَکُوْنُ فِیْھَا‘‘

ترجمہ: ”جو شخص دنیا کی نیّت کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسکا فقر اسکی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے (چنانچہ وہ شخص بے اندازہ مال و دولت جمع کرنے کے باوجود بھی مزید دولت چاہتا ہے) اور جب اسے دنیا کی رغبت زیادہ ہوتی ہے تب اسے دنیا سے جدا کرتا ہے اور جو شخص آخرت کی نیّت کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسکے دل کو غنی (دنیا سے بے پرواہ) کر دیتا ہے اور اسکا سامان اسکے لئے جمع فرما دیتا ہے اور جب اسے دنیا سے جدا فرماتا ہے تو (اس حال میں کہ) وہ دنیا سے بہت زیادہ بے رغبت ہوتا ہے“۔ (المعجم الکبیر للطبرانی۔ جلد ۱۱ ص ۳۶۶ حدیث ۱۱۶۹۰)

حضرت سیدتنا ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور تاجدار مدینہ راحت قلب سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک لشکر کا ذکر فرمایا جو جنگل میں دھنسا دیا جائے گا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان میں وہ لوگ بھی ہونگے جنہیں زبردستی لایا گیا ہے، اور وہ لوگ بھی ہونگے جو اجرت پر لڑیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ان سب کا حشر انکی نیّتوں کے مطابق ہوگا“ (المستدرک، ج ۴، ۴۳۱، کتاب الفتن)

ایسے ہی حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے آقائے دو جہان رحمت عالمیان ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا یُقْتَتِلُ الْمُقْتَتِلُوْنَ عَلَى النِّیَّاتِ

ترجمہ: ”لڑنے والے اپنی اپنی نیّتوں پر لڑتے ہیں“ (میزان الاعتدال ج ۳، ۲۶۹، ترجمہ ۶۳۸۴)

ایک اور مقام پر پیارے آقا میٹھے میٹھے مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اِذَا الْتَقَى الصَّفَّانِ نَزَلَتِ الْمَلَائِكَةُ تَكْتُبُ الْخَلْقَ عَلٰى مَرَاتِبِهِمْ فُلَانٌ يُقَاتِلُ لِلدُّنْيَا فُلَانٌ يُقَاتِلُ حَمِيَّةً فُلَانٌ يُقَاتِلُ عَصَبِيَّةً اَلَا فَلَا تَقُوْلُوْا فُلَانٌ قُتِلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ“

ترجمہ: ”جب دو لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوتے ہیں تو فرشتے اترتے ہیں اور مخلوق کو درجہ بدرجہ لکھتے ہیں کہ فلاں آدمی دنیا کے لئے لڑا ہے فلاں شخص غیرت کیلئے لڑا ہے فلاں آدمی قوم کی خاطر لڑا ہے۔ خبردار! یہ نہ کہو کہ فلاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راستے میں شہید ہوگیا پس جو شخص اس لئے لڑے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلمہ بلند ہو صرف وہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں لڑنے والا شمار ہوگا“۔

جیسا جینا ویسا مرنا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! روایت میں آتا ہے کہ جو شخص جس نیّت پر زندگی گزارے گا قیامت کے دن اسی پر اٹھایا

جائے گا، چنانچہ۔

حضرت سَیِّدُ نا جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم، نورِ مجسّم، تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ

ترجمہ: ''ہر بندے کو اُسی (نِیّت) پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ دنیا سے گیا''

(صحیح مسلم، ج۲، ص۳۸۷، کتاب الجنۃ)

نیز اگر نِیّت درست نہ ہو تو بظاہر مظلوم ہونے کے باوجود انسان جہنم کا مستحق ہو جاتا ہے، جیسے کہ حضرت سَیِّدُ نا اَحنف رضی اللہ عنہ، حضرت سَیِّدُ نا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَ الْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ

ترجمہ: ''جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابل ہوتے ہیں تو قتل کرنے والا اور قتل کیا جانے والا دونوں جہنمی ہیں''

عرض کی گئی اے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قاتل کا جہنمی ہونا تو ٹھیک ہے لیکن مقتول کے جہنم میں جانے کی کیا وجہ ہے (حالانکہ وہ تو بظاہر مظلوم ہے)۔

تو کونین کے والی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لِاَنَّهٗ اَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهٖ

ترجمہ: ''یعنی کیونکہ اس مرنے والے نے بھی اپنے قاتل کو قتل کرنے ہی کی نِیّت کی تھی''۔

(صحیح مسلم، ج۲، ص۳۸۹، کتاب الفتن)۔

زانی اور چور:

یوں ہی نکاح میں مَہر طے کرتے وقت اگر ادا کرنے کی نیت نہ ہو تو اللہ عزوجل کے دربار میں اُسے زانی شمار کیا جائے گا چنانچہ حضرت سَیِّدُ نا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں '' مَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً عَلٰى صُدَاقٍ وَ هُوَ لَا يَنْوِيْ اَدَاءَهٗ فَهُوَ زَانٍ وَ مَنْ ادَّانَ دَيْنًا وَ هُوَ لَا يَنْوِيْ اَدَاءَهٗ فَهُوَ سَارِقٌ'' (ترجمہ) جو شخص کسی عورت سے مہر پر نکاح کرے لیکن اسکی نِیّت ادائیگی کی نہ ہو تو وہ زانی ہے اور جو قرض لے اور ادا کرنے کی نِیّت نہ کرے تو وہ چور ہے (الترغیب والترھیب، ج۲، ص۶۰۲، کتاب البیوع)۔

مردار سے زیادہ بدبودار:

یوں ہی کوئی شخص اگر خوشبو لگانے جیسا معمولی کام بھی کسی برے مقصد سے کرے تو یہ عمل بھی اسے قیامت کی ہولناکیوں میں مزید پریشان کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔جیسا کہ

حضور پرنور ﷺ کا فرمان خوشبودار ہے۔

مَنْ تَطَيَّبَ لِلّٰهِ تَعَالٰى جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ رِيْحُهٗ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَمَنْ تَطَيَّبَ لِغَيْرِ اللّٰهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ رِيْحُهٗ اَنْتَنُ مِنَ الْجِيْفَةِ

ترجمہ:" جو اللہ عزوجل کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اسکی خوشبو کستوری سے زیادہ مہک رہی ہوگی اور جو اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اسکی بو مردار سے زیادہ بدبودار ہوگی"(مصنّف عبدالرزّاق، ج۴،ص۳۱۹،حدیث۷۹۳۲)

بہترین عمل:

خلیفۂ دوم حضرت سیّدُنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہترین عمل اللہ عزوجل کے فرائض کو ادا کرنا، اللہ تعالٰی کی حرام کردہ اشیاء سے بچنا اور اللہ عزوجل کے یہاں نیّت کا سچّا ہونا ہے۔

اللہ عزوجل کی مدد:

حضرت سیّدُنا سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ) کو لکھا"خبردار! بندے کو اپنی نیّت کے مطابق اللہ تعالٰی کی طرف سے مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے، جسکی نیّت مکمل ہوا سکے لئے رب کائنات عزوجل کی مدد بھی مکمل ہوتی ہے اور جسکی نیّت میں نقص ہو تو مدد میں بھی کمی واقع ہوتی ہے"۔

چھوٹا عمل اونچا درجہ:

بعض بزرگان دین رحمہم اللہ فرماتے ہیں اکثر چھوٹے اعمال کو اچھی نیّت بڑے درجے تک پہنچا دیتی ہے اور کئی بڑے بڑے کام نیّت کی وجہ سے چھوٹے ہوجاتے ہیں۔

حضرت سیّدُنا داؤد طائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں"وہ نیک بندہ جو تقوٰی کی نیّت رکھتا ہے اگر (کسی وجہ سے) اسکے تمام اعضاء دنیا میں پھنس جائیں تو کسی نہ کسی دن اسکی نیّت اسے اچھی حالت کی طرف لوٹا دے گی لیکن جاہل کا حال اسکے برعکس ہے"۔

نِیّت کی تربیّت :

حضرت سَیِّدُ نا سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' پہلے زمانے کے لوگ عمل کرنے کیلئے نِیّت کی باقاعدہ اسی طرح تربیت حاصل کرتے تھے جس طرح وہ عمل کی تربیت حاصل کرتے تھے''۔

بعض علماء رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ عمل سے پہلے اپنی نِیّت کو درست کرو اس لئے کہ جب تک تم نیکی کی نِیّت پر قائم رہو گے بھلائی پر رہو گے (یعنی تمہارے لئے نیکی لکھی جاتی رہے گی)۔

جب تھک جاؤ.....:

ایک مرتبہ ایک طالب علم، علماء رضی اللہ عنہم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ کون ہے جو مجھے ایسا عمل بتائے جسکی بدولت میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا شمار کیا جاؤں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رہوں۔

اس سے کہا گیا، (یہ سوال کرکے) تم نے اپنی مراد کو پالیا ہے جاؤ جس قدر نیکی کر سکو کرو اور جب تھک جاؤ اور عمل نہ کر سکو تو کم از کم عمل کرنے کی نِیّت ہی کر لو کہ نِیّت کرنے والا بھی عمل کرنے والا ہی شمار کیا جاتا ہے''۔

اسی طرح بعض بزرگان دین رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ اے لوگو! تم پر اللہ عزوجل کی نعمتیں بے شمار ہیں اور تمہارے گناہ تمہیں یاد نہیں لیکن اگر تم صبح و شام توبہ کرو تو ماں باپ سے زیادہ شفقت کرنے والا رب غفور عزوجل درمیان والے گناہ بخش دے گا''۔

حضرت سَیِّدُ نا عیسیٰ روح اللہ (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا'' اس آنکھ کے لئے خوش خبری ہے جو سو جائے اور گناہ کا ارادہ نہ کرے اور پھر بے گناہی کی حالت میں بیدار ہو۔

حضرت سَیِّدُ نا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' قیامت کے دن لوگ اپنی نِیّتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے''۔

سَیِّدُ نا فُضَیل بن عِیَاض رضی اللہ عنہ جب یہ آیت مبارکہ پڑھا کرتے

وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ حَتّٰی نَعۡلَمَ الۡمُجٰهِدِیۡنَ مِنۡکُمۡ وَ الصّٰبِرِیۡنَ وَ نَبۡلُوَا اَخۡبَارَکُمۡ

ترجمہ کنز الایمان: ''اور ضرور ہم تمہیں جانچیں گے یہاں تک کہ دیکھ لیں تمہارے جہاد کرنیوالوں اور صابروں کو اور تمہاری خبریں آزمالیں'' (پارہ ۲۶، سورۂ محمد، آیت ۳۱)

تو ان پر گریہ طاری ہو جاتا اور اس آیت کو بار بار پڑھتے اور فرماتے'' اے اللہ جل جلالہ! اگر تو نے ہماری آزمائش کی تو ہم رسوا ہو جائیں گے اور ہمارے عیب ظاہر ہو جائیں گے''۔ (کیونکہ اخلاص کے ساتھ جہاد اور صبر جیسے مشکل کام کرنا بے حد دشوار ہے)۔

جنت میں ہمیشگی:

حضرت سَیِّدُ نَا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جنتی اپنی اچھی نِیّت کی وجہ سے جنت میں اور جہنمی اپنی بری نِیّت کہ وجہ سے جہنم میں ہمیشہ رہیں گے''۔

حضرت سَیِّدُ نَا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''تورات شریف میں لکھا ہوا ہے، جس عمل سے میری رِضا مطلوب ہو وہ تھوڑا بھی زیادہ ہوتا ہے اور جو میرے غیر کے لئے کیا جائے وہ اگرچہ زیادہ ہو تب بھی تھوڑا ہوتا ہے''۔

حضرت سَیِّدُ نَا بلال بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''مومن جب کوئی بات کرتا ہے تو اللہ عزوجل اسکے قول کے بارے میں فیصلہ نہیں فرماتا حتی کے اسکے عمل کی آزمائش فرمالے اور جب بندہ مومن عمل کرتا ہے تو اللہ عزوجل اسکے عمل کے بارے میں فیصلہ نہیں فرماتا یہاں تک کہ اسکے تقوے کو ملاحظہ فرمالے اور اگر وہ تقویٰ اختیار کرے تو اسکے تقوے کے بارے میں فیصلہ نہیں فرماتا حتی کہ اسکی نِیّت کو دیکھے پس اگر اسکی نِیّت درست ہو تو اس بات کا حق دار ہے کہ اسکے دوسرے کام بھی ٹھیک ہوں''۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ان تمام اقوال سے پتہ چلا کہ اعمال کا ستون نِیّتیں ہیں، عمل تو نِیّت کا محتاج ہے۔ اگر نِیّت درست ہو تو عمل بھی اچھا شمار ہوگا اگرچہ کسی مجبوری کی وجہ سے عمل نہ کیا جاسکے۔

نِیّت کی حقیقت

نیت کی تعریف:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نِیّت، ارادہ اور قصد ہم معنی الفاظ ہیں اور یہ ایک دلی کیفیت اور صفت ہے جسے علم وعمل نے گھیر رکھا ہے۔ چنانچہ سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ الباری کچھ اسطرح رقم طراز ہیں:

علم نِیّت سے پہلے ہوتا ہے، کیونکہ علم نِیّت کی اصل اور اسکی شرط ہے اور عمل نِیّت کے بعد ہوتا ہے کیونکہ نِیّت کے تابع اور اسکی شاخ ہے۔ چنانچہ ہر عمل یعنی حرکت اور سکون تین باتوں سے پورا ہوتا ہے (۱) علم (۲) ارادہ (۳) قدرت۔ اس لئے کہ انسان اسی چیز کا ارادہ کرتا ہے جسکا اسے علم ہو لہٰذا علم ہونا ضروری ہے اور جب تک ارادہ نہ ہو عمل نہیں کرتا لہٰذا ارادہ بھی ضروری ہے اور ارادے کا مطلب یہ ہے کہ دل اس کام کو کرنے کیلئے بالکل تیار ہو جسے وہ اپنی غرض کے موافق سمجھتا ہے چاہے فی الحال ہو یا مستقبل میں۔

نیت‘ غرض نفسانی کا حصول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نیت دراصل نفسانی غرض کا نام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کچھ اسطرح پیدا فرمایا ہے کہ بعض کام اسکی غرض کے موافق ہوتے ہیں اور بعض اسکے مخالف۔ پس وہ موافق اور مناسب کاموں کو اپنی طرف کھینچنے اور نقصان دہ باتوں کو جو اسکے نفس کے خلاف ہیں دور کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ تو اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ نقصان دہ اور نفع بخش دونوں طرح کی اشیاء کا علم حاصل کرے تاکہ نفع بخش کو حاصل کرے اور نقصان دہ سے بچے کیونکہ جو شخص غذا کو نہ دیکھے اور اسے نہ پہچانے اسکے لئے اسے کھانے کی خواہش کرنا دشوار ہے یونہی جو آگ کو نہ دیکھے تو اسکا اس سے بھاگنا ممکن نہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور معرفت کو پیدا فرمایا اور اسکے لئے اسباب مہیا کئے۔

پھر اگر وہ غذا کو دیکھ اور جان لے کہ یہ اسکے لئے فائدہ مند ہوگی تو پھر بھی اسکے کھانے کے لئے اتنی بات کافی نہیں جب تک کہ اسے غذا کی طرف رغبت یا ایسی خواہش نہ ہو جو اسے غذا کھانے کی طرف ابھارے کیونکہ مریض غذا کو دیکھتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ یہ اسکے لئے فائدہ مند ہے لیکن رغبت اور میلان نہ ہونے کی وجہ سے کوئی توجہ نہیں دیتا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسکی طرف رغبت‘ میلان اور ارادہ پیدا فرمایا ہے یعنی بندے کے نفس میں شوق اور دل میں توجہ پیدا فرمادی۔ لیکن اتنی بات بھی کافی نہیں کیونکہ کتنے ہی لوگ کھانے کو دیکھتے اور اس میں رغبت کرتے ہیں لیکن اپاہج ہونے کی بناء پر اسے حاصل کرنے سے عاجز رہتے ہیں لہٰذا آدمی کیلئے قدرت اور حرکت کرنے والے اعضاء پیدا کئے گئے تاکہ مقصود تک پہنچنا ممکن ہوسکے۔

خلاصہ یہ کہ جسمانی اعضاء طاقت وقدرت کے بغیر حرکت نہیں کرتے اور طاقت نِیّت یا ارادے کی منتظر ہوتی ہے یعنی دل میں یہ اعتقاد راسخ ہوجائے کہ یہ چیز میرے لئے فائدہ مند ہے تو جب پختہ اور مکمل پہچان حاصل ہوجاتی ہے کہ یہ کام کرنا فائدہ مند ہے نیز اس کام سے روکنے والی کوئی شئے بھی موجود نہیں ہوتی تو اب ارادہ بیدار ہوتا ہے اور میلان یعنی دلچسپی ثابت ہوتی ہے اور جب ارادے میں حرکت ہوتی ہے تو قدرت اعضاء کو متحرک کرنے کا کام کرتی ہے۔

چنانچہ پتہ چلا کہ قدرت، ارادے یعنی نِیّت کی خادمہ ہے اور ارادہ اعتقاد اور معرفت یعنی پہچان کے تابع ہے۔ لہٰذا نِیّت ایسی صفت کا نام ہوا جو اعتقاد، معرفت اور قدرت کے درمیان ہے۔ (یعنی جب نفس کو یہ یقین ہوجاتا ہے کہ فلاں چیز میرے لئے فائدہ مند ہے تو پھر وہ اسے حاصل کرنے کا ارادہ یعنی نِیّت کرتا ہے اور ارادہ یا نِیّت قدرت کو حرکت میں لاتی ہے اور پھر اعضاء اس شئے کو حاصل کرنے کیلئے سرگرم ہوجاتے ہیں)۔ خواہ وہ شے فی الحال فائدہ مند ہو یا مستقبل میں۔

پس پہلا محرک وہ غرض ہے جو نفس کو مطلوب ہے اور اسی کو باعث (کسی کام کی خواہش پیدا کرنے والا) کہا جاتا ہے اور یہ غرض یا باعث وہ مقصد ہے جس کی نیّت کی گئی اور نفس کی عمل کرنے کیلئے سرگرمی کا نام نیّت اور ارادہ ہے اور قدرت کا اعضاء کو حرکت دینے کے ذریعے ارادے کی تکمیل کے لئے سرگرم ہونا عمل کہلاتا ہے۔

(خلاصہ یہ کہ نفس جب اپنی غرض کے موافق کوئی شیئے دیکھتا ہے تو اسے پانے کا ارادہ کرتا ہے پھر وہ ارادہ اعضاء کی طاقت کو متحرّک کرتا ہے اور پھر اعضاء اپنی قوت کے مطابق عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔)

عمل پر ابھارنے والے عوامل

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اب یہاں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمل پر ابھارنے والے عوامل کا ذکر فرما رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھار اعضاء کی قدرت کسی ایک باعث (یعنی خواہش پیدا کرنے والے) کی وجہ سے عمل کے لئے سر گرم ہوتی ہے اور کبھی دو باعثوں کی وجہ سے جو ایک فعل میں جمع ہو جاتے ہیں اور جب کسی عمل کے باعث دو ہوں تو صورتحال کچھ یوں ہوتی ہے (۱) بعض اوقات ایک باعث بھی قدرت کو سرگرم کرنے کیلئے کافی ہوتا ہے (۲) کبھی دونوں الگ الگ اس کام سے قاصر رہتے ہیں جب تک کہ جمع نہ ہو جائیں (۳) بعض اوقات ایک کافی ہوتا ہے اور دوسرا اسکا معاون ہوتا ہے چنانچہ یہاں چار اقسام پیدا ہوئیں۔ ہم ان میں سے ہر ایک کا نام اور اسکی مثال بیان کرتے ہیں۔

(۱) جب ایک باعث تنہا ہو

مثلاً انسان پر کوئی درندہ حملہ آور ہوتا ہے تو اسے دیکھ کر وہ کھڑا ہو جاتا ہے اور اسکے کھڑا ہونے کا محرک صرف یہ ہے کہ وہ درندے سے جان بچا کر بھاگنا چاہتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ اسے نقصان پہنچا سکتا ہے چنانچہ اس کے دل میں بھاگنے کا خیال پیدا ہوگا۔ اب اس رغبت کے مطابق قدرت کام کرتی ہے اور انسان بھاگنے لگتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اسکی نیّت درندے سے بھاگنا ہے اور بھاگنے کے سوا اس عمل یعنی اٹھنے کا کوئی اور مقصد نہیں یعنی بھاگنے کے عمل پر صرف ایک باعث نے اُبھارا اور وہ باعث جان بچانے کی خواہش ہے (جو ایک دوسرے پر اثر انداز نہیں ہوتے) لغوی طور پر اسکو خالص نیّت کہتے ہیں اور اسکے مطابق عمل کو خالص عمل کہا جاتا ہے۔

(۲) دو طاقتور باعث

یعنی جب کسی عمل پر اُبھارنے والے دو باعث ایسے ہوں کہ ان میں سے ہر ایک اکیلا بھی عمل کی تحریک پیدا کر سکتا ہو۔

مثلا دو آدمی کسی چیز کو اٹھانے میں ایک دوسرے کی مدد کریں لیکن اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی اسے اٹھانا چاہے تو اسے اٹھا سکتا ہو اسی بات کو ایک دوسری مثال سے بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے قریبی رشتے دار جو کہ محتاج بھی ہو کچھ مدد فراہم کرے اور اسکی حاجت پوری کرے حالانکہ اگر مذکورہ شخص محتاج نہ بھی ہوتا تب بھی قرابت داری کی بناء پر اسکی حاجت کو پورا کرتا اور اگر قرابت نہ ہوتی تو محض محتاجی کی بناء پر پوری کرتا اور دل میں اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ اگر اسکا کوئی مال دار رشتے دار بھی حاضر ہو تو اسکی حاجت بھی پوری کرے گا اور اگر اجنبی فقیر بھی حاجت مند ہو تو اسکی حاجت بھی پوری کرے گا۔ (یعنی فقر اور قرابت داری دو مستقل باعث ہیں جن میں سے ہر ایک خیرات کے عمل پر ابھارنے کیلئے کافی ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر کسی شخص کو کھانا چھوڑنے کا حکم دیتا ہے اور اب اتفاق سے یوم عرفہ یعنی ۹ ذی الحجۃ کا دن آجاتا ہے تو اب یہ شخص روزہ رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ ۹ ذی الحجۃ کا دن نہ بھی ہوتا تب بھی وہ پرہیز کی بناء پر کھانا نہ کھاتا اور اگر پرہیز کا مسئلہ نہ ہوتا تو یوم عرفہ کی وجہ سے کھانا نہ کھاتا۔

چنانچہ اب دونوں سبب جمع ہیں تو جب وہ اس کام کی طرف بڑھتا ہے تو دوسرا سبب پہلے کا رفیق بنتا ہے تو اس صورت کو ہم مرافقت کا نام دیتے ہیں کیونکہ دونوں سبب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

(۳) دو کمزور باعث (جو ملکر کسی عمل پر ابھار سکتے ہیں تنہا نہیں)

یعنی جب دونوں سبب الگ الگ کافی نہ ہوں لیکن جب جمع ہو جائیں تو اعضاء کی قدرت کو متحرّک کر سکتے ہوں

مثلا دو کمزور آدمی ایک چیز کو مل کر تو اٹھا سکتے ہیں لیکن الگ الگ نہیں اٹھا سکتے۔ اور اس مثال کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ کسی شخص کا مالدار رشتے دار اس سے ایک درہم مانگے اور وہ اسے نہ دے لیکن کوئی اجنبی مانگے تو پھر بھی نہ دے البتہ کوئی غریب رشتے دار مانگے تو اسے دے دے تو گویا دینے والے کے ارادے کا باعث قرابت اور فقر دونوں کا مجموعہ ہے (یعنی شخصِ مذکور صرف اپنے محتاج قریبی رشتے داروں کو ہی دینے پر آمادہ ہے کسی اور کو نہیں)۔

اسی طرح ایک شخص لوگوں کے سامنے ثواب اور تعریف کی غرض سے صدقہ کرتا ہے لیکن تنہائی میں محض حصول ثواب کیلئے صدقہ نہیں کرتا اور اگر کسی جگہ صدقہ کرنا باعث ثواب نہ ہو تب بھی محض دکھاوے کیلئے صدقہ نہیں کرتا (گویا اس شخص کا مقصد ثواب اور تعریف دونوں حاصل کرنا ہے یہ شخص کسی ایک پر اکتفاء نہیں کرتا)۔ اس قسم کو مشارکت کہتے ہیں۔

(۴) مددگار باعث

یعنی جب ایک باعث مستقل ہو جو تنہا بھی عمل کرا سکتا ہو جبکہ دوسرا باعث مستقل تو نہیں لیکن جب اسے پہلے کے

ساتھ ملایا جائے تو اسکا مدد گار بن کر آسانی پیدا کر دے۔

مثلا اگر کوئی طاقت ور آدمی کوئی بوجھ اٹھانا چاہے تو خود بھی اٹھا سکتا ہے لیکن کوئی اور کمزور اسکا مدد گار بن جائے تو اب طاقتور آدمی کو کچھ آسانی میسر آجاتی ہے۔ لیکن وہ کمزور آدمی بذات خود وہ بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے ہم اسکی مثال یوں دے سکتے ہیں ایک شخص جو نماز اور صدقہ کا عادی ہے اب اتفاق سے کچھ لوگ آ گئے تو انکے دیکھنے کی وجہ سے اسے یہ دونوں کام کرنے میں زیادہ آسانی محسوس ہوئی۔

حالانکہ وہ دل سے جانتا ہے کہ اگر لوگ نہ بھی دیکھیں تب بھی وہ اپنے دونوں کام پورے کرتا اور وہ اس بات کو بھی جانتا ہے کہ اگر اسے اطاعت کا خیال نہ ہوتا تب بھی محض دکھاوے کیلئے وہ یہ عمل نہ کرتا کیونکہ وہ تو یہ کام کرنے کا عادی ہے۔ تو اس قسم کی نِیّت میں تھوڑی بہت ملاوٹ ہو جاتی ہے اور اس قسم کو معاونت کہتے ہیں۔ تو دوسرا باعث رفیق ہوتا ہے یا شریک یا مدد گار اور ہم اس بات کو اخلاص کے باب میں بیان کریں گے کیونکہ اس وقت ہمارا مقصد نِیّت کی اقسام کو بیان کرنا ہے کیونکہ عمل نِیّت کے تابع ہوتا ہے تو جیسی نِیّت ہوگی عمل بھی ویسا ہی شمار کیا جائے گا۔

نیت عمل سے بہتر:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سرکار ذی وقار دو عالم کے مالک ومختار باذن پروردگار عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان خوشبودار ہے:

نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ

ترجمہ: ''مومن کی نِیّت اسکے عمل سے بہتر ہے'' (المعجم الکبیر للطبرانی، ج٦، ص١٨٥، ١٨٦، حدیث ٥٩٤٢)

گویا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مومن کی نِیّت کو اسکے عمل پر ترجیح عطا فرمائی ہے اور بعض اوقات اس ترجیح کے بارے میں یہ خیال آتا ہے کہ نِیّت تو ایک مخفی عمل ہے جسے رب علیم عزوجل ہی جانتا ہے جبکہ عمل ظاہر ہے۔ اور چونکہ پوشیدہ عمل کو مخفی پر فضیلت حاصل ہوتی ہے اسلئے نِیّت کو عمل پر ترجیح دی گئی ہے تو شاید ترجیح کی یہی ایک وجہ ہے۔ حالانکہ حدیث پاک میں دی گئی ترجیح سے یہ مراد نہیں ہے۔

کبھی یہ خیال آتا ہے کہ ترجیح کا سبب یہ ہے کہ نِیّت عمل کے آخر تک رہتی ہے جبکہ عمل کو دوام نہیں ہوتا لیکن یہ خیال کمزور ہے کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ زیادہ عمل تھوڑے عمل کے مقابلے میں بہتر ہو حالانکہ ایسی بات نہیں کیونکہ نماز کے افعال کی نِیّت بعض اوقات دائمی نہیں ہوتی بلکہ چند لمحات پر مشتمل ہوتی ہے (یعنی تکبیر تحریمہ کہتے وقت)۔ جبکہ نماز کے ارکان

نیت کے مقابلے میں طویل ہوتے ہیں اور حدیث پاک کے ظاہر کا تقاضہ یہ ہے کہ نِیّت اسکے عمل سے بہتر ہے (گویا تھوڑی سی نِیّت بہت سارے عمل سے بہتر ہے) حالانکہ نماز بذاتِ خود اُس کی نیت سے بہتر ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حدیث پاک کا ایک مطلب اور بھی بیان کیا جاتا ہے کہ محض نِیّت اس عمل سے بہتر ہے جو نِیّت سے خالی ہو لیکن اسے حدیث پاک کی مراد قرار دینا بعید ہے کیونکہ نِیّت کے بغیر یا غفلت کے ساتھ عمل کرنے میں کوئی خیر نہیں۔

سب سے بہتر توجیہ:

میرے میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امام غزالی علیہ رحمہ کی نظر میں حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ ہر عبادت نِیّت اور عمل دونوں سے مل کر مکمل ہوتی ہے اور نِیّت بھی ایک قسم کی نیکی ہے اور عمل بھی تو عمل کی نسبت نِیّت بہتر نیکی ہے کیونکہ نیت و عمل میں سے ہر ایک مقصود (رضائے الٰہی کے حصول) پر اثر انداز ہوتا ہے البتہ عمل کی نسبت نِیّت کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ نِیّت عمل سے کس طرح بہتر ہے تو اس بات کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو دین کے مقصود اور اس کے طریقہ کار کی سمجھ رکھتا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ مقصود تک پہنچنے کا کیا طریقہ ہے اور عبادات کا مقصد تو دل میں محبت الٰہی کو راسخ کرنا ہے۔

اور اس مقصد کے حصول میں نیت عمل سے زیادہ تاثیر رکھتی ہے اس لئے اسی اعتبار سے نیت عمل سے بہتر ہے مثلاً جو شخص یہ کہتا ہے کہ روٹی پھل سے بہتر ہے تو اسکا مقصد یہ ہے کہ جسمانی غذا ہونے کے اعتبار سے روٹی بہتر ہے اور اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو یہ جانتا ہو کہ غذا کا مقصد صحت اور بقاء حیات ہے اور غذاؤں کے مختلف اثرات ہیں چنانچہ وہ ایک کو دوسرے پر قیاس کر کے سمجھ سکتا ہے۔

دل کی غذا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم جانتے ہیں کہ عبادات دلوں کی غذا ہیں اور ان کا مقصد دلوں کی شفا اور بقاء اور آخرت کی سلامتی و سعادت مندی ہے یہ بھی مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے لطف اندوز ہو بلکہ مقصود اصلی تو یہی ہے کہ اللہ عزوجل سے ملاقات اور سعادت مندی حاصل کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے وہی شخص لطف اندوز ہوسکتا ہے جو اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکا عرفان لیکر دنیا سے رخصت ہو اور رب لم یزل کی محبت اسی شخص کے دل میں جاگزیں ہوسکتی ہے جو اسکی معرفت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اُنس وہی پا سکتا ہے جو اسکا طویل ذکر کرتا ہے چنانچہ اُنس دائمی طور پر ذکر کے ذریعے

حاصل ہوتا ہے اور معرفت دائمی اللہ تعالیٰ کی قدرت میں غور کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور معرفت کے بعد محبت ضرور آتی ہے لیکن دائمی ذکر وفکر کے لئے دل اسی وقت فارغ ہوسکتا ہے جب بندہ دنیاوی مشاغل سے فارغ ہو اور دنیوی مشغلوں سے فراغت اسی وقت ہوتی ہے جب خواہشات کو ترک کر دیا جائے۔

گویا سب سے پہلا مرحلہ فضول نفسانی خواہشات کو ترک کرنا ہے اس کے نتیجے میں دل ذکر کے لئے فارغ ہو جائے گا اور پھر ذکر پر دوام اختیار کرنے سے اللہ عزوجل سے اُنس پیدا ہوگا اور اس کی قدرت پر غور کرنے سے معرفت حاصل ہوگی۔ پھر یہ معرفت رفتہ رفتہ محبت میں بدل جائے گی اور جو شخص اپنے رب عزوجل کی محبت میں سرشار ہو کر دنیا سے جائے گا وہ اس کی ملاقات کا شرف اور اخروی سعادت مندی ضرور پائے گا۔ چنانچہ جب بندے کو ان سب باتوں کی پہچان ہو جائے اور توفیق الٰہی عزوجل ساتھ ہو تو پھر بندہ نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے اور نیکی کا ارادہ کرتا ہے برائی سے نفرت کرتا ہے اور اسے برا جانتا ہے اسی طرح عقلمند آدمی پچھنے لگوانے اور خون نکلوانے پر راضی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ان کاموں میں اسکی صحت کی سلامتی ہے۔

استقامت کیلئے عمل ضروری ہے:

بہر حال جب کسی کام کی معرفت حاصل ہو جائے اور اس کا فائدہ مند ہونا معلوم جائے تو دل اس کام کو کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے چنانچہ اب دل کے اس ارادے کو برقرار رکھنے کیلئے عمل شروع کر دینا نہایت ضروری ہے کیونکہ دل میں وہی صفت پختہ ہوتی چلی جاتی ہے جس کا اس بندے کے اعمال تقاضہ کرتے ہیں چنانچہ ظلم وستم کرنے سے دل میں سختی کی صفت پیدا ہوتی ہے اور اگر بندہ ظلم کرتا ہے تو دل کی سختی بھی بڑھتی جاتی ہے نیز تجربے سے ثابت ہے کہ جو شخص علم یا کسی منصب کا خواہش مند ہو تو ابتداء میں اسکی خواہش کمزور ہوتی ہے۔

لیکن اگر وہ عملی طور پر اسے حاصل کرنے کے اقدامات کرے اور اس کیلئے مطلوبہ اعمال میں مشغول ہو جائے تو اس کا میلان مضبوط اور راسخ ہو جاتا ہے اور اب اسے اس کیفیت سے نکلنا مشکل نظر آتا ہے۔ (گویا جو شخص علم کی راہ میں عملی اقدامات کرے وہ اسمیں ترقی کرتا جاتا ہے اور دل میں مزید علم حاصل کرنے کی خواہش بڑھتی چلی جاتی ہے اسی طرح اقتدار بھی)۔

اور اگر کوئی شخص اپنے مقصود کے تقاضے کے برعکس کام کرے تو اس کی خواہش کمزور پڑ جاتی ہے بلکہ بعض اوقات بالکل مٹ جاتی ہے۔ یعنی جس شخص کو گناہ کرنے کی شدید خواہش ہو لیکن اگر وہ اپنے آپ کو نیک کاموں مثلاً مدنی انعامات

میں مصروف کرلے تو اسکی گناہ کی خواہش بالآخر ختم ہوجائیگی۔ ان شاء اللہ عزوجل

کیونکہ دل اور دیگر اعضاء کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے متأثر ہوتے ہیں مثلاً اگر اعضاء پر کوئی زخم لگے دل تکلیف محسوس کرتا ہے اور اگر کوئی بات دل کو تکلیف دے مثلاً کسی عزیز کی موت تو اعضاء بھی اس سے متأثر ہوتے ہیں بدن کانپنے لگتا ہے اور رنگ بدل جاتا ہے ہاں ایک فرق ضرور موجود ہے کہ دل حاکم ہے اور دیگر اعضاء خدّام ہیں۔ نبی اکرم شاہ بنی آدم نورمجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حکمت نشان ہے۔

''اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلَحَ لَھَا سَائِرُ الْجَسَدِ ''

ترجمہ: بلاشبہ جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے کہ جب وہ ٹھیک ہوتا ہے تو سارا جسم درست رہتا ہے''۔

نیز امت کے غم خوار آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحِ الرَّاعِیَ و الرَّعِیَّۃَ

ترجمہ: ''اے اللہ عزوجل نگران اور رعایا دونوں کو درست کردے'' (الاسرار المرفوعۃ ص ۶۷، حدیث ۲۳۵)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نگران سے مراد دل لیا۔

نیز رب کائنات جل جلالہ کا فرمان عبرت بار ہے؛

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَاؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ

ترجمہ کنز الایمان: ''اللہ کو ہرگز نہ انکے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے'' (پارہ ۱۷، سورۂ حج، ۳۷)

اعمال کا مقصد:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! تقویٰ دل کی صفت ہے اور دل کیونکہ سارے جسم سے افضل ہے اس لئے اسکا عمل دیگر اعضاء کے عمل سے افضل ہونا چاہئے اور اسکا تقاضہ ہے کہ دل کے اعمال میں سب سے افضل نیّت ہو اور اعضاء کے ذریعے اعمال کرنے سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ دل نیکی کا ارادہ کرنے کا عادی ہوجائے اور اسکا جھکاؤ بھلائی کی طرف پختہ ہوجائے تاکہ وہ دنیوی خواہشات سے فارغ ہوکر ذکر وفکر کی طرف توجہ برقرار رکھے چنانچہ غرض کے اعتبار سے نیّت ضرور بہتر ہے۔ اسے ایک اور مثال سے سمجھئے۔

مثلاً کسی شخص کے معدے میں درد ہو تو اسکا علاج یوں کرتے ہیں اسکے سینے پر دوائی کا لیپ کیا جاتا ہے اور ایک

طریقہ علاج یہ بھی ہے کہ اسکوایسی دوائی پلائی جائے جو براہ راست معدے تک پہنچے تو دوسرا طریقہ پہلے کی بنسبت زیادہ بہتر ہے حالانکہ پہلے کا مقصد بھی معدے کو درست کرنا ہی ہے لہٰذا نیکیوں کی تاثیر کو بھی اسی طرح سمجھنا چاہئیے کہ نیکیوں کا مقصد دل کو بدلنا اور دل کی صفات میں تبدیلی لانا مقصود ہوتا ہے اعضاء میں تبدیلی مقصود نہیں ہوتی۔

دیکھئے سجدہ کرتے وقت پیشانی کو زمین پہ رکھنے کی غرض یہ نہیں ہے کہ زمین اور پیشانی دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے بلکہ غرض یہ ہے کہ دل میں تواضع کی صفت کو پختہ کیا جائے کیونکہ جب بندہ کو اعضاء کو تواضع کی شکل دے تو اسکا دل بھی اس سے متأثر ہو کر تواضع اختیار کرتا ہے۔اور جس آدمی کے دل میں یتیم بچے پر نرمی کرنے کی صفت موجود ہو تو جب وہ اس بچے کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتا یا اسے بوسہ دیتا ہے تو دل میں پائی جانے والی نرمی مزید پختہ ہو جاتی ہے۔

اسی وجہ سے نیّت کے بغیر عمل بالکل فائدہ نہیں دیتا کیونکہ جو شخص یتیم بچے کے سر پر ہاتھ پھیرلے لیکن اس کا دل اس سے غافل ہو یا اپنے خیال میں وہ کسی کپڑے پر ہاتھ پھیر رہا ہے اس کے اعضاء کا اثر دل تک نہیں پہنچے گا اور نہ اسکے دل میں کوئی مثبت تبدیلی پیدا کر سکے گا اسی طرح جو شخص غفلت کے عالم میں سجدہ کرتا ہے تو اسکی پیشانی زمین پہ رکھنے سے دل پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اس لئے اسکا سجدہ کرنا یا نہ کرنا برابر ہے اور مقصد کے اعتبار سے جس عمل کا کرنا یا نہ کرنا برابر ہو وہ باطل ہوتا ہے۔

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ نیّت کے بغیر عبادت باطل ہے اور جب غفلت سے کرے تو یہی کیفیت ہوتی ہے اور جب عبادت سے دکھاوا یا کسی دوسرے شخص کی تعظیم مقصود ہو تو اسکا نا صرف یہ کہ ثواب نہیں ملتا بلکہ الٹا گناہ سر پڑتا ہے کیونکہ یہ ریا کاری دراصل دنیا کی طرف جھکاؤ کی ایک صورت ہے اور دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے اس لئے ریا کاری بھی مذموم ہے اور جس عمل سے دنیا سے دوری نصیب ہو وہ محمود ہے چنانچہ نیکی کرنے کی نیت کرتے ہی ثواب لکھ لیا جاتا ہے جیسا کہ نبیوں کے سالار، سرکار ذی وقار، شافع روز شمار (علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا فرمان ثمر بار ہے کہ :

مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ

ترجمہ: ''جو شخص نیکی کا ارادہ کرے لیکن اسے نہ کر سکے اسکے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے''۔

(صحیح مسلم ج اول، ص ۷۸، کتاب الایمان)

کیونکہ دل کا ارادہ ہی دراصل نیکی کی طرف جھکاؤ ہے اور دنیوی محبت سے دوری کی بنیاد ہے اور یہ دوری تمام نیکیوں کی اصل ہے اور جب بندہ عمل کر لیتا ہے تو نیکی کی تکمیل اور اسے پختہ کر لیتا ہے۔ (گویا نیکیوں پر مداومت دل کو درست کرنے کا ایک ذریعہ ہے جو دعوت اسلامی کے مدنی ماحول میں رہ کر با آسانی حاصل کی جاسکتی ہے)۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھئے قربانی کا خون بہانے کا مقصد خون اور گوشت کا حصول نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ دل دنیا کی محبت سے پھر جائے اور اللہ عزوجل کی رضا مندی کو حاصل کرنے کیلئے مال خرچ کیا جائے لہٰذا اللہ تعالیٰ تک ہمارے جانوروں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ رب کریم تو تقوے پر نظر فرماتا ہے اور تقویٰ دل کے اندر ہوتا ہے اسی لئے اللہ کے محبوب دانائے غیوب ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ قَوْمًا بِالْمَدِيْنَةِ قَدْ شَرِكُوْنَا فِيْ جِهَادِنَا

ترجمہ: ''یعنی بیشک مدینہ طیبہ میں ایک جماعت ایسی ہے جو ہمارے ساتھ (اپنی نیّت کی وجہ سے) جہاد میں شریک ہے (اگرچہ عملی طور پر شریک نہیں)'' (السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۹، ص۲۴، کتاب السیر)

کیونکہ انکے دلوں میں بھلائی کا سچا ارادہ تھا وہ مال و جان خرچ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے طلب شہادت اور اللہ عزوجل کے نام کو بلند کرنے کی تڑپ انکے دلوں میں اسی طرح موجود تھی جس طرح جہاد کیلئے نکلنے والوں کے دلوں میں تھی۔ وہ لوگ اگرچہ اپنے جسموں کے ساتھ جہاد میں شریک نہیں تھے کیونکہ انکو کچھ مخصوص رکاوٹیں درپیش ہیں جنکا تعلق ظاہری اعضائے بدن سے ہے دل سے نہیں اور جہاد کا مطلب بھی دل کو محض اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنا ہے اور یہ صفت انہیں حاصل تھی۔ لہٰذا وہ بھی شریک جہاد شمار کئے گئے۔ ان معانی کے اعتبار سے وہ تمام احادیث کا مطلب سمجھا جاسکتا جو نیّت کی فضیلت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

نیّت سے متعلق اعمال کی فضیلت

اگرچہ اعمال کی کئی اقسام ہیں مثلا، قول و فعل، حرکت و سکون، حصولِ نفع، دفعِ نقصان، ذکر و فکر وغیرہ۔ لیکن بنیادی طور پر اعمال کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) گناہ (جنکو کرنا رب جل جلالہ کی ناراضگی کا باعث بن سکتا ہے)۔ (۲) عبادات (جنکے کرنے سے ثواب ہوتا ہے)۔ (۳) مباح (یعنی وہ کام جنہیں کرنے پر نہ کوئی ثواب ہے اور نہ گناہ اسی طرح نہ کرنے پر بھی کوئی مواخذہ نہیں)

پہلی قسم......! گناہ

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ بات ہمیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ گناہوں میں نیّت کی وجہ سے کوئی تبدیلی نہیں آتی لہٰذا گناہ کرتے وقت اگر کوئی شخص اچھی نیت کرلے تو ہرگز وہ گناہ نیکی میں تبدیل نہ ہوگا۔ کسی جاہل کو اس حدیث پاک

'' اِنَّمَا الاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ''   یعنی اعمال کا دارومدار نیّت پر ہے۔ سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ نیّت سے گناہ نیکی میں تبدیل ہو جائے گا۔ جیسے کوئی آدمی کسی دوسرے کا دل بہلانے کیلئے کسی کی غیبت کرے یا بلا اجازت کسی کے مال سے فقیر کو کھانا کھلائے یا حرام مال سے کوئی مسجد، مدرسہ، یا مہمان خانہ بنوائے اوران سب کاموں میں نیکی کی نیّت کرے تو اس صورت میں نیّت کچھ کام نہ دیگی بلکہ شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے برے کام کر کے اچھا کام مراد لینا مزید برا ہے اگر وہ یہ بات جانتا اور سمجھتا ہے اور پھر بھی ایسا کرتا ہے تو دشمنِ شریعت ہے اور جہالت کی وجہ سے کرتا ہے تب بھی گنہگار تو ضرور ہوگا لہذا ہر مسلمان پر بقدر ضرورت طلب علم فرض ہے کیونکہ اچھے کاموں کا اچھا ہونا تو شریعت کے علم سے ہی معلوم ہوسکتا ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سوچیۓ تو سہی کہ کسی شر کا خیر ہونا کیسے ممکن ہے یہ بہت بعید ہے لیکن مخفی شہوت اور باطنی خواہشات دل میں غلط فہمی پیدا کر دیتی ہیں اور ایسے میں شیطان کو موقع مل جاتا ہے کہ جاہل آدمی کو دھوکہ دے۔

جہالت سے بڑھ کر......:

حضرت سَیِّدُ نَا سہل تُستری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں '' جہالت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں ہوتی''۔ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، کیا آپ کے نزدیک کوئی چیز جہالت سے بھی زیادہ بری ہے، فرمایا، ہاں اور وہ یہ کہ بندے کو اپنی جہالت کی بھی خبر نہ ہو (اور وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھدار اور فہیم خیال کرتا رہے)۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا، کیونکہ جب کوئی شخص اپنی جہالت سے غافل ہوتا ہے تو سیکھنے کا دروازہ مکمل طور پر بند ہو جاتا ہے بھلا وہ شخص کیا سیکھے گا جو اپنی نظر میں بہت بڑا عالم اور سمجھدار ہو۔

اسی طرح علم کے ساتھ اللہ عزوجل کی عبادت سب سے افضل ہے اور علم کی بنیاد یہ ہے کہ بندے کو علم کے بارے میں معلومات ہوں یعنی وہ اپنے علم کو خود جانے بخلاف اس جاہل کے جو اپنی جہالت کو نہیں سمجھتا اور جہالت کی بنیاد ہی یہ ہے کہ اپنی جہالت کو نہ سمجھے کیونکہ جو شخص علم نافع اور نقصان دہ علم میں تمیز نہیں کرسکتا وہ اُن بے فائدہ اور خود ساختہ علوم میں گرفتار رہتا ہے جس پر لوگ اوندھے پڑے ہیں اور جو علم حصول دنیا کا ذریعہ ہیں یہ بات جہالت کا مادّہ اور فسادِ عالم کی بنیاد ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص جہالت کی وجہ سے نیکی حاصل کرنے کے لئے گناہ کو ذریعہ بناتا ہے اسکا عذر قبول نہیں کیا جائے گا رب لم یزل عزوجل فرماتا ہے:

فَاسۡئَلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ

ترجمہ کنزالایمان: ''تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو'' (پارہ ۱۷، سورۃ انبیاء، آیت ۷)

اورمحبوب رحمٰن، سرورذی شان عزوجل و صلی اللہ کا فرمان عبرت نشان ہے:

''لَا یُعْذَرُ الْجَاھِلُ عَلَی الْجَھْلِ وَ لَا یَحِلُّ لِلْجَاھِلِ اَنْ یَّسْکُتَ عَلٰی جَھْلِہٖ وَ لَا لِلْعَالِمِ اَنْ یَسْکُتَ عَلٰی عِلْمِہٖ'' ترجمہ:''جاہل کواسکی جہالت کی بناء پرمعذورنہیں سمجھا جائے گااور جاہل کواپنی جہالت اور عالم کواپنے علم پر(بلا وجہ) خاموشی اختیار کرنا جائزنہیں ۔(یعنی جاہل کوچاہیئے کہ علم حاصل کرے اور عالم کوچاہیئے کہ لوگوں کوعلم سکھائے ۔'')(مجمع الزوائد،ج اول،ص ۱۶۴،۱۶۵،کتاب العلم)

چنانچہ جولوگ حرام مال سے مساجد و مدارس بنا کر بادشاہوں کا یا امیروں کا قرب حاصل کرتے ہیں وہ ان علمائے سوء کے قریب ہیں جوشر پسندوں اور بیوقوفوں کوعلم سکھاتے ہیں جوفسق وفجور میں مبتلا رہتے ہیں انکا صرف یہی کام ہوتا ہے کہ علماء سے مقابلہ کریں، بیوقوفوں کو گمراہ کریں،لوگوں کواپنی طرف مائل کریں، دنیوی مال اور دولت کے انبار جمع کریں اور بادشاہوں،یتیموں اورمسکینوں کا مال جیسے بن پڑے حاصل کریں۔

بدکاروں کوعلم دین سکھانے کا وبال:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!اس قسم کے لوگ جب دو چار جماعتیں پڑھ لیتے ہیں تو گویا خضر علیہ السلام کے بھیس میں رہزن بن جاتے ہیں یعنی راہنما بن کر گمراہی سکھاتے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگ دنیا میں دجّال کے نائب بن جاتے ہیں، دنیا پر کتّوں کی طرح جھگڑتے اورنفسانی خواہشات کی پیروی کومقصد حیات سمجھتے ہیں ایسے لوگ تقوے سے کوسوں دور رہتے ہیں ان کے کرتوت دیکھ کرلوگوں کوگناہ کی جرأت ہوتی ہے۔

پھر یہ علم ان جیسے لوگوں تک نسل درنسل منتقل ہوتا جاتا ہےاوروہ بھی اپنے علم کوحصولِ زراوراتباعِ خواہش کا وسیلہ سمجھتے ہیں یہ سلسلہ طول پکڑتا جاتا ہےاوراس ساری خرابی کا وبال اس معلّم پر ہوتا ہے جوایسے لوگوں میں نیّت وارادے کی خرابی دیکھنے کے باوجودانہیں علم سکھاتا ہے۔ان میں طرح طرح کی خرابیوں اور گناہوں کوآنکھوں سے دیکھ کربھی انہیں تعلیم دینانہیں چھوڑتا۔ چنانچہ ایسا عالم خودتو دنیا سے چلا جاتا ہےلیکن اپنے پیچھے ایسا شر چھوڑ جاتا ہے جوسینکڑوں سال تک تباہی مچاتا رہتا ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!اِس عالم سوء سے تو وہ شخص اچھا ہے جسکی موت کے ساتھ ہی اسکے گناہوں کا سلسلہ ختم ہو جائے پھرتعجب کی بات ہے کہ اس قسم کے علماء جہالت کی وجہ سے کہتے ہیں ''اعمال کا دارومدار نیّت پر ہے فلاں شخص کوتعلیم دینے سے میرا مقصدتو علم کو پھیلانا تھا اب اگرکوئی شاگرداس علم کوفساد پھیلانے میں استعمال کرتا ہےتو یہ قصوراسکا ہے میرا

نہیں میں نے صرف یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ علم حاصل کر کے بھلائی کی راہ چلے' لیکن ایسے عالم کا یہ قول دراصل جاہ ومنصب کی محبت، لوگوں کو اپنا تابع بنانے کی خواہش، اور علم کی زیادتی پر فخر کرنے کی چغلی کھا رہا ہے۔

وہ ان باتوں کو اپنے دل میں اچھا سمجھتا ہے اور اس حبّ جاہ کی وجہ سے شیطان اسے دھوکے میں رکھتا ہے لیکن معلوم نہیں کہ اس اعتراض کا کیا جواب دے گا کہ جب کوئی کسی ڈاکو کو تلوار دے اور گھوڑا اور دیگر سامان ڈاکہ تیار کر کے ڈاکو کے لئے مدد فراہم کرے اور کہے کہ میں نے تو مال خرچ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ صفت سخاوت کو اختیار کیا ہے اور میری غرض یہ تھی کہ وہ اس سامان سے راہ خدا جَلَّ جَلَالُہٗ میں جہاد کرے گا اور بالیقین ایک غازی کی مدد کرنا نہایت عمدہ فعل ہے اب اگر اس شخص نے یہ سامان ڈاکے میں استعمال کر لیا تو میں کیا کر سکتا ہوں وہ خود اسکا ذمہ دار ہے حالانکہ اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ کام (یعنی ڈاکو کی اس طرح مدد کرنا) حرام ہے باوجود اس کے کہ سخاوت اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ پسندیدہ صفت ہے یہاں تک کہ آقائے دو جہاں رحمت عالمیان ﷺ کا فرمان ذی شان ہے:

اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی ثَلَاثُمِائَۃِ خُلُقٍ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیْہِ بِوَاحِدٍ مِنْھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَ اَحَبُّھَا اِلَیْہِ السَّخَاوَۃُ

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ کی تین سو صفات ہیں جو شخص ان میں سے کسی ایک کے ذریعے بھی اسکا قرب حاصل کرے جنت میں داخل ہوگا اور ان میں سے اس کے نزدیک سب سے محبوب صفت سخاوت ہے'' (تذکرۃ الموضوعات، ص ۱۲، باب اوصافہٗ المتشابھۃ)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! غور کیجئے کیا وجہ ہے کہ علمائے کرام رَضِیَ اللہُ عَنْھُم نے ایسی سخاوت کو حرام قرار دیا ہے اور ڈاکو کے اطوار کی تفتیش کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ جب اسکی یہ عادت ثابت ہو جائے کہ وہ تلوار کے ذریعے مخلوق خدا عَزَّوَجَلَّ پر ظلم کرتا ہے تو بہتر یہی ہے کہ اس سے تلوار چھین لی جائے نہ یہ کہ الٹا اسے تلوار مہیا کر کے ظلم پر اسکی مدد کی جائے۔

علم اور تلوار:

تو میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جیسے تلوار ایک ہتھیار ہے اسی طرح علم بھی ایک ہتھیار ہے جس کے ذریعے شیطان اور اسکے مددگاروں کے خلاف جہاد کیا جاتا ہے لیکن بعض اوقات اسی ہتھیار سے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے دشمنوں کو اپنے کالے کرتوتوں پر مدد حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ خواہشات انسانی (کہ نفس امّارہ علم کو اپنے غلط مفاد میں استعمال کر لیتا ہے) چنانچہ جو شخص ہمیشہ دین پر دنیا کو اور آخرت پر خواہشات کو ترجیح دیتا ہو اور اپنی جہالت کی بناء پر اپنا یہ مذموم مقصد حاصل نہ کر سکتا ہو تو اسے علم مہیا

کر کے اسکے اس مقصد میں کامیابی پر مدد فراہم کرنا کیونکر جائز ہوگا۔

بلکہ بزرگان دین رضی اللہ عنہ کا طریقہ تو یہ تھا کہ وہ اپنے ملنے جلنے والوں کے حالات کی تفتیش کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اگر کسی کو نوافل میں کوتاہی کرتا دیکھتے تو اس بات کو برا سمجھتے اور انکی تعظیم ترک کر دیتے اور اگر کسی گناہ یا حرام میں مبتلا دیکھتے تو ان سے فوراً قطع تعلق کرلیا کرتے تھے انہیں اپنی مجلس سے نکال دیا کرتے تھے۔ انہیں تعلیم دینا تو درکنار ان سے گفتگو تک نہ کرتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جو شخص دین کی کوئی بات سیکھ کر اس پر عمل نہیں کرتا بلکہ کسی اور مقصد کیلئے استعمال کرتا ہے تو درحقیقت وہ اس علم کو برائی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا رہا ہے۔

بدکار عالم سے اللہ جل جلالہٗ کی پناہ:

میرے میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ علمائے کرام (رضی اللہ عنہم) بدکار عالم سے پناہ طلب کیا کرتے تھے، بدکار جاہل سے نہیں، چنانچہ منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص کئی سال تک آتا رہا ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے قطع تعلق کرلیا اور بول چال بند کر دی وہ شخص اس تبدیلی کے باعث بے چین ہوگیا اور بار بار آپ رضی اللہ عنہ سے اسکا سبب دریافت کرتا رہا کئی بار پوچھنے پر بالآخر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے اپنی دیوار پر سڑک سے لیکر مٹی لگائی ہے اور قد آدم کے برابر وہاں سے مٹی لی ہے حالانکہ تمہاری دیوار مسلمانوں کے راستے کے کنارے پر ہے اور تمہاری اس حرکت سے عام مسلمان تکلیف میں مبتلا ہو سکتے ہیں لہٰذا تم علم سکھائے جانے کے قابل نہیں ہو۔

پیارے پیارے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ ہمارے اسلاف (رحمہم اللہ تعالیٰ) علم کے طلبگاروں کی نگرانی میں کس قدر احتیاط فرمایا کرتے تھے لیکن اس قسم کی مثالیں بیوقوفوں اور شیطان کے پیروکاروں پر مخفی رہتی ہیں خواہ انکا ظاہری حلیہ کتنا ہی عالمانہ ہو، زبان دراز مقرر ہوں، عمدہ لباس پہنتے اور بہت زیادہ علم رکھتے ہوں۔ لیکن یہ علم دنیا سے کراہت اور آخرت کی ترغیب پر مشتمل نہ ہو بلکہ وہ اس علم کے ذریعے مال حرام جمع کرتے ہوں۔ مخلوق کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرتے ،لوگوں کو اپنا گرویدہ بناتے اور اپنے ساتھیوں میں ممتاز بن کر رہتے ہوں۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے پیارے آقا، سردار انبیاء (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) کا یہ ارشاد گرامی (اعمال کا دارومدار نِیّتوں پر ہے) محض نیک اور جائز کاموں کے ساتھ مخصوص ہے گناہ کے ساتھ اسکا کوئی تعلق نہیں کیونکہ نِیّت اور ارادے کی خرابی کی وجہ سے نیکی گناہ میں تبدیل ہو جاتی ہے اور مباح کام اچھی نیت سے عبادت اور بری نیت سے گناہ بن جاتا ہے لیکن گناہ نِیّت کی وجہ سے نیکی میں کبھی تبدیل نہیں ہوسکتا البتہ اگر کسی گناہ میں کئی خبیث نِیّتیں شامل تو وہ شدت میں بڑھ جاتا ہے

اور اسکی سزا بھی زیادہ ہوتی ہے۔

دوسری قسم......!عبادات

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اعمال کی دوسری قسم عبادات پر مشتمل ہے اور عبادات کا تعلق نِیّت سے دو طرح سے ہوتا ہے (۱) ان عبادتوں کا درست قرار پانا (۲) ان کی فضیلت کا بڑھ جانا۔ بہر حال عبادات کی صحت کا دار و مدار نِیّت پر ہوتا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ اس عبادت کا مقصد صرف اور صرف رب عزوجل کی عبادت ہو کسی غیر کی رضا حاصل کرنا مقصود نہ ہو کیونکہ اگر نِیّت ریاکاری کی ہوگی تو بجائے ثواب کے یہ عمل گناہ قرار پائے گا۔

جبکہ فضیلت میں اضافے کی صورت یہ ہے کہ اگر ایک عبادت میں ایک سے زائد اچھی نِیّتیں پائی جائیں تو ہر نِیّت کا الگ ثواب ملے گا کیونکہ ہر نِیّت اپنی جگہ ایک مستقل نیکی ہے اور ہر نیکی کا ثواب (کم از کم) دس گناہ بڑھتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے اسکی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی مسجد میں بیٹھتا ہے تو اسکا بیٹھنا ایک کارثواب ہے اور ممکن ہے کہ وہ یہاں کئی دوسری اچھی نِیّتیں بھی کرلے اور اسے متقی لوگوں کی سی فضیلت حاصل ہو جائے نیز وہ اسکے ذریعے مقرّبین کے درجے کو پہنچ جائے۔

(۱) پہلی نِیّت: یہ کہ مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور اس میں داخل ہونے والا گویا اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے تو یہ شخص اگر اللہ تعالیٰ کی زیارت کی نِیّت کرے اور اُس بات کی امید رکھے جسے حضور ابد قرار شفیع روز شمار ہم بے کسوں کے طرفدار صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا

مَنْ قَعَدَ فِی الْمَسْجِدِ فَقَدْ زَارَ اللّٰہَ تَعَالیٰ وَ حَقٌّ عَلَی الْمَزُوْرِ اِکْرَامُ زَائِرِہٖ

ترجمہ: ''یعنی جو شخص مسجد میں بیٹھا اس نے گویا اللہ عزوجل کی زیارت کی اور جس کی زیارت کی جائے اسے چاہئے کہ زیارت کرنے والے کی عزت افزائی کرے''

(۲) دوسری نِیّت: یہ کی جاسکتی ہے کہ میں نماز کے بعد نماز کے انتظار میں بیٹھا ہوں اور نماز کا انتظار نماز ہی شمار کیا جاتا ہے جیسا کہ رب کائنات جل جلالہ کا فرمان ہے۔

وَ رَابِطُوْا

ترجمہ کنزالایمان: ''اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو'' (پارہ ۴، سورۂ ال عمران، آیت ۲۰۰)

اور نماز کا انتظار بھی اس میں شامل ہے۔

(۳) تیسری نیّت : یہ کہ جب تک مسجد میں رہے گا کان، آنکھ اور دیگر اعضاء کو حرام و نا جائز حرکات نیز فضولیات سے بچائے گا اور یہ گویا روزے کی طرح رکنا شمار کیا جائے گا اور وہ ایک قسم کی رہبانیّت (ترک دنیا) ہے۔

اسی لئے سرور دو عالم نور مجسم حضور شاہ بنی آدم ﷺ کا فرمان معظم بار ہے۔

رَہۡبَانِیَّتُ اُمَّتِیۡ الۡقُعُوۡدُ فِی الۡمَسَاجِدِ

ترجمہ: ''یعنی میری امّت کی رہبانیّت مسجدوں میں بیٹھنا ہے'' (تذکرۃ الموضوعات، ص ۳۷، باب فضل المسجد)۔

(۴) چوتھی نیّت : کچھ یوں کی جاسکتی ہے کہ اپنی توجہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے خاص کر دینا اور آخرت کی فکر کے سلسلے میں مسجد میں گوشہ نشینی اختیار کر کے فضولیات کو ترک کرنا اور اس راستے میں آنے والی رکاوٹوں کو عبور کرنا۔

(۵) پانچویں نیّت : یہ کہ اللہ عزّوجلّ کی یاد کرنے یا سننے کیلئے تنہائی اختیار کرے گا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

مَنۡ غدااِلٰی الۡمَسۡجِدِ لِیَذۡکُرَ اللّٰہَ تَعَالٰیۡ اَوۡ یُذَکِّرَ بِہٖ کَانَ کَالۡمُجَاھِدِ فِی سَبِیۡلِ اللّٰہِ تَعَالٰیۡ

ترجمہ: ''یعنی جو شخص صبح کے وقت مسجد میں جائے تا کہ اللہ عزّوجلّ کا ذکر کرے یا لوگوں کو اسکی تلقین کرے تو وہ اللہ عزّوجلّ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثل ہے'' (المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۸، ص ۱۱۱، ۱۱۲، حدیث ۷۴۷۳)

(۶) چھٹی نیّت : یہ ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کیلئے مسجد میں بیٹھے گا کیونکہ مسجد میں ایسے لوگ آتے رہتے ہیں جو ممنوع کام کرتے ہیں پس انہیں اچھا کام کرنیکا حکم دینا اور انہیں دین کی طرف راغب کرنا بھی اچھا کام ہے تا کہ وہ دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کرسکیں اور یوں اس شخص کی نیکیوں میں بھی اضافہ ہو جائے۔

(۷) ساتویں نیّت : یوں کی جاسکتی ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر کسی دینی بھائی سے کوئی کام کی بات سیکھوں گا کیونکہ یہ آخرت کیلئے ذخیرہ ہوگی اور مسجد میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو دین دار ہوتے ہیں اور اللہ عزّوجلّ اور اسکے حبیب ﷺ سے محبت کرتے ہیں لہٰذا انکی صحبت میں بیٹھنا فائدے سے خالی نہیں ہوگا۔

(۸) آٹھویں نیّت : یہ کہ اللہ عزّوجلّ سے حیاء کرتے ہوئے اور اسکا خوف کرتے ہوئے بیٹھے کہ کہیں اللہ عزّوجلّ کے دربار میں ہی ایسا کام نہ ہو جائے جو اس عظیم گھر کی شان کے خلاف نہ ہو یہ سوچ گناہ ترک کرنے پر مددگار ہوگی۔

میرے میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے مسجد میں بیٹھنا بظاہر کتنا آسان اور معمولی کام ہے لیکن اچھی اچھی نیتوں کی بدولت بیٹھنے والے کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا انبار لگ جاتا ہے ویسے بھی مسجد میں بکثرت آنا عظیم برکتوں کے

حصول کا باعث ہے۔

سات خصلتیں:

چنانچہ حضرت سیِّدُ نا حسن بن علی المرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں بکثرت آتا جاتا ہے رب کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ اسے سات خصلتوں میں سے ایک خصلت عطا فرماتا ہے (۱) اسے کوئی اسلامی بھائی ملتا ہے جس سے اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔(۲) یا رحمت کا نزول ہوتا ہے (۳) یا کوئی نہایت عجیب وغریب علم حاصل ہوتا ہے۔(۴) یا کوئی ایسا کلمہ سیکھ لیتا ہے جو اسے صراط مستقیم پر گامزن رکھتا ہے۔(۵) یا وہ کلمہ اسے بیکار باتوں سے گریز کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے۔(۶) یا مسجد میں آنے جانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے گناہوں کو ترک کر دیتا ہے۔(۷) یا اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیاء کرتے ہوئے ممنوع افعال کے ارتکاب سے بچتا ہے۔

گویا کہ مدنی سوچ اچھی نِیّتوں کو بڑھانے کا ایک طریقہ ہے اور اسی پر اگر ہم تمام عبادات اور جائز امور کو قیاس کریں تو ان شاء اللہ الرحمٰن عَزَّوَجَلَّ ثواب کا عظیم خزانہ ہمارے ہاتھ آئے گا۔ کیونکہ ہر عبادت میں مختلف طرح کی اچھی اچھی نِیّتیں کی جاسکتی ہیں۔اور ایک مومن کے دل میں اتنی ہی نِیّتیں حاضر رہتی ہیں جتنی نیکیاں وہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس سلسلے میں غور وتفکر کرتا رہتا ہے چنانچہ اس طرح اسے مدنی سوچ نصیب ہوتی ہے، اسکے اعمال صاف وستھرے ہوتے ہیں اور اسکی نیکیوں میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

تیسری قسم......!مباحات

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مباح بنیادی طور پر ہر وہ جائز کام ہوتا ہے جسے کرنے پر کوئی ثواب نہیں ملتا اور ترک کرنے پر کسی قسم کا عذاب وعتاب نہیں ہوتا البتہ مباح کام میں اچھی یا بُری دونوں طرح کی نیت کی جاسکتی ہے جسکے ذریعے وہ یا تو عمدہ نیکی میں تبدیل ہوجاتا ہے یا بدترین گناہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے یعنی اگر نِیّت اچھی ہوگی تو مباح کام مستحسن ہوجائے گا اور نِیّت کی خرابی کی وجہ سے گناہ میں تبدیل ہوجائے گا۔

تو وہ شخص کتنے بڑے نقصان میں ہے جو ان مباح کاموں کی اہمیت سے غافل ہے اور انہیں جانور کی طرح بے سوچے سمجھے انجام دیتا ہے۔اور بندۂ مومن کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کسی چھوٹے سے چھوٹے کام کو بھی حقیر جانے کیونکہ ان تمام کاموں کے بارے میں بروزِ قیامت پرسش ہوگی کہ فلاں کام کیوں کیا تھا؟ اور فلاں کام کا مقصد کیا تھا؟

یہ بات صرف ان مباح کاموں کے بارے میں ہے جن میں کوئی کراہت نہ ہو اسی لئے حبیب لبیب، طبیبوں کے

طبیب، سرورِ دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ۔

حَلَالُهَا حِسَابٌ وَ حَرَامُهَا عِقَابٌ

ترجمہ: ''یعنی اس (دنیا) کے حلال میں حساب ہے اور حرام میں عذاب ہے''

آنکھ کا سرمہ بھی......:

نبی اکرم، شاہ بنی آدم، نورِ مجسّم ﷺ نے حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اِنَّ الرَّجُلَ لَيُسْئَلُ عَنْ كُحْلِ عَيْنَيْهِ وَ عَنْ فَتِّهِ الطِّيْنَ بِاِصْبَعَيْهِ وَ عَنْ لَمْسِهٖ ثَوْبَ اَخِيْهِ۔

ترجمہ: ''بے شک آدمی سے اس کی آنکھوں کے سرمے، انگلیوں سے مٹی کریدنے اور اپنے بھائی کے کپڑوں کو چھونے کے بارے میں بھی سوال ہوگا'' (حلیۃ الاولیاء، ج اول، ص ۲۶، مقدمۃ الکتاب)

اور ایک دوسری روایت میں ہے۔

مَنْ تَطَيَّبَ لِلّٰهِ تَعَالٰى جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ رِيْحُهٗ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَمَنْ تَطَيَّبَ لِغَيْرِ اللّٰهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ رِيْحُهٗ اَنْتَنُ مِنَ الْجِيْفَةِ

ترجمہ: ''یعنی جو اللہ عزوجل کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اسکی خوشبو کستوری سے زیادہ مہک رہی ہوگی اور جو غیر اللہ (کو راضی کرنے) کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اسکی بدبو مردار سے زیادہ ہوگی۔ (مصنّف عبدالرزّاق، ج ۴، ص ۳۱۹، حدیث ۷۹۳۲)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! خوشبو کا استعمال مباح ہے لیکن اسمیں اچھی یا بری نیّت کرنے سے معاملہ کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے البتہ یہاں ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ خوشبو تو انسان اپنی ذات ہی کیلئے لگاتا ہے، اللہ تعالیٰ کیلئے لگانے کا کیا مطلب ہوا؟ اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص جمعۃ المبارک کے دن یا کسی اور وقت خوشبو لگاتا ہے تو اسکے بارے میں کئی باتوں کا گمان کیا جاسکتا ہے مثلاً یہ کہ وہ شخص محض لذت دنیا حاصل کرنا چاہتا ہے یا اسکے ذریعے لوگوں پر اپنی مالی حیثیت جتا کر تکبر کا اظہار کرتا ہے تاکہ اسکے ساتھی اس سے حسد کریں یا وہ لوگوں کو دکھانا چاہتا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں اسکا رعب و دبدبہ بیٹھ جائے اور وہ اچھی خوشبو کے ساتھ مشہور ہو جائے یا وہ غیر محرم عورتوں کے دلوں میں محبوب (ہیرو) بن جائے، اسکے علاوہ بھی بے شمار امور ہیں اور ان تمام باتوں میں نیّت کی خرابی کی وجہ سے خوشبو لگانے والا گناہ گار ہوتا ہے اور یہی وہ صورتیں ہیں جنکی وجہ سے قیامت کے دن اسکی بدبو مردار سے بھی زیادہ ہوگی۔ البتہ پہلا ارادہ یعنی نفس کا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا

گناہ تو نہیں لیکن اسکے بارے میں سوال ضرور ہوگا۔ اور جس بندے سے سوال اور حساب و کتاب میں سختی ہو وہ برباد ہو گیا۔

اور جو آدمی دنیا میں مباح چیزوں کو استعمال کرتا ہے اگر چہ قیامت میں اسے عذاب نہیں ہوگا لیکن اسی حساب سے اسکی اُخروی نعمتیں کم کردی جائیں گی۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! غور کا مقام ہے اور کتنے بڑے نقصان کی بات ہے کہ آدمی فانی نعمتوں کے حصول میں جلد بازی کرے اور اُخروی نعمتوں کو ان پر قربان کردے۔ البتہ خوشبو لگانے میں اچھی نیّتیں بھی کی جاسکتی ہیں۔

مثلاً (۱) جمعہ کے دن خوشبو لگانا پیارے آقا، سرکار مدینہ ﷺ کی سنت مبارکہ ہے اسی لئے خوشبو لگائے۔

(۲) مسجد اللہ عزّوجلّ کا گھر ہے اور مسجد کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے چنانچہ اگر خوشبو اس لئے لگائی کہ مسجد کا احترام پیش نظر ہے نیز کیونکہ یہ شخص اللہ عزّوجلّ کی زیارت کیلئے جا رہا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے احترام میں خوشبو لگائی یا۔

(۳) مسلمانوں اور اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کو راحت پہنچانے کیلئے خوشبو لگائے تاکہ وہ سکون کے ساتھ عبادت الٰہی عزّوجلّ میں مصروف رہ سکیں۔

(۴) یا اس لئے خوشبو لگائے کہ لوگ اسکی غیبت سے بچیں کیونکہ بدبودار شخص کے پیٹھ پیچھے اسکی برائی کا تذکرہ ضرور کیا جاتا ہے اور یوں مسلمان غیبت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جو شخص دوسروں کو گناہ سے بچانے پر قادر ہو لیکن نہ بچائے تو گناہ میں برابر کا شریک مانا جائے گا۔

چنانچہ منقول ہے کہ:

اِذَا تَرَحَّلْتَ عَنْ قَوْمٍ وَ قَدْ قَدَرُوْا اَن لاَّ تُفَارِقَهُمْ فالرَّاحِلُوْنَ هُم

ترجمہ: ''یعنی جب تُو کچھ لوگوں کو چھوڑ کر جائے اور وہ تجھے باوجود قدرت نہ روکیں تو اسکا مطلب ہے کہ وہ لوگ تیرے جانے سے خوش ہیں لہٰذا جانے والا تو نہیں بلکہ وہ ہیں۔

اور رب کریم عزّوجلّ کا ارشاد ہے:

وَ لاَ تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ

ترجمہ کنزالایمان: ''اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے'' (پارہ ۸، سورۃ اَنعام، آیت ۱۰۹)۔

اس آیت مبارکہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ برے کام کا سبب بننے والا کام بھی برا ہوتا ہے جیسا کہ یہاں بتوں کو برا کہنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینے کا سبب بن رہا ہے۔ (۵) خوشبو لگانے سے اپنے دماغ کی فرحت وتازگی کی نیّت کرنا

بھی درست ہے تا کہ ذہانت اور ذکاوت زیادہ ہو اور غور وفکر کے ذریعے دین کے مشکل مسائل کو حل کرنا آسان ہو۔

جیسا کہ حضرت سَیِّدُ نا امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جس کی خوشبو اچھی ہو اسکی عقل میں اضافہ ہوتا ہے''۔ بہرحال یہ اور اس طرح کی دیگر نِیّتوں سے کوئی ایسا شخص غفلت نہیں کرسکتا جسکے دل میں آخرت کا نفع اور طلب خیر کا جذبہ کارفرما ہو البتہ جس بدنصیب کے دل میں دنیوی نعمتوں ہی کی ہوس قرار پکڑ چکی ہو تو اس قسم کی نِیّتیں اسکے ذہن میں نہیں آسکتیں بلکہ اگر کوئی توجہ بھی دلائے تب بھی اسکے دل میں اس قسم کی نِیّتوں کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا اور اگر بمشکل نِیّت ہو بھی تب بھی محض ایک خیال کے طور پر ہوگی اور اسکا دل اس کے ساتھ نہیں ہوگا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مباح کام کیونکہ بے شمار ہیں اور ان میں نِیّتوں کا شمار کرنا ممکن نہیں چنانچہ خوشبو کی اسی ایک مثال پر بقیہ تمام کو قیاس کر لیجئے۔

ہر کام میں نیت:

کسی عارف رضی اللہ عنہ کا قول ہے ''میں ہر کام میں نِیّت کو پسند کرتا ہوں حتیٰ کہ کھانے پینے، سونے جاگنے، اور بیت الخلاء جانے تک میں نِیّت کا اہتمام کرتا ہوں۔''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ان سب کاموں میں اللہ تعالیٰ کے قرب کی نیت کرنی چاہئے کہ سونا جاگنا، کھانا پینا وغیرہ بدن کو راحت پہنچانے اور دل کو عبادت کے لئے فراغت اور تقویت دینے والے اعمال ہیں اور یہ فراغت اور تقویت دین کے معاملے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

چنانچہ جو شخص کھانا اس لئے کھائے کہ عبادت کی قوت قائم رہے، جماع کرنے میں اپنی (نگاہوں اور) دین کی حفاظت، نیک اولاد تک رسائی، شریک حیات کے دل کو خوش کرنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتیوں اور رب عزوجل کے عبادت گزاروں کی تعداد میں اضافہ کرنا مقصود ہو تو ایسا کرنے والا کھانے پینے اور جماع کے دوران ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا شمار ہوگا اور اسکا کھانا پینا یا جماع کرنا اللہ عزوجل کی راہ میں شمار ہوگا اور اللہ عزوجل کے قرب کا سبب بنے گا۔

نفس کی سب سے بڑی خواہش:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نفس انسانی کی سب سے زیادہ خواہش کھانے اور جماع کی ہوتی ہے اور ان دونوں باتوں میں بھلائی کی نِیّت کرنا کسی ایسے آدمی کے لئے کوئی مشکل کام نہیں جسکے دل میں آخرت کا خیال غالب ہو۔ چنانچہ اگر ان

کاموں میں اچھی نیت کرنے پر قادر ہوگیا تو بقیہ افعال میں اچھی نیت کرنا مزید آسان ثابت ہوگا۔

غیبت کا بدلہ:

اسلئے جب آدمی کا مال ضائع ہو جائے تب بھی اسے اچھی نیّت کر لینی چاہئے اور یوں سوچنا چاہئے کہ میرا مال راہ خدا عزّوجلّ میں ہے۔اور جب سنے کہ کوئی شخص اس کی غیبت کرتا ہے تو دل میں خوش ہو کہ کوئی دوسرا اسکے گناہوں کا بوجھ اٹھا رہا ہے(کیونکہ غیبت کرنے والے کے سر پر اسکے گناہوں کا بوجھ بقدر غیبت ڈالا جاتا ہے جسکی اس نے غیبت کی)۔

اور خوش ہو کہ اسکی نیکیاں میرے نامہ اعمال میں آرہی ہیں البتہ ایک احتیاط یہ کرے کہ یہ خواہش دل ہی میں رکھے زبان کے ذریعے اسکا اظہار کرنا بہتر نہیں۔

حدیث پاک میں ہے ''بندے کا حساب ہوگا تو کسی آفت کے آجانے سے تمام اعمال بیکار ہو جائیں گے یہاں تک کہ وہ شخص جہنم کا مستحق ہو جائے گا پھر اسکے نیک اعمال کا دفتر کھولا جائے گا جس سے اسکے لئے جنت واجب ہو جائے گی وہ تعجب کرے گا اور کہے گا کہ اے پَرْوَرْدگار یہ نیک اعمال تو میں نے کبھی نہیں کئے ،تو جواب دیا جائے گا کہ یہ اعمال ان لوگوں کے ہیں جنہوں نے تیری غیبت کی ، تجھے اذیت پہنچائی اور تجھ پر ظلم کیا'' (الفردوس بماثور الخطاب، ج اول،ص ۱۹۷، حدیث،۷۴۴)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ بندہ قیامت کے دن ایسے اعمال لے کر آئے گا جو پہاڑوں کے برابر ہونگے اور اگر ان نیک اعمال کا ثواب اسی کو ملے تو داخل جنت ہو جائے لیکن اسنے دنیا میں کسی پر ظلم کیا ہوگا، کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی کو مارا ہوگا، چنانچہ ہر ایک کو اسکے نیک اعمال میں سے بقدر ظلم حصہ دے دیا جائے گا یہاں تک کہ اسکی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو فرشتے کہیں گے کہ اسکی نیکیاں تو ختم ہو گئیں لیکن مطالبہ کرنے والے ابھی باقی ہیں اسپر رب کائنات جلّ جلالہٗ ارشاد فرمائے گا کہ ان لوگوں کے گناہ اس کے سر ڈالدو اور پھر اسے جہنم کا پروانہ لکھ دو'' (حِلیَۃ الاولیاء، ج اول،ص ۱۷۸،ترجمہ ۲۹)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! خلاصہ یہ ہوا کہ ہمیں کسی بھی عمل کو حقیر نہیں جاننا چاہئے کیونکہ اس طرح ہم اسکے دھوکے اور شر سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے اور روز حساب کے سوالات کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا، حالانکہ اللہ قہار و جبار جلّ جلالہٗ ہمارے اعمال سے باخبر ہے اور ہمیں دیکھ رہا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلاَّ لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ

ترجمہ کنزالایمان: ''کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اسکے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو'' (پارہ ۲۶ سورۂ ق آیت ۱۸)

دیوار کی مٹی:

ایک بزرگ (رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے کسی کو خط لکھا اور اسکی سیاہی پڑوسی کی دیوار کی مٹی سے خشک کرنے لگا میرے دل نے پڑوسی کی دیوار سے مٹی لینا اچھا نہ سمجھا لیکن پھر میں نے سوچا کہ اس معمولی سی مٹی کی کیا حیثیت اور اسکے لئے اجازت لینے کی کیا ضرورت چنانچہ میں نے مٹی لے کر سیاہی کو خشک کرنا شروع کر دیا جب مٹی خط پر ڈالی ایک غیبی آواز نے مجھے چونکا دیا وہ آواز کچھ یوں تھی:

سَیَعۡلَمُ مَنِ اسۡتَخَفَّ بِتُرَابِ مَا یَلۡقٰی غَدًا مِنۡ سُوۡءِ الۡحِسَابِ

ترجمہ: ''جو شخص مٹی کو معمولی سمجھتا ہے اسے عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ اسکا حساب کتنا برا ہے''

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک شخص نے نماز پڑھی اور دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا کپڑا الٹا ہے اسنے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کی چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے درست کرنے کیلئے اپنا ہاتھ بڑھایا لیکن پھر کچھ سوچ کر روک لیا اور اسے ٹھیک نہ کیا جب اس شخص نے وجہ دریافت کی تو فرمایا ''میں نے اسے اللہ تعالیٰ کیلئے پہنا ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ کسی غیر کیلئے اسے درست کروں۔''

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن ایک شخص دوسرے سے جھگڑا کرے گا اور کہے گا کہ میرا اور تیرا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوگا وہ حیرانی سے کہے گا خدا جل جلالہ کی قسم میں تجھے بالکل نہیں جانتا، وہ کہے گا ہاں، تو نے میری دیوار سے ایک اینٹ اٹھائی تھی اور میرے کپڑے سے ایک دھاگہ بلا اجازت لے لیا تھا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ اور اس قسم کے دیگر واقعات ڈرنے والوں کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں تو اگر ہم عقل اور حوصلہ رکھتے ہیں اور دوسرے لوگوں کی طرح دھوکے کا شکار نہیں تو ہمیں اپنے نفس کی نگرانی کرنا ہوگی اور قیامت کے حساب و کتاب سے پہلے نہایت باریک بینی سے خود اپنا حساب لینا ہوگا ہماری کوئی حرکت و سکنت بغیر سوچے سمجھے نہیں ہونی چاہئے کچھ بھی کرنے سے پہلے ہمیں خوب اچھی طرح سوچ لینا چاہئے کہ یہ کام ہم کیوں کر رہے ہیں؟ اس میں ہماری کیا نیّت ہے؟ اسکا دنیا میں کیا فائدہ ہوگا اور آخرت میں کیا نقصان ہوگا؟ ہم دنیا کو آخرت پر کیوں ترجیح دیتے ہیں؟۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ ہم یہ کام محض دینی وجہ سے کرنا چاہتے ہیں تو وہ کام کر گزرنا

چاہئے ورنہ رک جانا چاہئے پھراس رکنے میں بھی دل کی نگرانی ضروری ہے کیونکہ کسی کام کوترک کرنا بھی ایک کام ہےاور اسکے لئے بھی نیّت کا صحیح ہونا ضروری ہے لہٰذا خوب غور کرنا چاہئے کہ کہیں اس ترک فعل کی وجہ نفس امارہ کی کوئی چال تونہیں جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہواور ہمیں ہرگز ہرگز ظاہری اموراورنیکیوں کی شہرت سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے اورخوب گہرائی میں جا کرغور کرلینا چاہئے تا کہ دھوکے سے محفوظ رہ سکیں۔

اتنی احتیاط......!:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!منقول ہے کہ حضرت سَیِّدُ نا زکریاعلیہ السلام اجرت پرگارے کی دیوار بناتے تھےجسکی اجرت ایک روٹی تھی کیونکہ آپ علیہ السلام اپنے دست اقدس سے کما کرکھانے کو پسند فرماتے تھے۔ایک مرتبہ کچھ لوگ آپ علیہ السلام کی بارگاہ مقدسہ میں حاضرہوئے اورآپ علیہ السلام اس وقت کھانے میں مصروف تھےلیکن آپ علیہ السلام نے انہیں کھانے کی دعوت نہ دی تو ان لوگوں کوتعجب ہوا کیونکہ آپ علیہ السلام کی سخاوت وزہد بہت مشہور تھا' ان لوگوں کا خیال تھا آپ علیہ السلام ہمیں ضرور کھانے کی دعوت دیں گےلیکن جب آپ علیہ السلام نے دعوت نہ دی توانہیں تعجب ہوا۔استفسار پرآپ علیہ السلام نے جوارشاد فرمایاوہ ہمارے لئےعبرت کا مدنی پھول ہےفرمانے لگے''میں ایک قوم کے ہاں اجرت پہ کام کرتا ہوں اوروہ مجھےایک روٹی دیتے ہیں تاکہ مجھے اس کام کے کرنے میں طاقت مہیا ہوسکے اگر میں تمہیں اپنے حصے کی روٹی میں سے کچھ کھلاتا ہوں تویقیناً نہ تمہیں کفایت کرتی اورنہ مجھےقوت حاصل ہوتی البتہ اس وجہ سے میرے عمل میں کمزوری آجاتی اورمیں اپنے کام کوصحیح طریقے سے ادانہ کرپاتا۔''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ سَیِّدُ نا زکریاعلیہ السلام نےہمیں کس قدر باریک بینی کا درس دیاہے کیونکہ اگر آپ علیہ السلام اپنے حصے کی روٹی دوسروں کوکھلاتے تویقیناً یہ سخاوت ہوتی جوکہ نفلی شئے ہےلیکن اس سے آپکے عمل میں کمزوری واقع ہوجاتی جوآپ علیہ السلام کیلئے فرض کا درجہ رکھتا تھا۔کیونکہ اسی عمل کی آپ علیہ السلام کواجرت دی جاتی تھی۔اوراجرت پوری لےکرعمل پورانہ کرنا بہت بری بات ہے۔اوراللہ عزوجل کے نبی علیہ السلام بھلایہ کام کس طرح کرسکتے تھے۔

اور یہ باتیں صاحبِ بصیرت (جونورالٰہی سے باطن میں دیکھتا ہے) سے پوشیدہ نہیں رہتیں۔

ایک دوسرے مقام پرسیدنا سفیان ثوری (علیہ الرحمۃ) کا فرمان ملتا ہے کہ جوشخص کسی کوکھانے کی دعوت دیتا ہے لیکن دل میں اسے کھلانے کی نِیّت نہیں اب اگروہ شخص دعوت قبول کرلے تواس دعوت دینے والے پردوگناہ ہیں اگروہ نہ کھائے تواس پرایک گناہ ہے۔ایک گناہ تومنافقت ہےاوردوسرااپنے مسلمان بھائی کے ساتھ ایسابرتاؤ کرنا ہے کہ اگروہ

حقیقت جان لے تو اسے برا لگے۔ ہمیں اسی طرح تمام اعمال میں نِیّت کا خیال رکھنا چاہئے کام کوئی سا بھی ہو اس میں نِیّت ضروری ہے اور اگر فی الوقت نِیّت حاضر نہیں تو کام نہ کریں کیونکہ نِیّت بندے کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ پھر جب نِیّت حاضر ہو تو اس کام کو انجام دیں۔

......{ ☆ }......

{فصل......۱ }

نِیّت اختیاری شئے نہیں ہے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب ایک جاہل آدمی ان تمام باتوں کو سنتا ہے جو ہمیں نِیّت کے اچھے ہونے کے سلسلے میں بطور نصیحت بتائی گئی ہیں نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نِیّتیں زیادہ ہونی چاہئیں اور اس کے ساتھ جب وہ سرکارِ ذی وقار ﷺ کے اس ارشاد پاک کو سنتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ

ترجمہ: ''کہ اعمال (کے ثواب) کا دارو مدار نِیّتوں پر ہے'' (صحیح بخاری، ج اول، ص۲، کتاب بدء الوحی)

تو اپنے دل میں سوچتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے پڑھانے، تجارت کرنے یا کھانے کی نِیّت کرتا ہوں اور اس سوچ کو نِیّت سمجھتا ہے حالانکہ محض دل میں سوچ لینے سے نِیّت نہیں ہوتی بلکہ یہ یا تو زبانی کلام ہے یا خیالات کا انتقال ہے یا حدیث نفس ہے یا محض ایک سوچ ہے اور ان سب کا نیت سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ نِیّت تو اس بات کا نام ہے کہ نفس بذات خود اس کام کی طرف مائل اور متوجہ ہو جس میں اسے اپنا فائدہ نظر آئے خواہ وہ فائدہ فوری نوعیت کا ہو یا اسکا تعلق مستقبل سے ہو بہر حال اگر نفس کا میلان اس شئے کی طرف نہ ہو تو اب اس کام کی نیت کرنا ممکن نہیں۔

اسے یوں سمجھئے کہ ایک ایسا شخص جسکا پیٹ بھرا ہوا ہو وہ یوں کہے کہ میں کھانے کی نِیّت کرتا ہوں۔ اور اسکی طرف مائل ہوتا ہوں یا کوئی بے فکر شخص یوں کہے کہ میں نِیّت کرتا ہوں فلاں آدمی سے عشق و محبت کروں اور دل سے اسے عظیم سمجھوں تو یہ بات محال ہے کیونکہ دل کا کسی بات کی طرف مائل اور متوجہ ہونا اسوقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اسکے مائل ہونے کے اسباب پیدا نہ ہو جائیں اور بعض اوقات انسان فوری طور پر ان اسباب کو حاصل کرنے پہ قادر ہوتا ہے اور بعض اوقات نہیں جبکہ نفس کسی فعل کی طرف اسی وقت توجہ کرتا ہے جب وہ فعل نفس کی غرض کے مطابق ہو اور جب تک آدمی کسی فعل کے متعلق یہ یقین نہ کرلے کہ یہ فعل اسکے لئے فائدہ مند ہے اس وقت تک اُس آدمی کا ارادہ اس فعل کے حصول کی طرف توجہ نہیں

کرتا اور یہ بات ایسی ہے کہ ہر وقت ہر کام کا فائدہ مند پہلو سامنے نہیں ہوتا جب توجہ اس طرف جاتی ہے تو دل اسطرف متوجہ ہو جاتا ہے بشرطیکہ دل فارغ ہو اور کسی دوسرے زیادہ منافع بخش کام کی طرف متوجہ نہ ہو۔

دوسری وجہ یہ کہ رغبت دینے اور توجہ ہٹانے کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں جن کا سبب وہ امور جمع ہوتے ہیں اور یہ اسباب ہر شخص کے احوال اور اعمال کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ اسے یوں سمجھئے کہ جب نکاح کی خواہش غالب ہو لیکن اولاد کے سلسلے میں کوئی دینی یا دنیوی صحیح غرض نہ ہو تو اب آدمی اولاد کی نیّت سے اپنی زوجہ سے قربت نہیں کر سکے گا بلکہ صرف اور صرف قضاء شہوت ہی مقصود و مراد ہو گا کیونکہ نیّت کا دار و مدار غرض پر ہے اور اس شخص کی غرض محض شہوت رانی ہے۔

چنانچہ وہ اولاد کی نیت کس طرح کر سکے گا اور جب اسکے دل میں نکاح کا محض ادائے سنت کی خاطر کرنے کا جذبہ غالب نہ ہو تو اب اس نکاح سے سنت کی ادائیگی کی نیّت کرنا بھلا کیسے ممکن ہو گا حالانکہ سنت کی نیّت سے نکاح کرنا بہت فضیلت کا حامل ہے اب اس صورت میں اگر وہ محض زبان سے کہے یا دل میں سوچے کہ میں اتباع سنت کی نیّت کرتا ہوں تو یہ محض حدیث نفس ہے نیّت نہیں کیونکہ یہاں نفس کا مقصود سنت کی پیروی نہیں بلکہ قضاء شہوت ہے۔

نیّت حاصل کرنے کا طریقہ:

البتہ اس نیّت کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے شریعت پر ایمان مضبوط کرے اور پھر اس بات پر ایمان مضبوط کرے کہ جو شخص نبی اکرم، شاہ بنی آدم ﷺ کی امت میں اضافہ کرے گا تو اسے زیادہ ثواب ملے گا۔ اور اپنے دل سے ان تمام باتوں کو دور کرے کہ جو اولاد سے نفرت کا باعث ہیں مثلاً معاش کی پریشانیاں وغیرہ جب یہ کر چکے تو پھر ہو سکتا ہے کہ ثواب کی غرض سے اسکے دل میں حصول اولاد کی رغبت پیدا ہو اور وہ رغبت اسے حرکت دے اور پھر اعضاء عقد نکاح کے لئے حرکت میں آئیں لہٰذا جب زبان کو حرکت دینے والی قدرت اس باعث عقد کی اطاعت کرتے ہوئے قبول عقد کیلئے تیار ہو تب جا کر وہ شخص نیّت کرنے والا شمار ہو گا۔

اور اگر یہ صورت نہ ہو تو لاکھ کوئی اولاد کے قصد کے سلسلے میں باتیں بنائے اور اسے دل میں بار بار دہرائے اسکی حیثیت وسوسہ اور ہذیان (یعنی بخار کی تیزی کی وجہ سے کی گئی بے معنی گفتگو) سے زیادہ نہیں۔ گویا کسی کام کے بارے میں نیت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسکی اہمیت دل میں راسخ کی جائے تاکہ دل بذات خود اس شئے کو حاصل کرنے کی خواہش کرے۔ مثلاً سنت پر عمل کرنے کی نیت حاصل کرنے کے لئے پہلے دل میں سنت کی اہمیت راسخ کرنا ضروری ہے، تاکہ دل ہر کام کے بارے میں سنت کو پیش نظر رکھے اور گناہوں سے بچنے کیلئے انکے ہولناک انجام پر غور کرے تاکہ نفس گھبرا

کر گناہ سے رک جائے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہی وجہ ہے کہ بعض بزرگان دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نیّت نہ ہونے کے وقت بعض عبادتیں نہیں کیا کرتے تھے۔

چنانچہ منقول ہے کہ امام المعبّرین (یعنی خواب کی درست تعبیریں بتانے والوں کے امام) حضرت سیّدُنا ابن سیرین (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے حضرت سیّدُنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا ''اس وقت میری نیّت حاضر نہ تھی''۔

بعض بزرگان دین رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے ایک بزرگ (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے بالوں میں کنگھی کرنا چاہتے تھے چنانچہ اپنی اہلیہ کو آواز دی اور فرمایا، کنگھی لے آؤ۔ انہوں نے پوچھا عالی جاہ شیشہ بھی لاؤں؟ اس پر وہ بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا، ہاں۔ اس تاخیر کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب دیا، کہ کنگھی کے لئے تو میری نیّت موجود تھی لیکن شیشے کے بارے میں اس وقت کوئی دینی نیّت موجود نہیں تھی چنانچہ میں شیشہ منگوانے سے باز رہا پھر جب اللہ عزوجل نے شیشے کیلئے میری نیّت کو حاضر فرما دیا تو میں نے منگوالیا۔

اسی طرح حضرت سیّدُنا حمّاد بن سلیمان رحمہما اللہ تعالیٰ جو کوفے کے علماء میں سے ایک تھے جب انکا انتقال ہوا تو حضرت سیّدُنا سفیان ثوری رضی اللہ عنہ جنازے میں تشریف نہ لائے۔ کسی نے پوچھا تو ارشاد فرمایا، اگر میری نیّت ہوتی تو میں ضرور ایسا کرتا۔ اسی طرح ان اکابر رضی اللہ عنہم سے کسی نیک کام کے کرنے کے متعلق پوچھا جاتا تو فرماتے، کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسکی نیّت عطا فرمائی تو کروں گا۔

اسی طرح اپنے وقت کے بہت بڑے محدّث حضرت سیّدُنا طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نیّت کے بغیر حدیث پاک بیان نہ کرتے۔ خواہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اسکا مطالبہ بھی کیا جاتا اور (جب نیّت حاضر ہوتی تو) بغیر کسی کے پوچھے حدیث بیان کرنا شروع کر دیتے۔ دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا، کیا تم چاہتے ہو کہ میں نیّت کے بغیر حدیث پاک بیان کروں؟ جب میری نیّت ہوگی تب بیان کروں گا۔

منقول ہے کہ حضرت سیّدُنا داؤد بن محبّر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے جب حدیثوں کی کتاب ''کتاب العقل'' تالیف کی تو سیّدُنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے اور کتاب طلب فرمائی پھر ایک صفحہ دیکھنے کے بعد واپس کر دی، انھوں نے پوچھا ''حضرت کیا ہوا؟''۔ فرمایا ''اس میں درج کی گئی احادیث سندوں کے اعتبار سے ضعیف ہیں''۔ یہ سن کر سیّدُنا داؤد بن محبّر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے اس کتاب کو اسناد کی قوت وضعف کے اعتبار سے نہیں لکھا کہ اسکا امتحانی جائزہ لیا

جائے بلکہ میں نے اسے عمل کی نِیّت سے لکھا اور فائدہ اٹھایا ہے''۔ یہ سن کر حضرت سَیِّدُ نا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کتاب دوبارہ طلب کی اور فرمایا'' یہ کتاب مجھے دیں تاکہ میں اسے اس نظر سے دیکھوں جس نظر سے آپ رضی اللہ عنہ نے تالیف کی ہے''۔ پھر کتاب لے کر کچھ دیر تک ملاحظہ فرماتے رہے پھر واپس کرتے ہوئے ارشاد فرمایا'' اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے میں نے اس سے نفع اٹھالیا''۔

ایک مرتبہ کسی نے سَیِّدُ نا طاؤس رضی اللہ عنہ سے دعا کی درخواست کی تو فرمایا'' جب نِیّت ہوگی تو دعا کروں گا''۔اور ایک بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ میں ایک مہینے سے ایک بیمار کی عیادت کیلئے نِیّت تلاش کر رہا ہوں لیکن مجھے نہیں مل رہی۔

ایک اور بزرگ حضرت سَیِّدُ نا عیسیٰ بن کثیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' ایک مرتبہ میں حضرت سَیِّدُ نا میمون بن مہران رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر کے دروازے تک پہنچ گئے اسکے بعد میں واپس لوٹ آیا تو انکے بیٹے نے ان سے کہا، ابا جان آپ انہیں رات کے کھانے کی دعوت کیوں نہیں دیتے۔فرمانے لگے، اس وقت میری نِیّت میں نہیں ہے''۔

میرے میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! پتہ یہ چلا کہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ نِیّت نظر کے تابع ہوتی ہے۔ چنانچہ جب نظر بدلتی ہے تو نِیّت بھی بدل جاتی ہے اور ہمارے بزرگانِ دین رحمہم اللہ تعالیٰ نِیّت کے بغیر عمل کرنے کو درست نہیں سمجھتے تھے اسلئے کہ وہ جانتے تھے کہ نِیّت عمل کی روح ہے اور سچی نِیّت کے بغیر عمل ریاکاری اور تکلیفِ محض ہے اور یہ رب عزوجل کے قرب کا باعث نہیں بلکہ غضب کو ابھارنے والا کام ہے۔ نیز وہ لوگ اس بات کو بھی اچھی طرح سمجھتے تھے کہ نِیّت اس بات کا نام نہیں کہ کوئی شخص اپنی زبان سے کہے'' میں نے نِیّت کی'' بلکہ وہ تو دل کے حقیقی ابھار کا نام ہے اور دل کا یہ میلان اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی ہوئی توفیق کا دوسرا نام ہے۔کبھی یہ آسان ہوتا ہے اور کبھی مشکل۔

البتہ جس شخص کے دل پر دین کا معاملہ غالب ہو اس کے لئے اکثر اوقات نیک امور کیلئے نِیّت کو حاضر کرنا آسان ہوجاتا ہے چونکہ اسکا دل کسی نہ کسی طرح بھلائی کی طرف مائل ہوتا ہے لہٰذا وہ عام نیکیوں کی طرف بھی رغبت کرتا ہے اور جسکا دل دنیا کی طرف مائل ہو اور دنیا حاصل کرنے کی خواہش اس پر غلبہ پالے تو اسکے لئے یہ بات آسان نہیں ہوتی بلکہ اسے تو فرائض ادا کرنے کیلئے بھی نِیّت حاضر کرنے میں نہایت دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اسکو جہنم یاد آتا ہے اور وہ اپنے آپ کو عذاب سے ڈراتا ہے یا جنت کی نعمتوں کا خیال آتا ہے تو انہیں حاصل کرنے کیلئے نفس کو ترغیب دیتا ہے اور اس سلسلے میں کمزور سے ارادے کے ساتھ عمل کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتا ہے اور اسی کمزور سی نِیّت کے مطابق اسکا معمولی اجر لکھا جاتا ہے۔

لیکن وہ عبادت جو محض اللہ تعالیٰ کی خاطر کی جاتی ہے کہ وہی عبادت اور اطاعت کے لائق ہے ایسا جذبہ اس شخص کو حاصل نہیں ہوتا جو دنیا کی طرف راغب ہو۔ اور ایسی نیّت سب سے اعلیٰ اور بہترین نیّت ہوتی ہے لیکن روئے زمین پر بہت کم ایسے لوگ ہیں جو اسے سمجھ سکیں اور اسے استعمال کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔

نیّت کی اقسام

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عبادت کے سلسلے میں لوگ کئی طرح کی نیّتیں کرتے ہیں بعض لوگ جہنم کے خوف کی وجہ سے عمل کرتے ہیں، بعض جنت کی امید پر تو اگرچہ اس قسم کی نیّتیں اس اعلیٰ درجے کی نیّت کے مقابلے میں کم تر ہیں جو صرف اور صرف رب کریم عزوجل کی ذات اور اسکے جلال کی تعظیم کیلئے کی جاتی ہے لیکن اسکے باوجود یہ نیّتیں اچھی سمجھی جاتی ہیں کیونکہ ان نیّتوں کا رخ اس بات کی طرف ہے جسکا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے۔

یہ بات اور ہے کہ جنت کی نعمتوں کو حاصل کرنا اور جہنم کے عذاب سے بچنے کی نیّت کرنے والا دراصل اپنے نفس کیلئے ہی عمل کرتا ہے اور نفس کی خواہشات میں سب سے بڑی خواہش پیٹ اور شرمگاہ کی ہوتی ہے اور جنت میں پیٹ اور شرمگاہ کی خواہشات کی تسکین کا سامان کیا گیا ہے۔

چنانچہ محض جنت کی خاطر عمل کرنے والا گویا کہ اپنے پیٹ اور شرمگاہ کی خاطر عمل کرتا ہے جیسا کہ ایک برا مزدور (یعنی وہ عمل کرکے اجرت کا مستحق تو ہو جاتا ہے خواہ اجرت سے اپنے نفس کی خواہشات کی تسکین کرنا چاہتا ہو) ایسے لوگوں کا درجہ سیدھے سادھے لوگوں کا درجہ ہے اور یہ اپنے عمل کی وجہ سے اپنا مقصود حاصل کرلینگے چنانچہ اکثر جنتی سیدھے سادھے ہوں گے۔

لیکن عقل مند لوگوں کی اصل عبادت اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر ہی پر مشتمل ہوتی ہے وہ اسکے جلال اور جمال سے محبت کرتے ہیں اعمال تو محض ذکر و فکر کو دل میں راسخ کرنے کیلئے ہوتے ہیں ایسے لوگ جنت کی نعمتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر صبح شام اسے پکارتے ہیں۔ اور چونکہ لوگوں کا ثواب انکی نیّت کے مطابق عطا کیا جائے گا اس لئے یہ لوگ اپنے مقصود یعنی رب کریم عزوجل کے دیدار سے ضرور مشرف کئے جائیں گے۔

یہ لوگ ان جنتیوں پر ہنسیں گے جو حوروں کے حسن و جمال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح حوروں کو دیکھ کر لطف اندوز ہونے والے ان لوگوں کو دیکھ کر ہنسیں گے جو مٹی سے بنی ہوئی صورتوں کو دیکھ کر لطف حاصل کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہنسیں گے کیونکہ اللہ (رحمٰن و رحیم) کے جمال اور حوروں کے جمال میں جو فرق ہے وہ اس سے

کروڑوں درجے زیادہ ہے کہ جو فرق حوروں اور مٹی سے بنی ہوئی صورتوں کے درمیان ہے۔(حسنات الابرار سیئات المقربین)

گوبر کا کیڑا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امام محمد غزالی علیہ الرحمہ کے نزدیک جانوروں جیسی صفات رکھنے والے شہوت پرست لوگوں کا خوبصورت چہرے والوں سے گناہ کے ارادے سے میل جول رکھنا اور جمال الٰہی عزوجل سے منہ موڑنا گویا ایسا ہی ہے جیسے گوبر میں رینگنے والا کیڑا خوبصورت عورتوں کی طرف توجہ نہیں کرتا بلکہ اپنی مادہ سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اسی کو اپنا سب کچھ سمجھتا ہے۔

چنانچہ اللہ عزوجل کے جلال و جمال سے اکثر دل اندھے ہیں اور یہ گوبر میں رینگنے والے اس کیڑے کی طرح ہیں جو عورتوں کے جمال کو نہیں دیکھ پاتا۔ اسے اس بات کا بالکل شعور نہیں ہوتا اور نہ وہ ان عورتوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اگر اس میں عقل ہوتی اور اسکے سامنے عورتوں کا تذکرہ ہوتا تو وہ ان لوگوں کو بہت سمجھدار خیال کرتا جو ان کی طرف توجہ کرتے ہیں بہر حال یہ مختلف قسم کے لوگ ہمیشہ مختلف رہیں گے کیونکہ ہر گروہ اسی پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔ اور اللہ عزوجل نے اسے اسی کیلئے پیدا فرمایا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت سیّدُنا احمد بن حدرویہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں رب کائنات جل جلالہ کی زیارت کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے فرمایا ''سب لوگ مجھ سے جنت طلب کرتے ہیں لیکن ابو یزید مجھ سے صرف میرا سوال کرتا ہے''۔ اور حضرت ابو یزید رضی اللہ عنہ نے خواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی زیارت کی تو عرض کی ''اے باری تعالیٰ تجھ تک پہنچنے کا راستہ کونسا ہے؟''۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ''اپنے نفس کو چھوڑ کر میری طرف آؤ''، یعنی کوئی بھی ایسا عمل نہ کرو جس کا مقصد محض نفس کی تسکین ہو۔

ایک سوال:

کسی نے حضرت سیّدُنا شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بعد انتقال خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ عزوجل نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا، انہوں نے جواب دیا، اللہ عزوجل نے مجھ سے میرے کسی دعوے پر دلیل طلب نہیں کی البتہ ایک بات کی دلیل طلب فرمائی وہ یہ کہ ایک دن میں نے عرض کی کہ جنت کے نقصان سے بڑھ کر کونسا نقصان ہے؟، تو اس پر رب لم یزل عزوجل نے ارشاد فرمایا، کہ میرے دیدار کے نقصان سے بڑھ کر کونسا نقصان ہے؟ (یعنی جسے میرا دیدار نصیب نہ ہوا اس

سے بڑھ کر محروم کون ہوگا)۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ان تمام واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ نِیّتوں کے درجات مختلف ہوتے ہیں اور جس شخص کے دل پر ان میں سے کوئی ایک غالب آ جائے تو بسا اوقات اسکے لئے اس سے توجہ ہٹانا مشکل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ جس شخص کے لئے کسی مباح کام کی نِیّت کرنا آسان ہو اور نفل کی نِیّت کرنا مشکل ہو تو مباح کام زیادہ بہتر ہے اور اب فضیلت مباح کام کی طرف منتقل ہو جائے گی اور نِیّت نہ ہونے کی صورت میں نفل اسکے لئے باعث نقصان ہوگا کیونکہ اعمال کا دارومدار نِیّتوں پر ہے۔ مثلاً معاف کرنا انتقام لینے سے افضل ہے لیکن بعض اوقات معاف کرنے کی نِیّت نہیں ہوتی اور انتقام لینے کی نِیّت ہوتی ہے تو اب یہی افضل ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کھانے پینے اور سونے میں اپنے نفس کو آرام پہنچانے اور اسے عبادت کیلئے تقویت دینے کی نِیّت کرتا ہے اور اسوقت روزے اور نماز کی طرف رغبت نہیں ہوتی تو اسکے لئے کھانا اور سونا ہی افضل ہے بلکہ اگر مسلسل عبادت کرنے سے طبیعت میں ملال پیدا ہو جائے، رغبت کم ہو جائے اور بخوشی عبادت نہ کر سکتا ہو اور وہ یہ خیال کرتا ہو کہ اگر کچھ دیر کھیل کود یا گفتگو کروں گا تو طبیعت بحال ہو جائے گی تو اسکے لئے کوئی جائز کھیل کھیلنا نماز سے افضل ہے۔(۱)

چنانچہ حضرت سَیِّدُ نا ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں اپنے نفس کو کچھ کھیل کر راحت پہنچاتا ہوں تو یہ کھیلنا میرے حق میں (عبادت کرنے کیلئے) مددگار ثابت ہوتا ہے''۔

اور حضرت سَیِّدُ نا مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں ''اپنے دلوں کو کچھ آرام دیا کرو کہ اگر ان پر بے جا سختی کی جائے تو وہ اندھے ہو جائیں گے''۔

اور یہ وہ حقائق ہیں کہ جن کا صحیح علم جیّد علماء ہی کو ہو سکتا ہے۔ محض ناکارہ قسم کے لوگوں کو نہیں جیسا کہ کوئی طبیبِ حاذق گرمی کے شکار مریض کا علاج گوشت سے کرتا ہے حالانکہ گوشت بھی گرم ہوتا ہے تو ایسا شخص جو علم طب سے بے بہرہ ہو اسے بڑا عجیب وغریب خیال کرتا ہے حالانکہ طبیبِ حاذق جانتا ہے کہ گوشت کھانے سے مریض کی طبیعت بحال ہو جائے گی اور وہ علاج بضد کو برداشت کرنے کے لائق ہو جائے گا۔

اسی طرح جو شخص شطرنج کا ماہر ہو وہ کبھی رخ اور گھوڑا مفت میں چھوڑ دیتا ہے تاکہ مدّ مقابل کی چال سے بچ سکے جبکہ شطرنج سے ناواقف شخص اس پر اظہار تعجب کرتا ہے یوں ہی جو شخص لڑائی کے فن سے واقف ہو وہ بعض اوقات اپنے دشمن سے پیٹھ پھیر کے بھاگ کھڑا ہوتا ہے (اور اسے ایسی جگہ لے آتا ہے جہاں پلٹ کر حملہ کرنا آسان ہوتا ہے لیکن اسے میدان جنگ سے فرار ہوتا دیکھ کر ناواقف شخص حیرت میں پڑ جاتا ہے)۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ عزوجل کی طرف جانے کا طریقہ بھی کچھ اسی طرح ہے کیونکہ یہ شیطان سے لڑائی ہے اور دل کا علاج ہے چنانچہ جو شخص صاحب بصیرت ہو اور اسے توفیق الٰہی جل جلالہ حاصل ہو تو وہ نہایت نفیس حیلے تلاش کر لیتا ہے جنہیں کمزور اور کچّے ذہن والے لوگ عقل سے بعید خیال کرتے ہیں چنانچہ مرید کیلئے مناسب نہیں کہ شیخ کی بعض باتوں پر دل میں پیدا ہونے والے امکان کو چھپائے رکھے اسی طرح طالب علم کو اپنے استاد پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے بلکہ صبر سے کام لینا چاہئے اور جہاں تک بصیرت کام کرے فبہا اور ان کی جو بات سمجھ میں نہ آئے اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ خود اس مقام کو حاصل کر لے جہاں ان باتوں کے اثرات اس پر خود بخود منکشف ہو جائیں۔

(ہم اللہ عزوجل سے اچھی توفیق طلب کرتے ہیں اور) وہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

......{ ☆ }......

دوسرا باب

اخلاص، اسکی فضیلت، حقیقت، درجات

{فصل......۱ } فضیلتِ اخلاص

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اخلاص اللہ عزوجل کو نہایت پسند ہے اور شیطان سے صرف مخلص لوگ ہی محفوظ رہ سکتے ہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَ مَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

ترجمہ کنزالایمان: ''اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے (خالص) اسی پر عقیدہ لاتے'' (پارہ ۳۰، سورۃ البینۃ، آیت ۵)

اور ارشاد باری تعالیٰ:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ

ترجمہ کنزالایمان: ''ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے'' (پارہ ۲۳، سورۃ زمر، آیت ۳)

اور ارشاد خداوندی ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا

دِیۡنَهُمۡ لِلّٰهِ

ترجمہ کنزالایمان: ''مگر وہ جنہوں نے توبہ کی اور سنورے اور اللہ کی رسی مضبوط تھامی اور اپنا دین خالص اللہ کیلئے کر لیا'' (پارہ ۵' سورۃ النساء' آیت ۱۴۶)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلۡیَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا

ترجمہ کنزالایمان: ''تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے'' (پارہ ۱۶' سورۂ کہف' آیت ۱۱۰)

یہ آیت مبارکہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں کی داد وتحسین حاصل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

نبی اکرم، شاہ بنی آدم، نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثٌ لَا یَغِلُّ عَلَیۡهِنَّ قَلۡبُ رَجُلٍ مُسۡلِمٍ اِخۡلَاصُ الۡعَمَلِ لِلّٰهِ وَالنَّصِیۡحَةُ لِلۡوُلَاةِ وَ لُزُوۡمُ الۡجَمَاعَةِ۔

ترجمہ: ''یعنی تین کام ایسے ہیں جن کے بارے مرد مومن کا دل خیانت نہیں کرتا خالص اللہ تعالیٰ کیلئے عمل کرنا، حکمرانوں کی خیر خواہی اور جماعت سے وابستگی'' (مسند امام احمد بن حنبل، ج ۴، ص ۸۰، مرویات جبیر بن مطعم)

اللہ عزوجل کی مدد.......:

حضرت سیِّدُنا مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے والد صاحب کو خیال آیا کہ انہیں حضور اکرم ﷺ کے بعض صحابہ علیہم الرضوان پر فضیلت حاصل ہے جو اُن سے درجے میں کم ہیں تو نبیِ آخر الزماں ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا نَصَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هٰذِهِ الۡاُمَّةَ بِضُعَفَائِهَا وَدَعۡوَتِهِمۡ وَاِخۡلَاصِهِمۡ وَصَلَاتِهِمۡ۔

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے اِس امت کی مدد اِس کے کمزوروں' اُن کی دعاؤں، اخلاص اور اُن کی نمازوں کے ذریعے فرمائی ہے'' (السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۶/ ۵۳۸)

حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم' نور مجسم، شاہ بنی آدم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالیٰ اَلْاِخْلَاصُ سِرٌّ مِّنْ سِرِّیْ اسْتَوْدَعْتُهٗ قَلْبَ مَنْ اَحْبَبْتُ مِنْ عِبَادِیْ۔

ترجمہ: ''یعنی اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے جو میں نے اپنے ان بندوں کے دلوں میں بطورامانت رکھاہے جن سے مجھے محبت ہے''

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرّم اللہُ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں، عمل کی کثرت کی فکرنہ کرو بلکہ اس کی قبولیت کی فکر کرو کیونکہ نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے حضرت سَیِّدُ نامَعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اِخْلِصِ الْعَمَلَ یُجْزِكَ مِنْهُ الْقَلِیْلُ

ترجمہ: ''یعنی اپنے عمل کوخالص کروتھوڑا بھی کافی ہوگا'' (مستدرک حاکم، ج۴، ص۳۰۶، کتاب الرقاق)

حکمت کے چشمے:

نبیوں کے سالار، سرکارابدقرار، شافع روزشمار (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) کا فرمان رحمت بار ہے:

مَا مِنْ عَبْدٍ یَخْلِصُ لِلّٰهِ الْعَمَلَ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا اِلاَّ ظَهَرَتْ یَنَابِیْعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰی لِسَانِهٖ

ترجمہ: ''یعنی جو بندہ چالیس دن خالص اللہ تعالیٰ کیلئے عمل کرے اللہ تعالیٰ حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری فرمادیتاہے'' (الترغیب والترھیب، ج اول، ص۵۶، مقدمۃ الکتاب)

تین بدنصیب:

سَیِّدُ نا امام ترمذی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب ترمذی شریف میں ایک روایت سَیِّدُ نا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: ''قیامت کے دن سب سے پہلے تین قسم کے لوگوں سے سوال ہوگا۔ ایک وہ جسے اللہ عزوجل نے دنیامیں علم عطافرمایا ہوگا اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تونے اپنے علم کے سلسلے میں کیا کیا۔ وہ کہے گا، اے میرے رب عزوجل میں دن اوررات اس علم کی خدمت میں بسر کرتا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا، تونے جھوٹ کہا اور فرشتے (علیہم السلام) بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ بولتاہے، تیرا مقصد تو یہ تھا کہ تجھے عالم کہہ کہ پکارا جائے، ایسا ہو چکا ہے (یعنی دنیامیں لوگ تجھے عالم کہتے تھے)۔

دوسراوہ شخص ہوگا جسے رب کائنات عزوجل نے مال عطافرمایا اس سے پوچھے گا میرے اس انعام کے جواب میں تونے کیا کیا۔ وہ جواب دے گا، اے میرے رب جل جلالہ میں تیرے دیے ہوئے مال کودن رات صدقہ کرتار ہتا تھا۔ اللہ رب

العزّت عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا،تو جھوٹ کہتا ہےاور ملائکہ (علیہم السلام) بھی کہیں گےتو جھوٹ کہتا ہے بلکہ تیرا مقصدتو اپنے آپ کو سخی کہلوانا تھاچنانچہ تجھے سخی کہہ لیا گیا ہے۔

پھر ایک تیسرا شخص اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی بارگاہ میں پیش کیا جائیگا جسے راہ خدا عَزَّوَجَلَّ میں قتل کیا گیا ہوگا۔رب لم یزل جَلَّ جَلَالُہٗ فرمائے گا تو نے کیا کیا۔وہ کہے گا،اے میرے مالک مجھے جہاد کا حکم دیا گیا،میں تیری راہ میں لڑا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا۔ رب قہّار عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہےاور فرشتے علیہم السلام بھی کہیں گےتو جھوٹ بولتا ہے بلکہ تیرا ارادہ یہ تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے سو تجھے بہادر کہہ لیا گیا ہے۔

حضرت سَیِّدُ نا ابوھریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اتنا ارشاد فرما کر میرے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے میری ران پر ایک لکیر کھینچی اور فرمایا،اے ابوھریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ یہ وہ لوگ ہیں کہ قیامت کے دن جہنم کی آگ سب سے پہلے ان پر بھڑکائی جائے گی''۔(جامع ترمذی،ص۳۴۳،۳۴۴،ابواب الزھد)۔

جب اس حدیث کے راوی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ حضرت امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ حدیث پاک بیان کی تو ان پر شدید گریہ طاری ہو گیا یہاں تک کہ لگتا تھا کہ خوف خدا عَزَّوَجَلَّ سے انکی روح پرواز کر جائے گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ارشاد پاک ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ

ترجمہ کنزالایمان:''جو دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتا ہو ہم اس میں اس کا پورا پھل دیں گےاور اس میں کمی نہ دیں گے''(پارہ۱۲' سورۂ ہود' آیت ۱۵)

دو دینار کی خاطر:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!بنی اسرائیل کی روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ ایک عابد نے طویل عرصے تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی پھر اسے کچھ لوگوں نے خبر دی کہ فلاں جگہ کچھ لوگ ایک درخت کی پوجا کرتے ہیں یہ سن کر اسے بہت غصہ آیا اور وہ درخت کاٹنے کے ارادے سے کلہاڑا اپنے کاندھے پر رکھ کر اس درخت کی طرف روانہ ہوا راستے میں شیطان ایک بزرگ کی صورت میں اسکے سامنے آیا اور اسکا ارادہ دریافت کیا اسنے کہا میں اس درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔

شیطان نے کہا تجھے اس درخت سے کیا غرض تو اپنی عبادت اور نفس کی مشغولیت کو چھوڑ کر دوسروں کے کاموں میں کیوں دخل دیتا ہے۔عابد نے جواب دیا یہ کام بھی میرے لئے عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔شیطان نے تیور بدل کر کہا لیکن میں

ہرگز تجھے درخت نہیں کاٹنے دوں گا چنانچہ دونوں میں جھگڑا ہونا شروع ہوگیا کچھ دیر بعد عابد نے شیطان کو زمین پر دے مارا اور اسکے سینے پر چڑھ بیٹھا۔شیطان نے کہا، مجھے چھوڑ دے میں تجھ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔

عابد نے اسے چھوڑ دیا تو کہنے لگا، اے بھلے مانس اللہ تعالیٰ نے تو یہ کام تجھ پہ فرض نہیں کیا، تو اس کی پوجا بھی نہیں کرتا پھر بھلا دوسرے کی پوجا کا گناہ تجھے کیوں ملے گا اور پھر دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بے شمار انبیاء کرام (علیہم السلام) ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں درخت کاٹنے کا حکم فرما دیتا۔عابد نے غصے سے کہا، میں اسے ضرور کاٹوں گا پھر دونوں میں لڑائی ہونے لگی اور عابد نے ایک مرتبہ پھر اسے پچھاڑ دیا۔جب ابلیس عاجز آ گیا تو اس نے ایک نئ چال چلی اور کہنے لگا کہ آؤ ہم ایک بات پر فیصلہ کریں۔اس میں تمہارا بہت فائدہ ہے عابد نے کہا وہ کیا، شیطان بولا تم ایک فقیر آدمی ہو تمہارے پاس کچھ نہیں تم دوسروں پر بوجھ بنے رہتے ہو اور دوسرے تمہاری خبر گیری کرتے ہیں کیا تمہیں کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ تم اپنے بھائیوں سے اچھا سلوک کرو، پڑوسیوں کی غم خواری کرو اور لوگوں کی مدد سے بے نیاز ہو جاؤ؟ عابد نے جواب دیا، ہاں یہ بات تو ہے۔

شیطان نے کہا تو بس ٹھیک ہے تم درخت کاٹنے کا ارادہ ترک کردو تو میں ہر رات دو دینار تمہارے سرہانے رکھ دیا کروں گا۔جب صبح اٹھو تو ایک اپنے اوپر خرچ کرو اور ایک اپنے بھائیوں پر صدقہ کردو۔تو یہ تمہارے لئے اس درخت کہ کاٹنے سے زیادہ نفع بخش ہے کیونکہ اگر تم درخت کاٹ بھی دو تب بھی درخت کے پجاری اسکی جگہ کوئی دوسرا درخت لگا لیں گے اور اس طریقے سے نہ تو تمہارا کوئی فائدہ ہوگا اور نہ تمہارے بھائیوں کا بھلا ہو سکے گا۔

عابد شیطان کی بات سن کر سوچ میں پڑ گیا اور دل ہی دل میں کہنے لگا...... میں نبی نہیں ہوں کہ اس درخت کا کاٹنا مجھ پر لازم ہو، مجھے بطور خاص اللہ ﷻ نے اس درخت کے کاٹنے کا حکم بھی نہیں دیا کہ میں نافرمانی کر کے گنہگار کہلاؤں اور جو کچھ یہ بزرگ فرماتے ہیں اس میں میرا اور میرے بھائیوں کا فائدہ ہی تو ہے لہٰذا اسے مان لینے میں کوئی حرج نظر نہیں آتا۔۔چنانچہ عابد نے شیطان سے وعدہ کرلیا کہ وہ درخت نہیں کاٹے گا۔اور گھر کی طرف لوٹ گیا اگلی صبح اسکے تکیے کے نیچے دو دینار موجود تھے اب تو یہ خوشی سے پھولا نہ سمایا۔دوسرے دن بھی یہی معاملہ ہوا لیکن تیسرے دن جب تکیے کے نیچے دیکھا تو وہاں کچھ نہ تھا اب تو عابد غصے سے آگ بگولہ ہوگیا، کلہاڑا کندھے پر رکھا اور درخت کاٹنے کیلئے چل پڑا۔اب کی بار پھر شیطان اسکی راہ میں حائل ہوا اور پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے عابد نے کہا بس اب میں درخت ضرور کاٹوں گا شیطان نے کہا خدا کی قسم اب تم درخت نہیں کاٹ سکتے چنانچہ پہلے کی طرح عابد نے شیطان کو پکڑا اور زمین پر پٹخ دینا چاہا لیکن اس مرتبہ شیطان نے اسے کسی چڑیا کی طرح دبوچا اور زمین پر پٹخ کر اسکے سینے پر سوار ہوگا اور خوفناک لہجے میں بولا اپنے ارادے سے باز آجاو ورنہ میں تیرا گلا کاٹ دوں گا۔

یہ معاملہ دیکھ کر عابد کے ہوش گم ہو گئے اور وہ تھر تھر کانپتے ہوئے بولا ، اے شخص پہلے تو میں تجھ پہ غالب آیا کرتا تھا لیکن اس مرتبہ تو مجھ پر غالب آ گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔اس پر شیطان نے جو جواب دیا وہ گرہ میں باندھ لینے کے قابل ہے شیطان بولا ، پہلی دو مرتبہ تمہیں جو غصہ تھا وہ محض اللہ ﷻ کی خاطر آیا تھا اور تم آخرت کے ثواب کی نِیّت کیے ہوئے تھے اسی لئے اللہ ﷻ نے تمہیں مجھ پر غلبہ عطا فرمایا تھا لیکن اس مرتبہ تمہیں جو غصہ آیا اسکا سبب کچھ اور نہیں بلکہ صرف یہ تھا کہ تمھیں وعدے کے مطابق دولت نہیں ملی تھی چنانچہ تمہارا غصہ محض اپنی ذات اور دنیا کی خاطر تھا اس لئے میں نے با آسانی تمہیں زیر کرلیا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حکایت نے اللہ ﷻ کے سچے کلام کی تصدیق کردی ارشاد باری تعالیٰ:

اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ

ترجمہ کنزالایمان: ''مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں'' (پارہ۲۳ سورۂ ص' آیت ۸۳)

کیونکہ انسان کو شیطان سے صرف اخلاص ہی کی بدولت چھٹکارا ملتا ہے اسی لئے حضرت سَیِّدُ نا معروف کرخی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اپنے آپ کو زدوکوب کرتے ہوئے اپنے نفس کو ڈانٹا کرتے تھے کہ اے نفس اخلاص کو اختیار کرلے تا کہ تو چھٹکارا پائے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اخلاص کیا ہے؟ آیئے مشہور بزرگ حضرت سَیِّدُ نا یعقوب مکفوف رضی اللہ عنہ سے سنتے ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مخلص وہ شخص ہے جو اپنی نیکیوں کو بھی اسی طرح چھپائے جیسے اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے۔

اور حضرت سَیِّدُ نا سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ مخلصین کو بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں، کہ خوشخبری ہے اس شخص کیلئے جسکا ایک قدم بھی صحیح ہو جائے جس سے وہ محض رضائے الٰہی کا ارادہ کرے۔

خلیفہ دوئم حضرت سَیِّدُ نا عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سَیِّدُ نا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ کچھ اس طرح کی تحریر بھیجی کہ جسکی نِیّت صحیح ہو جائے اللہ تعالیٰ اسے اسکے ان معاملات میں اسکی حمایت کرتا ہو جاتا ہے جو اسکے اور لوگوں کے درمیان ہیں۔

کسی ولی کامل رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو خط لکھا ''اپنے اعمال میں اخلاص نِیّت اختیار کرو تمہیں تھوڑا عمل بھی کفایت کرے گا''۔اور حضرت سَیِّدُ نا ایوب سختیانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں ''عمل کرنے والوں کیلئے سب سے زیادہ مشکل کام نِیّت کو خالص کرنا ہے'' اور حضرت سَیِّدُ نا مطرف (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے تھے، جو آدمی خالص نِیّت رکھتا ہو اسکا اجر بھی خالص ہوتا ہے اور جسکی نِیّت میں جس قسم کی ملاوٹ ہو اسی قسم کا بدلہ اسے دیا جاتا ہے۔

گدھا کہاں گیا:

کسی بزرگ (رحمہ اللہ تعالیٰ) کوخواب میں دیکھا گیا تو پوچھا کہ آپ (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے اپنے اعمال کو کیسا پایا، فرمانے لگے، میں نے جو عمل بھی اللہ تعالیٰ کیلئے کیا تھا اسکا اجر پایا۔حتیٰ کہ انار کا ایک دانہ جو ایک مرتبہ راستے سے ہٹایا تھا اور ہماری ایک بلی مرگئی تھی (تو اسکے رنج وصدمے کے ثواب کو بھی) میں نے اپنی نیکیوں میں پایا اور میری ٹوپی میں ایک دھاگہ ریشم کا تھا تو میں نے اسے برائیوں کے پلڑے میں دیکھا، اور میرا ایک گدھا جسکی قیمت ایک سو دینار تھی تو میں نے اسکا ثواب نہ پایا تو پوچھا، کہ بلی کی موت کا ثواب تو نیکیوں کے پلڑے میں ہے اور گدھے کی موت والا ثواب نہیں، اسکی کیا وجہ ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ اس گدھے کا ثواب وہاں بھیجا گیا جہاں تو نے بھیجا تھا۔ کیونکہ جب تجھے تیرے گدھے کے مرنے کی اطلاع دی گئی تو تو نے کہا تھا اللہ کی لعنت میں گیا چنانچہ اس وجہ سے تیرا اجر باطل ہو گیا۔ اور اگر تم یہ کہتے کہ اللہ کے راستے میں گیا تو اسے اپنی نیکیوں میں پاتے۔ (چنانچہ ہمیں ہر مصیبت پر ''اِنَّا لِلّٰہِ۔۔۔۔۔۔'' پڑھ لینا چاہئے)

ایک روایت میں ہے کہ انہی بزرگ نے یہ بھی ارشاد فرمایا، کہ میں نے ایک مرتبہ صدقہ اخلاص کے ساتھ لوگوں کے سامنے دیا اور لوگوں کا دیکھنا مجھے اچھا لگا تو اس کا مجھے نہ تو کوئی ثواب ملا نہ عذاب۔ یہ بات سن کر حضرت سَیِّدُ نا سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرمانے لگے یہ تو ان کی خوش نصیبی ہے کہ عذاب نہ ہوا بلکہ یہ تو عین احسان ہے۔

اور حضرت سَیِّدُ نا یحییٰ بن مَعاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اخلاص اعمال کو عیبوں سے اس طرح ممتاز کر دیتا ہے جس طرح دودھ گوبر اور خون میں سے نکل کر آتا ہے لیکن صاف ستھرا ہوتا ہے۔

مروی ہے کہ ایک شخص عورتوں کا لباس پہن کر عورتوں کے اجتماعات میں جاتا تھا اور انکی غمی وخوشی کی تقریبات میں شریک ہوتا تھا ایسی ہی کسی محفل میں ایک مرتبہ وہاں ایک قیمتی موتی چوری ہو گیا اور آواز دی گئی کہ دروازہ بند کر کے ایک ایک کی تلاشی لو حتیٰ کہ اس شخص کے برابر والی عورت کی باری آئی تو اس شخص نے بڑے اخلاص کے ساتھ اللہ عزوجل سے دعا مانگی ''یا اللہ عزوجل آج اگر ذلت سے چھٹکارا عطا فرمادے تو پھر کبھی ایسا کام نہیں کروں گا۔ تو وہ موتی برابر والی عورت کے پاس سے مل گیا اور اعلان کیا گیا کہ موتی مل گیا ہے اب کسی کی تلاشی نہ لی جائے (پتہ چلا کہ اخلاص کے ساتھ دعا کرنے سے بلائیں اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں)''۔

حج بہتر ہے یا ہل چلانا:

ایک بزرگ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں میں حضرت سَیِّدُ نا ابوعبید تستری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھڑا تھا وہ

نو(۹) ذی الحجہ کے دن کھیت میں ہل چلا رہے تھے اسی دوران ان کا کوئی بھائی جو کے ابدال تھا آیا اور آہستہ سے کچھ بولا آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا ''نہیں''۔ اس پر وہ بادلوں کی سی تیزی سے واپس چلا گیا۔ میں نے حضرت ابوعبید رضی اللہ عنہ سے پوچھا ''اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو کیا کہا تھا؟''۔ تو جواب دیا ''اس نے مجھ سے کہا تھا میرے ساتھ حج کرو، میں نے کہا نہیں''۔

وہ بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہنے لگے ''آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کیوں فرمایا''۔ انہوں نے جواب دیا ''اسلئے کہ اس وقت میری نیّت حج کی نہیں تھی بلکہ میرا ارادہ تو یہ تھا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے اس کھیت کا کام نمٹا لوں۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ اگر میں بغیر نیّت کے محض اس ابدال کے کہنے سے حج کروں تو کہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا شکار نہ ہو جاؤں، کیونکہ اس طرح تو یہ حج اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہوگا بلکہ کسی اور کی خاطر ہوگا اور جو کام میں کر رہا ہوں یعنی رزق حلال کے لئے محنت کر رہا ہوں وہ میرے لئے ایسے ستّر حجوں سے زیادہ بڑا ہے''۔

مجاہد یا تاجر:

ایک دوسرے بزرگ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں ''میں ایک مرتبہ سمندر کے راستے جہاد کیلئے نکلا تو کسی کے پاس مجھے ایک توشہ دان نظر آیا، میں نے سوچا اسے خرید لیتا ہوں کہ دوران جہاد بھی کام آئے گا اور میں جب فلاں شہر پہنچوں گا تو اسے بیچ کر نفع حاصل کر لوں گا چنانچہ میں نے اسے خرید لیا اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے دو آدمی اترے ہیں ایک دوسرے سے کہتا ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے نام لکھو چنانچہ وہ اسے لکھواتا ہے کہ فلاں شخص جو بظاہر جہاد کو نکلا ہے اسکا مقصد فلاں شہر کی سیر کرنا ہے۔ فلاں ریاکاری کی غرض سے نکلا ہے۔ فلاں تاجر ہے۔

پھر میری طرف دیکھا کہ اسے تاجروں میں شمار کرو میں نے کہا خدا کا خوف کرو میں تو ہرگز تجارت کیلئے نہیں نکلا نہ میرے پاس کوئی مال تجارت ہے میں تو صرف جہاد کیلئے نکلا ہوں۔ اس نے کہا جناب کیا آپ نے کل رات ایک توشہ دان نہیں خریدا جسے آئندہ بیچ کر آپ نفع حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر میں رونے لگا اور میں نے کہا کہ مجھے تاجر نہ لکھو۔ اس نے اپنے دوسرے ساتھی کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا خیال ہے؟۔ اسنے جواباً کہا یوں لکھو کہ فلاں شخص جہاد کو نکلا لیکن راستے میں اسنے ایک توشہ دان خریدا تا کہ اسے بیچ کے نفع حاصل کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسکے بارے میں جو چاہے فیصلہ فرمائے۔

دو رکعتیں:

حضرت سیّدُنا سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اگر تم اخلاص کے ساتھ تنہائی میں دو رکعتیں پڑھ لو تو یہ بات تمہارے

لئے ستّر یا سات سو عمدہ سند کی حدیثیں لکھنے سے بہتر ہے''۔ایک دوسرے بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے ایک گھڑی کا اخلاص بھی ہمیشہ کی نجات کا باعث ہے لیکن اخلاص بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کہا جاتا ہے کہ علم بیج ہے، عمل کھیتی اور اخلاص اسکا پانی بعض بزرگان دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی بندے کو ناپسند فرماتا ہے تو اسے تین باتیں عطا کرتا ہے لیکن اسکے ساتھ ساتھ تین باتوں سے محروم کردیتا ہے۔(۱) اسے صالحین کی صحبت تو عطا فرماتا ہے لیکن وہ انکی کوئی بات قبول نہیں کرتا۔(۲) اسے اچھے اعمال کی توفیق دیتا ہے لیکن وہ انہیں اخلاص سے نہیں کرتا۔(۳) حکمت تو عطا فرماتا ہے لیکن سچائی سے محروم کردیتا ہے۔

مشہور بزرگ حضرت سَیِّدُ نا موسیٰ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں بندوں کے اعمال میں سے اللہ تبارک وتعالیٰ صرف اخلاص کی طرف توجہ فرماتا ہے۔

اور حضرت سَیِّدُ نا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے''اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو عقلمند ہیں چنانچہ وہ عمل کرتے ہیں اور انکے اعمال میں اخلاص موجود ہوتا ہے۔پھر وہ اخلاص انکے لئے دیگر نیکیوں کا حصول آسان بنادیتا ہے''۔

حضرت سَیِّدُ نا محمد بن سعید مروزی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں''تمام معاملات میں بنیادی باتیں صرف دو ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے؟ دوسرا یہ کہ تم اسکے ساتھ کیسا برتاؤ اختیار کرتے ہو؟۔تو دونوں جہانوں کی کامیابی اس میں ہے کہ تم اسکے سلوک پر راضی ہو جاؤ (یعنی ہمیشہ راضی برضا رہو) اور اپنی طرف سے یہ سلوک کرو کہ اپنے کاموں میں اخلاص پیدا کرو''۔

......{ ☆ } ......

{فصل......۲ }

حقیقت اخلاص

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ملاوٹ تقریباً ہر شئے میں ممکن ہے تو جب کوئی چیز ملاوٹ سے پاک ہو تو اسے خالص کہتے ہیں اور جس عمل کے ذریعے اسے خالص بنایا جاتا ہے وہ اخلاص کہلاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے۔

نُسۡقِیۡکُمۡ مِمَّا فِیۡ بُطُوۡنِہٖ مِنۡ بَیۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِلشّٰرِبِیۡنَ (پارہ۱۴' سورہ نحل ' آیت ۶۶)

ترجمہ کنزالایمان: ''ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جو انکے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ گلے سے سہل اترتا پینے والوں کیلئے''

دودھ کا خالص ہونا یہ ہے کہ اس میں خون اور گوبر بلکہ کسی ایسی چیز کی ملاوٹ نہ ہو جو اس میں مل سکتی ہو۔ اخلاص کی ضد ہے شریک کرنا چنانچہ جو شخص مخلص نہیں ہوتا وہ لغوی طور پر مشرک ہوتا ہے۔ البتہ شرک کے کئی درجات ہیں۔

......شرک کے درجات......

توحید میں اخلاص کی ضد یہ ہے کہ الوہیت (یعنی معبود ہونے) میں کسی کو اللہ عزوجل کا شریک مانا جائے۔ شرک خفی (پوشیدہ) بھی ہوتا ہے اور جلی (ظاہر) بھی اسی طرح اخلاص کا معاملہ ہے۔ دوسری بات یہ کہ اخلاص اور شرک دونوں کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ یہ دونوں دل پر وارد ہوتے ہیں لہٰذا دل ان دونوں کا محل ہوتا ہے اور انکے وارد ہونے کا تعلق ارادے اور نِیّت سے ہے اور نِیّت کی حقیقت ہم بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی سمجھا چکے ہیں کہ نِیّت عمل کی طرف ابھارنے والے فائدے کے موافق ہوتی ہے۔

چنانچہ جب عمل کی طرف ابھارنے والا صرف ایک ہو تو اسکی وجہ سے فعل صادر ہوگا وہ خالص ہوگا لہٰذا جو شخص صدقہ کرے اور اسکی نِیّت اور غرض محض دکھاوا ہو تو وہ شخص خالص ریاکار ہے۔ لیکن عام بول چال میں اخلاص کا لفظ اس عمل پر بولا جاتا ہے جس کا مقصد صرف قربِ الٰہی ہو اور اس میں کسی دوسری نِیّت کی ملاوٹ نہ ہو جس طرح ''اِلحَاد'' کا لغوی معنی میلان اور جھکاؤ ہے لیکن عرفِ عام میں راہِ حق سے بھٹک جانے کو الحاد کہتے ہیں اسلئے جس فعل کا باعث محض ریاکاری ہو وہ ہلاکت کا باعث ہے لیکن یہاں ہم ریاکار کے متعلق گفتگو نہیں کر رہے اُس سلسلے میں ایک آسان سی بات سمجھ لیجئے جو حدیث پاک میں

وارد ہوئی ہے کہ قیامت کے دن ریا کار کو چار ناموں سے پکارا جائے گا، اے ریا کار، اے دھوکے باز، اے مشرک اور اے کافر (الجامع لاحکام القرآن، ج اوّل، ص۱۹، مقدمۃ الکتاب)

اس وقت ہم جو گفتگو کر رہے ہیں وہ اس سلسلے میں ہے کہ انسان کا اصل مقصد تو قربِ خداوندی جل جلالہ کا حصول ہو لیکن اس میں کوئی دوسرا باعث مثلاً ریا کاری یا نفسانی فوائد وغیرہ شامل ہو جائیں۔ اسکی مثال یوں سمجھئے کہ کوئی شخص تقرّب الٰہی کیلئے روزہ رکھے لیکن ضمنی طور پر معدے کو آرام پہنچانے کا فائدہ بھی حاصل کرنا چاہتا ہو یا غلام آزاد کرے اور ضمنی طور پہ یہ ارادہ بھی کرے کہ اس طرح غلام کی بداخلاقی اور اخراجات سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا یا حج کرے اور ضمنی طور پہ یہ سوچے کہ سیر کرنے سے مزاج اعتدال پر آ جائے گا یا اپنے شہر میں پائے جانے والے کسی شر سے محفوظ رہے گا یا اس شہر میں کوئی دشمن موجود ہے جس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے یا بیوی بچوں یا کسی دوسرے کام سے تھک چکا ہے اور کچھ دن آرام کرنا چاہتا ہے۔

ایک مثال یہ بھی ہے کہ کوئی شخص جہاد کرتا ہے اور اسکے ساتھ ساتھ فن سپہ گری میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہے یا لشکر وغیرہ کی تیاری کا ڈھنگ سیکھنا چاہتا ہے یا کوئی شخص رات کو نماز پڑھتا ہے اور ایک مقصد یہ بھی ہے کہ فی الوقت یہ سونا نہیں چاہتا ہے یا گھر والوں اور سامان کی حفاظت کرنا چاہتا ہے یا کوئی طالب علم اسلئے علم حاصل کرتا ہے کہ اس علم کے ذریعے اسے کچھ مال آسانی سے حاصل ہوسکتا ہے یا خاندان میں عزّت یا علم کی عزّت کے باعث لالچی لوگوں سے اسکی زمین اور مال محفوظ رہیں۔

یا کوئی شخص درس و تدریس یا وعظ و نصیحت میں مصروف ہوتا ہے اور ان کاموں سے اسکا ایک مقصد خاموشی کی تکلیف سے جان چھڑانا اور باتیں کرنے کی لذّت حاصل کرنا ہوتا ہے یا کوئی شخص علماء و صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی خدمت اسلئے بھی کرتا ہو کہ دنیا میں اسکی عزت کی جائے گی یا اسکے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائیگا۔

یا کوئی شخص قرآن مجید اسلئے لکھتا ہو کہ بار بار کی کتابت سے لکھائی اچھی ہو جائے گی یا کوئی آدمی پیدل حج اسلئے کرے کہ کرایہ بچ جائے یا وضو اسلئے کرتا ہے کہ بدن صاف ہو جائے یا ٹھنڈک حاصل ہو غسل اسلئے کرتا ہے کہ بدن کی بو دور ہو یا حدیث پاک اسلئے روایت کرتا ہے تاکہ عمدہ اور اعلیٰ سند کا علم ہو یا مسجد میں اعتکاف کرتا ہے تاکہ گھر کے کرائے میں تخفیف ہو جائے یا روزہ رکھتا ہے تاکہ کھانے پکانے کے جھنجٹ سے بچ جائے۔

یا اسلئے کے دوسرے کاموں کیلئے فرصت مل جائے یا کوئی شخص سائل سے پیچھا چھڑانے کے لیئے صدقہ کرتا ہے یا کسی مریض کی بیمار پرسی اسلئے کرتا ہے کہ اگر وہ بیمار ہو تو اسکی بیمار پرسی کی جائے یا جنازے میں اسلئے جاتا ہے تاکہ لوگ اسکے

جنازے میں بھی شرکت کریں یاان کاموں میں کوئی کام اسلئے کرتا ہے کہ اسکی نیک نامی ہو جائے اور لوگ اسے اچھی نگاہ سے دیکھیں۔

بہر حال جب کسی عمل کا باعث تقرب خداوندی ہو لیکن اسکے ساتھ اس قسم کے مذکورہ امور میں سے بھی کوئی بات ملی ہوئی ہو تو اور اس شخص پر ان امور کی شرکت کی وجہ سے عمل کرنے میں آسانی پیدا ہو جائے اب اسکا عمل خالص نہ رہا۔ بلکہ اسمیں شرکت پائی گئی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان کا مفہوم ہے کہ شرکت والے عمل سے میں ہر اس شخص سے بڑھ کر بے نیاز ہوں جو شرکت سے بے نیاز ہو۔

خلاصہ:

خلاصہ یہ ہوا کہ جب کسی عمل میں وہ دنیاوی فوائد پائے جائیں جن سے نفس کو آرام ملتا ہے اور دل ان کاموں کی طرف مائل ہوتا ہے تو وہ عمل صاف اور خالص نہیں رہتا اور انسان کی حالت تو یہ ہے کہ دنیاوی مفادات سے بندھا، نفسانی خواہشات کے سمندر میں غرق ہے اور بہت کم اسکا فعل یا عبادت اس قسم کے فوائد اور اغراض سے خالی ہوتے ہیں اسی لئے کہا گیا ہے کہ جس شخص کی زندگی کا ایک لمحہ بھی خالص رضائے الٰہی میں گزرا وہ نجات پا گیا اور یہ بات اسلئے ہے کہ خلوص بہت نادر اور ان ملاوٹوں سے دل کا پاک وصاف ہونا نہایت مشکل ہے۔

چنانچہ حقیقی خالص تو وہ عمل ہے جسے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے کیا گیا ہو اور اگر کسی عمل کا باعث مذکورہ بالا ملاوٹوں ہی میں سے کوئی ہو تو ایسے شخص کا معاملہ کتنا خطرناک ہوگا لیکن فی الحال ہمارے پیش نظر وہ صورتیں ہیں کہ جب بندے کا مقصد اصلی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہو پھر اسکے عمل میں مذکورہ ملاوٹیں شامل ہو جائیں تو کیا ہوگا؟

اور ہم نیّت کے باب میں باعث کی بحث کے دوران یہ بتا چکے ہیں کہ یہ ملاوٹ یا تو موافقت کے درجے میں ہوگی یا شرکت یا مدد واعانت کے طور پر ہوگی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ باعثِ نفسی (یعنی نفس کی اپنی کوئی خواہش جو عمل کی طرف ابھارے) باعثِ دینی (یعنی حصول قرب خداوندی کی تمنّا) کے برابر ہوگی یا اس سے زیادہ قوی ہوگی یا کمزور ہوگی اور ہر ایک کا حکم الگ ہے جسے ہم عنقریب بیان کریں گے۔

اخلاص کا مطلب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بہرحال اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ عمل ان تمام ملاوٹوں سے پاک ہو۔ ملاوٹ خواہ کم ہو یا زیادہ یہاں تک کہ صرف اللہ عزوجل کے قرب کی خواہش کے علاوہ عمل پر اسے کوئی شئے نہ ابھارے اور یہ بات اسی شخص سے صادر ہوسکتی ہے جو رب کائنات عزوجل سے سچی محبت کرتا ہے، اسکا عاشق زار ہے اور اُسی کے عشق میں اتنا گرفتار ہے کہ اسکا دل دنیا کی محبت سے بیزار ہے اور دنیا کی محبت کیلئے دل میں کوئی جگہ موجود نہیں حتی کہ اسے کھانے پینے کی طرف رغبت نہیں ہوتی بلکہ اس سلسلے میں اسکی رغبت محض اتنی ہوتی ہے جس سے ضرورت پوری ہو جائے کہ یہ ایک فطری امر ہے لہٰذا وہ کھانے کی خواہش اسی لئے نہیں کرتا کہ یہ کھانا ہے بلکہ اس لیئے کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قدرت حاصل ہو سکے۔

وہ تمنّا کرتا ہے کہ کاش وہ بھوک کی آفت سے محفوظ ہو جائے، تا کہ اسے کھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے چنانچہ اسکے دل میں ضرورت سے زائد چیزوں کیلئے کوئی جگہ نہیں ہوتی اور ضرورت کی چیزوں کی طلب بھی محض اس وجہ سے ہوتی ہے کہ یہ اسکے دین کی ضرورت ہے اسے اگر فکر ہوتی ہے تو صرف فکر الٰہی پس ایسا شخص جب کھاتا، پیتا یا قضائے حاجت کیلئے جاتا ہے تو تمام حرکات وسکنات میں اسکا عمل خالص اور نیّت درست ہوتی ہے مثلاً وہ اس نیّت سے سوتا ہے تا کہ آرام حاصل کر کے عبادت کیلئے تیار ہو جائے۔ تو اسکا سونا بھی عبادت ہے اور اس معاملے میں اسے مخلِصین کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

لیکن جس شخص کی حالت ایسی نہ ہو اس پر اعمال کے سلسلے میں اخلاص کا دروازہ بند رہتا ہے البتہ کبھی کبھار اسے یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔ اور جس طرح وہ آدمی جس پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو اسکی عام حرکات میں بھی یہی رنگ جھلکتا ہے اور وہ مجسّم اخلاص بن جاتا ہے اسی طرح وہ آدمی جسکے نفس پر کوئی دنیوی شئے مثلاً، دنیوی اقتدار، طاقت اور بلند مرتبہ وغیرہ کوئی ایسی شئے غالب آجائے جسکا رب عزوجل سے کوئی تعلق نہ ہو تو اسکی تمام حرکات میں بھی یہی رنگ جھلکتا ہے، حتی کہ اسکی عبادتیں بھی اس ملاوٹ سے کم ہی محفوظ رہتی ہیں۔

اخلاص کس طرح حاصل ہوتا ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اخلاص اسطرح حاصل ہوتا ہے کہ نفسانی خواہشات پر قابو پا لیا جائے اور دنیا کے طمع کو ختم کر کے صرف رب عزوجل کی رضا کو پیش نظر رکھا جائے یعنی وہی دل پر غالب ہو اس وقت اخلاص آسان ہوگا ورنہ کتنے ہی اعمال ایسے ہیں جن میں انسان تھکاوٹ برداشت کرتا ہے اور اس کے خیال میں یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہوتا ہے حالانکہ وہ اس سلسلے میں دھوکے کا شکار ہوتا ہے کیوں کہ ان میں آفت کی وجہ اسے معلوم نہیں ہوتی۔

جیسے کہ کسی بزرگ رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے انہوں نے فرمایا "میں نے تیس سال کی نمازیں جو میں پہلی

صف میں پڑھتا تھا، دوبارہ پڑھیں وہ اس وجہ سے کہ ایک دن کسی عذر کی وجہ سے مجھے تاخیر ہوگئی اور میں نے دوسری صف میں نماز پڑھی اس سے مجھے لوگوں کے سامنے شرمندگی ہوئی کہ انہوں نے مجھے دوسری صف میں دیکھا اس سے مجھے معلوم ہوا کہ جب لوگ مجھے پہلی صف میں دیکھتے تھے تو اس سے مجھے خوشی ہوتی تھی اور یہ بات میرے لئے راحتِ قلبی کا سبب تھی لیکن مجھے اس کی خبر نہ تھی"

اور یہ ایک باریک اور پوشیدہ بات ہے کہ اس جیسی باتوں سے بہت کم اعمال محفوظ ہوتے ہیں اور اس بات سے صرف انہی لوگوں کو آگاہی ہوسکتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ اس بات کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اور جو لوگ اس سے غافل ہیں وہ قیامت کے دن اپنی تمام نیکیوں کو گناہوں کی شکل میں پائیں گے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے وہی لوگ مراد ہیں۔

وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ٥ وَ بَدَالَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوْا

ترجمہ کنزالایمان: "اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو انکے خیال میں نہ تھی، اور ان پر اپنی کمائی ہوئی برائیاں کھل گئیں" (پارہ ۲۴، سورۂ زمر، آیت ۴۷، ۴۸)

اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا فرمان عبرت نشان ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا الَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِى الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا

ترجمہ کنزالایمان: "تم فرماؤ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل کن کے ہیں ان کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم گئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کررہے ہیں" (پارہ ۱۶ سورۂ کہف، آیت ۱۰۳، ۱۰۴)

اور اس فتنے کا زیادہ تر شکار علماء ہیں کیوں کہ ان میں سے اکثر اپنے علم کو پھیلانے سے غلبے کی لذت دوسروں کو اپنا فرمانبردار بنانے کی خوشی اور تعریف سے سرور محسوس کرتے ہیں۔ اور شیطان ان کو دھوکے میں ڈالتے ہوئے کہتا ہے تمہاری غرض تو دین خداوندی پھیلانا اور رسول کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین سے مخالفوں کو دور کرنا ہے اور ایسے مبلغین گویا لوگوں اور بادشاہوں کی خیر خواہی اور وعظ و نصیحت کا (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ پر احسان جتاتے ہیں اور اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ لوگ ان کی بات کو قبول کرتے ہیں اور ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور مبلغ دعوٰی کرتا ہے کہ میری خوشی کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی نصرت میرے لئے آسان کردی۔

حالانکہ اگر اس کا کوئی ہمعصر اس سے اچھا بیان کرتا ہو اور لوگ اِس سے ہٹ کر اُس کی طرف متوجہ ہوجائیں تو یہ بات اسے بری لگتی ہے اور وہ غمگین ہوجاتا ہے۔ اگر اس کے بیان کا باعث دین نہیں ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا کیونکہ اللہ

تعالیٰ نے یہ کام دوسرے کے سپرد کر دیا۔اس کے باوجود شیطان اُس کا پیچھا نہیں چھوڑتا اور کہتا ہے کہ تیرے غم کا سبب تو یہ ہے کہ تجھ سے ثواب چلا گیا تو اس لئے غمگین نہیں کہ لوگ تجھے چھوڑ کر دوسری طرف چلے گئے ۔ کیوں کہ اگر وہ تیری بات سے نصیحت حاصل کرتے تو ثواب تجھے ہوتا اور تیرا ثواب کے چلے جانے پر غمگین ہونا اچھا ہے اور اس بیچارے کو معلوم نہیں کہ اس کا حق بات تسلیم کر لینا تبلیغ کا کام کرنا اپنے سے افضل کے سپرد کرنا زیادہ ثواب کا باعث ہے اور تنہا تبلیغ کے مقابلے میں اس صورت میں ثواب زیادہ ہوگا تو بتایئے اگر حضرت سَیِّدُ نا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت سَیِّدُ نا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر غمگین ہوتے تو کیا یہ غم اچھا ہوتا یا برا؟ یقیناً کسی بھی دین دار آدمی کو اس بات میں شک نہیں کہ اگر حضرت سَیِّدُ نا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسا کرتے تو یہ بات قابل تعریف نہ ہوتی کیوں کہ ان کا حق کے سامنے جھک جانا اور قوم کے معاملہ میں اپنے سے افضل کے سپرد کر دینا خود لوگوں کے مسائل کی ذمہ داری اٹھانے سے بہتر تھا اور اس میں ثواب بھی زیادہ ہے بلکہ حضرت سَیِّدُ نا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بات پر خوش ہوئے کہ جو شخصیت ان سے افضل ہے اس نے تن تنہا اس ذمہ داری کو اٹھایا۔

چنانچہ ایسے مبلغین وعلماء کو کیا ہوا کہ وہ اس بات پر خوش نہیں ہوتے بعض اوقات کچھ اہل علم شیطان کے دھوکے میں آجاتے ہیں اور دل میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی ہم سے افضل عالم پیدا ہوا تو ہمیں خوشی ہوگی لیکن امتحان سے پہلے یہ بات کہنا محض جہالت اور نفس کا دھوکہ ہے کیونکہ نفس اس قسم کے وعدوں میں فوراً جھک جاتا ہے اور یہ اُسی وقت تک ہوتا ہے جب تک وہ معاملہ درپیش نہیں ہوتا لیکن جب وہ معاملہ آجاتا ہے تو نفس میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اور اپنے قول سے پھر جاتا ہے، اور اس بات کی معرفت اسی شخص کو ہوسکتی ہے جو شیطان اور نفس کے مکر وفریب کو جانتا ہو اور اس سلسلے میں اسے کافی تجربہ ہو۔

تو میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حقیقتِ اخلاص کی معرفت اور اس پر عمل ایک گہرا سمندر ہے اس میں اکثر لوگ ڈوب جاتے ہیں محض اِکا دُکا ہی محفوظ رہتے ہیں قرآن مجید کی اس آیت میں اس استثناء کا ذکر ہے، چنانچہ اللہ ربّ العزّت کا فرمان برأت نشان ہے:

اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ

ترجمہ کنز الایمان: ''مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں'' (پارہ ۲۳ سورۂ ص' آیت ۸۳)

......{ ☆ }......

{ فصل......۳ }

اخلاص کے بارے میں چند اقوال

حضرت سَیِّدُ نا سُوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اخلاص اس بات کا نام ہے کہ خود اپنے اخلاص پر بھی نظر نہ رہے

کیوں کہ جوشخص اپنے اخلاص میں اخلاص کو دیکھتا ہے اسکا اخلاص ابھی اخلاص کامحتاج ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرت سَیِّدُ نا سُوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو کچھ فرمایا وہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اپنے عمل کو خود پسندی سے بھی پاک وصاف رکھا جائے کیوں کہ اخلاص کی طرف توجہ اور اس پرنظر بھی خود پسندی ہے اور یہ بھی آفات میں سے ایک آفت ہے خالص عمل وہ ہے جو تمام آفت سے پاک ہو اور یہ اپنے عمل کو خالص سمجھنا بھی ایک بڑی آفت ہے۔

حضرت سَیِّدُ نا سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اخلاص یہ ہے کہ بندے کی حرکت وسکون سب کچھ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، آپ رضی اللہ عنہ کا یہ قول جامع ہے اور اس سے بات پوری طرح مکمل ہو جاتی ہے۔

حضرت سَیِّدُ نا ابراھیم بن ادھم رضی اللہ عنہ کے قول کا بھی یہی مطلب ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اخلاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیّت کو سچا کرنے کا نام ہے''۔

حضرت سَیِّدُ نا سہل رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نفس پر سب سے سخت بات کیا ہے؟۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اخلاص''، کیوں کہ اس میں نفس کا اپنا کوئی حصہ نہیں ہے۔''

حضرت سَیِّدُ نا رویم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے والا دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں اس عمل کا بدلہ نہ مانگے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نفسانی مقاصد دنیوی ہوں یا اُخروی درحقیقت آفت ہیں اور جو شخص اس لیے عبادت کرے کہ جنت میں نفسانی خواہشات سے بہرہ ور ہو وہ (مقربین کے نزدیک) آفت زدہ ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عمل سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہونی چاہیئے اور یہ صدیقین کے اخلاص کی طرف اشارہ ہے جسے ''خالص اخلاص'' کہتے ہیں۔

لیکن جو شخص جنت کی امید اور جہنم کے خوف سے عبادت کرتا ہے وہ فوری طور پر ملنے والے فوائد کے اعتبار سے تو مخلص ہے لیکن دوسری طرف وہ پیٹ اور شرمگاہ کی خواہش کو پورا کرنا چاہتا ہے خواہ جنت میں ہی سہی جبکہ عقل مند لوگوں کا سچا مطلوب تو فقط اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتا ہے۔

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ اطاعت، مناجات اور بارگاہ خداوندی کی دائمی حاضری جیسی اہم نعمتیں جو ان کے پاس ہیں اگر اس کے بدلے میں ان کو جنت کی تمام نعمتیں بھی دی جائیں تو وہ اسے حقیر جانیں اور اس کی طرف متوجہ نہ ہوں پس ان کی ہر حرکت اور عبادت کا بھی ایک مقصد ہوتا ہے اور وہ فقط ذاتِ معبود ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

اخلاص کے بارے میں مختلف اقوال :

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرت سَیِّدُ نا ابو عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اخلاص یہ ہے کہ انسان ہمیشہ اپنے خالق کی طرف دیکھے اور یوں مخلوق کو دیکھنا بھول جائے"۔ اس قول میں صرف ریا کی آفت کی طرف اشارہ ہے اسی لیے بعض بزرگوں رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا عمل میں اخلاص یہ ہے کہ شیطان اس پر مطلع نہ ہو ورنہ وہ اسے بگاڑ دے گا اور نہ فرشتوں کو اس کا علم ہو کہ وہ اسے لکھیں یہ محض پوشیدہ رکھنے کی طرف اشارہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اخلاص وہ چیز ہے جو مخلوق سے پوشیدہ اور ملاوٹ سے پاک ہو اور یہ قول تمام مقاصد کو جامع ہے۔

حضرت سَیِّدُ نا محاسبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اخلاص یہ ہے کہ بندہ رب جل جلالہ کے معاملے سے مخلوق کو نکال دے"۔ اس قول میں محض ریا کی نفی کی طرف اشارہ ہے اسی طرح حضرت سَیِّدُ نا خوّاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جو شخص جاہ و منصب کا پیالہ پیتا ہے وہ بندگی کے اخلاص سے نکل جاتا ہے"۔ حضرت سَیِّدُ نا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے آپ علیہ السلام کی خدمتِ بابرکت میں عرض کیا کہ کس کا عمل خالص ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا "وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرتا ہے اسے یہ بات پسند نہیں ہوتی کہ اس پر کوئی اس کی تعریف کرے" تو یہ بھی ریا کو چھوڑنے کی طرف اشارہ ہے آپ علیہ السلام نے اس بات کو خاص طور پر اس لئے ذکر فرمایا کہ اخلاص میں نقصان کا یہ سب سے بڑا سبب ہے۔

حضرت سَیِّدُ نا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اخلاص، عمل کے کدورتوں سے پاک ہونے کا نام ہے"۔ حضرت سَیِّدُ نا فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "لوگوں کو دکھانے کیلئے عمل کو چھوڑنا ریا ہے اور ان کیلئے عمل کرنا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ان دونوں مصیبتوں سے بچائے"۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اخلاص دائمی مراقبہ (اعمال کی حفاظت) اور نفسانی اغراض کو بھولنے کا نام ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ سب کچھ اخلاص کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ ورنہ اس سلسلے میں بے شمار اقوال ہیں لیکن واضح ہو جانے کے بعد زیادہ باتیں نقل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اور اس سلسلے میں شافی بیان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخلاص کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنْ تَقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ ثُمَّ تَسْتَقِیْمَ کَمَا اُمِرْتَ (سنن ابنِ ماجہ، ص۲۹۴، ابواب الفتن)

ترجمہ: "تم کہو کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر استقامت اختیار کرو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا۔

یعنی اپنے نفس اور خواہش کے پیروکار نہ بنو اور صرف اپنے رب عزوجل کی عبادت کرو اور اس کی عبادت میں اسی طرح

سیدھی راہ پر رہو جس طرح تمہیں حکم دیا گیا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غیر سے توجہ بالکل ہٹالے اور یہی سچا اخلاص ہے۔

{فصل ......۴ }

اخلاص کی آفات اور ملاوٹوں کے درجات

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! وہ آفات جو اخلاص کو آلودہ کر دیتی ہیں ان میں سے بعض واضح ہیں اور بعض پوشیدہ ہیں اور بعض واضح ہونے کے باوجود کمزور ہیں جب کہ بعض پوشیدہ ہونے کے باوجود قوی و مضبوط ہیں اور پوشیدہ و ظاہر ہونے کے حوالے سے ان کے درجات کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے اور اخلاص کو سب سے زیادہ خراب کرنے والی چیز ریا کاری ہے تو اس سلسلے میں مثال بیان کرتے ہوئے۔

جب کوئی شخص خلوص سے نماز پڑھ رہا ہو تو شیطان اُس کو اپنے وقت آفت میں مبتلا کرتا ہے جب کچھ لوگ اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہیں ہوں یا اس کے پاس کوئی شخص آئے تو شیطان کہتا ہے اچھی طرح نماز پڑھو تا کہ دیکھنے والا تمہیں تعظیم کی نگاہ سے دیکھے اور تجھے اچھا سمجھے اور نہ تو تجھے حقارت کی نگاہ سے دیکھے اور نہ تمہاری غیبت کرے، اب یہ شخص شیطان کی بات سن کر اپنے اعضاء میں خشوع ظاہر کرے اور اچھے طریقے سے نماز ادا کرے تو یہ بالکل واضح ریا ہے حتی کہ ابتدائی مریدین پر بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ جب مرید اس آفت کو سمجھ گیا اور اس نے اس سے بچاؤ کی راہ اختیار کر لی اور اب وہ شیطان کی اطاعت نہیں کرتا اور نہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے بلکہ پہلے کی طرح نماز کو جاری رکھتا ہے تو اب شیطان کسی نیکی کے بہانے سے اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے تیری اتباع اور اقتداء کی جاتی ہے اور تجھے دیکھا جاتا ہے تو جو عمل کرتا ہے لوگ اس سے اثر لیتے ہیں اور تجھے دیکھ دیکھ کر عمل کرتے ہیں اگر تو اچھا عمل کرے گا تو ان کے عمل کا ثواب بھی پائے گا۔ اور اگر برا کرے گا تو ان کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا لہٰذا اس آدمی کے سامنے عمل اچھا کرو ہو سکتا ہے وہ خشوع وخضوع اور اچھی طرح عبادت کرنے میں تیری پیروی کرے۔

یہ درجہ پہلے درجے کی نسبت کچھ پوشیدہ ہے اور بعض اوقات اس صورت میں وہ لوگ بھی دھوکے کا شکار ہو جاتے ہیں جو پہلی صورت میں نہیں ہوتے یہ بھی عین ریا کاری ہے اور اس سے اخلاص باطل ہو جاتا ہے کیوں کہ اگر وہ خشوع اور حُسنِ عبادت کو اتنا ہی اچھا سمجھتا ہے کہ دوسرے کیلئے اسے چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتا تو خلوت میں خود اس کو اپنانے پر راضی کیوں

نہیں اور بات ممکن نہیں کہ کوئی شخص اپنے آپ پر کسی دوسرے کو ترجیح دے بلکہ حقیقی رہنما تو وہ شخص ہے جو خود سیدھے راستے پر ہو اس کا دل نور اخلاص سے منور ہو پھر یہ نور دوسروں تک پہنچے اور اس کو ثواب حاصل ہو۔ پس جبکہ یہاں تو یہ صورت ہے کہ جو شخص اس کی اقتدا کرے گا اُسے تو ثواب حاصل ہو گا لیکن خود اس سے اس بات کی باز پرس ہو گی کہ تو نے دھوکہ کیوں کیا اور جو کچھ تنہائی میں نہ کرتا تھا محفل میں اسے کیوں کیا؟

تیسرا درجہ پہلے دونوں درجوں سے بھی زیادہ گہرا ہے کہ اگر بندہ اپنی آزمائش کرے اور شیطان کے مکروفریب سے آگاہ ہو اور جان لے کہ خلوت کی صورت میں عبادت کی کیفیت کا کچھ اور ہونا اور کسی کے سامنے دوسری کیفیت کا ہونا محض ریا ہے اور اس بات کو بھی جان لے کہ اخلاص اس چیز کا نام ہے کہ خلوت میں نماز لوگوں کے سامنے والی نماز کی طرح ہو اسے اپنے آپ سے بھی حیا آئے اور اپنے رب سے بھی اس بات سے حیا کرے کہ خلوت میں جو خشوع پایا جاتا ہے لوگوں کے سامنے اس سے زائد خشوع ظاہر کرے چنانچہ اب آدمی اگر خلوت میں اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو اور اپنی نماز کو اس طریقے پر اچھا بنائے جس طریقے کو لوگوں کے سامنے پسند کرتا تھا۔ اور لوگوں کے سامنے بھی اسی طریقے پر نماز پڑھے تو یہ باریک قسم کی ریا کاری ہے کیوں کہ اس نے تنہائی میں نماز کو اس لیے اچھا کیا کہ لوگوں کے سامنے بھی اسی طرح اچھا بنائے تو خلوت اور مجمع دونوں میں اس کی توجہ مخلوق کی طرف ثابت ہوئی حالانکہ اخلاص تو یہ ہے کہ اس کی نماز کی طرف جانوروں اور انسانوں کا دیکھا برابر ہو گویا اس کا دل برداشت نہیں کرتا کہ لوگوں کے سامنے نماز بری طرح ادا کرے پھر اپنے دل میں شرماتا ہے کہ کہیں ریا کاروں میں سے نہ ہو جائے اور وہ خیال کرتا ہے کہ جب خلوت اور مجلس کی نماز ایک جیسی ہو جائے گی تو ریا کاری ختم ہو جائے گی۔

لیکن یہ بات صحیح نہیں بلکہ ریا کاری کا زوال اس وقت ہو گا کہ خلوت اور اجتماع دونوں صورتوں میں مخلوق پیش نظر نہ ہو جس طرح جمادات کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔

چوتھا درجہ سب سے زیادہ باریک اور خفی ہے کہ جب لوگ اسے نماز میں دیکھیں اور شیطان یہ بات کہنے سے عاجز آجائے کہ ان کیلئے خشوع اختیار کرو کیوں کہ شیطان اس بات کو جانتا ہے کہ وہ شخص اس فریب کو سمجھ چکا ہے اس لیے شیطان کہتا ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال میں غور کرو اور دیکھو تم کس کے سامنے کھڑے ہو اور اس بات سے حیا کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو دیکھے اور تمہارا دل اس سے غافل ہو اس خیال کے آنے سے اس کا دل حاضر ہوتا ہے اور اعضاء میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور وہ اسے عین اخلاص سمجھتا ہے (یعنی لوگوں کے سامنے شیطان اُسے خشوع دلا کر اس کی توجہ لوگوں کی طرف کروا دیتا ہے) حالاں کہ یہ تو خالص مکر اور دھوکہ ہے اگر اس کا خشوع اللہ تعالیٰ کے جلال کو دیکھتے ہوئے ہوتا تو تنہائی میں بھی یہ خطرہ

ہوتا اور یہ حالت دوسروں کے دیکھنے کے ساتھ مخصوص نہ ہوتی۔

اس آفت سے محفوظ ہونے کی علامت یہ ہے کہ یہ خیال تنہائی میں بھی اس کے دل میں جما رہے جس طرح مجلس میں رہتا ہے اور دوسروں کی موجودگی اس عبادت وکیفیت کا سبب نہ ہو جس طرح جانوروں کی موجودگی اس خیال کا باعث نہیں ہوتی پس جب تک وہ انسانی مشاہدے اور جانور کے مشاہدے میں فرق کرتا ہے اخلاص کی نورانیّت سے محروم رہے گا اور اس کا باطل شرک خفی یعنی ریا سے آلودہ رہے گا اور یہ شرک انسان کے دل میں، سیاہ چیونٹی کے سخت اندھیری رات میں سخت پتھر پر چلنے سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

شیطان سے کون بچ سکتا ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! شیطان سے وہی شخص بچ سکتا ہے جو نہایت گہری نظر رکھتا ہو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور اس کی توفیق کے سبب خوش نصیب ہو ورنہ شیطان ہر وقت ان لوگوں کی تاک میں رہتا ہے جو عبادت خداوندی میں مستعد ہوتے ہیں وہ ان سے ایک لحظہ کیلئے بھی غافل نہیں ہوتا اور ان کو ہر حرکت میں ریا کاری پر ابھارتا ہے حتی کہ آنکھوں میں سرمہ لگانے مونچھیں کاٹنے، جمعہ کے دن خوشبو لگانے، اور کپڑے پہننے میں ریا کاری کی ترغیب دلاتا ہے کیوں کہ یہ امور مخصوص اوقات میں سنت ہیں اور نفس کیلئے ان میں ایک خفی غرض اور وہ یہ کہ لوگ ان کاموں کو دیکھتے ہیں اور طبعیت انھیں اچھا سمجھتی ہے اس لیے شیطان ان کاموں کے کرنے کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سنت ہے اس لیے اسے چھوڑنا نہیں چاہیے اور نفس کو اس تقریر سے اس لیے ترغیب ملتی ہے کہ اس کی اپنی خواہش اسکے مطابق ہوتی ہے یا اس میں ریا کی کچھ آمیزش ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ اخلاص کی حد سے نکل جاتا ہے اور جو ان تمام آفات سے محفوظ نہ ہو وہ خالص نہیں۔

بلکہ جو شخص ایسی مسجد میں اعتکاف کرتا ہے جس کی تعمیر اور صفائی وغیرہ عمدہ ہے اور اس سے طبعیت مانوس ہوتی ہے تو شیطان اس سلسلے میں اسے رغبت دیتا ہے اور اعتکاف کے فضائل کثرت سے بیان کرتا ہے جبکہ بعض اوقات اس کا محرکِ خفی مسجد کی خوبصورتی کی وجہ سے جی بہلانا اور اس میں طبعیت کا آرام پانا ہوتا ہے اور یہ بات اس وقت واضح ہوتی ہے جب ایک مسجد، دوسری کے مقابلے میں زیادہ خوبصورت ہو تو اب اسکا نفس اُس مسجد کی طرف مائل ہو جائے گا۔

اور ان سب صورتوں میں طبعیت کی آمیزش اور نفس کی کدورت ملی ہوتی ہے اور یہ بات اخلاص کو ختم کر دیتی ہے جس طرح خالص سونے میں کھوٹ ملی ہوئی ہو تو اس کھوٹ کے کئی درجے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات کھوٹ غالب ہوتی ہے اور بعض ہوتی تو کم ہے لیکن جلد معلوم ہو جاتی ہے اور کبھی نہایت باریک اور گہری ہوتی ہے کہ تجربہ کار آدمی کے سوا کسی کو پتہ

نہیں چلتا۔

دل کا کھوٹ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہاں یہ بات یادرکھنے کے قابل ہے کہ دل کا کھوٹ شیطان کا مکروفریب اور نفس کا خُبث اس سے بھی زیادہ پوشیدہ اور دقیق ہوتا ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ عالم کی دو رکعتیں جاہل کی ایک سال کی عبادت سے افضل ہیں اور اس سے وہ عالم مراد ہے جو اعمال کی باریک و دقیق آفات کی بصیرت رکھتا ہو تاکہ ان آفات سے اپنے اعمال کو صاف کرسکے کیوں کہ جاہل کی نظر ظاہری عبادت پر ہوتی ہے اور اسی سے وہ دھوکہ کھا جاتا ہے جس طرح ایک نادان جو دینار کو دیکھتا ہے کہ سرُخ اور گول ہے حالانکہ وہ کھوٹا اور نکما سا دینار ہوتا ہے جب کہ تھوڑا سا خالص سونا جس کو تجربہ کار شخص پرکھتا ہے اس دینار سے بہتر ہے جس کو غبی اور ناواقف شخص اچھا سمجھتا ہے۔

پس (عالم و جاہل کی) عبادات میں تفاوت کا بھی یہی مسئلہ ہے بلکہ یہ اس سے بھی زیادہ سخت اور بڑا ہے اور جس قدر آفات اعمال میں داخل ہوتی ہیں وہ بے شمار ہیں لہٰذا ہم نے جو مثال بیان کی ہے اس کو سمجھ لیں کہ سمجھدار آدمی کیلئے تھوڑی سی گفتگو بھی کافی ہے جبکہ بے وقوف کو لمبی چوڑی باتوں سے بھی فائدہ نہیں لہٰذا تفصیل میں جانا بے فائدہ ہے۔

{فصل......۵}

مخلوط عمل کا حکم اور ثواب

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب عمل اللہ تعالیٰ کے لیے خالص نہ ہو بلکہ اس میں دکھاوا یا نفس کی اغراض پیش نظر ہوں تو اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا اس سے ثواب ملے گا، عذاب ہوگا؟۔ یا کچھ بھی نہیں ہوگا نہ ثواب نہ عذاب۔لیکن جس عمل میں صرف ریاکاری ہی مقصود ہو وہ تو یقیناً مہلک اور رب کی ناراضگی اور عذاب کا سبب ہے اور جو عمل اللہ تعالیٰ کیلئے خالص ہو وہ باعثِ ثواب ہے اختلاف صرف مخلوط عمل میں ہے احادیث کے ظاہر سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس عمل کا ثواب نہیں ہوگا لیکن اس سلسلے میں روایات میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے۔

سنن ابوداؤد میں ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ایک شخص جہاد کرتا ہے لیکن وہ سامانِ دنیا کا خواہشمند ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس کا جہاد نہیں۔(سنن ابی داؤد، ج اول، ص ۳۴۱ کتاب الجہاد)

ہمارے خیال میں باعثِ عمل کی طاقت کو دیکھا جائے (یعنی یہ دیکھا جائے کہ نفس کو اس عمل کیلئے کس شئے نے

اُبھارا اوراس کی قوت کتنی تھی) اگر دینی اور نفسانی باعث دونوں برابر ہوں تو اس سلسلے میں ثواب وعذاب کچھ نہ ہوگا اور اگر دکھاوے کا سبب غالب اورقوی ہوتو نہ صرف یہ کہ یہ عمل نفع نہ دے گا بلکہ الٹا باعثِ نقصان وعذاب ہوگا۔ ہاں اس صورت میں عذاب اُس عذاب سے ہلکا ہوگا جو محض ریا کی صورت میں ہوتا۔ اور تَقَرُّب ِخُداوندی کی نِیّت بالکل نہ ہوتی اور اگر کسی دوسرے باعث کے مقابلے میں تقرب خداوندی غالب ہوتو جس قدر باعثِ دینی زیادہ ہوگا اسی قدر ثواب بھی ملے گا۔ کیوں کہ ارشادخداوندی ہے:

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ

ترجمہ کنز الایمان: ''تو جوایک ذرّہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جوایک ذرّہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا''

(پارہ ۳۰، سورۂ زلزال، آیت ۷،۸)

اور ربِّ لم یزل عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عافیت نشان ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ وَ اِنۡ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفۡہَا

ترجمہ کنز الایمان: ''اللہ ایک ذرّہ بھر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہوتو اسے دونی کرتا'' (پارہ ۵، سورۂ النساء، آیت ۴۰)

لہٰذا نیکی کا ارادہ ضائع نہیں ہوگا بلکہ اگر ریا کا قصد غالب ہوتو اس کے برابر ثواب ضائع ہو جائے گا اور جو زائد ہے باقی رہ جائے گا جو کہ عذاب کا سبب بنے گا اور اگر قصدِ ریا مغلوب اور نیک مقصد غالب ہوتو اس کے سبب سے اتنا عذاب ساقط ہو جائے گا اور جو باقی بچے گا اسکا ثواب ہوگا۔

مقامِ تحقیق:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس بات کی تحقیق کچھ یوں ہے کہ اعمال کی تاثیر دلوں میں ہوتی ہے کہ جس صفت کی وجہ سے وہ صادر ہوتے ہیں اسے ہی پختہ کرتے ہیں چنانچہ جب یہ دونوں متضاد صفات دل میں لہٰذا اگر ریا کاری پر اُبھارنے والی نفسانی اور شیطانی ترغیب پر عمل کرلیا جائے تو دل میں ریا کاری کی صفت مضبوط ہو جائے گی اور اگر اخلاص پر اُبھارنے والے خیالات کے مطابق عمل کیا جائے تو دل میں اخلاص کی صفت قوت ہو جائے گی اور اگر اخلاص پر اُبھارنے والے خیالات کے مطابق عمل کیا جائے تو دل میں اخلاص کی صفت قوت پکڑے گی اور ان دونوں میں سے ایک صفت مہلک ہے یعنی ریا اور دوسری نجات دینے والی ہے یعنی اخلاص اب اگر دونوں کی قوت برابر ہوتو دونوں صفات مساوی ہو جائیں گی مثلاً کسی شخص کو گرم چیزیں نقصان دیتی ہیں جب وہ گرم چیز کھانے کے بعد ٹھنڈی چیز کھائے جس کی طاقت گرم چیز کی طاقت کے برابر ہوتو

ان دونوں کے کھانے کے بعد اس طرح ہوگا کہ گویا اس نے دونوں چیزیں نہیں کھائیں اور اگر ان میں سے ایک غالب ہو تو وہ اثر کرے گی (یعنی جو تاثیر غالب ہوگی وہ اپنا اثر ظاہر کرے گی خواہ گرم ہو یا ٹھنڈی)۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جس طرح کھانے، پانی اور دواؤں میں سے ذرّہ بھر بھی ضائع نہیں ہوتا اور سنتِ الٰہیہ کے مطابق جسم پر اس کا اثر ضرور ہوتا ہے اسی طرح نیکی و گناہ کا کوئی ذرّہ بھی ضائع نہیں ہوتا اور دل کو روشن یا تاریک کرنے اور اللہ تعالٰی سے قرب یا دوری کے سلسلے میں اس کی مخصوص تاثیر ہوتی ہے پس جب ایسا عمل کرے جو اسے بالشت بھر اللہ تعالٰی کے قریب کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ عمل بھی ہو جو بالشت بھر دُوری کا باعث ہو تو وہ پہلی حالت کی طرف لوٹ آئے گا اور اسے نہ تو کوئی فائدہ ہوگا اور نہ نقصان۔

تو اسے یوں سمجھئے کہ اگر ایسا عمل ہو جو دو بالشت قریب کرتا ہے اور دوسرا عمل ایک بالشت دور کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ ایک بالشت کی فضیلت باقی رہے گی۔

گناہ کے بعد نیکی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کچھ اسی قسم کا مفہوم ہمیں سرکارِ ذی وقار، شافعِ روزِ شمار، بیکسوں کے مددگار، غمزدوں کے غمگسار ﷺ کے ارشادِ گرامی قدر سے ملتا ہے:

اَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا

ترجمہ: ''(اگر) بُرائی (سرزد ہو جائے تو اس) کے بعد (توبہ اور کفارے کے طور پر) نیکی (کرلیا) کرو یہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی'' (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵، ص ۱۵۸، مرویات ابوذر)

چنانچہ میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب محض ریا کو اخلاصِ محض مٹا دیتا ہے تو جس صورت میں دونوں جمع ہوں تو وہ ضرور ایک دوسرے کو دور کریں گے۔ اور اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ جو شخص حج کے لئے جائے اور اس کے پاس تجارت کا مال بھی ہو تو اس کا حج صحیح ہوگا اور اس پر اسے ثواب بھی ملے گا اگرچہ اس میں نفسانی غرض شامل ہوگئی۔ ہاں ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ حج کا ثواب اس وقت ملے گا جب وہ مکہ مکرمہ پہنچ جائے اور ارکانِ حج بجالائے جبکہ سفرِ حج مشترک ہے اور جب تجارت کی نیّت ہو تو اس (سفر) کا ثواب نہیں ملے گا۔

لیکن بہتر یہ ہے کہ کہا جائے کہ جب محرکِ اصلی حج ہی ہے اور تجارت کی غرض بطور مددگار اور تابع کے ہے تو نفسِ سفر بھی ثواب سے خالی نہ ہوگا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ غازی جب کفار سے لڑیں اور ایک صورت میں مالِ غنیمت حاصل ہو اور

دوسری صورت میں غنیمت حاصل نہ ہو تو وہ ان دونوں صورتوں میں فرق نہیں پاتے یعنی یقیناً مال غنیمت سے دل خوش ہوتا ہے۔

لیکن یہ بات بھی عقل سے بعید ہے کہ یہ فرق ان کے ثواب کو بالکل ضائع کر دیتا ہے بلکہ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ جب جہاد کا باعث اصلی اور محرکِ قوی اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی بلند کرنا ہو اور غنیمت میں رغبت تابع ہو تو اس سے ثواب ضائع نہ ہوگا ہاں اس کا ثواب اس کے ثواب کے مساوی نہیں ہوگا جس کا دل غنیمت کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتا کیوں کہ غنیمت کی طرف توجہ بہرحال نقصان دہ ہے یعنی ثواب کو کم کرنے کا باعث ہے اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ آیات واحادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ریا سے ثواب ضائع ہو جاتا ہے اور طلبِ غنیمت، تجارت اور تمام نفسانی اغراض اسی معنیٰ میں ہیں۔

چنانچہ حضرت سَیِّدُ نا طاؤس رضی اللہ عنہ اور دیگر تابعین رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم، شاہ بنی آدم، نور مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو نیکی کرتا ہے یا یہ پوچھا کہ صدقہ کرتا ہے تو پسند کرتا ہے کہ اس کی تعریف بھی کی جائے اور اسے اجر بھی ملے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب نہ دیا حتیٰ کہ یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

فَمَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا

ترجمہ کنز الایمان: ''تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے'' (پارہ ۱۶، سورۂ کہف، آیت ۱۱۰)

اور اس شخص نے تعریف اور اجر دونوں کا ارادہ کیا تھا۔ (الدر المنثور، ج ۴، ص ۲۵۵، تحت آیت فمن کان یرجو لقاء ربہ)

حضرت سَیِّدُ نا معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَدۡنَی الرِّيَا شِرۡكٌ

ترجمہ: ''یعنی تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے'' (المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۷۲ کتاب معرفۃ الصحابۃ)

حضرت سَیِّدُ نا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مالک جنّت، قاسم نعمت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عظمت نشان ہے:

يُقَالُ لِمَنۡ اَشۡرَكَ فِيۡ عَمَلِهٖ خُذۡ اَجۡرَكَ مِمَّنۡ عَمِلۡتَ لَهٗ

ترجمہ: ''جو شخص اپنے عمل میں شرک کرتا ہے (قیامت کے دن) اس سے کہا جائے گا کہ تو نے جس کیلئے عمل کیا ہے اسی سے اجر طلب کرو'' (الترغیب والترہیب، ج اول، ص ۶۹، مقدمۃ الکتاب)

نیز حضرت سَیِّدُ نا عُبادہ رضی اللہ عنہ (ایک حدیث قدسی) روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''میں شرکت سے سب

سے زیادہ بے نیاز ہوں جو شخص میرے لیے عمل کرے اور اس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کرے تو میں اپنا حصہ بھی اپنے شریک کیلئے چھوڑ دیتا ہوں۔

مجاہد کون:

حضرت سَیِّدُ نا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اَعرابی نے نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص غیرت کے تحت لڑتا ہے دوسرا بہادری دکھانے کیلئے لڑتا ہے اور تیسرا شخص جنت میں اپنا مکان دیکھنے کیلئے لڑتا ہے (تو مجاہد فی سبیل لِلّٰہ کون ہے؟)۔

نبی اکرم نور مجسّم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

ترجمہ: "جو شخص اس لیے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی بلند ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں (مجاہد) ہے" (صحیح بخاری، ج اول، ص ۲۹۴، کتاب الجہاد)

حضرت سَیِّدُ نا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تم کہتے ہو فلاں شخص شہید ہے اور ہو سکتا ہے اس نے اپنے جانور کے بورے چاندی سے بھر لیے ہوں"۔

حضرت سَیِّدُ نا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیوں کے تاجدار، رسولوں کے سالار، سرکار والا تبار علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

مَنْ هَاجَرَ يَبْتَغِيْ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا فَهُوَ لَهٗ۔

ترجمہ: "جو شخص دنیا کی کوئی چیز حاصل کرنے کیلئے ہجرت کرے تو اس کیلئے وہی کچھ ہوگا" (مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۱۰۱، کتاب الصلوٰۃ)

تو اب ان آیات واحادیث کا جواب کیا ہوگا:

جوابِ امام غزالی رضی اللہ عنہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم کہتے ہیں یہ احادیث ہماری مذکورہ تقریر کے خلاف نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو شخص صرف دنیا چاہتا ہو جیسا کہ ابھی حدیثِ ہجرت میں گزرا اور یہی (دنیا) اس کے ارادے پر غالب ہو اور ہم نے ذکر کیا کہ یہ گناہ اور زیادتی ہے اور اسی طرف ان آیات واحادیث میں اشارہ یہ بات نہیں کہ طلبِ دنیا ہر حال میں حرام ہے بلکہ دینی

کاموں کومحض طلب دنیا کا آلہ بنالینا حرام ہے۔کیوں کہ اس میں عبادت کواپنے اصلی مقام سے تبدیل کرنالازم آتا ہے۔

ایک اہم نکتہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! لفظِ شرکت جہاں کہیں وارد ہوامطلق برابری کے معنیٰ میں آیا ہے(یعنی شرکت کامعنی یہ ہے کہ دین اور دنیا دونوں کاارادہ برابر ہو)اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب دوارادے مساوی ہوں تو ساقط ہوجاتے ہیں اور نفع نقصان کچھ بھی نہیں ہوتا لہٰذا اس پر ثواب کی امید نہیں رکھنی چاہیئے۔

پھر انسان حالتِ شرکت میں ہمیشہ خطرے میں رہتا ہے اسے معلوم نہیں کہ دونوں باتوں میں سے کونسی بات اس کے ارادے پر زیادہ غالب ہوگی پس بعض اوقات وہ اس کیلئے وبال بن جاتی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلۡیَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشۡرِکۡ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖۤ اَحَدًا ۔

ترجمہ کنزالایمان:''توجسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہواسے چاہئے کہ نیک کام کرے اوراپنے رب کی بندگی میں کسی کوشریک نہ کرے''(پارہ ۱۶،سورۂ کہف،آیت ۱۱۰)

مطلب یہ ہے کہ شرکت کے ہوتے ہوئے ملاقاتِ خداوندی کی امید نہ رکھے کیوں کہ شرکت کا سب سے نقصان دہ نتیجہ یہ ہے کہ عمل ساقط ہوجائے گا۔یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ منصبِ شہادت جہاد میں اخلاص کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اور یہ بات کہنا بعید از عقل ہے کہ جس شخص کا دینی ارادہ اس انداز کا ہوکہ وہ محض جہاد کی رغبت رکھے خواہ غنیمت حاصل ہو یا نہ ہو اور کفار کی دونوں قسم کی جماعتوں یعنی تونگر اور مفلس (دونوں) سے لڑسکتا ہو پس وہ مالدار جماعت کی طرف مائل ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی بلند ہواور غنیمت بھی حاصل ہو تو اسے ثواب بالکل نہیں ملے گا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ معاملہ اس طرح کیا جائے۔کیوں کہ اگر اس خیال کی خبر عام مسلمانوں کودی جائے تو یہ دین میں حرج کاباعث ہوگا اور مسلمان اس سے مایوسی کا شکار ہونگے۔کیوں کہ اس قسم کی ضمنی آمیزشوں سے انسان کبھی بھی خالی نہیں ہوتا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اوراس قسم کی بات ثواب میں کمی پیدا کرتی ہے عمل کو بالکل ضائع نہیں کرتی۔

البتہ اس میں انسان کیلئے بڑا خطرہ ہے کیوں کہ بعض اوقات وہ سمجھتا ہے کہ میرے عمل کا قوی سبب تقرب خداوندی کا قصد ہے حالاں کہ اس کے دل میں نفسانی اغراض غالب ہوتی ہیں اور چونکہ یہ بات نہایت خفی ہوتی ہے اوراجر کا حصول صرف اخلاص کی بنیاد پر ہوتا ہے تو انسان کو چاہیئے کہ خوب احتیاط سے کام لے اوراپنے نفس کے اخلاص کا کبھی یقین نہ

کرے۔اس لیے مناسب ہے کہ وہ ہمیشہ خوب کوشش کرتا رہے اور عبادت کے سلسلے میں قبول ورد کے درمیان مُتَرَدِّد رہے اور اس بات کا خوف رکھے کہ کہیں اس کی عبادت میں ایسی آفت نہ آجائے جس کا وبال ثواب کے مقابلہ میں زیادہ ہو اور بابِ بصیرت جو خوف خدا عزوجل رکھنے والے تھے وہ اسی طرح کرتے تھے۔اسی لیے حضرت سَیِّدُ نا سفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''میں اپنے ظاہر ہونے والے اعمال پر اعتماد نہیں کرتا'' اور ہر صاحبِ بصیرت کو اسی طرح کرنا چاہیئے ۔۔

اتنی احتیاط:

حضرت سَیِّدُ نَا عبدالعزیز بن روّاد رضی اللہ عنہ نے فرمایا''میں اس گھر (بیت اللہ شریف) کا ساٹھ سال مجاور رہا اور میں نے ساٹھ حج کئے لیکن میں نے اللہ تعالیٰ کیلئے جو عمل بھی کیا اس میں اپنے نفس کا محاسبہ کیا تو شیطان کا حصہ اللہ تعالیٰ کے حصے سے زیادہ پایا کاش میرا حساب برابر ہو نفع نہ ہو تو نقصان بھی نہ ہو''۔

کیا عمل چھوڑ دیا جائے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آفت اور ریا کے خوف سے عمل کو چھوڑ نا مناسب نہیں کیوں کہ شیطان کی انتہائی آرزو یہی ہے کہ بندہ عمل چھوڑ کر اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہو جائے۔حالانکہ بندے کا مقصد تو یہ ہونا چاہئے کہ اخلاص نہ جانے پائے اور جب عمل کو چھوڑے گا تو عمل اور اخلاص دونوں چلے جائیں گے۔

منقول ہے کہ ایک فقیر حضرت سَیِّدُ نا ابوسعید خراز رضی اللہ عنہ کی خدمت کیا کرتا اور ان کے اعمال میں مدد کرتا ایک دن حضرت سَیِّدُ نا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے حرکات کے سلسلے میں اخلاص کا ذکر کیا تو فقیر ہر حرکت میں دل کی نگرانی کرنے لگا اور اخلاص کو تلاش کرتا۔چنانچہ اس کیلئے حاجات کی تکمیل بھی مشکل ہوگئی جس سے شیخ کو نقصان ہوا انہوں نے فقیر سے پوچھا کام کیوں نہیں کرتے تو اس نے بتایا کہ میں نفس سے حقیقت اخلاص طلب کرتا ہوں اور میرا نفس اخلاص سے عاجز ہے لہٰذا میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔حضرت سَیِّدُ نا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا''اس طرح نہ کرو کیوں کہ اخلاص عمل کو ختم نہیں کرتا لہٰذا ہمیشہ عمل کرو اور اخلاص کی کوشش کرو میں نے تم سے یہ نہیں کہا ہے کہ عمل چھوڑ دو میں نے تو صرف یہ کہا کہ عمل میں اخلاص پیدا کرو''

حضرت سَیِّدُ نَا فضیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا''لوگوں کی وجہ سے عمل کو چھوڑ نا ریا ہے اور مخلوق کو دکھانے کیلئے عمل کرنا شرک''

مراقبہ اور محاسبہ کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہاں سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ مراقبہ (فکر مدینہ) اور اپنے نفس کے محاسبہ کے بارے میں سیر حاصل گفتگو فرمانے والے ہیں اس لئے بطور خاص ایک مختصر خطبہ ارشاد فرماتے ہیں جس میں نفسانی وساوس کی طرف

اشارہ فرما رہے ہیں اس کی تسہیل کچھ اس طرح ہے۔ کہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو ہر نفس کے عمل کا نگہبان اور ہر کاسِب کے کَسب کا نگران ہے دلوں میں پوشیدہ وسوسوں کو جانتا ہے اور بندوں کے قلبی اتار چڑھاؤ کا حساب رکھنے والا ہے، زمین و آسمان میں ایک ذرے کے برابر بھی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، وہ حرکت کرے یا پرسکون ہو، وہ گٹھلی کے سوراخ اور اس کی جھلی کے برابر اور کم یا زیادہ تمام اعمال کا محاسبہ فرمانے والا ہے اگر چہ وہ عمل پوشیدہ ہو وہ اپنے بندوں کی عبادات قبول کر کے ان پر فضل فرماتا ہے اگر چہ تھوڑی ہوں اور ان کے گناہوں کو معاف کرتا ہے اگر چہ زیادہ ہوں وہ ان کا محاسبہ اس لیے فرماتا ہے تا کہ ہر نفس کو اپنے عمل کا علم ہو جائے اور وہ دیکھے کہ اس نے آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا۔

اسے معلوم ہو جائے کہ اگر دنیا میں اس کی نگرانی اور محاسبہ نہ ہو تو قیامت کے دن بدبختی کا شکار ہو کر ہلاک ہو جائے گا اور اگر محاسبہ اور مراقبہ کے بعد وہ اپنے فضل و کرم سے اس کی کوئی اس معمولی پونجی کو قبول نہ فرمائے تو ہر نفس نقصان اٹھائے اور خسارے میں رہے۔

تو وہ ذات پاک ہے جس کی نعمت تمام بندوں کو کافی اور شامل ہے اور اس کی رحمت نے دنیا اور آخرت میں تمام مخلوقات کو ڈھانپ لیا تو اس کے فضل کی خوشبوؤں سے دل، ایمان کے لئے کھل گئے اور اس کی توفیق کی برکت سے اعضاء کو عبادت کا طریقہ، سلیقہ آیا نیز اس کے حُسنِ ہدایت سے دلوں سے جہالت کے اندھیرے چھٹ گئے اور اس کی تائید و مدد سے شیطان کے مکر و فریب ٹوٹ گئے، اسکے لطف و کرم سے نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا اور اس کے آسان کرنے سے عبادات آسان ہو گئیں۔

پس عطاء و جزاء قُرب و بُعد اور خوش بختی و بدبختی سب اُسی کی طرف سے ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے سردار حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ ﷺ کی منتخب آل پر جو منصب سیادت پر فائز ہیں اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جو متقی قائد ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد ارشاد خداوندی ہے۔

وَنَضَعُ الۡمَوَازِيۡنَ الۡقِسۡطَ لِيَوۡمِ الۡقِيَامَةِ فَلَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَيۡئًا وَ اِنۡ كَانَ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِنۡ خَرۡدَلٍ اَتَيۡنَا بِهَا وَ كَفٰى بِنَا حَاسِبِيۡنَ۔

ترجمہ کنز الایمان: ''اور ہم عدل کی ترازوئیں رکھیں گے قیامت کے دن تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہو گا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کو'' (سورۂ انبیاء، ۴۷)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَ يَقُولُونَ يَاوَيْلَتَنَا مَا لِهٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَ لَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَ وَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا

ترجمہ کنز الایمان: ''اور نامہ اعمال رکھا جائیگا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس کے لکھے سے ڈرتے ہوں گے اور کہیں گے ہائے خرابی ہماری اس نوِشتہ کو کیا ہوا نہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا جسے گھیر نہ لیا ہو اور اپنا سب کیا انہوں نے سامنے پایا اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا'' (پارہ ۱۵' سورۂ کہف' آیت ۴۹)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا أَحْصَاهُ اللّٰهُ وَ نَسُوهُ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ

ترجمہ کنز الایمان: ''جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا پھر انہیں ان کے کوتک جتا دیگا اللہ نے انہیں گن رکھا ہے اور وہ بھول گئے اور ہر چیز اللہ کے سامنے ہے'' (پارہ ۲۸' سورۂ مجادلہ' آیت ۶)

ارشاد خداوندی ہے:

يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ۔

ترجمہ کنز الایمان: ''اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہو کر تا کہ اپنا کیا دکھائے جائیں تو جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرّہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا'' (پارہ ۳۰' سورۂ زلزال' آیت ۶ تا ۸)

اور ارشاد باری تعالیٰ:

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُونَ

ترجمہ کنز الایمان: ''اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا'' (پارہ ۳ سورۂ بقرہ، آیت ۲۸۱)

مزید ایک اور جگہ ارشاد ربّانی ہے:

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗ أَمَدًا بَعِيدًا وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ۔

ترجمہ کنزالایمان: ''جس دن ہر جان نے جو بھلا کام کیا حاضر پائے گی اور جو برا کام کیا امید کرے گی کاش مجھ میں اور اسمیں دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے'' (پارہ ۳' سورۃ آل عمران' آیت ۳۰)

ایک اور جگہ ربّ قدیر جلّ جلالہ کا فرمان ہے:

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ فَاحۡذَرُوۡہُ

ترجمہ کنزالایمان: ''اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو'' (پارہ ۲' سورہ بقرہ' آیت ۲۳۵)

اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ارباب بصیرت نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ رہا ہے اور عنقریب ان سے اعمال کی پرسش ہوگی ۔ ان سے ذرّے کے برابر قلبی خیال کا بھی حساب ہوگا انہیں یقین ہوگیا کہ ان خطرات سے نجات کی یہی صورت ہے کہ ہمیشہ خود اپنا محاسبہ کریں اور سچے دل سے نگرانی کریں' اپنے نفس سے ہر سانس اور حرکت کا مطالبہ اور خیالات کا محاسبہ کریں جو شخص محاسبے سے پہلے خود اپنا محاسبہ کرتا ہے قیامت کے دن اس کا حساب آسان ہوگا اور سوال کے وقت وہ جواب دے سکے گا اور اس کا انجام بھی اچھا ہوگا اور جو آدمی اپنا محاسبہ نہیں کرتا وہ ہمیشہ حسرت کا شکار رہے گا اور حشر کے تکلیف دہ میدان میں اسے زیادہ دیر رُکنا پڑے گا نیز اس کی برائیاں اسے ذلت اور رب لم یزل عزّوجلّ کے غضب کا مستحق کردیں گی۔

جب ان پر یہ بات واضح ہوگئی تو انہیں معلوم ہوگیا کہ ان خرابیوں سے نجات صرف اطاعتِ خداوندی عزّوجلّ ہی کے ذریعے ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو صبر اور اپنے محاسبے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ فرمان احکم الحاکمین ہے۔

یَاۤ اَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَ صَابِرُوۡا وَ رَابِطُوۡا

ترجمہ کنزالایمان: ''اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو'' (پارہ ۴' سورۃ آل عمران' آیت ۲۰۰)

تو اُن نیک بندوں نے اپنے دشمن نفس امّارہ کی حفاظت اس طرح سے کی کہ پہلے ان سے شرطیں باندھیں پھر ان کی نگرانی کی پھر محاسبہ کیا اس کے بعد ان کو سزا دی پھر مجاہدہ کیا پھر ان کو جھڑکا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! تو نفس کی نگہداشت کے چھ مرحلے اور مقامات ہیں ان سب کی تشریح کرنا اور حقیقت و فضیلت بیان کرنا ضروری ہے اس سلسلے میں اعمال کی تفصیل بیان کرنا بھی لازمی ہے اور اس کی اصل محاسبہ ہے لیکن ہر حساب شرط رکھنے اور حفاظت کرنے کے بعد ہوتا ہے اور حساب کے بعد اگر نقصان والی صورت ہو تو ڈانٹ ڈپٹ اور سزا کا سلسلہ ہوتا ہے ہم توفیق خداوندی عزّوجلّ سے ان مقامات کی تشریح کرتے ہیں۔

{فصل......۱ }

نگہداشت کا پہلا مقام ...... باہم شرط رکھنا

جولوگ مل کر تجارت کرتے ہیں اوران کا سامان مشترک ہوتا ہے حساب کے وقت ان کا مقصد نفع کا حصول ہوتا ہے تو جس طرح ایک تاجر اپنے شریک سے مدد طلب کرتا ہے اور وہ اسے مال دیتا ہے تا کہ تجارت کرے اور پھر وہ اس سے حساب کرتا ہے اسی طرح عقل، راہِ آخرت کی تاجر ہے اوراس کا مطلب اور نفع، نفس کا تزکیہ ہے کیوں کہ یہی کامیابی کا باعث ہے۔

رب کریم عزوجل کا فرمان رحمت و بخشش نشان ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔

ترجمہ کنزالایمان:''بیشک مراد کو پہنچایا جس نے اسے ستھرا کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا''
(پارہ ۳۰، سورۂ شمس، آیت ۹، ۱۰)

اوراس نفس کی فلاح اچھے اعمال کے ذریعے حاصل ہوتی ہے اور عقل اس تجارت میں نفس سے مدد طلب کرتی ہے کیوں کہ وہ اس (نفس) کو استعمال کرتی ہے اوراسے مسخر کر کے اس کا تزکیہ (صفائی ستھرائی) کرتی ہے جس طرح تاجر اپنے شریک سے مدد طلب کرتا ہے اوراسی طرح اپنے غلام سے مدد لیتا ہے کہ وہ اس کے مال میں تجارت کرے۔

تو جس طرح شریک تاجر اس کا فریق بن جاتا ہے کہ نفع کے بارے میں اس سے جھگڑا کرتا ہے تو پہلے وہ اس سے شرائط طے کرتا ہے پھر اس کی نگرانی کرتا ہے تیسرے مرحلے میں اس سے حساب کرتا ہے اور چوتھے مرحلے میں اس پر ناراض ہوتا ہے اور جھگڑتا ہے۔ اس طرح عقل پہلے نفس سے شرائط طے کرتی ہے اوراسے کچھ ذمہ داریوں کا پابند کرتی ہے اسے کامیابی کے راستے دکھاتی ہے اوران راستوں پر چلنے کی تاکید کرتی ہے پھر کسی وقت بھی ان کی نگرانی سے غافل نہیں ہوتی کیوں کہ اگر وہ اسے کھلی چھوٹ دے دے تو خیانت اوراصل سرمایہ کے ضیاع کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا جس طرح خائن غلام کو مال دے کر اس سے باز پرس نہ کی جائے تو وہ اس طرح کرتا ہے۔

پھر فراغت کے بعد اس کا محاسبہ کرنا اور مقررہ شرائط کو پورا کرنے کا مطالبہ کرنا ضروری ہے اس تجارت کا فائدہ فردوس اعلیٰ (جنت) میں ملتا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور شہدائے عظام کی معیت رضی اللہ عنہم میں سدرۃ المنتہیٰ تک رسائی ہوتی ہے۔

بلکہ دنیوی نفع کی نسبت اس کی تجارت نگہداشت بہت ضروری ہے کیوں کہ دنیا کا نفع اُخروی نعمتوں کے مقابلے میں بہت حقیر ہے۔

پھر یہ بات بھی ہے کہ دنیا کا نفع فانی ہے اور ایسے مال کا کیا فائدہ جو دائمی نہ ہو اس سے وہ شر ہی اچھا ہے جو دائمی نہ ہو۔ کیوں کہ جو شر دائمی نہ ہو اسکے ختم ہونے سے دائمی خوشی حاصل ہوتی ہے اور برائی بھی ختم ہو جاتی ہے لیکن جو بھلائی باقی نہ رہے اس کے منقطع ہونے پر ہمیشہ کے لئے افسوس ہوتا ہے اور بھلائی الگ چلی جاتی ہے اسی لیے کہا گیا ہے۔

اَشَدُّ الْغَمِّ عِنْدِیْ فِیْ سُرُوْرٍ تَیَقَّنَ عَنْہُ صَاحِبُہٗ اِنْتِقَالًا۔

ترجمہ: ''میرے نزدیک اس خوشی کے حصول میں زیادہ غم (پوشیدہ) ہے جس کے حاصل کرنے والے کو اس کے چلے جانے کا یقین ہو'' ۔

تو خوشی کے پھول لے گا کب تلک
تو یہاں زندہ رہے گا کب تلک

لہٰذا ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے نفس کے محاسبہ سے غافل نہ ہو اس کی حرکات وسکنات اور خیالات اور لطف اندوزی کی حد بندی کردے کیوں کہ زندگی کا ہر سانس ایک ایسا نفیس جوہر ہے جس کی کوئی قیمت نہیں اس سے ایسے خزانے خریدے جاسکتے ہیں جن کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں تو ایسے سانسوں کو ضائع کرنا یا ایسے کاموں میں صرف کرنا جو ہلاکت کا باعث ہیں بہت بڑا نقصان ہے اور انتہائی ہلاکت خیز ہے جسے کوئی بھی سمجھدار آدمی پسند نہیں کرتا۔

اپنے نفس کو سمجھاؤ......!

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب صبح کے وقت نماز فجر سے فارغ ہو جائیں تو اپنے دل کو نفس کے ساتھ شرائط طے کرنے کے لئے فارغ کریں (یعنی دعوتِ اسلامی کی اصطلاح میں فکر مدینہ کریں) اور نفس سے کہیں کہ میری تمام پونجی یہی زندگی ہے اگر یہ ضائع ہوگئی تو میرا تمام مال ضائع ہو جائے گا اور تجارت کا نفع جاتا رہے گا۔ اس نئے دن میں مجھے اللہ تعالیٰ نے مہلت دی ہے اور مجھ پر انعام فرمایا اگر وہ مجھے موت دے دیتا تو میں تمنا کرتا کہ وہ مجھے دوبارہ دنیا میں صرف ایک دن کے لئے بھیج دے تاکہ میں اس میں اچھا عمل کروں۔

ہر نفس عمر گذشتہ کی ہے میت فانی
زندگی نام ہے مرمر کے جئے جانے کا

تو اے نفس! تو یوں سمجھ کہ تجھے موت آ گئی تھی اور اب تجھے دوبارہ بھیجا گیا ہے تو آج کے دن کو ضائع کرنے سے بچ' کیوں کہ ہر سانس ایک جوہر آبدار ہے جو انمول ہے۔

اے نفس! جان لے کہ دن رات میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے۔۔۔۔کہ بروز قیامت ہر بندے کیلئے دن رات میں چوبیس صندوق ایک قطار میں پھیلائے جائیں گے پھر ان میں سے ایک صندوق کھولا جائے گا وہ اسے دیکھے گا کہ وہ اس کی نیکیوں کے نور سے بھرا ہوگا جو عمل اس نے اس وقت کیا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ بہت زیادہ خوش ہوگا کیوں کہ یہ انوار ربّ غفّار ﷻ تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔

اور جب اس کیلئے ایک دوسرا سیاہ تاریک صندوق کھولا جائے گا تو اس کی بدبو پھیلے گی اور اس کا اندھیرا چھا جائے گا اور یہ اس وقت کا صندوق ہوگا جس میں اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہوگی تو اسے اس قدر خوف و دہشت کا سامنا کرنا پڑے گا کہ اگر اسے اہل جنت پر تقسیم کیا جائے تو وہ اس کی نعمتیں اور خوشی کے باوجود پریشان ہو جائیں پھر اس کیلئے ایک اور صندوق کھولا جائے گا جو خالی ہوگا۔ جس میں نہ تو کوئی خوشی کا سامان ہوگا اور نہ پریشانی کا، یہ وہ گھڑی ہوگی جس میں وہ سویا رہا یا غافل رہا یا دنیا کے کسی مباح کام میں مشغول رہا۔ اسے اس کے خالی ہونے کا ایسا غم ہوگا جیسے کسی بڑے نفع پر قادر شخص اور بڑے بادشاہ کو ہوتا ہے کیوں کہ اس نے اس میں سستی کی حتی کہ وہ وقت ہاتھوں سے نکل گیا۔ یہی نقصان اور حسرت تمہیں کافی ہے۔ ع بے عمل تو یاد رکھ پچھتائے گا

اسی طرح اس کے سامنے زندگی بھر کے صندوق کھولے جائیں گے لہٰذا آج محنت کر لے اور اپنے نامہ اعمال کو ان خزانوں سے بھر لے جو تیری سلطنت کا باعث ہیں۔ سستی، آرام طلبی اور کاہلی کی طرف نہ جا اس طرح تو علیّین کے درجات سے محروم رہ جائے گا۔ جو دوسروں کو حاصل ہونگے اور تیرے پاس نہ ختم ہونے والی حسرت کے سوا کچھ نہیں رہے گا، حتّٰی کہ اگر تو جنت میں داخل ہو گیا تب بھی اس نقصان اور حسرت کی تکلیف برداشت نہیں کر سکے گا اگر چہ وہ جہنم کے عذاب سے کم ہوگی۔

بعض بزرگ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں یہ ٹھیک ہے کہ رب عزوجل کی رحمت سے گناہ گار کی بخشش ہوگی لیکن کیا وہ نیکی کرنے والوں کو حاصل ہونے والے ثواب سے محروم نہیں ہوگا انہوں نے اسی نقصان اور حسرت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

چنانچہ رب قدیر ﷻ کا فرمان ہے:

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ۔

ترجمہ کنز الایمان: ''جس دن تمہیں اکٹھا کرے گا سب جمع ہونے کے دن وہ دن ہے ہار والوں کی ہار کھلنے کا'' (

پارہ ۲۸ سورۃ تغابن آیت ۹)

اعضاء کو بھی وصیت کریں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ اوقات کے حوالے سے نفس کو نصیحت ہے پھر اسے اس کے سات اعضاء، آنکھ، کان، زبان، پیٹ، شرمگاہ، ہاتھ اور پاؤں کے حوالے سے وصیت کریں کیوں کہ اس تجارت میں یہ اعضاء نفس کے خادم ہیں اور اُخروی تجارت کے امور ان ہی کے ذریعے مکمل ہوتے ہیں ۔جہنم کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لیے نافرمانوں میں سے ایک حصہ مقرر ہے، یہ دروازے اس شخص کے لئے متعین ہوں گے جو اعضاء کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے پس اپنے نفس کو وصیت کریں کہ وہ ان گناہوں سے محفوظ رہے۔ ہر عضو کا عطار لگا قفل مدینہ

آنکھ:

آنکھ کو غیر محرم کی طرف دیکھنے، کسی مسلمان کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنے یا کسی مسلمان کو حقارت کی نظر سے دیکھنے سے بچائیں بلکہ ہر فضول بات جس کی ضرورت نہ ہو، اس سے بھی بچائیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ جس طرح فضول کلام کے بارے میں پوچھے گا اسی طرح بندے سے فضول نظر کے بارے میں بھی سوال کرے گا۔

پھر جب ان کاموں سے نظر کو بچالیں تو صرف اسی پر قناعت نہ کریں بلکہ اسے ان کاموں میں مشغول رکھیں جن میں اس کی تجارت اور نفع ہے اور یہ وہ امور ہیں جن کیلئے نظر کو پیدا کیا گیا یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی صنعتوں کے عجائب کو عبرت کی نگاہ سے دیکھے اور اچھے لوگوں کے اعمال کو اس نیت سے دیکھے کہ ان کی پیروی کرے ۔قرآن پاک اور حدیثِ رسول ﷺ کو دیکھے اور اچھی کتابوں کا مطالعہ کرے تاکہ ان سے نصیحت اور فائدہ حاصل کرے۔اسی طرح ایک ایک عضو کے بارے میں نفس کو تفصیل بتادیں بالخصوص زبان اور پیٹ کے بارے میں زیادہ تاکید کیجئے۔

زبان:

قدرتی طور پر زبان چلتی رہتی ہے اور حرکت کرنے میں اسے کوئی مشقت نہیں ہوتی لیکن اس کی خطائیں مثلاً، غیبت، جھوٹ، چغلی، اپنی پاکیزگی بیان کرنا، مخلوق اور کھانے کی چیزوں کی برائی بیان کرنا، لعن طعن کرنا، دشمنوں کیلئے بددعا کرنا، اور گفتگو میں جھگڑا کرنا اس کے علاوہ بھی زبان کے بہت بڑے بڑے جرم ہیں۔

زبان ان آفات کیلئے ہر وقت تیار رہتی ہے حالانکہ اسے ذکر و تذکیر، تکرار علم، تعلیم، نیکی کی دعوت دینے، برائی سے منع کرنے، لوگوں میں صلح کرانے اور اسکے علاوہ دیگر نیکیوں کیلئے پیدا کیا گیا ہے لہٰذا اپنے نفس پر شرط رکھیں کہ وہ دن بھر زبان

کوذکر کے علاوہ حرکت میں نہیں لائے گا کیوں کہ مؤمن کا بولنا ذکر، دیکھنا عبرت، اور خاموشی فکر کیلئے ہوتی ہے۔ چنانچہ،

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان عبرت نشان ہے:

وَ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ

ترجمہ کنزالایمان: ''کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اسکے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو''۔ (پارہ ۲۶' سورۂ ق' آیت ۱۸)

ذکرو درود ہر گھڑی ورد زباں رہیں
میری فضول گوئی کی عادت نکال دو

پیٹ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! انہیں اعضاء میں پیٹ بھی ہے لہٰذا اسے حرص چھوڑنے پر مجبور کریں نیز یہ بھی ترغیب دلائیں کہ حلال اور وہ بھی بقدر حاجت کھائے، شبہے والی چیزوں اور بے جا خواہشات سے بچے اسکے علاوہ ضرورت کی مقدار ہی کو کافی سمجھے اور نفس کو بتادیں کہ اگر اس نے اس سلسلے میں مخالفت کی تو کھانا پینا ترک کر کے نفس کو سزا دی جائیگی تا کہ جس قدر اس نے ضرورت سے زیادہ حاصل کیا وہ ختم ہو جائے اسی طرح ہر عضو کے بارے میں نفس پر شرط رکھئے ان تمام کا ذکر بہت طویل ہے اور اعضاء کے گناہ اور اطاعت کو سمجھنا اتنا زیادہ مشکل نہیں ہے، اگر ہم کوشش کریں تو ان کے بارے میں آسانی سے فیصلہ کر سکتے ہیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اتنا کرنے کے بعد ہمیں چاہیئے کہ اپنے نفس کو ان فرائض کی نصیحت کریں جو دن رات میں بار بار آتے ہیں پھر نوافل اور سنّتوں کے بارے میں جن پر نفس قادر ہو اور زیادہ سے زیادہ ادا کر سکے' ان نوافل وسُنن کی تفصیل، کیفیت سب کچھ بتادیں۔

الغرض یہ وہ شرائط ہیں جن کی روزانہ ضرورت پڑتی ہے غالبًا ابتداء میں ایسا کرنا مشکل لگے گا لیکن رفتہ رفتہ نفس ان شرائط پر عمل کرنے کا عادی ہو جائے گا اور نفس ان سب کو پورا کرنے میں اس کی بات مان لے تو اب شرائط بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی اور اگر بعض باتوں میں اطاعت کرے اور بعض نہ کرے تو ضرورت کے مطابق نفس پر سختی کی جائے اور اس سے شرائط کی پابندی کروائی جائے۔

لیکن یہاں ایک مشکل پیش آتی ہے کہ ہر روز کوئی نیا کام سامنے آتا اور کوئی نہ کوئی واقعہ درپیش ہوتا ہے اور اس کام

کے سلسلے میں نفس پر اللہ تعالیٰ کا حق ہوتا ہے جیسا کہ کوئی آدمی دنیا کی کوئی ذمہ داری اٹھاتا ہے مثلاً حکومت کرتا ہے یا تجارت یا تدریس میں مشغول ہوتا ہے ان کے ساتھ نئے نئے واقعات زیادہ پیش آتے ہیں اور کوئی دن ایسے جدید واقعہ سے خالی نہیں ہوتا جس میں اسے حق خداوندی ﷻ کو پورا کرنے کی حاجت نہ ہو۔

لہٰذا بندے پر لازم ہے کہ نفس کو استقامت اور اطاعتِ حق کی تاکید کرے اور اسے بیکار رہنے کے انجام سے بھی ڈرائے اور اسے اس طرح نصیحت کرے جس طرح بھاگے ہوئے سرکش غلام کو نصیحت کی جاتی ہے کیوں کہ فطری طور پر نفس عبادات سے دور بھاگتا ہے البتہ وعظ وتادیب اس پر اثر کرتی ہے کیونکہ اللہ جلّ شانہ کا فرمان ہے:

وَ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ کنزالایمان: ''اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے''(پارہ ۲۷' سورۃ الذاریات' آیت ۵۵)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ تمام باتیں نفس کی تربیت کا پہلا مرحلہ ہیں اور اسکا نام عمل سے پہلے محاسبہ ہے جبکہ محاسبہ کبھی عمل کے بعد ہوتا ہے اور کبھی عمل سے پہلے اور اسکا مقصد یہی ہوتا ہے کہ نفس کو اللہ عزّوجلّ کا خوف دلایا جائے۔ چنانچہ رب العزّت ﷻ کا فرمان عبرت نشان ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ۔

ترجمہ کنزالایمان: ''اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو''(پارہ ۲' سورہ بقرہ' آیت ۲۳۵)

یہ محاسبہ مستقبل کے حوالے سے ہے البتہ نفس کے اعمال کی کثرت اور مقدار میں زیادتی اور نقصان کو جانچنے کیلئے جو غور و فکر کیا جاتا ہے وہ بھی محاسبہ کہلاتا ہے پس اگر بندہ اپنے دن بھر کے اعمال کو سامنے رکھے تاکہ اسے کمی بیشی کا پتہ چلے تو یہ بھی محاسبہ ہے (جسے دعوتِ اسلامی کی اصطلاح میں ہم ''فکر مدینہ'' کے مدنی نام سے یاد کرتے ہیں)۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم جانتے ہیں کہ نفس کے خلاف جہاد، جہاد اکبر ہے چنانچہ رب قدیر عزّوجلّ کا فرمان عبرت بار ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا ۔

ترجمہ کنزالایمان: ''اے ایمان والو جب تم جہاد کو چلو تو تحقیق کرلو''(پارہ ۵' سورۃ نساء' آیت ۹۴)

نیز نفس کے حیلوں پر آنکھیں بند کر کے اعتماد نہیں کیا جاسکتا بلکہ بے حد احتیاط برتنے کی ضرورت ہے کیونکہ نفس بہت مکّار اور فسق و فجور کی طرف مائل رہنے والا ہوتا ہے اور فاسق کی خبر کے بارے میں رب کائنات عزّوجلّ کا فرمان عالی شان ہے:

يَااَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا اِنۡ جَاءَ كُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوۡا۔

ترجمہ کنزالایمان: ''اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو'' (پارہ ۲۶' سورہ حجرات' آیت ۶)

گویا نفس مکّار کے حیلوں کی تفتیش شریعت کے مطابق کرنا ضروری ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ وَ نَعۡلَمُ مَا تُوَسۡوِسُ بِهٖ نَفۡسُهٗ۔

ترجمہ کنزالایمان: ''اور بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اسکا نفس ڈالتا ہے'' (پارہ ۲۶' سورۂ ق' آیت ۱۶)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ تعالیٰ نے بطور تنبیہ ذکر فرمایا تا کہ بندہ مستقبل کے بارے میں احتیاط سے کام لے چنانچہ،

حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا اَرَدۡتَ اَمۡرًا فَتَدَبَّرۡ عَاقِبَتَهٗ فَاِنۡ كَانَ رُشۡدًا فَامۡضِهٖ وَ اِنۡ كَانَ غَيًّا فَانۡتَهِ عَنۡهُ

ترجمہ: ''جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اس کے انجام کے بارے میں سوچو اگر وہ اچھا لگے تو اسے کرو (اور اگر) اس کا نتیجہ غلط نظر آتا ہو تو اس سے بچو'' (کنز العمال، جلد ۳ ص ۱۰۱، حدیث ۵۶۷۶)

کسی دانا کا قول ہے کہ اگر عقل کو خواہش پر غالب رکھنا چاہتے ہو تو خواہشات کی پیروی اس وقت تک نہ کرو جب تک ان کے انجام پر غور نہ کرلو کیوں کہ دل میں ندامت کا ٹھہرنا، خواہش کے پورا نہ ہونے سے زیادہ بُرا ہے۔

ایسے ہی حضرت سیدنا لقمان حکیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جب مومن اپنے انجام پر نظر رکھتا ہے تو ندامت سے محفوظ رہتا ہے''۔

اور کچھ ایسا ہی مضمون حضرت سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلۡكَيِّسُ مَنۡ دَانَ نَفۡسَهٗ وَ عَمِلَ لِمَا بَعۡدَ الۡمَوۡتِ وَالۡاَحۡمَقُ مَنِ اتَّبَعَ نَفۡسَهٗ هَوَاهَا وَ تَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ

ترجمہ: ''سمجھدار وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد والی زندگی کے لئے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو عمل میں تو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے اور اسکے باوجود اللہ تعالیٰ سے انعام کی خواہش کرے'' (مسند امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ،جلد۴،ص۱۲۴،مرویات شداد بن اوس)

اپنے انجام سے غافل رہنے والوں کا یہ قول رب کائنات نے اپنے قرآن پاک میں نقل فرمایا ہے۔

اَئِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ

ترجمہ کنزالایمان: ''تو کیا ہمیں جزاء وسزا دی جائے گی''

اپنے اعمال کا خود وزن کرلو:

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا''اپنے نفس کا مُحاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا حساب لیا جائے اور وزن کئے جانے سے پہلے اپنے اعمال کا خود وزن کرلو اور بہت بڑی پیشی کے لیے تیار ہو جاؤ''۔

اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ شدت کے وقت میں حساب سے پہلے، راحت کے وقت میں اپنے نفس کا احتساب کرو یعنی میدان حشر کے حساب سے پہلے دنیا میں خود ہی اپنے نفس کا محاسبہ کرلو۔

چنانچہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ عزوجل کی کتاب تورات شریف میں آپ رضی اللہ عنہ مُحاسبے کے بارے میں کیا پاتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ زمین والے کو آسمان کے حساب کرنے والے کی طرف سے ہلاکت ہے یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا دُرّہ اٹھایا اور فرمایا ہاں مگر وہ جو اپنا احتساب خود کرے (وہ محفوظ رہے گا) حضرت سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ اسی کے ساتھ تورات میں یہی بات مذکور ہے اور درمیان میں کوئی دوسرا کلمہ نہیں کہ''مگر وہ جو اپنا احتساب خود کرے''۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ان سب باتوں میں اس طرف اشارہ ہے کہ مستقبل کے لیے بھی مُحاسبہ ہونا چاہئے۔

اسی لیے کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کا احتساب کرتا ہے وہ موت کے بعد کے لیے عمل کرتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کو کرنے سے پہلے وزن کر کے خوب سوچے اور غور وفکر کے بعد ان پر عمل پیرا ہو۔

نفس کی نگہداشت کا دوسرا مقام مراقبہ (فکر مدینہ)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب آدمی اپنے نفس کو وصیت کرلے اور مذکورہ بالا شرائط کا اسے پابند بھی بنالے تو اب اعمال شروع کرتے وقت نفس کی خوب حفاظت کرے کیوں کہ اگر اسے کھلی چھٹی دے دی جائے تو وہ سرکش اور باغی ہو جائے

گا۔اس عمل کو مراقبہ کہتے ہیں یعنی دورانِ عمل نفس پر نظر رکھنا۔

لہٰذا اب ہم مراقبہ کی فضیلت اوراس کے بعداس کے درجات ذکر کرتے ہیں۔

......مراقبہ کی فضیلت......

حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ سے احسان کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

(۱) اَنۡ تَعۡبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ۔

ترجمہ:''اللہ عزوجل کی عبادت اس طرح کرو کہ گویاتم اسے دیکھ رہے ہو''(صحیح بخاری،ج۱،ص۱۲،کتاب الایمان)

ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے ارشادفرمایا۔

(۲) اُعۡبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنۡ لَّم تَکُن تَرَاہُ فَاِنَّہ یَرَاکَ۔

ترجمہ:''اللہ عزوجل کی عبادت اسی طرح کروکہ گویاتم اسے دیکھ رہے ہواوراگرتم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے''(صحیح بخاری،ج۱،ص۱۲،کتاب الایمان)

اس سلسلے میں اللہ عزوجل کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں چنانچہ رب کائنات کا فرمان ہے۔

(۳) اَفَمَنۡ ھُوَ قَائِمٌ عَلٰی کُلِّ نَفۡسٍ بِمَا کَسَبَتۡ۔

ترجمہ کنزالایمان:''تو کیاوہ ہرجان پراس کے اعمال کی نگہداشت رکھتاہے''(پارہ۱۳،سورۂ رعد،آیت۳۳)

(۴) اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی۔

ترجمہ کنزالایمان:''تو کیا حال ہوگا کیا نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہاہے''(پارہ۳۰،سورۂ علق،آیت۱۴)

(۵) اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا۔

ترجمہ کنزالایمان:''بے شک اللہ ہروقت تمہیں دیکھ رہاہے''(پارہ۴،سورۂ النساء،آیت۱)

اورارشادخداوندی عزوجل ہے۔

وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ لِاَمَانَاتِھِمۡ وَ عَھۡدِھِمۡ رَاعُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ بِشَھَادَاتِھِمۡ قَائِمُوۡنَ۔

ترجمہ کنزالایمان:''اوروہ جواپنی امانتوں اوراپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں اوروہ جواپنی گواہیوں پرقائم ہیں''

(پارہ۲۹، سورۂ معارج،آیت۳۲،۳۳)

اللہ عزوجل کو دیکھتے رہو:

منقول ہے کہ حضرت سیدنا ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک شخص سے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کو دیکھتے رہا کرو'' اس نے عرض کیا اس کی وضاحت فرمائیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''ہمیشہ اس طرح رہو کہ گویا تم اللہ عزوجل کو دیکھ رہے ہو''۔

اسی ضمن میں حضرت سیدنا عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں جب میرا مالک عزوجل میرا نگہبان ہے تو مجھے کسی اور کی پرواہ نہیں۔

ایسے ہی حضرت سیدنا ابوعثمان مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ''اس راستے (یعنی تصوف) میں انسان جو چیزیں اپنے اوپر لازم کرتا ہے ان میں سے افضل ترین عمل مُحاسبہ اور مُراقبہ اور اپنے عمل کو علم کے مطابق بنانا ہے''۔

حضرت سیدنا ابن عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ''سب سے بہترین عبادت ہمہ وقت مُراقبۂ حق کو اختیار کرنا ہے''۔

حضرت سیدنا جریری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ''ہمارا معاملہ دوضابطوں پر مبنی ہے ایک اللہ عزوجل کے لیے اپنے نفس کا مُراقبہ اور دوسرا علم کو اپنے ظاہر پر قائم کرنا''۔

حضرت سَیِّدُنا ابوعثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مبلغین کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابوحفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا ''جب تم لوگوں میں بیٹھو تو اپنے نفس اور دل کو نصیحت کرو اور ان کا تمہارے پاس جمع ہونا تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے کہ وہ تمہارے ظاہر کو اور اللہ عزوجل تمہارے باطن کو دیکھتا ہے''۔

اللہ عزوجل دیکھ رہا ہے:

منقول ہے کہ مشائخ میں سے ایک بزرگ کا ایک نوجوان شاگرد تھا وہ بزرگ اس کی تعظیم کرتے تھے ان کے کسی مرید نے پوچھا کہ آپ اس کی عزت کیوں کرتے ہیں جب کہ یہ نوجوان ہے اور ہم عمر رسیدہ ہیں؟ ان بزرگ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے کچھ پرندے منگوائے اور ان سب کو ایک ایک پرندہ اور ایک ایک چھری دے دی اور فرمایا ''تم میں سے ہر ایک اس پرندے کو وہاں ذبح کرے جہاں کوئی دیکھتا نہ ہو''۔ اس نوجوان کو بھی اسی طرح پرندہ دیا اور اس سے بھی وہی بات فرمائی۔

تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ہر ایک ذبح کیا ہوا پرندہ لے کر واپس آیا لیکن وہ نوجوان زندہ پرندہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے واپس آیا، بزرگ نے پوچھا کہ دوسروں کی طرح تم نے اسے کیوں ذبح نہ کیا؟ اس نے کہا مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی جہاں کوئی دیکھتا نہ ہو کیوں کہ اللہ عزوجل تو مجھے ہر جگہ دیکھتا ہے۔

ان سب نے اس نوجوان کے مُراقبے کو پسند کیا اور کہا کہ واقعی یہ نوجوان عزت واحترام کے لائق ہے۔

اسی طرح منقول ہے کہ توبہ سے پہلے حضرت سیدتنا زلیخا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ خلوت میں گئیں تو انہوں نے اپنے بت کا چہرہ ڈھانپ لیا حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا ''تم ایک پتھر سے حیا کرتی ہو (حالاں کہ وہ دیکھ نہیں سکتا) تو کیا میں جبار بادشاہ سے حیا نہ کروں؟''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ایک نوجوان کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ اس نے ایک لونڈی کو اپنے قریب کرنا چاہا تو اس نے کہا تمہیں حیا نہیں آتی؟ اس نے پوچھا کس سے حیا کروں ہمیں تو صرف ستارے دیکھ رہے ہیں لونڈی نے کہا پھر ستاروں والا کہاں گیا؟ (یعنی ستاروں کو پیدا کرنے والا تو دیکھتا ہے)۔

ایک شخص نے حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں نگاہیں نیچی رکھنے (یعنی آنکھوں کا قُفلِ مدینہ لگانے) کیلئے کیا کروں؟

انہوں نے فرمایا ''یہ عقیدہ رکھو کہ تمہیں دیکھنے والے کی نظر تم تک اس سے پہلے پہنچتی ہے کہ تمہاری نظر کسی دوسرے تک پہنچے۔'' نیز حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اُس شخص کا مراقبہ مضبوط ہوتا ہے جو اپنی کسی غلطی کی وجہ سے اپنے رب جل جلالہ سے حاصل ہونے والے انعام کے فوت ہو جانے کا خوف رکھتا ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرت سیدنا مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جنت عدن، جنت الفردوس میں سے ہے اور وہاں ایسی حوریں ہیں جو جنت کے گلاب سے پیدا کی گئی ہیں، پوچھا گیا وہاں کون رہے گا؟ فرمایا ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جنت عدن میں وہ لوگ ہوں گے جو گناہوں کا ارادہ کریں تو میری عظمت کو یاد کر کے میرا لحاظ کرتے ہیں اور وہ لوگ جن کی کمر میرے خوف کی وجہ سے جھک گئی ہے مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے میں زمین والوں کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں پھر جب ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جو میری رضا کی خاطر بھوکے پیاسے رہتے ہیں تو لوگوں سے عذاب کو پھیر دیتا ہوں''۔

حضرت سیدنا محاسبی رضی اللہ عنہ سے مراقبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ''اس کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا علم ہو''۔

مراقبہ کیا ہے:

حضرت سیدنا مراقش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مراقبہ یہ ہے کہ ہر لحظہ اور ہر کلمے پر باطن کا خیال رکھے۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا ''تم لوگوں کے ظاہری اعمال لکھتے ہو اور میں باطن دیکھتا اور اس کی نگرانی کرتا ہوں۔''

حضرت سیدنا محمد بن علی ترمذی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے ''اس ذات کی عبادت کر جس کی نظر سے تو غائب نہیں ہو سکتا اور اس کا شکر ادا کر جس کی نعمتیں تجھ سے منقطع نہیں ہوتیں۔ اس کی عبادت کر جس سے تو بے نیاز نہیں ہو سکتا اپنا خشوع و خضوع اس کیلئے اختیار کر جس کی بادشاہی اور غلامی سے تو باہر نہیں نکل سکتا۔''

حضرت سیدنا سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دل اس سے بڑھ کر کسی اور چیز سے زینت نہیں پاتا کہ بندہ اس بات کا یقین رکھے کہ وہ جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ اسے دیکھتا ہے۔

کسی بزرگ (علیہ الرحمۃ) سے اس آیت کریمہ کی تفسیر پوچھی گئی

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ۔

ترجمہ کنز الایمان: ''اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے'' (پارہ ۳۰ سورۂ بیّنہ آیت ۸)

انہوں نے فرمایا ''اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کو دیکھتے ہیں اپنے نفس کا احتساب کرتے ہیں اور اپنی آخرت کیلئے سامان اختیار کرتے ہیں''۔

جنت حاصل کر لیجئے:

حضرت سیدنا ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بندے کو جنت کیسے حاصل ہوتی ہے؟ انہوں نے فرمایا ''پانچ باتوں سے جنت حاصل ہوتی ہے''۔

(۱) ایسی استقامت جس میں جھول نہ ہو۔ (۲) ایسا اجتہاد (یعنی کوشش) جس میں بھول نہ ہو۔ (۳) ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کو سامنے دیکھنا (یعنی مراقبہ)۔ (۴) تیاری کے ساتھ موت کا انتظار۔ (۵) اور نفس کا احتساب کرنا اس سے پہلے کہ اسکا محاسبہ کیا جائے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کہا گیا ہے کہ:

اِذَا مَا خَلَوْتَ یَوْمًا فَلَا تَقُلْ ۔۔۔ خَلَوْتُ وَلٰكِنْ قُلْ عَلَیَّ رَقِیْبٌ
وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ یَغْفُلُ سَاعَةً ۔۔۔ وَ لَا اَنَّ مَا تُخْفِیْهِ عَنْهُ یَغِیْبُ
اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْیَوْمَ اَسْرَعُ ذَاهِبٍ ۔۔۔ وَ اَنَّ غَدًا لِلنَّاظِرِیْنَ قَرِیْبٌ

ترجمہ: ''اور جب کسی دن تو تنہا ہوتو یہ نہ کہہ کہ میں تنہا ہوں بلکہ یوں کہہ کہ وہ (اللہ تعالیٰ) مجھے دیکھ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ایک گھڑی بھی غافل نہ سمجھ اور نہ یوں سمجھ کہ جو کچھ تو لوگوں سے چھپاتا ہے وہ اس سے غائب ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ آج کا دن کتنی جلدی گزر رہا ہے اور کل کا دن یعنی قیامت دیکھنے والوں کیلئے قریب ہے''

ایک مرتبہ حضرت سیدنا حمید الطّویل رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا سلیمان بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے انہوں نے فرمایا ''اگر تم تنہائی میں یہ سمجھنے کے باوجود گناہ کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے تو تم نے بہت بڑی بات پر جرأت کی اور اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ وہ تمہیں دیکھ نہیں رہا تو تم نے کفر کیا''۔

حضرت سیدنا سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس ذات کو نگاہ میں رکھنا چاہئے کہ جس سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی۔ اور اس سے امید رکھو جو وفا کا مالک ہے اور اس سے ڈرو جو سزا دینے پر قادر ہے۔

حضرت سیدنا فرقد سنجی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''منافق عمل کرتے ہوئے یہ خیال کرتا ہے کہ کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا اگر اس کا خیال ہو کہ اسے کوئی نہیں دیکھتا تو وہ برائی کی راہ اختیار کرتا ہے اور لوگوں کا خیال رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کا لحاظ نہیں رکھتا۔''

آخرت میں آزادی:

حضرت سیدنا عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی طرف گیا ہم راستے میں ایک جگہ اترے تو پہاڑ سے ایک چرواہا آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اے چرواہے! اس ریوڑ میں سے ایک بکری مجھے بیچ دو'' اس نے کہا میں کسی کا غلام ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے امتحاناً فرمایا ''اپنے مالک سے کہہ دینا کہ اسے بھیڑیئے نے کھالیا''۔ اس نے عرض کیا، تو اللہ تعالیٰ کہاں ہے! (وہ تو دیکھتا ہے)۔ فرماتے ہیں (یہ سن کر) حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ رو پڑے پھر دوسرے دن اس غلام کو خرید کر آزاد کر دیا اور فرمایا ''دنیا میں تجھے اس کلمے نے آزاد کر دیا اور مجھے امید ہے کہ یہی کلمہ تیری آخرت کی آزادی کا باعث بھی ہوگا''۔

{فصل......۲}

مراقبہ کی حقیقت اور اس کے دَرَجات

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مراقبہ کی حقیقت یہ ہے کہ نگرانی کرنے والے کا لحاظ کیا جائے اور اپنی توجہ کو مکمل طور پر اسی کی طرف رکھا جائے۔ جو شخص کسی کی وجہ سے کسی بات سے پرہیز کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں کا خیال اور لحاظ کرتا ہے اور

فن تصوف میں اس مراقبہ سے مراد دل کی وہ کیفیت ہے جو معرفت کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے اور اس حالت کے حاصل ہونے کے بعد اعضاء اور دل میں کچھ اعمال پیدا ہوتے ہیں چنانچہ مراقبے میں دل، نگران ہوتا ہے یعنی رب ﷻ کا خیال کرتا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

اور اس حالت سے جو معرفت حاصل ہوتی ہے اس سے اس بات کا یقین کامل حاصل ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دل کی باتوں پر مطلع ہے اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے بندوں کے اعمال اس کے سامنے ہیں، ہر نفس جو کچھ کرتا ہے وہ اس سے واقف ہے اس کیلئے دل کا راز کھلا ہے جس طرح مخلوق کے لئے جسم کا ظاہر کھلا ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ اور جب شک زائل ہوجائے اور یہ معرفت یقین میں بدل جائے تو اسے نگران حقیقی کا خیال رکھنا آسان ہوجاتا ہے۔

میرے پیارے پیارے اسلامی بھائیو! جو لوگ اس معرفت کا نام یقین رکھتے ہیں وہ مقربین کہلاتے ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں ایک صدیقین ہیں اور دوسرے اصحابِ یمین، لہٰذا ان کے مراقبے کے بھی دو درجے ہیں۔ چنانچہ

...... پہلا درجہ......

صدیقین کا مراقبہ:

یہ صدیقین مقربین کا مراقبہ ہے اور یہ رب ذوالجلال کی تعظیم اور بڑائی کا مراقبہ ہے یعنی دل اس رب کائنات عزوجل کی بزرگی وعظمت کے مشاہدے میں گم ہو اور اسکی ہیبت سے یوں لرزاں وترساں ہو کہ کسی دوسری طرف توجہ کی کوئی گنجائش ہی نہ ہو۔ ہم اس مراقبے کے اعمال کی تفصیل میں نہیں جاتے کیوں کہ یہ دل کے ساتھ مخصوص ہے جہاں تک اعضاء کا تعلق ہے تو وہ (مقربین صدیقین) مباح چیزوں کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے چہ جائیکہ ممنوعات کی طرف اور جب فرمانبرداری اور عبادات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو گویا اسی مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہاں ان اعضاء کو درست رکھنے کیلئے کسی تدبیر وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے چونکہ جب نگران (یعنی دل) راہ راست پر ہو تو رعایا (یعنی اعضاء) خود بخود درست راہ پر رہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دل اعضاء کا حاکم ونگران ہے تو جب وہ اپنے معبود کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے تو تمام اعضاء کسی تکلّف کے بغیر درستگی اور استقامت کی راہ اختیار کرلیتے ہیں۔

چنانچہ یہی وہ نفس ہے جسے صرف ایک فکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے باقی تمام فکروں سے بچا لیا ہے اور جب آدمی اس درجے پر پہنچ جائے تو پھر مخلوق سے غافل ہوجاتا ہے حتی کہ اسے پاس بیٹھے ہوئے آدمی کا بھی پتہ نہیں چلتا حالانکہ بظاہر

اس کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں اور جو کچھ کہا جا رہا ہے اسے نہیں سنتا حالانکہ وہ بہرہ نہیں ہوتا حتی کہ کبھی اس کا بیٹا اس کے پاس سے گزرتا ہے لیکن اسے پتہ نہیں چلتا یہاں تک کہ بعض بزرگوں رحمہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ معاملہ ہوا اور کسی نے انہیں اس بات پر ٹوکا تو انہوں نے اس سے فرمایا ''جب تم میرے پاس سے گزرو تو مجھے متوجہ کر دیا کرو۔''

اور یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ کیوں کہ تم دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کے درباروں میں اس کی مثال پاؤ گے حتی کہ ان کے خادم ان کے درباروں میں ان کی طرف اس قدر متوجہ ہوتے ہیں کہ ان کو اپنی خبر تک نہیں ہوتی۔

بلکہ بعض اوقات دنیا کے کسی ادنیٰ کام میں مشغولیت کی وجہ سے عام آدمی کی تمام تر توجہ اسی طرف مبذول ہو جاتی ہے اور انسان بے خیالی میں چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ مقصود مقام سے آگے نکل جاتا ہے اور جس کام کا ارادہ کیا تھا اسے بھول جاتا ہے۔ مثلاً بعض لوگ جو کرکٹ کے شوقین ہوتے ہیں وہ کان سے ریڈیو لگائے اپنی دھن میں مگن ہوتے ہیں اور انھیں آس پاس کسی اور بات کا ہوش نہیں ہوتا۔

چنانچہ حضرت سیدنا عبدالواحد زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس زمانے میں کسی ایسے آدمی کو پاتے ہیں جو اپنی حالت میں مشغول ہو کر مخلوق سے بے خبر ہو انہوں نے فرمایا ''میں صرف ایک آدمی کو جانتا ہوں جو عنقریب ابھی آتا ہوگا'' زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ مشہور بزرگ حضرت سیدنا عتبہ غلام رضی اللہ عنہ تشریف لائے حضرت سیدنا عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا ''اے عتبہ! کہاں سے آرہے ہو انہوں نے کہا فلاں جگہ سے، اور اس جگہ کا راستہ بازار میں سے گزرتا تھا''۔ پوچھا ''راستے میں کس سے ملاقات ہوئی؟'' انہوں نے جواب دیا ''میں نے کسی کو نہیں دیکھا''۔

حضرت سیدنا یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے بارے میں مروی ہے کہ آپ علیہ السلام ایک عورت کے پاس سے گزرے، اسے دھکا لگا اور وہ منہ کے بل گر گئی آپ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ علیہ السلام نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا ''میں سمجھا یہ دیوار ہے۔''

اسی طرح ایک بزرگ رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے وہ فرماتے ہیں میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو تیر اندازی کر رہے تھے اور ایک شخص ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میں اس کے پاس گیا اور اس سے گفتگو کرنا چاہی تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے ذکر میں زیادہ لذت ہے۔ میں نے پوچھا تم تنہا ہو اس نے کہا میرے ساتھ میرا رب اور دو فرشتے ہیں میں نے تیر اندازوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا ان لوگوں میں سے سبقت لے جانے والا کون ہے؟ فرمایا ''جس کو اللہ تعالیٰ بخش دے'' میں نے پوچھا راستہ کہاں ہے انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا ''(اے اللہ!) تیری مخلوق تجھ سے بہت غافل ہے یہ کہا اور اٹھ کر چلے گئے''۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ ایسے شخص کی گفتگو ہے جو اللہ تعالیٰ کے مشاہدے میں مستغرق ہو اسی سے کلام کرے اور اسی سے سنے، اسے اپنی زبان اور اعضاء کی حفاظت کی ضرورت نہیں رہتی۔

مراقبہ کس سے سیکھا:

منقول ہے کہ حضرت سیدنا شبلی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا ابوالحسین نوری رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو ان کو حالتِ اعتکاف میں نہایت دل جمعی اور خاموشی سے بیٹھا ہوا دیکھا کہ ان کے جسم میں کسی قسم کی حرکت نہیں ہے انہوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ مراقبہ اور سکون کہاں سے سیکھا۔ فرمایا ''ہمارے پاس ایک بلّی تھی اس سے سیکھا ہے جب وہ شکار کا ارادہ کرتی تو چوہوں کے بلوں کے پاس گھات لگا کر اس طرح بیٹھتی کہ اس کا ایک بال بھی حرکت نہ کرتا''۔

حضرت سیدنا ابوعبداللہ بن خفیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں مصر سے رملہ جانے کیلئے نکلا تا کہ وہاں ابوعلی روذباری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کروں تو معروف زاہد حضرت سیدنا عیسیٰ بن یونس مصری رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ مقام ''صور'' میں ایک نوجوان اور ایک بوڑھا شخص مراقبہ کی حالت میں ہیں اگر آپ ان کو ایک نظر دیکھ لیں تو شاید ان سے آپ کو نفع حاصل ہو۔ (فرماتے ہیں) میں بھوک اور پیاس کے عالم میں سفر کر کے مقام صور میں داخل ہوا، میری کمر میں ایک کپڑا بندھا ہوا تھا لیکن کاندھوں پر کچھ بھی نہ تھا۔

جب میں مسجد میں داخل ہوا تو وہاں دو آدمیوں کو دیکھا جو قبلہ رُخ بیٹھے ہوئے تھے میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا میں نے ان کو دوسری اور تیسری بار سلام کیا لیکن مجھے جواب نہیں سنائی دیا میں نے کہا میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے سلام کا جواب دو تو نوجوان نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور میری طرف دیکھ کر کہا اے ابن خفیف رضی اللہ عنہ! دنیا بہت تھوڑی ہے اور اس تھوڑی میں سے بھی بہت قلیل باقی رہ گئی ہے۔ اے ابن خفیف رضی اللہ عنہ! کیا تمہیں کوئی کام نہیں کہ تم ہم سے ملاقات کرنے کیلئے آ گئے۔

حضرت سیدنا ابن خفیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے کلام نے مجھ پر مکمل طور پر اثر کیا اور میں نے وہیں سر جھکا لیا۔ میں ان دونوں کے پاس ٹھہرا رہا حتی کہ ہم نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھی اور اس دوران نہ مجھے بھوک محسوس ہوئی نہ پیاس۔

اس کے بعد جب عصر کا وقت ہوا تو میں نے کہا مجھے کچھ نصیحت کریں تو انہوں نے سر اٹھا کر فرمایا ''اے ابن خفیف رضی اللہ عنہ! ہم مصیبت کے مارے ہوئے لوگ ہیں ہمارے پاس نصیحت کے لئے زبان نہیں''۔ فرماتے ہیں میں تین دن تک ان کے پاس رہا اور اس دوران میں نے کچھ کھایا نہ پیا اور نہ ہی سویا اور میں نے ان کو بھی کوئی چیز کھاتے پیتے نہیں دیکھا تیسرا دن

ہواتو میں نے دل میں کہامیں ان کوقسم دیتا ہوں کہ مجھے کوئی نصیحت کریں شاید ان کی نصیحت سے مجھے کوئی نفع حاصل ہو۔اتنے میں نوجوان نے سر اٹھایا اور فرمایا ’’اے ابن خفیف رضی اللہ عنہ! ان لوگوں کی مجلس اختیار کرو جنہیں دیکھنے سے تمہیں خدا جل جلالہ یاد آئے اور ان کی ہیبت تمہارے دل پر چھا جائے وہ تجھے عمل کی زبان سے نصیحت کریں قول کی زبان سے نہیں اب ہمارے پاس سے چلے جاؤ‘‘۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ ان مراقبہ کرنے والوں کا درجہ ہے جن کے دلوں پر اللہ عزوجل کی بزرگی اور تعظیم کا غلبہ ہوتا ہے اور وہاں کسی غیر کی گنجائش نہیں ہوتی۔

دوسرا درجہ

اصحاب یمین کا مراقبہ

یہ ان لوگوں کا مراقبہ ہے جو اصحاب یمین اور متقی ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو اس بات کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن پر مطلع ہے لیکن ملاحظہء جلال سے وہ مدہوش نہیں ہوتے بلکہ ان کا دل حد اعتدال پر رہتا ہے۔

لیکن وہ اعمال کے ساتھ مکمل تعلق کے باوجود مراقبہ سے غافل نہیں رہتے البتہ ان پر اللہ تعالیٰ سے حیا کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے وہ کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے ثابت قدمی اختیار کرتے ہیں اور ایسے کام سے اجتناب کرتے ہیں جس کے باعث قیامت کے دن ذلت و رسوائی ہو۔وہ یوں سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر مطلع ہے

ان دونوں درجوں میں اختلاف ایک مثال کے ذریعے معلوم ہوسکتا ہے مثلاً جب آپ علیحدگی میں کوئی عمل کر رہے ہوں اور کوئی دوسرا آجائے اور آپ کو معلوم ہو جائے کہ وہ آپ کے کام سے آگاہ ہو چکا ہے تو آپ کو اس سے حیا آتی ہے اور آپ اس کے ساتھ اچھی طرح بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے حالات کا خیال رکھتے ہیں لیکن اس احتیاط کا سبب بزرگی اور تعظیم نہیں ہے بلکہ حیا و مروت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔اس لیے کہ اس کا مشاہدہ اگرچہ آپ کو مدہوش نہیں کرتا اور نہ ہی آپ مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن اس کے آنے سے آپ تکلّف محسوس کرتے ہیں اور ظاہری رکھ رکھاؤ کا خیال رکھتے ہیں۔

جبکہ بعض اوقات آپ کے پاس کوئی آفیسر یا کوئی بزرگ شخصیت آتی ہے تو آپ اس کی تعظیم کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہو جاتے ہیں حتی کہ اپنی تمام مصروفیات چھوڑ دیتے ہیں اور یہ چھوڑنا محض حیا کی وجہ سے نہیں بلکہ ہیبت اور تعظیم کہ وجہ سے ہوتا ہے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بندے کو چاہیئے کہ وہ اپنی تمام حرکات وسکنات بلکہ دلی جذبات کی بھی نگرانی کرے بلکہ تمام اختیارات کی حفاظت کرے اوران امور میں دو پہلوؤں سے نگرانی کی ضرورت ہے ایک عمل سے پہلے اور دوسرا عمل کے دوران۔

عمل سے پہلے یہ ہے کہ وہ دیکھے کہ جو کچھ اس کے سامنے ظاہر ہوا یا دل میں عمل کی خواہش پیدا ہوئی ہے کیا وہ خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہے یا نفسانی خواہش اور شیطان کی پیروی میں ہے تو اس سلسلے میں اچھی طرح غور کرے حتیٰ کہ نور حق کے ذریعے یہ بات اس پر واضح ہوجائے۔ چنانچہ

اگر وہ کام اللہ تعالیٰ کیلئے ہو تو اسے کرے اور اگر غیر خدا کیلئے ہو تو اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہوئے اس کام سے رک جائے۔

پھر اپنے نفس کو ملامت کرے کہ اس نے کیوں اس کام میں رغبت کی اور کیوں اس کا قصد کیا اور اسے اس کے فعل کی برائی سمجھائے اور بتائے کہ اس (نفس) نے اپنی رسوائی کیلئے یہ کوشش کی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اسے محفوظ نہ رکھتا تو وہ خود اپنے آپ سے دشمنی کر چکا ہوتا۔

کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ بندے کے سامنے ہر حرکت کے **تین دفتر** (رجسٹر) کھولے جائیں گے اگر چہ وہ حرکت چھوٹی ہی ہو ایک دفتر یہ کہ یہ عمل کیوں کیا؟ دوسرا یہ کہ کس طرح کیا؟ اور تیسرا یہ کہ کس کیلئے کیا؟۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آدمی کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو ملامت کرے کہ تو نے یہ کام کیوں کیا؟ کیا تجھ پر اپنے آقا کیلئے اس کا کرنا لازم تھا یا اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر اس کی طرف مائل ہونا۔

اگر بندہ اس سے بچ گیا تو دوسرا سوال ہوگا کہ کیسے کیا؟ کیوں کہ ہر عمل کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرنا ضروری ہے تو اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے یہ عمل کس طریقے سے کیا؟ یقینی علم کے ساتھ یا جہالت' گمان یا اندازے کے ساتھ؟ اگر اس سوال سے بھی محفوظ رہا تو تیسرا دفتر کھلے گا اور اخلاص کے بارے میں سوال ہوگا اور اس سے پوچھا جائے گا کس کیلئے عمل کیا؟ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے کیلئے؟ اگر یہ درست ہے تو بندے کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر واجب ہوگیا اور اگر اپنے جیسی مخلوق کو دکھانے کیلئے یہ عمل کیا تو اس سے کچھ اس طرح کہا جائے گا کہ ثواب اسی مخلوق سے طلب کرو، اگر دنیا کا مال حاصل کرنے کیلئے کیا تو ہم تمہارا دنیوی حصہ تمہیں دے چکے ہیں اور اگر غفلت اور بھول کے طور پر کیا ہے تو اجر بھی گیا عمل بھی ضائع ہوا اور کوشش بھی برباد ہوگئی اور اگر میرے غیر کیلئے یہ کام کیا تو میرا عذاب اور ناراضگی لازم ہوگئی کیوں کہ تو میرا بندہ تھا میرا رزق کھاتا اور میری نعمتوں سے نفع حاصل کرتا تھا پھر تو نے دوسروں

کیلئے عمل کیوں کیا؟۔کیا تو نے میرا یہ قول نہیں سنا تھا۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمۡثَالُکُمۡ۔

ترجمہ کنز الایمان: ''بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں''(پارہ۹' سورۂ اعراف' آیت ۱۹۴)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَا یَمۡلِکُوۡنَ لَکُمۡ رِزۡقًا فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰہِ الرِّزۡقَ وَاعۡبُدُوۡہُ

ترجمہ کنز الایمان: ''بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اسکی بندگی کرو''(پارہ ۲۰' سورہ عنکبوت' آیت ۱۷)

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ

ترجمہ کنز الایمان: ''ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے''(پارہ۲۳' سورۂ زمر' آیت ۳)

عمل خالصۃً اللہ عزوجل کیلئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کسی عقل مند آدمی کو جب معلوم ہو جائے کہ اس سے یہ سوالات ہوں گے اور جھڑکیوں کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ اپنے حساب سے پہلے نفس سے مطالبہ کرتا ہے اور سوال کیلئے جواب تیار رکھتا ہے۔ بلکہ پلک اور انگلی کو بھی بے فائدہ حرکت نہیں دیتا۔

حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلاف رحمہم اللہ میں سے کوئی شخص اگر صدقہ کرنا چاہتا تو وہ غور و فکر کرتا اور سوچتا اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہوتا تو صدقہ کر دیتا۔

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو کسی چیز کا ارادہ کرتے وقت رک جاتا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہو تو کر گزرتا ہے اور اگر غیر خدا کیلئے ہو تو ٹھہر جاتا ہے۔

حضرت سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ان کو حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ''جب کسی بات کا ارادہ کرو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو''۔(سنن ابن ماجہ، ص ۳۱۲، ابواب الزھد)

مشتبہ امور میں غور کرو:

حضرت سیدنا محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا ''مومن توقف کرنے والا اور غور و فکر کرنے والا ہوتا ہے

وہ ارادہ کرتے وقت توقف کرتا ہے رات کے وقت لکڑیاں چننے والے کی طرح نہیں ہوتا'' (جو ہر طرح کی اچھی بری لکڑیاں کارآمد سمجھ کر اٹھالیتا ہے)

تو مراقبے کے سلسلے میں یہ پہلی نظر اور سوچ بچار ہے۔ اور اس میں کامیابی کیلئے مضبوط علم، اعمال کے اسرار کی حقیقی معرفت اور نفس و شیطان کے مکروفریب سے آگاہی ضروری ہے چنانچہ۔

جب تک آدمی اپنے نفس، اپنے رب عزوجل اور اپنے دشمن شیطان کی پہچان حاصل نہ کرے اور اسے معلوم نہ ہو کہ نفس کی خواہش کے مطابق کونسا کام ہے اور جب تک وہ اپنی نیت، ارادے، فکر اور حرکات وسکنات کے سلسلے میں خواہشِ نفس اور محبت اور رضائے الٰہی عزوجل کے درمیان تمیز نہ کرے، درست طریقے سے مراقبہ نہیں کرسکتا بلکہ اکثر لوگ ان کاموں میں جہالت کے مرتکب ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آپ کو معلوم ہے کہ جہالت عذر نہیں اور جاہل جس بات کو سیکھنے پر قادر ہو اور پھر نہ سیکھے اس میں اس کا عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے یہی وجہ ہے کہ عالم کی دو رکعتیں، غیر عالم کی ہزار رکعات سے بہتر ہیں، کیوں کہ وہ نفوس کی آفات، شیطان کی مکاریوں اور دھوکے کے مقامات سے واقف ہوتا ہے۔ لہٰذا ان سے بچتا ہے۔

جب کہ جاہل کو اس بات کی پہچان نہیں ہوتی لہذا اس کے بچے رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ جاہل ہمیشہ مشقت میں مبتلا رہتا ہے اور شیطان کو خوش کرتا رہتا ہے۔ ہم جہالت اور غفلت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کیوں کہ یہ ہر بدبختی کی جڑ اور ہر نقصان کی بنیاد ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہر بندے کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ جب وہ کسی عمل کا ارادہ کرے اور اپنے اعضاء کو کوشش میں لگانا چاہے تو اس وقت تک عمل میں جلدی نہ کرے جب تک نورِ علم کے ذریعے اس پر واضح نہ ہو جائے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور اگر وہ نفس کی خواہش کو پورا کرنے کیلئے ہو تو بچنا اور اپنے دل کو اس کے بارے میں سوچنے اور اس کا ارادہ کرنے پر جھڑکنا چاہیئے کیوں کہ فضول خیال کو دور نہ کیا جائے تو اس سے رغبت پیدا ہوتی ہے رغبت ارادے کو جنم دیتی ہے اور ارادہ عزم صمیم کا باعث بنتا ہے پھر عزم صمیم عمل پرا ابھارتا ہے اور عمل تباہی اور غضب خداوندی عزوجل کا سبب ہوتا ہے۔

لہٰذا شروع ہی سے شر کے مادے کی بیخ کنی کرنا ضروری ہے اور ابتداء میں شر کا یہ مادہ خیال کی صورت میں ہوتا ہے باقی سب باتیں اس کے بعد آتی ہیں اور اگر آدمی پر حقیقت منکشف نہ ہو تو نور علم کے ساتھ اس میں غور وفکر کرے اور شیطان کے مکروفریب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہے اور اگر خود سوچ بچار نہ کر سکے تو علمائے دین کے نور سے روشنی حاصل کرے البتہ گمراہ

کن دنیادار علماء سے اس طرح بھاگے جس طرح شیطان سے بھاگتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

چنانچہ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس عالم سے میرے بارے میں نہ پوچھیں جس پر دنیا کی محبت کا نشہ غالب ہو کہ وہ تمہیں میری محبت سے الگ کر دے گا اور ایسے علماء میرے بندوں کو لوٹنے والے لٹیرے ہیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ اس وجہ سے کہ جو دل میں دنیا کی محبت اور سخت حرص کی وجہ سے اندھیرے میں ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دور رہتا ہے کیوں کہ دل تو خوفِ خدا عزوجل کی برکت سے چمکتے ہیں تو جو شخص اس سے پیٹھ پھیر کر اس کے دشمن کی طرف متوجہ ہو یعنی دنیاوی خواہشات کا عاشق ہو وہ انوار ربوبیت سے کب تجلّی حاصل کر سکتا ہے۔

تو میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مرید کا پہلا کام اچھی طرح علم حاصل کرنا ہے یا کسی ایسے عالم کی تلاش کرے جو دنیا سے نفرت کرتا ہو اور اگر ایسا شخص نہ ملے تو ایسے شخص ہی کو تلاش کرے جو دنیا میں کم رغبت رکھتا ہو۔ چنانچہ

رسول اکرم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْبَصَرَ النَّاقِدَ عِنْدَ وُرُوْدِ الشُّبُہَاتِ وَالْعَقْلَ الْکَامِلَ عِنْدَ ھُجُوْمِ الشَّھَوَاتِ

ترجمہ: ''شبہات کے وقت چشم بینا اور خواہشات کے ہجوم کے وقت عقل کامل کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو چیزوں (چشم بینا اور عقلِ کامل) کا اکٹھا تذکرہ فرمایا اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں کیوں کہ جس شخص کے پاس خواہشات سے روکنے والی عقل نہ ہو اس کے پاس شبہات کو پرکھنے والی نگاہ بھی نہیں ہوتی۔

اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَارَبَ ذَنْبًافَارَقَہٗ عَقْلٌ لَا یَعُوْدُ اِلَیْہِ اَبَدًا۔

ترجمہ: ''جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اس سے عقل یوں جدا ہو جاتی ہے کہ کبھی بھی اس کی طرف نہیں لوٹتی''

تو میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بدنصیب انسان کو جس عقل کے ذریعے سعادتمندی حاصل ہوتی ہے گناہوں کے ذریعے اسے بھی مٹانے کا قصد کرتا ہے۔ جیسا کہ

حدیث شریف میں ہے۔

اَنْتُمُ الْیَوْمَ فِی زَمَانٍ خَیْرُکُمْ فِیْہِ الْمُسَارِعُ وَ سَیَاتِی عَلَیْکُمْ زَمَانٌ خَیْرُکُمْ فِیْہِ الْمُتَثَبِّتُ۔

ترجمہ: ''آج تم ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے وہ شخص بہتر ہے جو عمل میں جلدی کرتا ہے اور عنقریب تم پر ایسا

زمانہ آئے گا کہ تم میں سے وہ شخص بہتر ہوگا جو سوچ بچار کے بعد عمل کرے گا''

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے عراقیوں اور شامیوں سے لڑنے میں توقف کیا کیوں کہ ان پر یہ معاملہ مشتبہ ہو گیا تھا۔ جیسے حضرت سَیِّدُ نَا سعد بن ابی وقاص، حضرت سَیِّدُ نَا عبد اللہ بن عمر، حضرت سَیِّدُ نَا اسامہ، حضرت سَیِّدُ نَا محمد بن مسلمہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ۔

اور جو شخص شبہ کے وقت توقف نہ کرے وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اپنی رائے کو پسند کرنے والا ہوگا اور یہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن کے بارے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَاِذَا رَأَيْتَ شُنًّا مُطَانًا وَ هَوَىً مُتَّبعاً وَ اِعجَابَ كُلِّ ذِىْ رَاىٍٔ بِرَأيِهٖ فَعَلَيْكَ بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ۔

ترجمہ: ''جب تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت اور خواہش کی پیروی کی جاتی ہے نیز ہر رائے دینے والا اپنی رائے کو ہی پسند کرتا ہے تو اس وقت تمہیں صرف اپنی فکر کرنی چاہئے'' (حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۲۱۹ ترجمہ ۲۳۸)

لیکن اسکا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہر وقت ہر شے کے بارے میں بلا وجہ شبہے کا شکار رہے کہ جو شخص تحقیق کے بغیر شبہ میں پڑتا ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کی مخالفت کرتا ہے۔

وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔

ترجمہ کنزالایمان: ''اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں'' (پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۳۶)

پھر اس شخص نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریف کی جیسا کہ بھی مخالفت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِيَّاكُمْ وَ الظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ۔

ترجمہ: ''اپنے آپ کو گمان سے بچاؤ کیوں کہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے'' (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۳۸۴، کتاب الوصایا)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس گمان سے مراد، وہ گمان ہے جو دلیل کے بغیر ہو جیسے عوام میں سے بعض لوگ اشتباہ کے وقت اپنے دل سے فتوی لے کر گمان کے پیچھے چلتے ہیں چونکہ یہ کام مشکل بھی ہے اور عظیم بھی اس لیے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یوں دعا مانگا کرتے تھے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعا:

اَللّٰھُمَّ اَرِنِیْ الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنِیْ اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنِیْ الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنِیْ اجْتِنَابَہٗ وَ لَا تَجْعَلْہُ مُتَشَابِھًا عَلَیَّ فَاَتَّبِعُ الْھَوٰی۔

ترجمہ: ''یا اللہ مجھ پر حق کو واضح فرما کر مجھے اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور باطل کو میرے سامنے واضح کر کے مجھے اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما اور اسے میرے لئے مشتبہ نہ بنا کہ میں خواہشات کی پیروی کرنے لگوں''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرت سیدنا عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا:

امور تین قسم کے ہیں ایک وہ بات ہے جس کا اچھا ہونا ظاہر ہے اس کی اتباع کرو دوسرا جس کی خرابی (گمراہی) واضح ہے اس سے بچو اور تیسری قسم کا کام وہ ہے جس میں تمہیں شبہ پڑتا ہے اسے عالم سے مشورہ لے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم امت کیلئے ایک دعا اسطرح کی تھی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَقُوْلَ فِی الدِّیْنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ۔

ترجمہ: ''یا اللہ! میں دین کے بارے میں علم کے بغیر کوئی بات کرنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں'' (تذکرۃ الموضوعات ص۲۲، کتاب العلم)

تو اللہ تعالیٰ کا بندوں پر سب سے بڑا انعام علم اور حق کا واضح ہونا ہے اور ایمان بھی ایک قسم کا علم اور کشف ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بندوں پر احسان رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْماً.

ترجمہ کنزالایمان: ''اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے'' (پارہ ۵، سورۂ نساء، آیت ۱۱۳)

اور اس سے علم مراد ہے۔ نیز ارشاد فرمایا۔

فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ کنزالایمان: ''تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں'' (پارہ ۱۴، سورۂ النحل، آیت ۴۳)

اور ارشاد خداوندی عزوجل ہے۔

اِنَّ عَلَیْنَا لَلْھُدٰی۔

ترجمہ کنزالایمان: ''بے شک ہدایت فرمانا ہمارے ذمہ ہے'' (پارہ ۳۰، سورۂ اللیل، آیت ۱۲)

اورفرمایا۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَہ،

ترجمہ کنزالایمان:''پھر بیشک اسکی باریکیوں کاتم پرظاہرفرماناہمارے ذمّہ ہے''(پارہ۲۹ سورۃالقیامۃ آیت۱۹)

اورفرمایا

وَعَلَی اللہِ قَصۡدُ السَّبِیۡلِ۔

ترجمہ کنزالایمان:''اورنیچ کی راہ ٹھیک اللہ تک ہے''(پارہ۱۴ سورۃالنحل آیت ۹)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!حضرت سیدناعلی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''خواہش نفس ایک طرح کا نابیناپن ہے اورحیرانگی کے وقت توقف (یعنی درست بات کاعلم ہونے کا انتظار) کرنااللہ عزوجل کی جانب سے توفیق ملنے پرموقوف ہےاورغم کوٹالنے والی بہترین چیزیقین ہے۔جھوٹ کاانجام پشیمانی ہےاور سچ میں سلامتی ہے۔بہت سے بیگانے اپنوں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں اورغریب وہ ہےجس کاکوئی مددگارنہ ہواورصدّیق وہ ہےجس کاباطن اس کی تصدیق کرے۔دیکھو!بدظنی کے باعث کسی دوست کوکھونہ دینا' بہترین عادت کرم ہے۔حیاء ہر اچھی بات کی بنیادہے،سب سے مضبوط رسی تقویٰ ہےاورسب سے مستحکم عمل وہ ہے جوتیرےاوراللہ تعالیٰ کے درمیان ہے ۔دنیامیں سے تیراحصہ وہی ہےجس کے ذریعےتواپنی آخرت کودرست کرے''۔

مزیدارشادفرماتے ہیں''رزق کی دوقسمیں ہیں ایک رزق وہ ہے جسےتو تلاش کرتاہےاوردوسراوہ جوتجھے تلاش کرتا ہےاوراگرتواس کے پاس نہ جائےتووہ تیرے پاس آئے گا۔اگرتواس مصیبت پرواویلاکرتاہے جوتجھ تک پہنچ چکی ہےتواس مصیبت پرواویلانہ کرجوتجھ تک نہیں پہنچی۔اورجوچیزنہیں ہوئی اسےاس پرقیاس کرجوہوچکی ہے کیونکہ تمام امورایک جیسے ہیں انسان اس چیزکےحصول پرخوش ہوتاہے جوجانے والی نہ ہواورجسےکبھی نہیں پاسکتااس کے نہ ملنے پرناراض ہوتاہے۔ لیکن تجھے دنیاسے جوکچھ ملےاس پرزیادہ خوش نہ ہوجوکچھ تجھے نہ مل سکااس پرافسوس نہ کربلکہ تجھے اس پرخوش ہوناچاہئے جو آگے بھیجااوراس پرافسوس کرناچاہئے جوتونے پیچھے چھوڑا۔تجھے آخرت کے لئے مشغول ہوناچاہئے اورموت کے بعدوالی زندگی سے متعلق فکرمندہوناچاہئے''۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!ان تمام کلمات کونقل کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ حیرت کےوقت توقف کرناتوفیق کی بات ہےاوریہ بھی مراقبے کاحصہ کہ انسان عمل شروع کرنے سے پہلے ہی شریعت کی روشنی میں اسکی حیثیت کاتعین کرلے اوربےصبری کامظاہرہ نہ کرے۔

......پہلی نظر......

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مراقبہ (فکر مدینہ) کرنے والے کی پہلی نظر اس بات پر ہونی چاہئے کہ اس کا ارادہ اور حرکت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے یا خواہش کے تابع ہے کیونکہ رسول اکرم، شاہ بنی آدم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ اسْتَكْمَلَ اِيْمَانَهُ لَا يَخَافُ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَلَا يُرائِي بِشَيْءٍ مِّنْ عَمَلِهِ وَ اِذَا عَرَضَ لَهُ اَمْرَانِ اُحُدُهُمَا لِلدُّنْيَا وَالْآخَرُ لِلْآخِرَةِ آثَرَ الْآخِرَةَ عَلَى الدُّنْيَا۔

ترجمہ: ''تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں پائی جائیں اس کا ایمان مکمل ہو جاتا ہے' (۱) اللہ تعالیٰ کے معاملات میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرے' (۲) اپنے کسی عمل میں ریاکاری نہ کرے' (۳) اور جب اس کے سامنے دو باتیں پیش ہوں جن میں سے ایک کا تعلق دنیا سے ہو اور دوسری کا آخرت سے تو دنیا پر آخرت کو ترجیح دے'' (کنز العمال جلد ۱۵ ص ۸۱۷ حدیث ۴۳۲۴۷)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بندے کو چاہئے کہ جب کوئی عمل ایسا معلوم ہو کہ وہ مباح (جائز) ہو لیکن اس کا کوئی دینی یا دنیاوی مقصد نہ ہو تو اسے چھوڑ دے کیوں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُه' مَالَا يَعْنِيهِ

ترجمہ: ''انسان کے حُسن اسلام سے ہے کہ بے فائدہ کام کو چھوڑ دے'' (مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۱۸ کتاب الادب)

......دوسری نظر......

مراقبے (فکر مدینہ) کی دوسری نظر عمل شروع کرتے وقت ہوتی ہے وہ یہ کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے حق کو پورا کرنے کیلئے اچھی نیت سے کیفیتِ عمل پر توجہ کرے، اور اس عمل کی صورت کو مکمل کر کے حتی الامکان اسے کامل بنائے نیز اسے ہر حالت اس بات کا لحاظ کرنا ضروری ہے کیونکہ آدمی کسی بھی حالت میں حرکت وسکون سے خالی نہیں ہوتا جب وہ اپنی ان تمام حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو سامنے رکھے گا تو نیت، حسن عمل اور رعایتِ ادب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قادر ہو سکے گا۔

مثلاً جب بیٹھے تو چاہئے کہ قبلہ رُخ ہو کر بیٹھے کیوں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

خَيْرُ الْمَجَالِسِ مَا اسْتُقْبِلَ بِهِ الْقِبْلَةُ

ترجمہ: ''بہترین مجلس وہ ہے جس میں قبلہ کی طرف رُخ ہو'' (المستدرک للحاکم جلد ۴ ص ۲۷۰ کتاب الادب)

حتی المقدور چوکڑی مار کر نہ بیٹھے کیوں کہ بادشاہوں کے سامنے اس طرح نہیں بیٹھتے اور اللہ ﷻ جو تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے اسے دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ

غیبی آواز:

حضرت سیدنا ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں ایک دفعہ چوکڑی مار کر بیٹھا ہوا تھا اس اثناء میں میں نے ایک غیبی آواز سنی کہ کیا بادشاہوں کے سامنے اسی طرح بیٹھتے ہیں؟ اس کے بعد میں کبھی بھی چوکڑی مار کر نہیں بیٹھا۔

اور جب سوئے تو قبلہ رُخ ہو کر دائیں کروٹ پر سوئے اور ان تمام آداب کا خیال رکھے جن کا ذکر ہم ان کے مقام پر کر چکے ہیں کیونکہ یہ سب باتیں مراقبے میں شامل ہیں یہی نہیں بلکہ قضائے حاجت کے وقت آداب کا خیال رکھنا بھی مراقبے کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کیونکہ

انسان کی تین حالتیں ہوتی ہیں (۱) عبادت میں مصروف ہوگا (۲) گناہ میں (۳) یا کسی مباح کام میں۔

تو میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عبادت میں اس کا مراقبہ نیت کا خالص ہونا' عبادت کو مکمل کرنا' آداب کا خیال رکھنا اور عبادت کو آفات سے بچانا ہے۔

اگر معاذ اللہ ﷻ گناہ میں مشغول ہو تو اس کا مراقبہ توبہ کرنا' نادم ہونا، باز رہنا' حیا کرنا اور غور و فکر میں مشغول ہونا ہے اور اگر کسی مباح (جائز) کام میں مصروف ہو تو اس صورت میں آداب کا لحاظ کرنا گویا نعمتوں کے ملنے پر مُنْعِمْ ﷻ کا شکر ادا کرنا ہے۔

اسکے علاوہ بندہ کسی بھی حالت میں ہو' مصیبتوں اور آزمائشوں سے خالی نہیں ہوتا لہٰذا اسے ان پر صبر کرنا چاہیئے اسی طرح بندے کو کوئی نہ کوئی نعمت ضرور ملتی ہے تو اس پر اسے شکر ادا کرنا چاہیئے اور یہ تمام باتیں مراقبے سے تعلق رکھتی ہیں۔

بلکہ بندے کی طرف ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم ثابت ہوتا ہے اسکی کئی اقسام ہو سکتی ہیں مثلاً

وہ یا تو کوئی ایسا فعل ہوگا جس کی ادائیگی اس پر لازم ہوگی

یا کوئی ممنوع کام ہوگا جس کا چھوڑنا ضروری ہو

یا کوئی مستحب کام ہوگا جس کی اسے ترغیب دی جارہی ہے تاکہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے بقیہ بندوں سے زیادہ نیکیاں کر جائے

یا وہ کام مباح ہوگا جس کے کرنے سے اسے جسم کی درستگی، دل کی فرحت و تازگی کے ذریعے عبادتِ خداوندی عزوجل پر استقامت ملے گی۔

ان میں سے ہر عمل کی کچھ حدود ہیں جن کی رعایت ضروری ہے اور یہ رعایت دائمی مراقبے سے حاصل ہوتی ہے۔

چنانچہ ارشاد خداوندی عزوجل ہے۔

وَمَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَہٗ۔ (پارہ ۲۸، سورۂ طلاق، آیت ۱)

ترجمہ کنزالایمان: ''اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا''

تو بندے کو ہر وقت ان تین قسموں سے متعلق اپنے نفس کا خیال رکھنا چاہئے اور جب فرائض سے فارغ ہو اور نفلی عبادت پر قدرت ہو تو اسے سب سے بہتر نفلی عمل تلاش کرنا چاہئے۔ کیونکہ جو شخص زیادہ نفع حاصل کرنے پر قادر ہو لیکن سستی کی وجہ سے حاصل نہ کرے وہ گویا نقصان اٹھاتا ہے۔

اور زیادہ نفع، نفلی اعمال کی کثرت سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اسی کے ذریعے بندہ دنیا سے اپنی آخرت کا حصہ وصول کرتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی عزوجل ہے۔

وَلَا تَنۡسَ نَصِیۡبَکَ مِنَ الدُّنۡیَا۔

ترجمہ کنزالایمان: ''اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول'' (پارہ ۲۰، سورۂ قصص، آیت ۷۷)

اور یہ سب کچھ ایک ساعت کے عمل ہی سے ممکن ہے کیوں کہ ساعتیں دراصل تین ہیں ایک وہ جو گزر چکی ہے، خواہ مشقت میں گزری یا آرام میں، اب اس میں کوئی عمل ممکن نہیں۔ دوسری وہ جو ابھی تک نہیں آئی، بندے کو اس کا علم نہیں کہ وہ اس ساعت میں زندہ رہے گا یا نہیں؟ اور اسے اس بات کا علم بھی نہیں کہ اس ساعت میں اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں کیا فیصلہ فرمائے۔ اور تیسری وہ ہے جس میں بندہ فی الحال موجود ہے، اسے اس میں اپنے نفس سے مجاہدہ کرنا اور اپنے رب عزوجل کی رضا کو سامنے رکھنا چاہئے کیونکہ عمل کا وقت محض یہی موجودہ ساعت ہے۔

کیونکہ اگر اسے آئندہ عمل کا موقع نہ بھی ملا تب بھی اسے اس پر افسوس نہ ہوگا اور اگر بالفرض آنے والی ساعت میں زندہ رہا تو اس سے بھی اپنا حق وصول کرلے گا جس طرح پہلی ساعت کو عبادت میں گزار کر اسے حاصل کیا تھا۔ اور بندے کو چاہئے کہ اپنی زندگی کی امید پچاس برس تک نہ ٹھہرائے کہ اس طرح وہ اتنی لمبی مدت تک مراقبہ کرنے سے گھبرا جائے گا بلکہ یوں سمجھے کہ اس کا وقت پورا ہو چکا ہے اور یہ اس کے آخری سانس ہیں ہوسکتا ہے کہ واقعی یہ اس کے آخری سانس ہوں اور اگر اسے علم نہ ہو تب بھی اس بات کا امکان تو موجود ہے کہ یہ اس کے آخری لمحات ہوں تو اسے ایسا عمل اختیار کرنا چاہئے جس

میں اگر موت آجائے تو ناگوار نہ ہو اور ہونا تو یہ چاہئے کہ اس کے تمام احوال ایسے طریقے پر رہیں جو حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

لَا یَکُوْنُ الْمُؤْمِنُ ظَاعِنًا اِلَّا فِیْ ثَلَاثٍ تَزَوُّدٍ لِمَعَادٍ اَوْ مَرَمَّةٍ لِمَعَاشٍ اَوْ لَذَّةٍ فِی غَیْرِ مُحَرَّمٍ۔

ترجمہ: ''مومن صرف تین کاموں کی طرف رغبت کرتا ہے (۱) آخرت کیلئے زادِراہ جمع کرنا۔ (۲) حلال روزی کمانا۔ (۳) ایسی لذت حاصل کرنا جو حرام نہ ہو'' (الترغیب والترہیب جلد۳ ص ۱۸۸، ۱۸۹ کتاب الفقہاء)

چار ساعتیں:

اور اسی طرح ایک دوسری حدیث بھی ان سے مروی ہے:

عَلَی الْعَاقِلِ اَنْ تَکُوْنَ لَہٗ اَرْبَعُ سَاعَاتٍ سَاعَةٌ یُنَاجِیْ فِیْہِ رَبَّہٗ وَ سَاعَةٌ یُحَاسِبُ فِیْھَا نَفْسَہٗ وَ سَاعَةٌ یَتَفَکَّرُ فِیْھَا فِیْ صُنْعِ اللّٰہِ وَ سَاعَةٌ یَخْلُوْفِیْھَا لِلْمَطْعَمِ وَ الْمَشْرَبِ۔

ترجمہ: ''عقل مند آدمی کیلئے چار اوقات ہونے چاہئیں ایک وقت میں اپنے رب عزوجل سے مناجات کرے دوسرے وقت میں اپنے نفس کا احتساب کرے تیسرے وقت میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق وصنعت کی حکمت میں غور کرے اور چوتھی ساعت میں کھانے پینے کیلئے فارغ ہو''

کیوں کہ یہ کھانے پینے والی ساعت باقی تین ساعتوں میں اسکی مددگار ہوگی پھر جس ساعت میں کھانے پینے میں مشغول ہو وہ بھی افضل عمل سے خالی نہیں ہونی چاہئے اور وہ عمل غور وفکر ہے مثلاً اس نے جو کھانا حاصل کیا اس میں اتنے عجائب ہیں کہ اگر ان میں غور وفکر کرے اور ان کو سمجھے تو یہ اعضاء کے بہت سے اعمال سے افضل ہے۔ اور اس سلسلے میں لوگوں کی کئی قسمیں ہیں۔

تین قسم کے لوگ

ایک قسم ان لوگوں پر مشتمل ہے جو غذاء کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی صنعت کے عجائبات میں غور کرتے ہیں کہ حیوانات کی زندگی اس سے کس طرح مربوط ہے۔ اسباب کے سلسلے میں تقدیر خداوندی کی کیفیت کیا ہے نیز یہ کہ خواہشات کو پیدا کیا جو اس غذاء کے حصول کا باعث ہیں اور اس خواہش کے لوازمات پر غور کرتا ہے، یہ نہایت عقل مند لوگوں کا مقام ہے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو اللہ عزوجل کی خاطر غذاؤں اور لذت کو غصے اور ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس

میں صرف مجبوری کی حالت کوپیش نظر رکھتے ہیں وہ اس سے بے نیاز ہونا چاہتے ہیں لیکن وہ دیکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں نفس کی خواہش کی وجہ سے مجبور ہیں یہ زاہدلوگوں کا مقام ہے۔

تیسری قسم ان کی ہے جو صانع ﷻ کی صنعت کو دیکھتے ہیں اور اس سے خالق ﷻ کی صفات کی طرف توجہ کرتے ہیں ان کا غذاؤں کو دیکھنا فکر کے دروازے کھولتا ہے اور یہ سب سے اعلیٰ مقام ہے یہ عارفین کا مقام اور محبین کی علامت ہے کیوں کہ جب کوئی مُحِبّ اپنے محبوب کی کاریگری، اس کی کتاب یا تصنیف کو دیکھتا ہے تو وہ صنعت کو بھول جاتا ہے اور اس کا دل صانع (بنانے والے) کی طرف لگ جاتا ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بندہ جس چیز میں بھی غوروفکر کرتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت وصنعت کے جلوے موجود ہوتے ہیں اب اگر اس کیلئے ملکوت کے دروازے کھل جائیں تو صانع ﷻ کی طرف دیکھنے کی بہت گنجائش ہے لیکن یہ بہت ہی کمیاب ہے۔

اور چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے جو ان کھانوں کو حرص اور رغبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں چنانچہ جو کچھ نہیں ملا اس پر کف افسوس ملتے ہیں اور جو کچھ حاصل ہوا اس پر خوش ہوتے ہیں جو کچھ ان کی خواہش کے مطابق نہیں ہوتا اسے چھوڑ دیتے ہیں اس میں عیب نکالتے ہیں اور اس کے فاعل کی برائی بیان کرتے ہیں یعنی پکانے والے کی مذمت کرتے ہیں اور انہیں معلوم نہیں کہ پکانے والے کو جو قدرت اور علم حاصل ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس کی مخلوق میں سے کس کی مذمّت کرتا ہے وہ دراصل بالواسطہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہنے کا مرتکب کہلاتا ہے اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ۔

ترجمہ: ''زمانے کو گالی نہ دو کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی زمانے کو پیدا کرنے والا ہے'' (صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۳۷، کتاب الالفاظ من الادب)

یہ مراقبے (یعنی فکر مدینہ) کا دوسرا درجہ ہے اس میں اعمال کے دوران انکی کیفیت اور دوام کی نگہداشت ہوتی ہے اس کی تشریح بہت طویل ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے یہ سمجھدار کیلئے چند اصول ہیں جو بہت فائدہ مند ہیں۔

نگہداشت کا تیسرا مقام عمل کے بعد نفس کا مُحاسَبہ

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اپنے نفس کا محاسبہ بڑی اچھی چیز ہے۔ اس کی فضیلت کے بارے میں ارشاد خداوندی

ہے:

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُو اللّٰہَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔

ترجمہ کنز الایمان: ''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لئے کیا آگے بھیجا'' (پارہ ۲۸' سورۂ حشر' آیت ۱۸)

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ گذشتہ اعمال کا محاسبہ کرنا چاہئے اسی لئے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ محاسبہ کیا جائے اور وزن کئے جانے سے پہلے وزن کرلو''۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی نصیحت کیجئے آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم نصیحت طلب کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اِذَا ھَمَمْتَ بِاَمْرٍ فَتَدَبَّرْ عَاقِبَتَہٗ فَاِنْ کَانَ رُشْدًا فَامْضِہٖ وَ اِنْ کَانَ غَیًّا فَانْتَہِ عَنْہُ۔

ترجمہ: ''جب کسی کام کا ارادہ کرو تو اس کے انجام میں غور وفکر کرو اگر وہ درست ہو تو اسے کر گزرو، اور اگر گمراہی ہو تو اس سے رک جاؤ''

ایک حدیث شریف میں ہے کہ عقلمند آدمی کو اپنے کام چار ساعتوں پر تقسیم کرنے چاہئیں (جن میں سے) ایک ساعت میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی عزوجل ہے:

وَ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔

ترجمہ کنز الایمان: ''اور اللہ کی طرف توبہ کرو۔ اے مسلمانو سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ'' (پارہ ۱۸ 'سورۂ نور' آیت ۳۱)

توبہ کیا ہے؟

اور توبہ یہ ہے کہ اپنے عمل پر ندامت کی نگاہ ڈالے۔

رسول اکرم ﷺ نے ہم غلاموں کی تربیت کیلئے ارشاد فرمایا:

اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ۔

ترجمہ: ''بے شک میں دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں'' (مجمع

الزوائدج ۱۰،ص ۲۰۸، کتاب الادعیۃ)

چنانچہ ارشاد خداوندی عزوجل ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰۤئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ

ترجمہ کنزالایمان: ''بے شک وہ جوڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہوجاتے ہیں اسی وقت انکی آنکھیں کھل جاتی ہیں'' (پارہ ۹ سورۂ اعراف آیت ۲۰۱)

آج کیا عمل کیا؟

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ جب رات ہوجاتی تو آپ رضی اللہ عنہ اپنے پاؤں پر دُرّہ مارتے اوراپنے آپ سے پوچھتے کہ آج تم نے کیا عمل کیا ہے؟

حضرت سیدنا میمون بن مہران رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرلے کیونکہ کام کے بعد شریکین ایک دوسرے سے حساب کرتے ہیں۔

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وصال کے وقت ان سے فرمایا'' مجھے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں''، پھر فرمایا'' میں نے کیا کہا؟'' انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات دُہرادی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' (نہیں بلکہ) حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں''۔تو دیکھئے کس طرح انہوں نے عمل کے بعد غور وفکر کیا اور ایک بات کو دوسری بات سے بدل دیا۔

بالکل ایسے ہی حضرت سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب نماز میں پرندے نے ان کی توجہ دوسری طرف مبذول کردی تو انہوں نے اپنا باغ اللہ تعالیٰ کیلئے صدقہ کردیا۔اس کی وجہ ندامت اور اس (صدقہ) کے عوض (ثواب) کی امید تھی۔

اسی طرح حضرت سیدنا ابن سلام رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے لکڑیوں کا ایک گٹھا اٹھایا تو ان سے کہا گیا اے ابویوسف! آپ کے بیٹے اور غلام اس کام کیلئے کافی تھے، انہوں نے فرمایا'' میں اپنے نفس کا تجربہ کرنا چاہتا تھا کہ کہیں وہ انکار تو نہیں کرتا''۔

محاسبہ کرنے والا خوش نصیب ہے:

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مومن اپنے نفس پر حاکم ہے وہ اللہ تعالیٰ کیلئے اس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے۔ اوران لوگوں کا حساب آسان ہوگا جو دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں جبکہ ان لوگوں کا حساب سخت ہوگا جنہوں نے دنیا میں اپنے کام کو حساب کے بغیر کیا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے محاسبہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ''مومن کے سامنے اچانک کوئی بات آتی ہے اور وہ اسے اچھی لگتی ہے تو کہتا ہے قسم بخدا! تو مجھے اچھی لگتی ہے اور تو میری ضرورت بھی ہے لیکن کیا کروں تیرے اور میرے درمیان ایک رکاوٹ ہے اور وہ ہے عمل سے پہلے حساب۔''

پھر فرمایا ''بعض اوقات اس سے کوتاہی ہو جاتی ہے تو وہ اپنے نفس سے کہتا ہے اس سُستی سے تیرا کیا ارادہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! اس سلسلے میں تیرا عذر قبول نہیں کیا جائے گا اور اللہ کی قسم! میں آئندہ کبھی بھی یہ کام نہیں کروں گا''۔

اپنے نفس کو ملامت کرنے والا خوش نصیب ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلا آپ رضی اللہ عنہ ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ میرے اور آپ رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک دیوار حائل تھی میں نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ اکیلے تھے اور فرما رہے تھے اے عمر بن خطاب! تو امیر المؤمنین ہے، کیا خوب؟ اللہ کی قسم! تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہوگا ورنہ وہ تجھے عذاب دے گا۔

جیسا کہ ربِّ کائنات کا فرمان والا شان ہے:

وَ لَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ

ترجمہ کنزالایمان: ''اور اس جان کی قسم! جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے'' (پارہ ۲۹، سورۃ القیامۃ، آیت ۲)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مومن ہمیشہ اپنے نفس کو جھڑکتا ہی رہتا ہے کہ اس کلام سے میرا ارادہ کیا تھا؟ اُس کھانے سے کیا مقصود تھا؟ میرے اس پینے سے کیا ارادہ تھا؟ اور بدکار آدمی زندگی بسر کرتا رہتا ہے لیکن کبھی بھی اپنے نفس کو عتاب نہیں کرتا۔

حضرت سیدنا میمون بن مہران رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو اپنے نفس سے کہتا ہے کیا تو فلاں گناہ والا نہیں؟ کیا تو فلاں عمل والا نہیں؟ پھر اسے لگام ڈال کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کا پابند کر دیتا ہے تو یہ شخص فائدے میں رہتا ہے۔ اور یہی نفس کا محاسبہ اور عتاب ہے۔

حضرت سیدنا میمون بن مہران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مومن اپنے نفس کا محاسبہ ظالم بادشاہ اور بخیل شریک سے بھی زیادہ کرتا ہے۔

ہماری سانسیں امانت ہیں:

حضرت سیدنا ابراھیم تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے مراقبے کے دوران اپنے نفس کو جنت میں اسطرح دیکھا کہ گویا میں اس کے پھل کھا رہا ہوں اس کی نہروں سے پانی پیتا اور وہاں کی حوروں سے ملاقاتیں کرتا ہوں پھر میں نے اپنے نفس کو جہنم میں یوں دیکھا کہ گویا اس کی کڑوی غذا (تھوہڑ) کھاتا اور پیپ پیتا ہوں نیز اس کے طوق اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں تو میں نے اپنے نفس سے کہا اے نفس تم کیا چاہتے ہو اس نے کہا میں دوبارہ دنیا میں جا کر اچھے کام کرنا چاہتا ہوں میں نے کہا تمہیں اجازت ہے اور یہ چند سانسیں تمہارے پاس امانت ہیں، تم امین ہو پس عمل کرو۔

حضرت سیدنا مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجاج بن یوسف کو دیکھا اس نے خطبہ دیتے ہوئے کہا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنا محاسبہ کرتا ہے اس سے پہلے کہ اسکا محاسبہ کسی اور کے ہاتھ میں چلا جائے اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو اپنے عمل کی لگام پکڑتا ہے اور دیکھتا ہے کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے ناپ تول میں نظر کرتا ہے وہ مسلسل کہتا رہا حتی کہ میں رو پڑا۔

حضرت سیدنا احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کے مرید نے بیان کیا کہ میں ان کی مجلس میں رہتا تھا وہ رات کو اکثر نماز کی جگہ دعا مانگتے تھے اور چراغ کے پاس آکر اس کی لو پر انگلی رکھتے حتی کہ آگ کی تپش محسوس ہوتی پھر اپنے نفس سے فرماتے اے احنف! آج تم نے جو عمل کیا اس کی وجہ کیا تھی؟ آج تم نے جو عمل کیا اس پر تجھے کس نے ابھارا؟۔

عمل کے بعد محاسبہ کی حقیقت

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جس طرح انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دن کے شروع میں ایک وقت مقرر کرے جس میں اپنے نفس کو حق کی وصیت کرے اور اس سے اس بات کی شرط رکھے اسی طرح دن کے آخر میں بھی ایک وقت مقرر ہونا چاہئے جس میں وہ اپنے نفس سے مطالبہ اور اس کی تمام حرکات وسکنات پر محاسبہ کرے جس طرح تاجر لوگ دنیا میں اپنے شریکوں کے ساتھ حساب کتاب کیلئے سال یا مہینے کے آخر میں ایک وقت مقرر کرتے ہیں حالانکہ وہ دنیوی حرص کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں دنیوی مال تلف نہ ہو جائے حالانکہ اس نفع کا فوت ہو جانا ان کیلئے غفلت سے بہتر ہے اور اگر یہ مال ان کو حاصل ہو تو بھی چند دن ہی باقی رہتا ہے تو عقلمند آدمی اپنے نفس سے اس بات کا حساب کیسے نہ

کرے جس سے اسکی دائمی بدبختی یا نیک بختی کا تعلق ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس محاسبے میں سستی، اور غفلت اور من جانب اللہ توفیق نہ ملنے کی وجہ سے ہوتی ہے، معاذ اللہ۔ ایک تاجر کیلئے شریک کے ساتھ حساب کتاب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اصل مال اور نفع ونقصان کا جائزہ لے تا کہ کمی زیادتی کا پتہ چل سکے اگر مال میں اضافہ ہوا تو اسے وصول کرے اور اس کا شکریہ ادا کرے اور اگر نقصان ہو تو اس سے نقصان بھرنے اور مستقبل میں اس کے تدارک کا مطالبہ کرے۔ اسی طرح دین کے حوالے سے اصل مال فرائض اور نفع نوافل ہیں اور اس کا نقصان گناہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

اس مدنی تجارت کا موسم (سیزن) پورا دن ہوتا ہے اور عمل کرنے والا نفس اَمّارہ ہے لہٰذا پہلے اس سے فرائض کے بارے میں پوچھے اگر اس نے اس طرح ادائیگی کر دی جس طرح چاہیئے تھا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور نفس کو بھی اس کارکردگی پر ثواب کی امید دلائے اور اسی طرح ادائیگی کرتے رہنے کی رغبت دے اور اگر اس نے بالکل ادا نہیں کیئے تو اس سے قضا کا مطالبہ کرے اگر اس نے ناقص طور پر ادائیگی کی ہو تو اسے نوافل کے ذریعے نقصان کو پورا کرنے کا پابند بنائے۔ اور اگر اس نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہو تو اسے (نفس کو) سزا دینے اور جھڑکنے میں جلدی کرے اور اس کی کوتاہی کا اچھی طرح تدارک کرے جس طرح تاجر اپنے شریک کے ساتھ کرتا ہے۔

اور جس طرح وہ تاجر دنیا میں ایک ایک پیسے کا حساب کرتا اور نفع ونقصان کے ہر پہلو پر نظر رکھتا ہے تا کہ اسے اس میں کچھ بھی نقصان نہ ہو تو اسے چاہئے کہ نفس کے معمولی سے نقصان اور مکر وفریب سے بھی بچے کیوں کہ یہ بڑا دھوکے باز اور مکار ہے لہٰذا پہلے اس سے تمام دن کی گفتگو کا صحیح جواب طلب کرے اور اپنے نفس سے اس بات کا خود حساب لے جس کا حساب قیامت کے دن رب لم یزل عزوجل لے گا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسی طرح نظر بلکہ دل کے خیالات اور وسوسوں، اٹھنے، بیٹھنے کھانے پینے، سونے حتی کہ خاموشی کا حساب بھی لے اور سکون کے بارے میں پوچھ گچھ کرے اور جب ان تمام باتوں کا علم ہو جائے جو نفس پر واجب تھیں اور اس کے نزدیک صحیح طور پر ثابت ہو جائے کہ جس قدر واجب کی ادائیگی ہوئی ہے اتنے کا حساب ہو گیا اب باقی نفس کے ذمہ دل اور کاغذ دونوں پر لکھے جیسے اپنے شریک کے ذمہ باقی حساب دل پر بھی لکھتا ہے اور حساب وکتاب کے رجسٹر میں بھی۔

پھر اگر نفس قرض دار ٹھہرے تو اس سے قرض وصول کرے کچھ جرمانہ کے ذریعے اور کچھ اسی کی واپسی سے اور بعض کاموں پر اسے سزا دے اور یہ سب کچھ حساب کی تحقیق کے بعد ہی ممکن ہے تا کہ جس قدر واجب باقی ہے اس کی تمیز ہو سکے

جب یہ بات معلوم ہو جائے تو اب اس سے مطالبہ اور تقاضا کرنا چاہئے۔ اسے چاہئے کہ نفس سے ایک ایک دن گھڑی کر کے تمام عمر کا حساب تمام ظاہری اور باطنی اعضا کے حوالے سے کرے۔

جیسے حضرت سیدنا توبہ بن صمہ رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ ''رقہ'' کے مقام پر تھے اور اپنے نفس کا محاسبہ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک دن حساب لگایا تو ان کی عمر ساٹھ سال تھی۔ دنوں کا حساب کیا تو وہ اکیس ہزار پانچ سو تھے انہوں نے چیخ ماری اور فرمایا ''ہائے افسوس! میں حقیقی بادشاہ سے اکیس ہزار پانچ سو گناہوں کے ساتھ ملاقات کروں گا اور جب روزانہ دس ہزار گناہ ہوں تو کیا صورت حال ہوگی'' پھر اتنا کہہ کر خوفِ خدا عزوجل کی شدت کی تاب نہ لاتے ہوئے غش کھا کر گر پڑے اور معلوم ہوا کہ وفات پا گئے ہیں۔

لوگوں نے سنا کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا ''اے شخص! فردوس اعلیٰ کی طرف چلا جا۔'' میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسی طرح ہر وقت نفس سے سانسوں کا حساب بھی کیا جائے نیز دل کے گناہ اور اعضاء سے سرزد ہونے والی نافرمانیوں پر بھی احتساب کرے۔ اگر آدمی ہر گناہ پر اپنے گھر میں ایک پتھر پھینکے تو تھوڑی سی مدت میں اس کا گھر پتھروں سے بھر جائے گا۔ لیکن وہ گناہوں کو یاد رکھنے میں سستی کرتا ہے جب کہ دو فرشتے اسے یاد رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے شمار کرتا ہے اور انسان بھول جاتے ہیں۔

{فصل...... ۴}

چوتھی نگہداشت......کوتاہی پر نفس کو سزا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب آدمی اپنے نفس کا احتساب کرے اور پھر اس گناہ کے ارتکاب اور حق خداوندی جل جلالہ میں کوتاہی سے محفوظ نہ پائے تو اس کے لئے مناسب نہیں کہ نفس کو کھلی چھٹی دے دے کیونکہ اسے مہلت دینے کی صورت میں گناہوں کا ارتکاب آسان سے آسان ہو جائے گا۔ نفس ان کا عادی ہو جائے گا اور پھر انہیں چھوڑنا نہایت مشکل ہوگا۔ اور یہی اس کی ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے۔ لہٰذا اسے چاہئے کہ اس کو تنبیہ کرتا رہے جب نفس کی خواہش کے مطابق کوئی مشتبہ لقمہ کھائے تو اسے چاہئے کہ نفس کو بھوک کے ذریعے سزا دے اور اگر کسی غیر محرم کو دیکھے تو آنکھ کو روکنے کے ذریعے سزا دے اسی طرح جسم کے ہر عضو کو خواہشات کی تکمیل سے روکنے کے ذریعے سزا دے کہ آخرت کے راستے پر چلنے والوں کا یہی طریقہ تھا۔

حضرت سیدنا منصور بن ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک عبادت گزار آدمی نے کسی عورت سے بات کی حتی کہ

اس کی ران پر ہاتھ رکھ دیا پھر اسے ندامت ہوئی اور یہ ندامت اتنی بڑھی کہ کچھ وقت کے لئے اس کی عقل زائل ہوگئی اور اس نے اپنا ہاتھ آگ پر رکھ دیا حتی کہ وہ جل کر کباب ہوگیا۔

حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں میں نے ابن کریبی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ایک رات میں جنبی ہوگیا اور مجھے غسل کی ضرورت پڑ گئی رات ٹھنڈی تھی میں نے محسوس کیا کہ میرا دل اس میں کوتاہی کر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ صبح ہوجائے اور میں گرم پانی کے حمام میں نہاؤں اور نفس پر مشقت نہ ڈالوں۔

میں نے کہا تعجب کی بات ہے میرا زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے اور اس کا مجھ پر حق واجب ہوا اور میں جلدی کرنے کی بجائے توقف اور تاخیر کررہا ہوں میں نے قسم کھائی کہ میں اسی گدڑی میں غسل کروں گا اور یہ بھی قسم کھائی کہ میں نہ تو اسے اتاروں گا اور نہ نچوڑوں گا اور نہ ہی اسے دھوپ میں خشک کروں گا۔

اسی طرح منقول ہے کہ سیدنا غزوان اور سیدنا ابوموسیٰ رحمہما اللہ دونوں ایک جہاد میں مشغول تھے کہ ایک عورت سامنے آئی سیدنا غزوان رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا پھر اپنی آنکھ پر اس قدر زور سے طمانچہ مارا کہ آنکھ پتھرا گئی اور فرمایا ''تو اسی چیز کو دیکھتی ہے جو تیرے لئے نقصان دہ ہے''۔ یونہی کسی دوسرے بزرگ نے ایک عورت کی طرف ایک نگاہ کی تو اپنے اوپر لازم کردیا کہ وہ زندگی بھر ٹھنڈا پانی نہیں پئیں گے اور چنانچہ وہ گرم پانی پیتے تھے تاکہ نفس اس تلخی کا مزہ چکھتا رہے۔

اسی طرح حضرت سیدنا حسان بن ابوسنان رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ایک بالا خانے کے پاس سے گزرے اور کہنے لگے یہ کب بنا ہے پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا ''تو ایسے کام کے بارے میں پوچھتا ہے تیرے لئے جو بے مقصد ہے میں تجھے ایک سال روزہ رکھنے کی سزا دوں گا'' چنانچہ انہوں نے سال بھر روزہ رکھا۔

حضرت سیدنا مالک بن ضیغم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سیدنا رباح قیسی رضی اللہ عنہ عصر کے بعد آئے اور میرے والد کے بارے میں پوچھا ہم نے کہا وہ تو سوئے ہوئے ہیں فرمایا ''کیا اس وقت سو رہے ہیں؟ کیا یہ سونے کا وقت ہے؟'' پھر واپس تشریف لے گئے پھر گئے ہم نے ان کے پیچھے ایک آدمی بھیجا اور پوچھا کیا آپ کے لئے ان کو جگا دیں؟ قاصد واپس آیا اور کہنے لگا وہ تو میری بات سمجھنے سے زیادہ اہم بات میں مشغول ہیں میں نے دیکھا کہ وہ قبرستان میں چلے گئے اور اپنے نفس کو اس طرح عتاب کرنے لگے کیا تم نے یہ کہا کہ کیا یہ سونے کا وقت ہے؟ کیا یہ بات کہنا تم پر لازمی تھا آدمی جب چاہے سوئے تمہیں کیا معلوم کہ یہ سونے کا وقت نہیں ہے جس بات کا علم نہیں اس کے بارے میں گفتگو کرتے ہو میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتا ہوں جسے کبھی نہیں توڑوں گا کہ سال بھر تک سونے کے علاوہ زمین پر پیٹھ نہیں لگاؤں گا البتہ یہ کہ کوئی مرض حائل ہوجائے یا عقل زائل ہوجائے تو الگ بات ہے تجھے شرم نہیں آتی کب تک تو لوگوں کو جھڑکتا رہے گا اور اپنی گمراہی سے باز نہیں آئے

گا۔راوی فرماتے ہیں وہ رونے لگے اور انہیں میری موجودگی کا علم نہ ہوا میں نے یہ بات دیکھی تو انہیں چھوڑ کر واپس آ گیا۔

حضرت سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ ایک رات سوئے اور تہجد کے لئے نہ اٹھ سکے تو اس کوتاہی کی سزا کے طور پر وہ ایک سال تک نہ سوئے اور رات کو قیام کرتے رہے۔

حضرت سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک دن ایک شخص چلا اور وہ اوپر کے زائد کپڑے اتار کر گرم ریت پر خوب لوٹا اور اپنے نفس سے کہنے لگا اے رات کے مردار اور دن کے بیکار (ذرا اس گرم ریت کا مزہ) چکھو اور جہنم کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے وہ اسی حالت میں تھا کہ اس کی نگاہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سائے میں آرام فرما تھے۔ وہ حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ مجھ پر میرا نفس غالب ہو گیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو کچھ تم نے کیا اس کے علاوہ کوئی دوسرا علاج نہ تھا؟ سنو! تمہارے لئے آسمان کے دروازے کھل گئے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کا اظہار فرماتا ہے'' اس کے بعد آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ''اپنے بھائی سے کچھ توشہ لے لو'' تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا ''اے فلاں! میرے لئے دعا کرو میرے لئے دعا کرو''۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ان سب کے لئے دعا کرو'' چنانچہ اس نے یوں دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلِ التَّقْویٰ زَادَ ھُمْ وَاجْمَعْ عَلَی الْھُدیٰ اَمْرَھُمْ

ترجمہ: ''یا اللہ! تقویٰ ان کا سامان بنا دے اور ان سب کے معاملے کو ہدایت پر جمع کر دے''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے یا اللہ! اس کو راہ راست پر رکھ۔ تو اس نے کہا یا اللہ ان سب کا ٹھکانہ جنت میں بنا دے۔

(کنز العمال جلد ۶ ص ۶۱۷، ۶۱۸ حدیث ۴۸۹۷)

حضرت سیدنا حذیفہ بن قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص سے پوچھا گیا کہ تم اپنے نفس کی خواہشات کے سلسلے میں کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا رُوئے زمین پر مجھے اپنے نفس سے زیادہ کسی چیز سے نفرت نہیں تو میں اس کی خواہشات کو کیسے پورا کر سکتا ہوں۔

میں سب سے بُرا ہوں نگاہِ کرم ہو

سراپا خطاء ہوں نگاہِ کرم ہو

حضرت سیدنا ابن سماک، حضرت سیدنا داؤد طائی (رحمہما اللہ) کے وصال کے بعد ان کے پاس پہنچے اور وہ اپنے گھر میں مٹی پر پڑے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا ''اے داؤد! تو نے اپنے نفس کو اس کے قید ہونے سے پہلے قید کر دیا اور اس کو عذاب ہونے سے پہلے عذاب میں مبتلا کیا آج تم اس کی طرف سے ثواب دیکھو گے جس کے لئے ایسا کرتے تھے۔

حضرت سیدنا وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے ایک عرصہ تک عبادت کی پھر اسے کوئی حاجت پیش آئی تو وہ ستر ہفتے اس طرح کھڑا رہا کہ وہ ہر ہفتے میں گیارہ کھجوریں کھاتا تھا۔ پھر اپنی حاجت کا سوال کیا لیکن اس کی حاجت پوری نہ ہوئی چنانچہ اس نے اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہا یہ تیری وجہ سے ہوا اگر تجھ میں کوئی بھلائی ہوتی تو تیری حاجت پوری ہو جاتی اس وقت ایک فرشتہ نازل ہوا اور اس نے کہا اے ابن آدم! تیری یہ ساعت جس میں تو نے نفس کو جھڑکا تیری گذشتہ عبادت سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے تیری حاجت کو پورا کر دیا ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرت سیدنا عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک جہاد میں شریک تھے جب دشمن سر پر آ گیا تو لوگوں میں چیخ وپکار شروع ہو گئی وہ سخت ہوا کا دن تھا لوگ اسی حالت میں میدان جنگ کی طرف چل پڑے تو میں نے اپنے سامنے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے نفس سے مخاطب تھا اور کہہ رہا تھا اے میرے نفس کیا میں فلاں فلاں جنگ میں شریک نہیں ہوا تو تُو نے کہا اپنے اہل وعیال کی طرف چل میں نے تیری بات مانی اور واپس لوٹ گیا کیا میں فلاں جنگ میں شریک نہیں ہوا اور اس میں بھی تم نے وہی بات کہی اور اہل وعیال کی یاد دلائی تو میں نے تیری بات مانی اور واپس لوٹ گیا اللہ کی قسم! آج میں تجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کروں گا اس کی مرضی ہے وہ تجھے پکڑے یا چھوڑ دے۔

راوی کہتے ہیں میں نے دل میں کہا کہ آج میں اس شخص کی نگرانی کروں گا میں اسے دیکھتا رہا لوگوں نے دشمن پر حملہ کیا تو وہ سب سے آگے تھا پھر دشمن ان لوگوں پر حملہ آور ہوئے تو وہ بکھر گئے لیکن شخص اپنی جگہ کھڑا رہا حتی کہ وہ کئی مرتبہ اِدھر اُدھر ہوئے لیکن یہ ثابت قدمی سے لڑتا رہا اللہ کی قسم وہ اسی حالت میں رہا حتی کہ وہ شہید ہو کر گر پڑا تو میں نے اس پر اور اس کی سواری پر ساٹھ یا اس سے بھی زیادہ زخم شمار کئے۔

حضرت سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے متعلق حدیث ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ جب ایک پرندے نے نماز میں ان کی توجہ کو ہٹایا جو ان کے باغ میں تھا تو انہوں نے اس کے کفارے کے طور پر اپنا باغ صدقہ کر دیا اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر رات اپنے پاؤں پر درہ مارا کرتے تھے اور فرماتے بتا آج تو نے کیا عمل کیا ہے؟

اسی طرح حضرت سیدنا مجمع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے انہوں نے اپنا سر چھت کی طرف اٹھایا تو ان کی نظر ایک عورت پر پڑی تو انہوں نے قسم کھائی کہ وہ جب تک دنیا میں موجود ہیں آسمان کی طرف نظر نہیں اٹھائیں گے۔

حضرت سیدنا احنف بن قیس رضی اللہ عنہ ہمیشہ رات کے وقت اپنی انگلی جلتے ہوئے چراغ پر رکھتے اور اپنے نفس سے فرماتے کہ تم نے فلاں دن فلاں عمل کیوں کیا؟

حضرت سیدنا وہیب بن ورد رضی اللہ عنہ کو اپنے نفس کی کوئی بات بری معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے سینے کو نوچا جس سے

کچھ بال اکھڑ گئے حتی کہ جب سخت تکلیف محسوس ہوئی تو فرمانے لگے میں تو تیری بھلائی چاہتا ہوں۔

حضرت سیدنا محمد بن بشر نے حضرت سیدنا داؤد طائی رحمہما اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ وہ افطاری کے وقت نمک کے بغیر روٹی کھا رہے تھے فرمایا ''اگر نمک کے ساتھ کھاتے تو کیا حرج تھا؟'' انہوں نے جواب دیا ''میرا نفس ایک سال سے مجھ سے نمک کا مطالبہ کررہا ہے''۔ راوی فرماتے ہیں کہ جب تک حضرت سیدنا داؤد رضی اللہ عنہ دنیا میں رہے انہوں نے نمک نہیں چکھا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! محتاط لوگ تو اس طرح اپنے نفس کو سزا دیتے تھے اور تعجب کی بات ہے کہ ہم اپنے نوکروں' ماتحتوں اور اپنی بیوی بچوں سے کوئی بداخلاقی یا کسی کام میں کوتاہی دیکھتے ہیں تو ان کو سزا دیتے ہیں اور اس بات کا ڈر ہے کہ اگر ان سے درگزر کیا جائے تو یہ لوگ ہاتھ سے نکل جائیں گے اور سرکشی کریں گے لیکن اپنے نفس کو چھوڑ دیتے ہیں حالاں کہ وہ ہمارا بہت بڑا دشمن ہے اور اس کی سرکشی کا نقصان ہمارے اہل وعیال کی سرکشی کے نقصان سے زیادہ ہے۔ وہ تو زیادہ سے زیادہ ہماری زندگی میں ہمیں پریشان کریں گے اور اگر ہم سمجھ دار ہوتے تو معلوم ہوتا کہ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اور اس میں دائمی نعمتیں ہیں جن کی انتہاء نہیں اور ہمارا نفس ہی ہماری آخرت کو خراب کرتا ہے لہٰذا دوسروں کی نسبت یہ سزا کا زیادہ مستحق ہے۔

{فصل ......۴}

پانچویں نگہداشت......مجاہدہ

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب نفس کا احتساب کرلیا اور دیکھا کہ وہ گناہ سے الگ ہوگیا ہے تو اب چاہئے کہ گزشتہ گناہوں پر اسے سزا دے اور دیکھے اگر وہ کسی مستحب کام میں سستی کرتا ہے یا کسی وظیفہ میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کی تادیب اس طرح کرے کہ اس پر نوافل کا بوجھ ڈال دے اور اللہ عزوجل کے لئے عمل کرنے والے اسی طرح عمل کرتے ہیں چنانچہ

ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز عصر رہ گئی تو انہوں نے اپنی وہ زمین صدقہ کردی جس کی قیمت دو لاکھ درہم تھی۔

اگر حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نماز باجماعت رہ جاتی تو آپ رضی اللہ عنہ سوہ پوری رات عبادت میں گزار دیتے۔

ایک مرتبہ نماز مغرب میں تاخیر ہوگئی حتی کہ دوستارے نکل آئے تو آپ نے دو غلام آزاد فرمائے۔ حضرت سیدنا ابن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ سے فجر کی دو رکعتیں رہ گئیں تو انہوں نے ایک غلام آزاد کیا۔

اوران بزرگوں میں سے بعض اپنے نفس پر ایک سال روزہ رکھنا یا پیدل حج کرنا یا اپنا تمام مال صدقہ کرنا لازم کردیتے اوروہ یہ تمام کام نفس کی نگہداشت اور حصول نجات کے لئے کرتے تھے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگرآپ کہیں کہ میرا نفس مجاہدے اور دائمی وظائف کے بارے میں میری بات نہیں مانتا تو اس کے علاج کی کیا صورت ہوگی؟ تو میں کہتا ہوں اسے وہ احادیث سنائیں جو عبادت میں کوشش کرنے والوں کے حق میں آئی ہیں اوران بزرگوں رحمہم اللہ تعالیٰ کے واقعات سنائیں جو عبادت کی خوب کوشش کیا کرتے تھے۔

چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں جب مجھے عبادت کرتے ہوئے کچھ کوتاہی محسوس ہوتی ہے تو میں حضرت سیدنا محمد بن واسع رضی اللہ عنہ کے حالات دیکھتا ہوں اور ایک ہفتہ تک اس پر عمل کرتا ہوں۔

لیکن آج کل یہ علاج ذرا مشکل ہے کیوں کہ اس زمانے میں ایسے لوگ نہیں ملتے جو پہلے لوگوں کی طرح عبادت میں کوشاں ہوں۔ لہٰذا مشاہدے کو چھوڑ کر مطالعے کی طرف رجوع کرے کیوں کہ ان کے احوال سننے سے بڑھ کر کوئی بات نفع نہیں دیتی۔ ان کے حالات زندگی کا مطالعہ کرے اور انہوں نے جو مجاہدہ کیا اسے دیکھے کہ اب ان کی محنت ختم ہوگئی اور اب دائمی نعمتیں اور ثواب ان کا مقدر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا اور اس شخص پر کس قدر افسوس ہے جو ان کے پیچھے نہیں چلتا اور محض چند روزہ خواہشات ہی سے نفع اٹھانے کی کوشش کرتا ہے پھر اچانک ایک دن اسے موت آئے گی اور اس کے اور اس کی خواہشات کے درمیان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حائل ہوجائے گی۔ ہم اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اب ہم ان اوصاف اور فضائل کا ذکر کرتے ہیں جو مریدین کی رغبت کا باعث ہونگے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

رَحِمَ اللّٰهُ قَوْمًا يَحْسَبُهُمُ النَّاسُ مَرْضىٰ وَمَاهُمْ بِمَرْضىٰ۔

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم فرمائے جن کو لوگ بیمار سمجھتے ہیں حالانکہ وہ بیمار نہیں''

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عبادت میں کوشش کی وجہ سے بیمار (لاغر اور کمزور) نظر آتے ہیں......اور ارشاد خداوندی عزوجل ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ

ترجمہ کنزالایمان: ''اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں اوران کے دل ڈر رہے ہیں'' (پارہ سورۂ مومنون' آیت ۶۰)

حضرت سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ نیک اعمال کرتے ہیں پھر بھی ڈرتے ہیں کہ شاید عذاب خداوندی سے نجات حاصل نہ کرسکیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

طُوْبٰی لِمَنْ طَالَ عُمْرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ۔

ترجمہ: ''اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کی عمر لمبی اور اعمال اچھے ہوں'' (الترغیب والترہیب جلد۴ ص ۲۵۴ کتاب التوبۃ)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے میرے ان بندوں کا کیا حال ہے جو عمل میں کوشش کرتے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں یا اللہ! تو نے انہیں ایک چیز سے ڈرایا ہے پس وہ اس سے ڈرتے ہیں اور تو نے ان کو ایک بات کا شوق دلایا تو وہ اس کے مشتاق ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر میرے بندے مجھے دیکھ لیں تو کیسا ہو؟ وہ کہتے ہیں اس صورت میں وہ زیادہ کوشش کریں گے۔

حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے بہت سے لوگوں کو پایا اور ان میں سے کچھ حضرات کی مجلس اختیار کی وہ دنیا کی کسی چیز پر جو ان کے پاس آتی تھی، خوش نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی انہیں دنیا کے چلے جانے پر افسوس ہوتا تھا اور ان کے نزدیک یہ دنیا اس مٹی سے بھی زیادہ حقیر تھی جسے تم اپنے پاؤں سے روندتے ہو ان میں سے ایک پوری زندگی گزار لیتا لیکن انکے پاس زائد کپڑے نہیں ہوتے تھے کہ جنہیں تہہ لگا کر رکھا جائے اور نہ وہ اپنے گھر والوں کو کھانا تیار کرنے کے لئے کہتا نہ اس کے سونے کے لئے زمین پر کوئی چیز بچھائی جاتی میں نے دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرتے تھے جب رات چھا جاتی تو وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے اپنے چہروں کو بچھا دیتے اور ان کے آنسو ان کے رخساروں پر جاری ہوتے۔ آخرت کی نجات کے بارے میں اپنے رب عزوجل سے مناجات کرتے۔ جب اچھا کام کرتے تو اس پر خوش ہوتے اور اس کا شکر ادا کرنے میں جدوجہد کرتے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی قبولیت کا سوال کرتے اور جب کوئی برا عمل ہو جاتا تو غمگین ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کا سوال کرتے اللہ کی قسم! وہ ہمیشہ اسی حالت میں رہے اور قسم بخدا انہوں نے گناہوں سے سلامتی اور نجات مغفرت کے بغیر نہیں پائی۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! منقول ہے کہ کچھ لوگ حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ آپ کی بیمار پرسی کے لئے آئے تھے ان میں ایک دبلا پتلا نوجوان تھا حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے نوجوان! تمہاری یہ حالت کیسے ہوئی؟ اس نے عرض کی امیر المومنین! کچھ بیماریوں نے یہ حالت بنا دی ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ سچ سچ بتا''۔

اس نے کہا ''اے امیر المومنین میں نے دنیا کا مٹھاس چکھا تو اس کو کڑوا پایا چنانچہ اس کی تروتازگی اور حلاوت میری

نظروں میں حقیر ہوگئی اس طرح میرے نزدیک اس کا سونا اور پتھر ایک جیسے ہوگئے اور گویا میں اپنے رب کے عرش کو دیکھ رہا ہوں اور لوگوں کو جنت وجہنم کی طرف لے جایا جارہا ہے اس دن سے میں دن کو پیاسا اور رات کو بیدار رہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ثواب وعذاب کے مقابلے میں اس حالت کی کوئی حیثیت نہیں جس میں میں ہوں''۔

حضرت سیدنا ابونعیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سیدنا داؤد طائی رضی اللہ عنہ روٹی کے ٹکڑے بھگوکر پیتے اور روٹی نہ کھاتے ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا ''روٹی چبانے اور ان ٹکڑوں کو پینے کے درمیان پچاس آیات پڑھنے کا وقت ہوتا ہے'' یعنی اگر روٹی چبا کر کھاؤں تو پچاس آیتیں کم تلاوت کرسکوں گا اور ٹکڑے بھگوکر کھاؤں تو پچاس آیتیں زائد پڑھ سکتا ہوں۔

ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ کی چھت میں ایک شہتیر ٹوٹا ہوا ہے فرمایا ''اے بھتیجے میں نے بیس سال سے مکان کی چھت کی طرف نہیں دیکھا۔''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ وہ لوگ جس طرح فضول کلام کو ناپسند کرتے تھے اسی طرح وہ فضول نظر کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔

حضرت سیدنا محمد بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ہم صبح سے عصر تک حضرت سیدنا احمد بن رزین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے رہے تو انہوں نے دائیں بائیں نہیں دیکھا ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے آنکھیں اس لئے پیدا کی ہیں کہ ان سے بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دیکھے تو جو شخص عبرت کے حصول کے بغیر دیکھتا ہے اس کے ذمہ ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے۔''

حضرت سیدنا مسروق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ فرماتی ہیں کہ حضرت سیدنا مسروق رضی اللہ عنہ کو جب بھی دیکھا جاتا تو لمبی نماز کی وجہ سے ان کی پنڈلیاں سوجی ہوئی ہوتی تھیں وہ فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم میں ان کے پیچھے بیٹھتی تو ان کی یہ حالت دیکھ کر رو پڑتی۔

حضرت سیدنا ابودرداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اگر تین باتیں نہ ہوتیں تو میں ایک دن بھی زندہ رہنا پسند نہ کرتا ایک دوپہر کے وقت پیاسا رہنا دوسرا آدھی رات کے وقت اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرنا اور تیسری بات یہ کہ ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا جو اچھی باتوں کو اس طرح چھانٹتے ہیں جس طرح اچھی کھجوریں چھانٹی جاتی ہیں۔'' (یعنی نیک لوگوں کی صحبت)

حضرت سیدنا اسود بن یزید رضی اللہ عنہ عبادت میں خوب کوشش کرتے وہ گرمی میں روزہ رکھتے حتی کہ ان کا جسم سبز اور زرد ہوجاتا حضرت سیدنا علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ ان سے فرماتے کہ آپ اپنے نفس کو کیوں تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں؟ وہ فرماتے آخرت میں اسی کی عزت واحترام چاہتا ہوں آپ رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ مسلسل روزے رکھتے حتی کہ جسم زرد ہوجاتا اور نماز

پڑھتے حتیٰ کہ گر پڑتے حضرت سیدنا انس بن مالک اور حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہما ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کاموں کا حکم نہیں دیا'' فرمایا ''میں ایک مملوک غلام ہوں عاجزی اور مسکینی کی کسی بات کو عمل میں لائے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔''

اور بعض عبادت گزاروں کی کرامت تھی کہ ہر دن ایک ہزار رکعات پڑھتے تھے یہاں تک کہ وہ بیٹھتے اور اسی حالت میں ایک ہزار رکعتیں پڑھ لیتے۔ جب عصر کی نماز پڑھتے تو ٹانگیں کھڑی کر کے حالت احتباء میں بیٹھتے پھر فرماتے مخلوق پر تعجب ہے انہوں نے کیسے تیرے بدلے میں کسی دوسری چیز کا ارادہ کیا؟ مخلوق پر تعجب ہے کہ وہ تیرے علاوہ کسی اور سے کیسے مانوس ہوگئی۔

مشہور بزرگ حضرت سیدنا ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کو نماز سے بہت محبت تھی وہ کہا کرتے تھے یا اللہ اگر تو نے کسی کو اجازت دی ہے کہ وہ قبر میں تیرے لئے نماز پڑھے تو مجھے بھی اجازت دے کہ میں قبر میں تیرے لئے نماز پڑھوں گا۔

سلسلہ قادریہ کے عظیم پیشوا حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سیدنا سری سقطی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو عبادت گزار نہیں دیکھا۔ انہیں اٹھانوے سال کے عرصہ میں مرض الموت کے علاوہ بستر پر نہیں دیکھا گیا۔

حضرت سیدنا حارث بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک جماعت کسی زاہد کے پاس سے گزری تو دیکھا کہ وہ عبادت میں خوب کوشش کر رہا ہے تو اس سلسلے میں پوچھا اس نے کہا جو کچھ مصائب واحوال مخلوق پر آنے والے ہیں اور وہ ان سے غافل ہیں ان کے مقابلے میں عبادت کی یہ تکلیف کچھ بھی نہیں لیکن لوگ اپنی نفسانی لذتوں کی طرف مائل ہوگئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بہت بڑا حصہ ملے گا اسے بھول گئے ہیں۔ یہ بات سن کر سب لوگ رو پڑے۔

اسی طرح حضرت سیدنا ابو محمد مغازلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں حضرت سیدنا ابو محمد جریری رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں ایک سال رہے اس دوران نہ وہ سوئے اور نہ کسی سے کلام کیا بلکہ انہوں نے کسی ستون یا دیوار کے ساتھ ٹیک بھی نہیں لگائی اور اپنے پاؤں بھی نہیں پھیلائے۔ ایک مرتبہ حضرت سیدنا ابو بکر کتانی رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے انہیں سلام پیش کرنے کے بعد فرمایا ''اے ابو محمد آپ اس اعتکاف پر کس طرح قادر ہوئے؟'' انہوں نے فرمایا ''وہ علم جس نے میرے باطن میں سچائی پیدا کی اس نے میرے ظاہر پر بھی مدد کی ہے'' یہ سن کر حضرت سیدنا کتانی رضی اللہ عنہ کچھ سوچتے ہوئے آگے چلے گئے۔

ایک بزرگ رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیدنا فتح موصلی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے رو رہے ہیں حتیٰ کہ میں نے دیکھا ان کے آنسو ان کی انگلیوں کے درمیان سے نکل رہے ہیں جب

میں ان کے قریب گیا تو دیکھا کہ ان آنسوؤں میں زردی ہے میں نے پوچھا اے فتح! آپ خون کے آنسو کیوں روتے ہیں اللہ کی قسم آپ بتائیں۔ انہوں نے فرمایا اگر تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم نہ دی ہوتی تو میں تمہیں نہ بتاتا ہاں میں خون کے آنسو روتا ہوں میں نے پوچھا آپ اس طرح کیوں روتے ہیں فرمایا روتا اس لئے ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے فرائض میں کوتاہی کر رہا ہوں اور خون کے آنسو اس لئے روتا ہوں کہ جس بات پر آنسو نکل رہے ہیں کہیں وہ صحیح نہ ہو جائے۔

فرماتے ہیں کہ انکے وصال کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا اس نے مجھے معاف فرما دیا میں نے پوچھا آپ کے آنسوؤں سے متعلق کیا ہوا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا قرب عطا کیا اور فرمایا اے فتح! آنسو بہانے کا کیا مقصد تھا؟ میں نے عرض کیا اس لئے کہ مجھ سے واجب کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی۔ فرمایا اور خون کس مقصد کے تحت تھا؟ میں نے عرض کیا اس ڈر سے کہ کہیں آنسو غیر مقبول نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا۔ اے فتح! ان سب باتوں سے تیری کیا مراد تھی مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے چالیس سال سے تیرے دونوں محافظ فرشتوں نے جو نامہ اعمال بھیجا ہے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

اسی طرح منقول ہے کہ گذشتہ امتوں میں سے ایک جماعت نے سفر کا ارادہ کیا تو وہ راستہ بھول گئے چنانچہ ایک راہب کے پاس پہنچے جو لوگوں سے الگ تھلگ گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے تھا۔

انہوں نے اسے آواز دی تو اس نے عبادت خانے سے ان کو جھانکا انہوں نے کہا اے راہب! ہم راستہ بھول چکے ہیں ہمیں راستہ بتائیں اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا تو لوگ اس کا ارادہ سمجھ گئے۔ انہوں نے کہا اے راہب! ہم آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں کیا آپ جواب دیں گے؟ اس نے کہا پوچھو لیکن زیادہ سوال نہ کرنا کیوں کہ نہ دن واپس آتا ہے اور نہ زندگی لوٹ کر آئے گی اور موت جلدی کر رہی ہے لوگوں کو اس کی بات پسند آئی انہوں نے پوچھا اے راہب! کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں لوگوں کا حشر کس چیز پر ہوگا؟ اس نے کہا ''ان کی نیتوں پر'' انہوں نے کہا ہمیں کوئی نصیحت کریں اس نے کہا اپنے سفر کے مطابق زادراہ حاصل کرو کیوں کہ بہترین توشہ وہ ہے جو مقصود تک پہنچائے پھر ان کو راستہ بتایا اور اپنا سر عبادت خانے کے اندر کر لیا۔

حضرت سیدنا عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں چین کے عبادت گزاروں میں سے ایک عبادت گزار کے عبادت خانے کے قریب سے گزرا تو میں نے آواز دی اے زاہد! اس نے مجھے جواب نہ دیا میں نے دوبارہ آواز دی تو بھی جواب نہ دیا تیسری مرتبہ آواز دی تو وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا اے فلاں! میں زاہد نہیں ہوں زاہد تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرے اس کی کبریائی کی تعظیم کرے اس کی طرف سے پہنچنے والی آزمائش پر صبر کرے، اس کے فیصلے پر شکر

کرے، اس کی نعمتوں پر اس کی تعریف کرے، اس کی عظمت کے سامنے تواضع کرے، اس کی عزت کے سامنے ذلت اختیار کرے، اس کی قدرت کے سامنے جھک جائے۔ اس کے خوف کے سامنے دم نہ مارے اور اس کے حساب و عذاب کے بارے میں سوچے، دن کو روزہ رکھے اور رات کو عبادت کے ساتھ قیام کرے، دوزخ کی یاد اور اللہ تعالیٰ سے سوال اسے بیدار رکھے ایسا شخص حقیقی زاہد ہوتا ہے۔ میں تو ایک کاٹنے والا کتا ہوں میں نے اپنے آپ کو اس عبادت خانے میں بند کر دیا ہے تاکہ لوگوں کو نہ کاٹوں۔

میں نے کہا اے زاہد! معرفت خداوندی کے بعد لوگوں کو اس سے کس چیز نے دور کر دیا ہے؟ اس نے کہا اے میرے بھائی! لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے دنیا کی محبت اور اس کی زنیت نے الگ کر رکھا ہے کیوں کہ یہ گناہوں کی جگہ ہے سمجھ دار وہ ہے جو اسے دل سے نکال پھینکے اپنے رب کے ہاں اپنے گناہ سے توبہ کرے اور ایسی باتوں کی طرف متوجہ ہو جو اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔

مشہور بزرگ حضرت سیدنا داؤد طائی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کنگھی کر لیں انہوں نے فرمایا اگر میں کنگھی میں مشغول ہو جاؤں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں فارغ ہوں۔

رات کے وقت مشہور تابعی بزرگ اور عاشقِ رسول ﷺ حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے یہ رکوع کی رات ہے پھر وہ تمام رات رکوع میں گزارتے اور دوسری رات آتی تو فرماتے یہ سجدے کی رات ہے پھر وہ پوری رات سجدے میں گزار دیتے۔ کہا گیا کہ جب حضرت سیدنا عتبہ غلام رضی اللہ عنہ تائب ہوئے تو وہ کھانے پینے کے لئے آمادہ نہ ہوتے ان کی ماں نے ان سے کہا اگر تم اپنے نفس پر کچھ نرمی کرو تو کیا حرج ہے؟ انہوں نے فرمایا "میں آرام ہی تو چاہتا ہوں مجھے تھوڑی سے مشقت کر لینے دیں پھر میں ہمیشہ عیش کروں گا"۔

حضرت سیدنا مسروق رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور اس دوران وہ نہیں سوئے۔ حضرت سیدنا سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس مرح لوگ رات کو چلنے کی تعریف صبح کے وقت کرتے ہیں کہ رات کو سفر طے کر کے صبح صبح اپنی منزل پر پہنچ جاتا ہے اسی طرح مرنے کے وقت لوگ متقی کی تعریف کریں گے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن داؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بزرگان دین رحمھم اللہ میں سے جب کوئی چالیس برس کا ہوتا تو اپنا بستر لپیٹ دیتا یعنی تمام رات جاگنے کی عادت بنا لیتا۔

ہر دن ایک ہزار رکعات پڑھتے پھر اپنے نفس سے فرماتے اے تمام برائیوں کی پناہ گاہ اٹھ جب آپ کمزور ہو گئے تو پانچ سو رکعات پر اکتفا کر لیا پھر روتے ہوئے کہنے لگے میرا نصف عمل چلا گیا۔

نگاہِ کرم اے پناہ دوعالم
اماں چاہتا ہوں نگاہِ کرم ہو

حضرت سیدنا ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ان سے پوچھتی تھی ابا جان ! کیا بات ہے میں دیکھتی ہوں کہ لوگ سوتے ہیں اور آپ آرام نہیں فرماتے ؟ وہ جواب دیتے اے بیٹی ! تیرے باپ کو رات کے حملے کا ڈر ہے۔ (کہیں ایسا نہ ہو کہ سوتے ہوئے موت آجائے اور غفلت کی حالت میں دم نکلے)

جب حضرت سیدنا ربیع رضی اللہ عنہ کی والدہ نے ان کا رونے اور جاگنے کا حال دیکھا تو آواز دی اے بیٹے ! شاید تو نے کسی کو قتل کیا ہے انہوں نے کہا ہاں اے ماں اسی طرح ہے۔ ماں نے پوچھا وہ کون ہے؟ تا کہ ہم اس کے گھر والوں کو تلاش کر کے ان سے معافی مانگیں اللہ کی قسم اگر ان کو تمہاری اس حالت کا علم ہو جائے تو وہ تمہیں معاف کر دیں گے اور تم پر رحم کھائیں گے انہوں نے فرمایا ’’اماں جان یہ میرا نفس ہے جسے میں نے گناہ کر کر کے جہنم کا حقدار کر دیا ہے۔‘‘

حضرت سیدنا بشر بن حارث رضی اللہ عنہ کے بھانجے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ’’میں نے اپنے ماموں حضرت سیدنا بشر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ میری ماں سے فرما رہے تھے اے میری بہن ! شدت بھوک و پیاس کی وجہ سے میرا پیٹ اور پسلیاں آپس میں ٹکرائی ہیں تو میری ماں نے کہا بھائی ! اگر تم اجازت دو تو میں تمہارے لئے ایک مٹھی میدے کا حریرہ بنادوں اس کے پینے سے طاقت آجائے گی انہوں نے فرمایا مجھے یہی تو ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے یہ آٹا کہاں سے آیا؟ تو مجھے معلوم نہ ہو کہ میں کیا جواب دوں یہ سن کر میری ماں اور ماموں دونوں رونے لگے۔ اور میں ان کے ساتھ رونے لگا رضی اللہ عنہم۔‘‘

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہی حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ماں نے جب حضرت سیدنا بشر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے ان کا سانس لینا مشکل ہو گیا ہے تو انہوں نے کہا بھائی جان ! کاش میں تمہاری بہن نہ ہوتی اللہ کی قسم ! تمہاری حالت دیکھ کر میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے میں نے سنا وہ جواب میں فرماتے میں بھی یہی کہتا ہوں کہ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی اور اگر جنا تھا تو مجھے دودھ نہ پلاتی حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری ماں ان کی آہ وزاری اور عبادت کی مشقّت دیکھ کر دن رات روتی رہتی تھیں۔

ندامت سے گناہوں کا ازالہ کچھ تو ہو جاتا
مجھے رونا بھی تو آتا نہیں ہائے ندامت سے

حضرت سیدنا ربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت سیدنا اویس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے ان کو نماز فجر سے فراغت کے بعد بیٹھا ہوا پایا پھر وہ بھی بیٹھے رہے اور میں بھی ان کے ساتھ بیٹھا رہا اور میں نے دل میں کہا کہیں میری وجہ سے

ان کی تسبیح میں حرج نہ ہو چنانچہ میں نے انہیں مخاطب نہ کیا وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے یہاں تک کہ انہوں نے ظہر کی نماز پڑھی اور عصر تک نماز پڑھتے رہے پھر عصر کی نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ بیٹھ گئے مغرب کی نماز تک بیٹھے رہے اور پھر مغرب کی نماز ادا کی پھر وہیں بیٹھے رہے حتی کہ نماز عشاء ادا کی پھر اسی جگہ ٹھہرے رہے یہاں تک کہ فجر کی نماز پڑھی پھر بیٹھے تو نیند آنے لگی آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔

یا اللہ! میں زیادہ سونے والی آنکھوں اور نہ سیر ہونے والے پیٹ سے تیری پناہ چاہتا ہوں............حضرت سیدنا ربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا ان سے مجھے اتنی نصیحت ہی کافی ہے چنانچہ میں واپس چلا آیا۔

اسی طرح ایک شخص نے حضرت سیدنا اویس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو پوچھا اے ابو عبداللہ! کیا بات ہے میں آپ کو ایک بیمار آدمی کی طرح دیکھتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا اویس کو کیا ہوا کہ وہ بیمار کی طرح نہ ہو جبکہ بیماروں کو کھانا ملتا ہے اور اویس کھانا نہیں کھاتا اور بیمار آدمی سوتا ہے لیکن اویس نہیں سوتا۔

حضرت سیدنا احمد بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس شخص پر تعجب ہے جو جانتا ہے کہ اس کے اوپر جنت آراستہ ہے اور اس کے نیچے جہنم کی آگ جل رہی ہے پھر وہ ان کے درمیان کیسے سو جاتا ہے۔

ایک عابد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں حضرت سیدنا ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ عشاء کی نماز پڑھ چکے ہیں میں ان کے انتظار میں بیٹھ گیا انہوں نے ایک کمبل لپیٹا اور لیٹ گئے انہوں نے رات بھر پہلو نہ بدلا حتی کہ صبح ہو گئی اور موذن نے اذان دی وہ جلدی جلدی نماز کی طرف اٹھے لیکن وضو نہ کیا میرے دل میں یہ بات کھٹکی اور میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ رات بھر لیٹے رہے پھر وضو نہیں فرمایا۔

انہوں نے فرمایا میں رات بھر کبھی جنت کے باغوں میں اور کبھی جہنم کی وادیوں میں پھرتا رہا تو کیا ایسی صورت میں نیند آتی ہے؟ (یعنی ساری رات آخرت میں غور کرتے گزر گئی نیند نہ آئی)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرت سیدنا ثابت بنانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کئی آدمیوں کو دیکھا جب ان میں سے ایک نماز پڑھتا تو اس قدر تھک جاتا کہ بستر پر گھٹنوں کے بل چل کر آتا۔

کہا گیا ہے کہ حضرت سیدنا ابو بکر بن عیاش رضی اللہ عنہ نے چالیس سال اس طرح گزارے کہ انہوں نے بستر پر پہلو نہ رکھا اور ان کی ایک آنکھ میں پانی اتر آیا تو انہوں نے یہ خیال کر کے کہ علاج معالجے کے جھنجٹ سے میرا وقت ضائع ہوگا اور عبادت میں کمی آئے گی، بیس سال اسی طرح گزار دیئے اور ان کے گھر والوں کو علم نہ ہو سکا۔

اسی طرح منقول ہے کہ حضرت سیدنا سمنون رضی اللہ عنہ روزانہ پانچ سو رکعات پڑھتے تھے۔ اور حضرت سیدنا ابو بکر مطوعی

رضی اللہ عنہ بطور ترغیب فرماتے ہیں میں جوانی میں روزانہ دن رات میں اکتیس ہزار یا چالیس ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھا کرتا تھا۔ راوی کو تعداد میں شک ہے۔

حضرت سیدنا منصور بن معتمر رضی اللہ عنہ کی حالت یہ تھی کہ جب تم ان کو دیکھو تو سمجھو کہ شاید یہ کوئی مصیبت کا مارا ہے آنکھیں جھکی ہوئیں، آواز پست اور آنکھیں تر رہتی تھیں اگر ذرا حرکت دو تو چار چار آنسو نکلیں ان کی والدہ نے فرمایا اے بیٹے! اپنے نفس سے یہ کیا معاملہ کررہے ہو کہ ساری رات روتے رہتے ہو اے بیٹے شاید تم نے کوئی قتل کیا ہے اور تم اپنے ضمیر پر اسکا بوجھ محسوس کرتے ہو۔ وہ جواب دیتے اے ماں! میں خوب جانتا ہوں جو کچھ میں نے اپنے نفس کے ساتھ کیا ہے۔

حضرت سیدنا عامر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ رات کی بیداری اور دوپہر کی پیاس پر کیسے صبر کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا اس طرح کہ میں دن کے کھانے کو رات پر اور رات کی نیند کو دن پر ٹال دیتا ہوں پھر عاجزی کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے میں نے جنت کی مثل کوئی چیز نہیں دیکھی جس کا طلب گار سوتا رہے اور دوزخ جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی کہ اس سے بھاگنے والا بھی سوتا رہے اور ان کی عادت تھی کہ جب رات آجاتی تو فرماتے جہنم کی گرمی نیند کو لے گئی پھر وہ صبح تک نہ سوتے اور جب دن کا وقت آتا تو فرماتے جہنم کی گرمی نے نیند کو ختم کر دیا اور اس طرح وہ شام تک نہ سوتے پھر جب رات آتی تو فرماتے جو تاخیر سے ڈرتا ہے وہ اپنے سفر کا آغاز رات میں ہی کر دیتا ہے اور صبح کے وقت لوگ رات کے چلنے کو اچھا سمجھتے ہیں۔ (یعنی منزل پر پہنچنے کے بعد لوگ تیز چلنے والے اور جلدی کرنے والے کو اچھا سمجھتے ہیں)

کسی بزرگ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے چار مہینے حضرت سیدنا عامر بن عبدالقیس رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کی تو میں نے ان کو رات یا دن میں سوتا ہوا نہیں دیکھا۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھیوں میں سے ایک شخص سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں میں نے فجر کی نماز حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی جب انہوں نے سلام پھیرا تو دائیں طرف پھر گئے اور آپ پر کچھ غم کا اثر تھا آپ طلوع آفتاب تک وہاں ٹھہرے رہے پھر اپنا ہاتھ پلٹ کر فرمایا ''اللہ کی قسم! میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے اور آج ان کی مثل کوئی نہیں ہے وہ یوں صبح کرتے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے چہروں پر گرد وغبار ہوتی اور رنگ پیلا پڑ چکا ہوتا وہ تمام رات اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور خوفِ خدا سے اس طرح لرزتے جس طرح آندھی والے دن درخت ہلتا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے حتیٰ کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے اور یہ لوگ غفلت میں رات گزارتے ہیں ان کی مراد وہ لوگ تھے جو ان کے اردگرد تھے۔''

حضرت سیدنا ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کی مسجد میں ایک ڈنڈا لٹکا رکھا تھا اس کے ذریعے آپ اپنے نفس کو ڈراتے تھے اور آپ اپنے نفس سے فرماتے اٹھو اللہ کی قسم! ورنہ میں تمہیں اس قدر گھسیٹوں گا کہ تم تھک جاؤ گے۔ اور جب ان پر سستی طاری ہوتی تو ڈنڈا لے کر اپنی پنڈلیوں پر مارتے اپنے نفس سے اور فرماتے تو کسی جانور کی نسبت مار کھانے کے زیادہ لائق ہے۔

منقول ہے کہ حضرت سیدنا صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ کے زیادہ دیر قیام کی وجہ سے ان کی پنڈلیاں جواب دے گئی تھیں اور وہ عبادت میں اس قدر کوشش تک پہنچ گئے تھے کہ اگر ان سے کہا جاتا کہ قیامت کل ہے تو ان کی عبادت میں کوئی اضافہ نہ ہوتا چنانچہ جب سردی کا موسم آتا تو وہ چھت پر لیٹ جاتے تاکہ سردی لگے اور جب گرمی کا موسم ہوتا تو گھر کے اندر لیٹ جاتے تاکہ گرمی محسوس ہو اور نیند نہ آئے۔ جب ان کا وصال ہوا تو وہ سجدے کی حالت میں تھے وہ فرمایا کرتے تھے۔ یا اللہ! مجھے تیری ملاقات پسند ہے تو میری ملاقات کو پسند فرما۔

حضرت سیدنا قاسم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں ایک دن صبح اٹھا اور میری عادت تھی کہ صبح کے وقت میں پہلے حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو سلام کیا کرتا تھا تو ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ چاشت کی نماز پڑھ رہی تھیں۔

اس میں انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ وَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ

ترجمہ کنزالایمان: ''تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچالیا'' (پارہ ۲۷، سورۂ طور، آیت ۲۷)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روتے ہوئے دعا مانگ رہی تھیں اور یہ آیت بار بار پڑھتی تھیں میں کھڑا رہا حتی کہ تھک گیا لیکن آپ رضی اللہ عنہا اسی طرح روتی رہیں میں نے یہ حالت دیکھی تو بازار چلا گیا اور سوچا اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آؤں گا جب میں واپس لوٹا تو تب بھی آپ رضی اللہ عنہا یہ آیت بار بار پڑھتیں، روتیں اور دعا مانگ رہی تھیں۔

حضرت سیدنا محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن اسود رضی اللہ عنہ حج کر کے واپس ہمارے پاس تشریف لائے تو ان کے ایک پاؤں میں کچھ تکلیف تھی تو وہ ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے حتی کہ وہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صالحین کی علامت یہ ہے کہ شب بیداری کی وجہ سے ان کے رنگ زرد پڑ جاتے ہیں رونے کی وجہ سے ان آنکھوں کی بنیائی کمزور ہو جاتی ہے اور روزے کی وجہ سے ان کے ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں ان پر خشوع وخضوع کرنے والوں کی طرح غبار ہوتی ہے۔

حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے تہجد پڑھنے والوں کے چہرے حسین ہوتے ہیں انہوں نے فرمایا ''اس لئے کہ وہ اپنے رب کے لئے تنہائی اختیار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے نور کا لباس پہنا دیتا ہے۔''

ایک بزرگ کا قول ہے کہ میں موت سے صرف اس لئے ڈرتا ہوں کہ میرے اور رات کی عبادت کے درمیان حائل ہو جائے گی۔ حضرت سیدنا عامر بن عبدالقیس رضی اللہ عنہ بارگاہ خداوندی میں یوں دعا کرتے تھے یا اللہ! تو نے مجھے پیدا کیا تو مجھ سے مشورہ نہیں لیا اور تو مجھے موت دے گا تو اس کی خبر بھی نہیں دے گا تو نے میرے ساتھ دشمن پیدا کیا اور اسے خون کی طرح جاری کیا تو نے اسے طاقت دی کہ وہ مجھے دیکھتا ہے لیکن میں اسے نہیں دیکھ سکتا پھر تو نے مجھے بعض کاموں سے رکنے کا حکم دیا تو یا اللہ! جب تک تُو توفیق نہ دے، میں کیسے رک سکتا ہوں۔

حضرت سیدنا جعفر بن محمد رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حضرت سیدنا عتبہ غلام رات کو تین چیخوں میں گزار دیتے تھے جب عشاء کی نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا سر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھ کر چیخ مارتے اور اپنا سر گھٹنوں کے درمیان رکھ کر غور وفکر کرتے جب رات کا دوسرا تہائی گزر جاتا تو پھر ایک چیخ مارتے اور گھٹنوں کے درمیان سر جھکا کر کسی فکر میں گم ہو جاتے پھر جب سحری کا وقت ہوتا تو ایک چیخ مارتے۔

حضرت سیدنا جعفر بن محمد رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے ایک بصری سے یہ بات بیان کی تو اس نے کہا آپ اس کی چیخ کی طرف دھیان نہ دیں بلکہ اس بات کو دیکھیں جو دو چیخوں کے درمیان ہے اور اس کی وجہ سے وہ چیختے ہیں۔

حضرت سیدنا قاسم بن راشد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا زمعہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس مقام محصب میں ٹھہرے ہوئے تھے ان کی بیوی اور بیٹیاں بھی ساتھ تھیں وہ رات کو اٹھتے اور دیر تک نماز پڑھتے جب سحری کا وقت ہوتا تو بلند آواز سے پکارتے اے سونے والے سوارو! کیا تم رات بھر سوئے رہو گے اور اٹھ کر چلو گے نہیں تو وہ لوگ جلدی جلدی اٹھ بیٹھتے تو کسی کے رونے کی آواز آتی کوئی دعا مانگ رہا ہوتا کوئی قرآن پاک پڑھ رہا ہوتا کوئی وضو کر رہا ہوتا جب صبح ہوتی تو وہ بلند آواز سے پکارتے صبح کے وقت لوگ رات میں سفر کر کے منزل پر پہنچنے والے کو اچھا سمجھتے ہیں۔

کسی دانا کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا تو انہوں نے اسے پہچان لیا۔ اس نے ان کے سینوں کو کھول دیا تو انہوں نے اس کی اطاعت کی اس پر توکّل کیا اور خلق وامر کو اس کے حوالے کر دیا یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو گئے۔ ان کے دل یقین کی کانیں، حکمت کے گھر، عظمت کے صندوق اور قدرت کے خزانے بن گئے وہ لوگوں کے درمیان آتے جاتے ہیں لیکن ان کے دل ملکوت میں پھرتے ہیں اور غیب کے پردوں میں پناہ لیتے ہیں پھر وہ لوٹتے ہیں اور ان کے ساتھ لطائف کے کچھ فوائد ہوتے ہیں جن کا وصف کوئی بھی بیان نہیں کر سکتا وہ لوگ باطنی خوبی میں

ریشم کی طرح خوبصورت ہیں اور ظاہر میں گویا رومال ہیں یعنی ان کی تواضع کی وجہ سے جو چاہے ان سے خدمت لے لے۔ یہ وہ طریقہ جس تک پہنچنا تکلف کے ذریعے ممکن نہیں یہ تو محض فضل خداوندی ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ایک نیک اور صالح بزرگ سے منقول ہے فرماتے ہیں میں بیت المقدس کے کسی پہاڑ میں چل رہا تھا کہ وہاں ایک وادی میں اترا وہاں ایک بڑی گونج سنی میں آواز کے پیچھے چلا تو دیکھا کہ ایک باغ ہے جو درختوں سے ڈھانپا ہوا ہے اور وہاں ایک شخص کھڑا بار بار یہ آیت کریمہ پڑھ رہا ہے۔

یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗۤ اَمَدًا بَعِيْدًا وَّ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ

ترجمہ کنزالایمان: ''جس دن ہر جان نے جو بھلا کام کیا حاضر پائے گی اور جو بُرا کام کیا امید کرے گی کاش مجھ میں اور اس میں دُور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے'' (پارہ ۳ سورۂ آل عمران' آیت ۳۰)

وہ فرماتے ہیں ''میں اس کے پیچھے بیٹھ کر اس کا کلام سننے لگا وہ یہ آیت بار بار پڑھتا تھا کہ اچانک اس نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑا میں نے کہا ہائے افسوس! یہ میری بدبختی کی وجہ سے ہوا پھر میں نے اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کیا جب ایک گھڑی اسے افاقہ ہوا تو میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا میں جھوٹوں کے مقام سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اہل باطل کے اعمال سے تیری پناہ کا طالب ہوں میں غافل لوگوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ پھر کہا ڈرنے والوں کے دل تیرے لئے جھک گئے' کوتاہی کرنے والوں کی امید تیری طرف مائل ہوتی ہے تیری عظمت کے سامنے عارفین کے دل جھک جاتے ہیں۔

پھر اپنے دونوں ہاتھ جھاڑے اور کہا مجھے اس دنیا سے کیا سروکار؟ اور دنیا کا مجھ سے کیا تعلق؟ اے دنیا! اپنے ہم جنس لوگوں کے پاس جا جو تجھے بلاتے اور پسند کرتے ہیں اپنی آسائشیں ان کے پاس لے جا اور ان کو ہی دھوکہ دے۔ پھر کہا گزشتہ زمانے کے لوگ کدھر گئے وہ مٹی میں بوسیدہ ہو گئے اور لوگ چند روز میں فنا ہو جاتے ہیں۔

وہ بزرگ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اسے آواز دی کہ اے بندۂ خدا میں دن بھر سے تیرے پیچھے کھڑا ہوں اور تیری فراغت کا منتظر ہوں اس نے کہا ''وہ شخص کیسے فارغ ہوسکتا ہے جو زمانے سے آگے جانا چاہتا ہو اور زمانہ اس سے آگے بڑھتا ہو، جو ڈرتا ہو کہ کہیں موت اس کے نفس پر سبقت نہ کر جائے اور وہ شخص کیسے فارغ ہو گا جس کا وقت گزر گیا اور گناہ باقی رہ گئے پھر فرمایا تو میں ان گناہوں کی وجہ سے ہر شدت کے اترنے کی توقع کرتا ہوں پھر کہا مجھ سے ایک گھڑی کے لئے الگ ہو جاؤ اس کے بعد انہوں نے قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ پڑھی۔

وَبَدَا لَهُمْ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ۔

ترجمہ کنزالایمان: ''اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جوان کے خیال میں نہ تھی'' (پارہ۲۴ سورۂ زمر آیت ۴۷)

پھر دوسری چیخ ماری جو پہلی سے بھی زیادہ سخت تھی اور بیہوش ہو کر گر پڑے میں نے سوچا انکی رُوح پرواز کر گئی ہے جب قریب ہوا تو دیکھا کہ وہ تڑپ رہے ہیں پھر افاقہ ہوا تو کہنے لگے میں کون ہوں؟ میرا دل کیا ہے؟ اے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے میری برائی معاف کر دے، مجھے اپنی رحمت میں، چھپالے اپنے کرم سے میرے گناہ معاف فرمادے جب میں تیرے سامنے کھڑا ہوں گا۔

میں نے کہا اس ذات کی قسم جس کے فضل کی تم امید رکھتے ہو اور جس پر تمھارا اعتماد ہے مجھ سے کچھ گفتگو کرو انہوں نے کہا اس سے کلام کرو جس کے کلام سے تمہیں کوئی نفع بھی ہو اور اس سے گفتگو کا ارادہ ترک کر دو جسے اس کے گناہوں نے تنگ کر رکھا ہو میں اس جگہ ایک عرصہ سے جب سے اللہ تعالیٰ نے چاہا ابلیس سے لڑتا ہوں اور وہ مجھ سے لڑ رہا ہے میں نے تمہارے سوا کوئی نہیں پایا جو مجھے اس حالت سے نکالے تم مجھ سے الگ رہو مجھے تم سے دھوکہ ہوا اور تم نے میری زبان کو بیکار کر دیا اور میرے دل کا تھوڑا سا حصہ تمہارے ساتھ گفتگو کی طرف مائل ہو گیا میں تمہارے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں' امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنی ناراضگی سے مجھے بچائے گا اور اپنی رحمت سے مجھ پر فضل فرمائے گا۔ یہ بزرگ فرماتے ہیں میں نے کہا یہ شخص اللہ تعالیٰ کا ولی ہے مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے اسے باتوں میں مشغول رکھا تو کہیں اسی مقام پر مجھ پر عذاب نہ آجائے پس میں اسے چھوڑ کر واپس چلا گیا''۔

ایک بزرگ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک سفر میں جا رہا تھا کہ آرام کے لئے میں ایک درخت کی طرف گیا میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جو میری طرف آ رہے تھے انہوں نے مجھ سے کہا اے فلاں! کھڑے ہو جاؤ موت ابھی نہیں مری پھر وہ سامنے کی طرف چل دیئے میں ان کے پیچھے چلا تو سنا وہ کہہ رہے تھے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔

ترجمہ کنزالایمان: ''ہر جان کو موت چکھنی ہے'' (پارہ ۴ سورۂ آل عمران آیت ۱۸۵)

یا اللہ! مجھے موت میں برکت عطا فرما میں نے کہا اور موت کے بعد؟ فرمایا جس کو موت کا یقین ہو وہ خوف کی وجہ سے دنیاوی لوگوں سے دامن اٹھا کر چلتا ہے اور اس کے لئے دنیا میں کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا پھر وہ کہنے لگے۔

اے وہ ذات! جس کے لئے چہرے جھکتے ہیں اپنے دیدار کے ذریعے میرے چہرے کو روشن کر دے اپنی محبت سے میرے دل کو بھر دے اور کل قیامت کے دن اپنے سامنے جھڑک کی ذلت سے مجھے بچالے اب مجھے تجھ سے شرم آتی ہے اور

تیری نافرمانی سے میں باز آیا۔

پھر کہنے لگے تیرا حکم نہ ہوتا تو موت کے پاس بھی میری گنجائش نہ ہوتی اور اگر تو معاف نہ کرتا تو میرے بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی پھر وہ بزرگ مجھے چھوڑ کر چلے گئے' مجاہدے کے سلسلے میں یہ اشعار ہیں۔

نِحَیْلَ الْجِسْمِ مُکْتَئِبَ الْفُئَوادِ — تَـرَاہُ بِـقُـمَّۃٍ اَوْبَطْـنَ وَادِیٍ

یَنُوْحُ عَلَی مَعَاصٍ فَاضِحَاتٍ — یُـکَـدِّرُ ثِقْلُھَا صَفْوَا لرُّقَاد

فَاِنْ ھَاجَتْ مَخاوِفُہ' وَزَادَتْ — فَـدَعْـوَتُـہ' اَغِثْنِیْ یَاعِمَادِیْ

فَـاَنْـتَ بِـمَا اُلَاقِیْـہِ عَلِیْمٌ — کَثِیْرُ الصَّفْحِ عَنْ زِلَلِ الْعِبَادِ

ترجمہ: ''دبلا پتلا جسم اور غمگین دل ،تو اسے پہاڑوں کی چوٹیوں یا وادیوں کے دامن میں دیکھے گا کہ رُسوا کرنے والے جرموں پر روتا ہے۔ان کا بوجھ اس کی راحت بھری نیند کو خراب کر دیتا ہے۔اگر خوف میں جوش پیدا ہو تو وہ پریشان ہو کر دعا مانگتا ہے۔اے میرے سہارے میری مدد فرما تو میری مصیبتوں سے آگاہ ہے اور بندوں کی لغزشوں کو بہت معاف کرنے والا ہے''

اور یہ بھی کہا گیا ہے۔

اَلَـذُّ مِنَ التَّـلَـذُّذِ بِـالْغَوَانِـیْ — اِذَا اَقْبَـلْـنَ فِـیْ حَـالٍ حِسَـانٍ

مُنِیْـبٌ فَـرَّ مِنْ اَھْلٍ وَمَـالٍ — یَسِیْحُ اِلیٰ مَکَانٍ مِنْ مَکَانٍ

لَیَحْمِلَ ذِکْـرَہ' وَ لَعِیْشُ فَرْوًا — وَیَظْھُرُ فِی الْعِبَادَۃِ بِالْاَمَانِی

وَ تُـلَـذِّذُہُ التِّلَاوَۃُ اَیْـنَ وَلِـیَ — وَذِکْرٌ بِـالْـفُـؤَادِ وَ بِـاللِّسَانِ

وَعِـنْـدَ الْـمَوْتِ یَـاتِیْـہِ بَشِیْرٌ — یُبَشِّرُ بِـالنَّجَاتِ مِنَ الْھَوَانِ

فَیُـدْرِکُ مَـا اَرَادَ وَمَـا تَمَنیّٰ — مِنَ الرَّاحَاتِ فِیْ غُرَفِ الْجِنَانِ

ترجمہ: ''گانے بجانے والی عورتیں جب اچھی حالت میں آئیں تو خوف خدا جل جلالہ رکھنے والے کے لئے ان کی لذت سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ اہل و مال سے بھاگ کر اللہ تعالیٰ کی طلب میں رہتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہے تاکہ اس کے ذکر میں مشغول رہے اور کل (قیامت) کی زندگی کو یاد کرے اور اس کی خواہشات عبادت میں ظاہر ہوں وہ

جہاں بھی رہے اسے تلاوت کا ذوق ہوتا ہے نیز دل اور زبان سے ذکر اللہ عزّوجلّ کرتا رہتا ہے چنانچہ موت کے وقت اس کے پاس ایک خوشخبری دینے والا آتا ہے جو اسے ذلت سے نجات کی خوشخبری سناتا ہے پس وہ اپنی مراد اور تمنا کو پالیتا ہے اور یہ تمنا جنت کے بالاخانوں میں آرام وسکون ہے''

منقول ہے کہ حضرت سیدنا کرز بن وَبُرَہ رضی اللہ عنہ ہر دن تین بار قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے اور عبادات میں انتہائی درجے کا مجاہدہ فرماتے ان سے کہا گیا کہ آپ نے اپنے نفس کو مشقت میں ڈال دیا۔فرمایا دنیا کی عمر کتنی ہے؟ عرض کیا گیا سات ہزار سال فرمایا قیامت کا دن کتنا بڑا ہوگا؟ کہا گیا پچاس ہزار سال کا ہوگا فرمایا تو تم میں سے کوئی شخص کیسے اس بات سے عاجز ہے کہ صرف سات دن عمل کر کے اس دن کے عذاب سے بے خوف ہو جائے مطلب یہ کہ اگر تم دنیا میں زندہ رہو اور ہزار سال عبادت کرو اور اس طرح ایک دن کے عذاب سے چھوٹ جاؤ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے تو تمہارے لئے نفع زیادہ ہوگا اور اس صورت میں بندے کو عبادت سے رغبت ہونی چاہئے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!نفس کی نگہداشت اور حفاظت کے سلسلے میں اسلاف کا طریقہ یہی تھا لہٰذا جب آپ کا نفس سرکشی کرے اور عبادت کی پابندی سے رُک جائے تو بزرگان دین رضی اللہ عنہم کے حالات کا مطالعہ کریں کیوں کہ اب ان جیسے لوگ خال خال ہی نظر آتے ہیں اور اگر ایسے لوگوں کی زیارت نصیب ہو جوان بزرگوں کی اقتدا کرتے ہیں تو مدینہ مدینہ۔کیوں کہ سننا دیکھنے کی طرح نہیں ہوتا اور اگر ان کی زیارت کرنا آپ کیلئے ممکن نہ ہو تو کم از کم ان بزرگان دین رضی اللہ عنہم کے حالات سننے سے غفلت نہ برتیں۔اگر اونٹ نہ ملے تو بکری پر ہی گزارہ کر لینا چاہئے۔اب آپ کے اختیار میں ہے کہ ان لوگوں کی اقتدا کریں جو عقل مند اور دانا ہیں اور دین کی بصیرت رکھتے ہیں یا اپنے زمانے کے جاہلوں غافلوں کے پیچھے چلیں جو کہ ہرگز پسندیدہ نہیں اگر آپ کا دل یہ کہے کہ وہ بزرگان دین تو بزرگ تھے ہم جیسے کمزور ویسی عبادت کس طرح کر سکتے ہیں تو میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ اگر آپ ان مردان خدا کی طرح نہیں بن سکتے تو کم از کم اِن اسلامی بہنوں کی طرف دیکھیں جنھوں نے عبادت میں مجاہدے کئے اور اپنے نفس سے کہئے کہ کیا تجھے اس بات سے غیرت نہیں آئے گی کہ اسلامی بہنیں عورت ہونے کے باوجود عبادات میں تجھ سے بڑھ جائیں تو نہایت ذلت کی بات ہے کہ مرد ہو کر دینی اور دنیوی معلامات میں عورت سے کم رہے۔

{فصل......۵}

عبادت گزار اسلامی بہنیں

اب ہم عبادت میں کوشش کرنے والی کچھ اسلامی بہنوں کے حالات ذکر کرتے ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت سیدتنا حبیبہ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوتیں تو اپنی چھت پر کھڑی ہوجاتیں اوراپنا کرتہ اوردوپٹہ خوب اچھی طرح باندھ لیتیں پھر بارگاہ خداوندی میں عرض کرتیں۔

''یا اللہ! ستارے چلے گئے، آنکھیں سوگئیں، بادشاہوں کے دروازے بند ہوگئے اور میں تیرے سامنے کھڑی ہوں۔''

پھر آپ نماز کی طرف متوجہ ہوجاتیں جب فجر طلوع ہوتی تو آپ عرض کرتیں۔

یا اللہ عزوجل! رات چلی گئی دن روشن ہوگیا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تو نے میری رات (کی عبادت) کوقبول کیا تاکہ میں اپنے آپ کومبارکباد دوں یا تو نے رد کردیا تو میں افسوس کروں۔ مجھے تیری عزت کی قسم جب تک تو مجھے زندہ رکھے گا تیری بارگاہ میں میرا یہی طریقہ ہوگا اور تیری عزت کی قسم اگر تو مجھے اپنے دروازے سے جھڑک بھی دے تو میں نہیں ہٹوں گی کیونکہ میں تیرے جُود وکرم سے اچھی طرح واقف ہوں۔

ایک عمر رسیدہ اسلامی بہن کے بارے میں منقول ہے کہ وہ رات بھر عبادت کرتی تھیں حالانکہ وہ نابینا تھیں اور جب سحری کا وقت ہوتا تو ایک درد بھری آواز میں کہتیں عبادت گزار لوگوں نے تیرے لئے رات کی تاریکی کو برداشت کیا وہ تیری رحمت فضل اور مغفرت کی طرف سبقت کرتے ہیں یا اللہ عزوجل! میں تیرے ہی نام پر تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ تو مجھے سبقت کرنے والوں کی جماعت میں سے صفّ اول کے لوگوں میں شامل کرلے اور اپنے ہاں اعلیٰ علیّین میں مقربین کے درجے میں جگہ دے اور اپنی عبادت کے صدقے مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملادے تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔اسی طرح فجر تک روتیں اور دعا مانگتی رہتیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرت سیدنا یحیٰی بن بسطام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مشہور عابدہ سیدتنا شعوانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (نامی خاتون) کے ہاں حاضر ہوتا اوران کے رونے اور آہ وزاری کو دیکھتا ایک دن میں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ آؤ ہم ان کی بارگاہ میں عرض کریں کہ وہ اپنے نفس سے نرمی کا سلوک کریں اس نے کہا جیسے آپ کی مرضی، فرماتے ہیں پھر ہم ان کے پاس گئے اوران سے کہا کہ اگر آپ اپنے نفس سے نرمی برتیں اوراس رونے کوکم کردیں تو یہ بات آپ کی مراد پر زیادہ معاون ہوگی، فرماتے ہیں یہ سن کر وہ رونے لگیں پھر کہا اللہ کی قسم! میں چاہتی ہوں کہ اتنا روؤں کہ تمام آنسو ختم ہوجائیں پھر میں خون کے آنسو روؤں یہاں تک کہ میرے جسم کے کسی حصّے میں بھی خون کا ایک قطرہ باقی نہ رہے پھر اپنے رونے کوکم سمجھتے ہوئے کہنے لگیں میں کب روتی ہوں؟ میں کب روتی ہوں؟ وہ بار بار یہ الفاظ کہتی رہیں حتی کہ ان پر غشی طاری ہوگئی۔

پھونک دے جو مری خوشیوں کے چمن کو اللہ
چاک دل چاک جگر سوزش سینہ دے دے

حضرت سیدنا محمد بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے ایک عبادت گزار اسلامی بہن نے بیان کیا وہ فرماتی ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں جنت میں داخل کی گئی ہوں وہاں کیا دیکھتی ہوں کہ تمام جنتی اپنے دروازوں پر کھڑے ہیں میں نے کہا اہل جنت کو کیا ہوا کہ وہ اس طرح کھڑے ہیں؟ کسی کہنے والے نے مجھے بتایا کہ یہ سب اس خاتون کو دیکھنے کے لئے باہر آئے ہیں جس کی آمد پر جنتوں کو سجایا گیا ہے میں نے کہا وہ خاتون کون ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ وہ ایک سیاہ فام لونڈی ہے جو مقام ''ایکہ'' کی رہنے والی ہے اور اسے شعوانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہا جاتا ہے۔

میں نے کہا وہ تو میری بہن ہیں فرماتی ہیں میں اسی حالت میں تھی کہ وہ ایک اونٹنی پر سوار ہوا میں اڑتی ہوئی پہنچ گئی جب میں نے اسے دیکھا تو میں نے آواز دی اے میری بہن!۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائیں اور کہا کہ ابھی تمہارے آنے کا وقت نہیں ہوا لیکن میری طرف سے دو باتیں یاد رکھنا ایک یہ کہ اپنے دل کو غمگین رکھنا اور دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنی خواہش پر مقدم رکھنا اگر تم نے ایسا کیا تو جب تمہیں موت آئے گی تو تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے پاس ایک رُومی لونڈی تھی جو مجھے پسند تھی ایک رات جب میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ وہ موجود نہیں میں اسے تلاش کرنے کے لئے اٹھا تو دیکھا کہ وہ حالتِ سجدہ میں کہہ رہی ہے۔

یا اللہ! تجھے مجھ سے جو محبت ہے اس کے صدقے میں میرے گناہ معاف کر دے میں نے کہا یہ نہ کہو کہ اپنی محبت کے صدقے میں، بلکہ یوں کہو کہ مجھے تجھ سے جو محبت ہے اس کے صدقے میں میرے گناہ بخش دے۔ اس نے کہا اے میرے آقا! اس طرح نہیں بلکہ وہی مجھ سے محبت رکھتا ہے اس نے مجھے شرک سے نکال کر اسلام کی دولت سے مالا مال کیا اور اسی محبت کی وجہ سے جو اسے مجھ سے ہے وہ مجھے اس وقت بیدار رکھتا ہے جب کہ بے شمار لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔

حضرت سیدنا ابو ہاشم قرشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یمن کی ایک اسلامی بہن جس کو سَرِیرَہ کہا جاتا تھا ہمارے ہاں آکر ٹھہری میں رات کے وقت اس کی فریاد اور آہ وزاری سنا کرتا تھا ایک دن میں نے خادم سے کہا ذرا جھانک کر دیکھو یہ خاتون کیا کرتی ہیں فرماتے ہیں اس نے جھانکا تو دیکھا کہ وہ کچھ بھی نہیں کرتیں البتہ اپنی نظر آسمان کی طرف سے نہیں ہٹاتیں اور قبلہ رخ بیٹھی ہوئی ہیں اور کہہ رہی ہیں۔

''یا اللہ! تو نے سریرہ کو پیدا کیا پھر اپنی نعمت سے اسے غذا دی اور ایک حال سے دوسرے حال میں رکھا تیری طرف سے پہنچنے والی تمام حالتیں اس کے لئے اچھی ہیں اور تیری طرف سے پہنچنے والی تمام تکالیف خوشگوار ہیں اور اس کے باوجود یہ

تیری ناراضگی والے کام کرتی ہے اوراس نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر تیری نافرمانی کی ۔کیا تو جانتا ہے کہ اس نے یہ گمان کیا ہوگا کہ تو اس کے بُرے افعال کو نہیں دیکھتا حالانکہ تو جاننے والا خبر رکھنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے''۔

حضرت سیدنا ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک رات وادی کنعان سے نکلا جب وادی کے اوپر گیا تو دیکھا کہ ایک سیاہ چیز میری طرف آرہی ہے اور وہ یہ آیت پڑھ رہی ہے۔

وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ۔

ترجمہ کنز الایمان: ''اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو انکے خیال میں نہ تھی'' (پارہ ۲۴ ' سورہ زمر ' آیت ۴۷)

جب وہ سیاہ چیز میرے قریب آئی تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک عورت ہے جس نے اُونی جبہ پہنا ہوا ہے اوراس کے ہاتھ میں ایک ڈولچی ہے اس نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ جو مجھ سے خوفزدہ نہیں ہوئے میں نے کہا میں ایک اجنبی ہوں اس نے کہا اے فلاں ! کیا اللہ تعالیٰ کی موجودگی میں بھی اجنبیت اور غربت ہوتی ہے؟ حضرت سیدنا ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اس کی بات سن کر رو پڑا اس نے کہا تو کیوں روتا ہے میں نے کہا بیماری کے لئے دوا مل گئی ہے زخم ہو گیا تھا اب جلدی ٹھیک ہوجائے گا۔اس نے کہا اگر تم سچے ہو تو رونے کا کیا مطلب؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے کیا سچا آدمی نہیں روتا ؟اس نے کہا نہیں ۔میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا اس لئے کہ رونا دل کا آرام ہے میں اس کی بات پر متعجب ہو کر خاموش ہو گیا۔

حضرت سیدنا احمد بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے حضرت سیدتنا عفیرہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانے کی اجازت چاہی تو انہوں نے ہمیں اجازت نہ دی ہم دروازے پر کھڑے رہے جب انہیں علم ہوا تو وہ ہمارے لئے دروازہ کھولنے آئیں میں نے سنا وہ کہہ رہی تھیں۔

یا اللہ! میں اس شخص سے تیری پناہ چاہتی ہوں جو آکر مجھے تیرے ذکر سے روک دے پھر انہوں نے دروازہ کھولا اور ہم اندر داخل ہوئے ہم نے کہا اے اللہ کی بندی! ہمارے لئے دعا کر۔انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ میرے گھر میں تمہاری مہمانی مغفرت سے کرے پھر کہا حضرت سیدنا عطاء سلمی رضی اللہ عنہ چالیس سال تک ٹھہرے وہ آسمان کی طرف نہیں دیکھتے تھے ان سے ایک نگاہ میں خیانت ہو گئی تو وہ بیہوش ہو کر گر پڑے چنانچہ ان کے پیٹ میں زخم ہو گیا۔کاش عفیرہ اپنا سر اٹھائے اور نافرمانی نہ کرے اور کاش اگر اس سے نافرمانی سرزد ہو تو دوبارہ نہ کرے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ایک بزرگ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ایک دن بازار میں گیا اور میرے ساتھ ایک حبشی لونڈی تھی

میں نے اسے بازار کے ایک کنارے پرٹھہرایااورخوداپنے کام کے لئے چلا گیا میں نے کہامیری واپسی تک یہاں سے نہ ہٹنا فرماتے ہیں واپس آیا تو وہ وہاں نہ تھی میں گھر آ گیااور مجھے بہت غصہ آ رہا تھااس نے مجھ دیکھا تو میرے غصے کو بھانپ گئی کہنے لگی اے میرے آقا مجھ پر غصہ نہ کیجئے آپ نے مجھے ایسی جگہ ٹھہرایا جہاں میں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ دیکھا تو مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ جگہ زمین میں نہ دھنس جائے'' وہ بزرگ فرماتے ہیں'' مجھے اس کی بات بہت اچھی لگی اور میں نے کہا تو آزاد ہے'' اس نے کہا یہ آپ نے اچھانہیں کیا میں آپ کی خدمت کرتی تھی تو مجھے دو اجر ملتے تھے ایک آپ کی خدمت کا اور ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا۔لیکن اب ان میں سے ایک اجر سے میں محروم ہوگئی۔

حضرت سیدنا ابن علاء سعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری ایک چچا زاد بہن تھی وہ عبادت گزار تھی اور قرآن مجید کی تلاوت بہت زیادہ کرتی تھی۔ جب وہ کسی ایسی آیت پر پہنچتی جس میں جہنم کا ذکر ہوتا تو رو پڑتی۔ مسلسل رونے کی وجہ سے اس کی بینائی جا چکی تھی۔اس کے چچازاد بھائیوں نے آپس میں کہا چلو چل کر اس کو زیادہ رونے پر سمجھائیں۔

فرماتے ہیں جب ہم اس کے پاس پہنچے تو ہم نے کہا اے بَرِیْرَہ! کیسی ہو؟ اس نے کہا مہمان ہیں جو اجنبی زمین میں پڑے ہیں اس انتظار میں ہیں کہ کب بلاوا آئے اور ہم اسے قبول کریں۔ہم نے کہا یہ رونا کب تک رہے گا تمہاری بینائی تو زائل ہوگئی اس نے کہا اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان آنکھوں کے لئے بھلائی نہیں ہے تو اس سے بھی زیادہ رونے کی ضرورت ہے' پھر اس نے منہ پھیر لیا حضرت سیدنا ابن العلاء فرماتے ہیں آنے والوں نے کہا چلئے اللہ کی قسم! یہ ایسی حالت میں ہے جس میں ہم نہیں ہیں۔

حضرت سیدنا معاذہ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا طریقہ مبارکہ تھا کہ جب دن نکلتا تو کہتیں یہ میری موت کا دن ہے اور وہ شام تک کھانا نہ کھاتیں پھر جب رات آتی تو کہتیں یہ وہ رات ہے جس میں میں مر جاؤں گی چنانچہ وہ صبح تک نماز میں مشغول رہتیں۔

حضرت سیدنا ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں ایک رات حضرت سیدتنا رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے ہاں ٹھہرا وہ اپنے محراب میں کھڑی ہوئی تو میں مکان کے ایک کونے میں کھڑا ہو گیا وہ سحری تک کھڑی رہیں سحری کا وقت ہوا تو میں نے کہا جس نے ہمیں اس رات میں کھڑا ہونے کی قوت دی اس کا شکر کس طرح ادا کیا جائے انہوں نے فرمایا اس کا شکر یوں ادا کرو کہ کل دن کو روزہ رکھو۔

حضرت سیدتنا شعوانہ رحمہا اللہ تعالیٰ یوں دعا کیا کرتی تھیں یا اللہ! مجھے تیری ملاقات کا بہت شوق ہے اور تیری طرف سے جزا کی بہت بڑی امید ہے تو وہ کریم ہے کہ تیرے ہاں امیدواروں کی امیدیں نہیں ٹوٹتیں اور نہ شوق رکھنے والوں کا شوق

باطل ہوتا ہے...... یا اللہ! اگر میری موت کا وقت قریب آ چکا ہے اور میرے عمل نے مجھے تیرے قریب نہیں کیا تو مجھے اپنے گناہ کا اعتراف ہے جس کا سبب میری دلی بیماریاں ہیں اگر تو معاف کر دے تو تجھ سے بڑھ کر اس کے لائق کون ہے اور اگر تو عذاب دے تو تجھ سے زیادہ عدل کرنے والا کون ہے یا اللہ! میں نے اپنے نفس کی طرف نظر کی تو اس پر ظلم کیا اب اس کے لئے تیری نظر کرم کی امید باقی ہے اگر وہ اس سے سعادت مندی حاصل نہ کر سکے تو اس کے لئے ہلاکت ہے۔

یا اللہ! تو نے میری زندگی میں ہمیشہ مجھ سے اچھا سلوک کیا اب میری موت کے بعد اس حسن سلوک کو منقطع نہ کرنا مجھے اس ذات سے امید ہے جس نے میری زندگی میں مجھ پر احسانات کئے کہ وہ میری موت کے وقت مجھے بخش دے گا۔

یا اللہ! میں اپنی موت کے بعد تیرے حُسنِ سلوک سے کس طرح ناامید ہو جاؤں جب کہ میری زندگی میں تو نے ہمیشہ اچھا سلوک فرمایا' یا اللہ! اگر میرے گناہوں نے مجھے ڈرایا ہے تو تیری محبت نے مجھے اطمینان دلایا ہے یا اللہ میرے ساتھ ایسا معاملہ کر جو تیری شان کے لائق ہے اور اس شخص پر اپنا فضل لوٹا دے جسے اس کی جہالت نے دھوکے میں ڈالا ہے الٰہی! اگر تو نے مجھے رسوا کرنا ہوتا تو تو مجھے ہدایت نہ دیتا اور اگر تو نے مجھے ذلیل کرنا ہوتا تو میری پردہ پوشی نہ فرماتا تو نے جس سبب سے یعنی محض اپنے لطف و کرم سے مجھے ہدایت عطا فرمائی ہے اس سے مجھے بہرہ ور فرما اور میری پردہ پوشی کو دائمی کر دے یا اللہ! میں نے جس امید میں عمر کاٹی ہے میں خیال نہیں کرتی تو اسے رد کر دے گا یا اللہ! اگر میں نے گناہ نہ کیا ہوتا تو مجھے تیرے عذاب کا ڈر نہ ہوتا اور اگر مجھے تیرے کرم کی پہچان نہ ہوتی تو میں تیرے ثواب کی امید نہ کرتی۔

حضرت سیدنا خواص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حضرت سیدتنا رحلہ عابدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے اور وہ روزے رکھ رکھ کر سیاہ ہو چکی تھیں اور اس قدر روتی تھیں کہ آنکھوں کی بینائی چلی گئی تھی اور نماز پڑھتے پڑھتے وہ چلنے پھرنے سے عاجز ہو گئی تھیں وہ بیٹھ کر نماز پڑھتی تھیں۔ ہم نے انہیں سلام کیا پھر اللہ تعالیٰ کے عفو و درگزر کا کچھ بیان کیا تا کہ ان پر معاملہ آسان ہو جائے انہوں نے یہ بات سن کر ایک چیخ ماری پھر فرمایا کہ مجھے اپنے نفس کا علم ہے اور اس نے میرے دل کو زخمی کر دیا ہے اور جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے پھر وہ نماز کی طرف متوجہ ہو گئیں............

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمیں چاہئے کہ عبادت میں خوب کوشش کرنے والے مردوں اور عورتوں کے حالات کا مطالعہ کیا کریں تا کہ عبادت کا ذوق بڑھے اور رب کی محبت زیادہ ہو' اپنے زمانے کے لوگوں کو نہ دیکھیں کیوں کہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَاِنۡ تُطِعۡ اَکۡثَرَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ یُضِلُّوۡکَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ۔

ترجمہ کنز الایمان: ''اور اے سننے والے! زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کہے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں'' (پارہ ۸' سورۂ انعام' آیت ۱۱۷)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عبادت میں خوب محنت کرنے والے لوگوں کے واقعات بے شمار ہیں عبرت والوں کے لئے اتنا کافی ہے جو ہم نے لکھا اور اگر آپ اس سے بھی زیادہ حالات معلوم کرنا چاہیں تو ''حلیۃ الاولیاء'' (کتاب) کا مطالعہ کریں یہ کتاب بزرگانِ دین رضی اللہ عنہم کے حالات پر مشتمل ہے اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو پتہ چلے گا کہ ہم اور ہمارے زمانے کے لوگ اہل دین سے کس قدر دور ہیں۔ پھر اگر آپ کا نفس اپنے زمانے کے لوگوں کی پیروی کرنے کا مشورہ دے اور یہ دلیل دے کہ آج کل تو اس کے بغیر گزارا نہیں ہوسکتا اسکے علاوہ اگر زمانے والوں کی مخالفت کرو گے تو لوگ تمہیں مجنون کہیں گے اور تمہارا مذاق اڑائیں گے لہٰذا جیسے یہ کرتے ہیں تم بھی کرو اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچی بھی تو جو جیسا سب کے ساتھ ہوگا وہ تمہارے ساتھ بھی ہو جائیگا تو اس میں فکر کی کیا بات ہے کیونکہ جب مصیبت میں سب مبتلا ہوں تو اچھی لگتی ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمیں نفس کی اس دلیل سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے اور نہ ہی اس کے دام تزویر میں پھنسنا چاہئے بلکہ اس سے کہنا چاہئے کہ بتاؤ اگر کوئی بڑا سیلاب آجائے جو تمام شہر والوں کو غرق کردے اور وہ حقیقت حال سے بے خبری کی وجہ سے وہاں ہی ٹھہرے رہیں اور بچاؤ کی کوئی تدبیر اختیار نہ کریں جب کہ تم ان سے جدا ہو کر کشتی کے ذریعے ڈوبنے سے بچ سکتے ہو تو کیا تمہارے دل میں یہ خیال آئے گا کہ مصیبت جب سب پر آئے تو خوشی خوشی برداشت ہو جاتی ہے اور جو سب کے ساتھ ہوگا وہ ہمارے ساتھ بھی ہو جائے گا لہٰذا اس میں فکر کی کیا بات ہے تو میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کیا آپ وہی کچھ کریں گے جو عام لوگ کر رہے ہیں یا اس صورت میں ان کی موافقت چھوڑ دیں گے ان کے احتیاط نہ کرنے کو بیوقوفی سمجھتے ہوئے خود کو بچانے کی کوشش کریں گے۔ تو جب آپ ڈوبنے کے خوف سے اہل زمانہ کی موافقت چھوڑ دیتے ہیں حالاں کہ ڈوبنے کا عذاب ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ہوتا تو اس عذاب سے کیوں نہیں بچتے جو دائمی ہوگا۔ یہ بات صحیح نہیں کہ جب مصیبت عام ہو تو اچھی معلوم ہوتی ہے جہنمیوں کو یہ مہلت کہاں ملے گی کہ وہ عموم و خصوص کی طرف متوجہ ہوسکیں اور کفار بھی اپنے زمانے کے لوگوں کی اندھی موافقت کی وجہ سے ہلاک ہوئے جب انہوں نے کہا۔

اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤی اُمَّۃٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤی اٰثٰرِہِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ

ترجمہ کنز الایمان: ''ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کی لکیر کے پیچھے ہیں'' (پارہ ۲۵، سورہ زخرف، آیت ۲۳)

چنانچہ جب آپ اپنے نفس کو جھڑکنے میں مشغول ہوں اور اسے مجاہدہ کی تلقین کریں اور وہ آپ کی بات نہ مانے تو آپ پر لازم ہے کہ اس کو جھڑکنے سے باز نہ رہیں اور اسے بتاتے رہیں کہ یہ نافرمانی تیرے حق میں بری ہے ہوسکتا ہے وہ سرکشی سے باز آجائے۔

{فصل......٦ }

چھٹی نگہداشت ......نفس کو جھڑکنا اور اس پر غصہ کرنا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس مرحلے پر امام غزالی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جان لو کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے پہلو میں ہے اور اسکا کام ہی یہ ہے کہ وہ برائی کا حکم دیتا ہے، شر کی طرف مائل ہے اور نیکی سے بھاگتا ہے اور تمہیں اس کو پاک اور سیدھا رکھنے کا حکم دیا گیا ہے نیز یہ کہ تم اسے زبردستی کی زنجیروں میں جکڑ کر اس کے رب اور خالق کی عبادت کی طرف لے جاؤ، اسے خواہشات اور لذات سے روکو۔ اگر تم نے اسے کھلی چھٹی دی تو وہ سرکش ہو جائے گا اور پھر تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا۔

تمہیں چاہئے کہ اسے مسلسل جھڑکتے رہو ڈانٹ ڈپٹ اور ملامت کرتے رہو تو یہی نفس، ملامت کرنے والا (نفس لوّامہ) بن جائے گا جس کی اللہ تعالی نے قسم ارشاد فرمائی ہے اور اس بات کی بھی امید ہے کہ آئندہ اسی طرح ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے وہ نفس مطمئنہ بن جائے جس کو قرآن پاک میں عزّت واحترام کے ساتھ پکارا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں اسطرح شامل ہو کر کہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو اور وہ اس سے راضی ہو۔ لہٰذا تم ایک گھڑی بھی اپنے نفس کو نصیحت کرنے اور جھڑکنے سے غافل نہ رہو اور جب تک اپنے نفس کو نصیحت نہ کرلو دوسروں کو نصیحت کرنے میں مشغول نہ ہو کیوں کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے ابن مریم! اپنے نفس کو نصیحت کیجئے اگر اس نے نصیحت مان لی تو پھر لوگوں کو نصیحت کرنا ورنہ مجھ سے حیا کرنا۔

یہ ڈانٹ ڈپٹ فائدے سے خالی نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ: کنزالایمان ''اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے'' (پارہ ۲۷، سورۃ الذّاریات، آیت ۵۵)

اس ڈانٹ ڈپٹ کا طریقہ یہ ہے کہ نفس کو اس کی جہالت اور بے وقوفی کی طرف توجہ کرائیں اور یہ بھی بتائیں کہ وہ ہمیشہ اپنی رائے کو زیادہ اہمیت دیتا ہے اور جب اسے بیوقوف کہا جائے تو بہت برا مناتا ہے پس تم اسے کہو اے نفس! تو کتنا بڑا جاہل ہے جو دانائی اور ہوشیاری کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ تو لوگوں میں سے سب سے زیادہ بے وقوف اور ناسمجھ ہے۔

کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیرے سامنے جنت بھی ہے اور دوزخ بھی اور عنقریب تو ان میں سے کسی ایک میں جائے گا تو تو کیوں خوش ہوتا ہے، ہنستا ہے اور لہو ولعب میں مشغول ہوتا ہے حالانکہ ہوسکتا ہے کہ آج یا کل تجھے موت آجائے جبکہ تو

موت کو بہت دور سمجھتا ہے اور جس چیز کا آنا یقینی ہو وہ قریب ہی ہوتی ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ موت اچانک آئے گی اور اس سے پہلے کوئی قاصد نہیں آئے گا اور نہ ہی کوئی وعدہ ہوگا اور یہ بات بھی نہیں کہ اسکا کوئی مخصوص وقت ہے مثلاً گرمی کے موسم میں آتی ہے اور سردیوں میں نہیں یا سردیوں میں آتی ہے اور گرمیوں میں نہیں نہ وہ رات دن میں تمیز کرتی ہے اور نہ بچپن اور جوانی کا امتیاز بلکہ ہر نفس کے لئے موت کا اچانک آنا ممکن ہے اور اگر موت اچانک نہ بھی آئے تو بیماری اچانک آتی ہے پھر آخر کار وہ موت تک پہنچا دیتی ہے

تو اے میرے جاہل نفس! تجھے کیا ہوا کہ موت کی تیاری نہیں کرتا حالانکہ وہ ہر قریب چیز سے زیادہ تمہارے قریب ہے کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں غور نہیں کرتے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ مَا يَأْتِيْهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ۔

ترجمہ: کنز الایمان ''لوگوں کا حساب نزدیک اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہیں جب ان کے رب کے پاس سے انہیں کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے نہیں سنتے مگر کھیلتے ہوئے ان کے دل کھیل میں پڑے ہیں'' (پارہ ۱۷' سورۃ انبیاء' آیت ۱تا۳)

اے نفس! اگر گناہ پر تیری جرأت اس عقیدے کی بنیاد پر ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے نہیں دیکھتا تب تو تو کافر ہے اور اگر تو جانتا ہے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے تو کس قدر بے حیا ہے، اگر تیرا کوئی غلام یا بھائی تیرے سامنے ایسا کام کرے جسے تو ناپسند کرتا ہے تو تو اس پر غضبناک اور ناراض ہوتا ہے۔ تو تو کس جسارت کے تحت اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کو دعوت دیتا ہے۔

اے نفس! کیا تیرا یہ خیال ہے کہ تو اس کے عذاب کو برداشت کرلے گا؟ ہرگز نہیں۔ اپنے دل سے اس خیال کو نکال دے۔ اگر تیرا غرور تجھے اسکے سخت عذاب سے غافل رکھتا ہے تو اپنی طاقت کا امتحان لے مثلاً کچھ دیر سورج کی تیز دھوپ میں کھڑا ہو یا تنور کے قریب بیٹھ یا اپنی انگلی کو آگ کے قریب کر۔ تجھے اپنی طاقت کا علم ہوجائے گا۔ کیا تو اللہ تعالیٰ کے کرم اور فضل سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور تو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ عزوجل کو ہماری عبادت کی کیا ضرورت ہے اور اللہ عزوجل ضرور ہمیں بغیر کسی امتحان کے ہی بخش دے گا۔ یہ بات تو ٹھیک ہے کہ اسے بندوں کی عبادت کی کوئی ضرورت نہیں اور وہ جسے چاہے بغیر حساب کے بخش دے لیکن عمل کا حکم بھی تو اسی کی طرف سے ہے جان بوجھ کر نافرمانی کرکے ثواب کی امید لگانا کیا عقل مندی ہے پھر دوسری بات یہ کہ اگر تجھے رب عزوجل کے فضل وکرم کی اتنی ہی امید ہے تو تُو دنیا کے کاموں کو محض اللہ تعالیٰ کے کرم کے بھروسے پر کیوں نہیں چھوڑ دیتا اور جب تجھے کوئی دنیوی خواہش پیش آتی ہے جو درھم اور دینار کے بغیر پوری نہیں

ہوسکتی تو اس وقت تیرا دم کیوں نکلتا ہے؟ تو مختلف طریقوں سے اس کی طلب اور حصول کی کوششیں کیوں کرتا ہے؟ تو اسے اللہ تعالیٰ کے کرم کے حوالے کیوں نہیں کرتا؟ کہ وہ تجھے کوئی خزانہ بتائے یا اپنے کسی بندے کو حکم دے دے کہ وہ کسی محنت کے بغیر ہی تیری ضرورت تیرے قدموں میں لا کر رکھ دے۔ اور کیا تیرا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں کریم ہے دنیا میں نہیں ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ بدلتا نہیں ہے اور دنیا و آخرت کا رب ایک ہی ہے اور انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لئے اس نے کوشش کی۔

اے نفس! تیرا نفاق اور جھوٹے دعوے بڑے عجیب ہیں تو زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتا ہے جب کہ نفاق کا اثر تجھ پر ظاہر ہے کیا تیرے مولا اور آقا عزّوجلّ نے تجھے نہیں فرمایا۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا۔

ترجمہ کنز الایمان: ''اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو'' (پارہ۱۲' سورۃ ہود' آیت ۶)

جبکہ آخرت کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی۔

ترجمہ: ''اور انسان کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے کمایا''

تو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی معاملات کو خاص طور پر اپنے ذمہ لیا ہے اور تجھے اس کی سعی سے الگ رکھا لیکن تو نے اپنے افعال سے گویا (معاذ اللہ) اسے جھوٹا قرار دیا کہ تو اس (دنیا) پر مدہوش اور فریفتہ آدمی کی طرح گرتا ہے جب کہ آخرت کا معاملہ تیری محنت کے سپرد کیا ہے اور تو اس سے اس طرح منہ پھیرتا ہے جس طرح مغرور اور حقیر جاننے والا کرتا ہے یہ ایمان کی علامات نہیں ہیں اگر ایمان محض زبانی ہوتا تو منافق جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں کیوں جاتے۔

اے نفس! تجھ پر افسوس ہے کیا تو آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اور تیرا خیال یہ ہے کہ جب مر جائے گا تو تجھے رہائی مل جائے گی اور تیری جان چھوٹ جائے گی؟ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

اے نفس! کیا تیرا خیال ہے کہ تجھے بیکار چھوڑ دیا جائے گا' کیا تو اپنی پیدائش سے پہلے ایک نطفہ نہ تھا پھر جما ہوا خون بنا تو اس رب کریم عزّوجلّ نے تجھے ٹھیک ٹھیک بنایا تو کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ کرے۔

اگر تجھے اس کا یقین نہیں تو تجھ سے بڑھ کر کافر اور جاہل کون ہے؟ کیا تو غور و فکر نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے کس چیز سے بنایا۔ تجھے نطفے سے بنا کر مناسب جسم اور قد و قامت عطا فرمائی پھر تیرے لئے راستے کو آسان کیا پھر تجھے موت

دے کر قبر میں پہنچائے گا کیا تو اسی کی نافرمانی کرتا ہے۔؟

اے نفس! اگر تو اسے جھٹلاتا نہیں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ گناہوں سے پرہیز نہیں کرتا اگر کوئی یہودی تجھے اس کھانے کے بارے میں جو تیرے لئے زیادہ لذیذ ہے یہ کہے کہ یہ تیری بیماری میں نقصان دہ ہے تو تو اس سے رک جاتا ہے، اسے چھوڑ دیتا ہے اور اپنے نفس کو مشقت میں ڈال دیتا ہے۔ تو کیا انبیاء کرام (علیہم السلام) کا قول اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد تیرے نزدیک یہودی کے قول سے بھی کم اہمیت کا حامل ہے جو تو انہیں چھوڑ کر اپنے آپ کو عقل کل سمجھتا ہے اور من مانے طریقے پر زندگی گزار رہا ہے۔

تعجب کی بات ہے اگر کوئی بچہ تمہیں کہہ دے کہ تمہارے کپڑوں میں بچھو ہے تو تم اس کپڑے کو اتار پھینکتے ہو اور بچے سے کسی دلیل کا مطالبہ نہیں کرتے۔ تو کیا انبیاء کرام علیہم السلام، علماء عظام، حکماء اور اولیاء کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال تمہارے نزدیک اس بچے کی بات سے کم حیثیت رکھتے ہیں۔ یا جہنم کی گرمی، اس کے طوق، عذاب، گرز، تھوہر، پیپ، گرم ہوا، سانپ اور بچھو تمہارے نزدیک اس دنیا کے مقابلے میں معمولی ہیں۔

اے میرے نفس! یہ عقل مند لوگوں کے طور طریقے نہیں ہیں بلکہ اگر جانوروں پر تمہاری حالت ظاہر ہو تو وہ تم پر ہنسیں اور تمہاری عقل کا مذاق اڑائیں...... اگر تجھے ان تمام باتوں کی پہچان ہے اور تو ایمان بھی رکھتا ہے تو پھر عمل میں کوتاہی کیوں کرتا ہے؟ جب کہ موت تیرے انتظار میں ہے۔ ہوسکتا ہے وہ کسی مہلت کے بغیر تجھے اچانک آلے تو تو موت کے جلدی آنے سے کس طرح بے خوف ہے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امام غزالی رضی اللہ عنہ مزید ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر تمہیں عمل کے لئے سو سال بھی مل جائیں تو تمہارا کیا خیال ہے کہ جو شخص اپنے گھر کے قریب گھاٹی کے دامن میں جانور کو چارہ دیتا رہے کیا وہ سفر کی مشقتیں اٹھائے بغیر ہی منزل پر پہنچ جائے گا؟ جیسے کہ تم اگر نفس کو سو سال بھی چارہ کھلاتے رہو لیکن عمل کرنے کی ترغیب نہ دلاؤ تو کیا نجات پا جاؤ گے۔۔۔۔۔؟

نفس سے کہو کہ اگر تیرا یہ خیال ہے تو تو بہت بڑا جاہل ہے۔ اس شخص کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے کہ جو اس لئے سفر کرتا ہے کہ وہ فقہ سیکھے اب وہ دوسرے ملک میں کئی سال بیکار رہتا ہے اور اپنے نفس سے وعدہ کرتا ہے جب وہ گھر کی طرف لوٹے گا تو آخری سال میں فقہ سیکھ لے گا۔ تو کیا اس شخص کی عقل پر تجھے ہنسی نہیں آئے گی؟ کہ وہ کتنا نادان ہے کہ تھوڑی سی مدت میں فقہ جیسا عظیم علم حاصل کرنا چاہتا ہے یا اس کا خیال ہے کہ وہ فقہ سیکھے بغیر محض اللہ تعالیٰ کے کرم سے فقہاء کرام کا منصب پالے گا۔ پھر یہ کہ آخری عمر کی کوشش نفع دے گی اور وہ بلند درجات پائے گا۔

اے نفس ہوسکتا ہے کہ آج کا دن تیری زندگی کا آخری دن ہوتو اب آئیندہ زندگی کی تیاری میں کیوں مشغول نہیں ہوتا اگر تجھے مہلت کا پروانہ مل بھی گیا ہوتو جلدی کرنے میں کیا رکاوٹ ہے اور لَیْتَ وَلَعَلَّ سے کام لینے میں کیا حکمت ہے بات یہی ہے کہ تو اپنی خواہشات کی مخالفت سے عاجز ہے کیوں کہ اس میں تھکاوٹ اور مَشَقَّت ہے۔

اے نادان بھائی ! کیا تو اُس دن کا منتظر ہے جب خواہشات کی مخالفت مشکل نہ ہو؟ یادرکھ اللہ تعالیٰ نے ایسا دن پیدا نہیں فرمایا اور نہ ہی پیدا کرے گا۔اور جَنَّت اسی صورت میں حاصل ہوتی ہے جب آدمی مشکل باتوں کو اپنائے اور یہ مشکل امور نفس پر کبھی بھی آسان نہیں ہوتے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امام غزالی رضی اللہ عنہ ہمیں سمجھاتے ہوئے ارشادفرماتے ہیں کہ کیا تم غور نہیں کرتے کہ تم کب سے اپنے نفس سے وعدہ کررہے کہ کل عمل کروں گا، کل کروں گا اور وہ کل آج میں بدل گیا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جو کل آیا اور چلا گیا وہ گذشتہ کل میں تبدیل ہوگیا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تم آج عمل کرنے سے عاجز ہو تو کل زیادہ عاجز ہوگے کیونکہ خواہش اس درخت کی طرح ہے جو زمین میں پختہ ہو چکا ہو اور بندہ اس کو اکھاڑنے سے عاجز ہو جب وہ کمزوری کی وجہ سے اسے اکھاڑ نہیں سکتا اور اسے مؤخر کردیتا ہے تو وہ اس آدمی کی طرح ہو جاتا ہے کہ جو درخت کو اکھاڑنے سے جوانی میں عاجز ہو اور اسے دوسرے سال تک موخر کردے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ جوں جوں وقت گزرے گا درخت زیادہ مضبوط اور پکا ہو جائے گا اور اکھاڑنے والا کمزورتر ہو جائے گا۔

تو جو شخص جوانی میں اس پر قادر نہیں ہوتا وہ بڑھاپے میں اسے نہیں اکھاڑ سکتا بلکہ بڑھاپے کی محنت ایک فضول تھکاوٹ ہی ہے کہ بوڑھے بھیڑیئے کو تہذیب سکھانا مشکل ہے تو کیا خشک ہونے کے بعد ٹیڑھی لکڑی سیدھی ہوسکتی ہے؟ جب خشک ہو جائے اور زیادہ وقت گزر جائے؟۔

اے نفس! جب تو ان واضح باتوں کو قبول نہیں کرتا اور ٹال مٹول کی طرف مائل ہے تو پھر اپنے آپ کو عاقل کیوں کہتا ہے؟ اس حماقت سے بڑھ کر اور کونسی حماقت ہوسکتی ہے۔ شاید تو یہ کہے کہ مجھ سے خواہشات کو چھوڑنے کی مشقت برداشت نہیں ہوتی تو تو کس قدر بے وقوف ہے اور تیرا عذر کتنا برا ہے اگر تو اس بات میں سچا ہے تو جنت کی عظیم نعمتوں کی طرف کیوں متوجہ نہیں ہوتا کیا تجھ میں جنت کی دائمی نعمتوں سے محرومی کا صدمہ برداشت کرنے کی تاب ہے؟ اگر تو اپنی خواہشات کو دیکھتا ہے تو اس طرف بھی نظر کر کہ بعض اوقات ایک لقمے کے باعث بہت سے لقموں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔

اُس بیمار کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جس کو ڈاکٹر نے تین دن ٹھنڈا پانی پینے سے منع کیا تاکہ وہ صحت مند ہو جائے اور پھر عمر بھر پی سکے اور اسے بتادیا کہ اگر وہ ان تین دنوں میں ٹھنڈا پانی پیئے گا تو وہ ایسی لمبی بیماری میں مبتلا ہو جائے

گا کہ پھر زندگی بھر یہ پانی نہیں پی سکے گا تو خواہش کو پورا کرنے میں عقل کا تقاضا کیا ہوگا کیا وہ تین دن صبر کر کے عمر بھر اس سے نفع اندوز ہو یا تین دن صبر نہ کرنے کے خوف سے اسی وقت پی لے اور پھر پوری زندگی کیلئے اس نعمت سے محروم ہو جائے۔

کاش کوئی بتا دے کہ خواہشات سے پرہیز کی تکلیف زیادہ اور طویل ہے؟ یا جہنم میں جانے کی؟ تو جو شخص دنیا میں مجاہدے کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی تکلیف کیسے برداشت کرے گا۔۔۔؟

تم جو اپنے نفس پر مشقت میں سستی کرتے ہو تو اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں یا تو وہ خفیہ کفر ہے یا ظاہر بیوقوفی ......

جہاں تک پوشیدہ کفر کا تعلق ہے تو وہ یوم حساب پر ایمان میں کمزوری اور ثواب وعذاب کی عظمت کی پہچان کا نہ ہونا ہے۔

اور واضح بیوقوفی یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے کرم اور عفو و درگزر پر اعتماد کرتے ہو لیکن اس کے راستے میں تکلیف برداشت کرنے زندگی کی مہلت اور سے فائدہ اٹھانے اس کی عبادت کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے، البتہ دنیاوی نعمتوں بلکہ روٹی کے ایک لقمے یا مال کے ایک دانے کے سلسلے میں محض اللہ عزوجل کی عطا پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اپنی غرض تک پہنچنے کے لئے تمام حیلے اور اسباب استعمال کرتے ہو۔

اور اس وجہ سے تمہیں رسول اکرم ﷺ سے احمق کا لقب ملتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:۔

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْاَحْمَقُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ الْاَمَانِيَّ

ترجمہ: ”سمجھ دار شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرتا ہے جب کہ بیوقوف وہ ہے جو اپنے نفس کو تو خواہشات کے پیچھے لے جاتا ہے اور (اسکے باوجود) اللہ تعالیٰ سے من مانی مرادیں طلب کرتا ہے“ (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۲۴ مرویات شداد بن اوس)

اے نفس! تجھے دنیا کی زندگی سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی دھوکہ ہونا چاہئے تو اپنی فکر کر دوسروں کا معاملہ تیرے لئے اہم نہیں یعنی دوسروں کو غفلت میں دیکھ کر خود غافل نہ ہو اور زندگی کو ضائع نہ کر سانسیں گنی جا چکی ہیں۔ جب ایک سانس چلا جاتا ہے تو تیری مہلت میں کچھ نہ کچھ کمی ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ بیماری سے پہلے صحت کو، مصروفیت سے پہلے فراغت کو، محتاجی سے پہلے مال داری کو، بڑھاپے سے پہلے جوانی کو اور موت سے پہلے زندگی کو غنیمت جان۔ جس قدر تو آخرت میں رہے گا اس کے مطابق تیاری کر۔

اے نفس! کیا تو سردیوں سے بچنے کے لئے تیاری نہیں کرتا اس مدت کے لئے رزق، لباس، اور باقی تمام سامان

اکٹھا نہیں کرتا؟ تو اس سلسلے میں تُو محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کیوں نہیں کرتا کہ وہ کسی جُبے' اُون اور لکڑی کے بغیر تجھ سے سردی کی تکلیف دور کردے حالانکہ وہ اس پر قادر ہے۔

اے نفس! کیا تیرا خیال یہ ہے کہ زمہریر (جہنم کے ٹھنڈے طبقے) میں سردی کم ہوگی اور موسم سرما کے مقابلے میں اس کا وقت بھی تھوڑا ہوگا۔۔۔۔۔۔۔۔؟

کیا تیرا خیال یہ ہے کہ بندہ کسی محنت کے بغیر اس سے نجات پالے گا ہرگز نہیں سردیوں کے موسم کی شدت جیسے آگ اور دیگر اسباب کے بغیر دور نہیں ہوتی اسی طرح جہنم کی گرمی اور ٹھنڈک سے بچنے کے لئے توحید کے قلعے اور عبادات کی خندق کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے تمہیں عذاب سے بچاؤ کیلئے عبادت کے ذریعے قلعہ بند ہونے کا طریقہ سکھا دیا اور اس کے اسباب کو آسان کردیا۔ رحمت کا مطلب یہ نہیں کہ وہ قلعے کے بغیر تجھ سے عذاب کو دور کردے جیسے اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے آگ کو پیدا کیا اور اس کے ذریعے سردی کی ٹھنڈک کو دور کردیا اور تجھے لوہے اور پتھر کے درمیان سے آگ نکالنے کا طریقہ بتایا یہاں تک کہ تو اس سے اپنے آپ سے ٹھنڈک کو دور کرتا ہے اور جس طرح جبہ اور لکڑیاں وغیرہ خریدنے سے تیرا خالق و مالک بے نیاز ہے اور تو یہ چیزیں اپنے لئے خریدتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو تیرے آرام کے لئے پیدا کیا ہے۔ اسی طرح عبادات اور مجاہدات سے بھی اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے وہ تو صرف تیرے لئے نجات کا راستہ ہیں پس جو شخص نیکی کرے گا تو اپنے لئے کرے گا اور جو برائی کرے گا تو اس کا نقصان بھی خود اسے برداشت کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

اے نفس! جہالت سے باہر نکل اور آخرت کو دنیا پر قیاس کر، میں دیکھتا ہوں کہ تو دنیا سے محبت کرتا ہے اور اسی سے مانوس ہے اس سے جدائی تجھ پر شاق گزرتی ہے بلکہ تو اپنے اندر اس کی محبت کو مضبوط کر رہا ہے۔ جان لے کہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور ثواب سے غافل ہے اسی طرح قیامت کی ہولناکیوں اور احوال سے بھی بے خبر ہے کیا تو موت پر ایمان نہیں رکھتا؟ جو تجھے تیری محبوب چیزوں سے جدا کردے گی۔ بتاؤ اگر کوئی شخص بادشاہ کے گھر میں داخل ہوا اور وہاں کسی خوبصورت چہرے پر نظر ڈالے اور اس کا دل مکمل اسی کی طرف متوجہ ہوجائے اور وہ اپنی مطلوبہ شے حاصل کرنے میں منہمک ہوکر بادشاہ کو بھول جائے تو کیا یہ شخص عقل مند لوگوں میں شمار ہوگا؟ ہرگز نہیں تو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ دنیا کا بازار بادشاہوں کے بادشاہ جل جلالہ نے تمہاری آزمائش کیلئے بنایا ہے اور تمہیں تو صرف اس سے گزرنے کی اجازت ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ گزرنے والوں کو مرنے کے بعد ملے گا۔ اسی لئے نبی اکرم نور مجسم ﷺ نے تعلیم امت کیلئے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رُوْحِیْ اَحْبِبْ مَنْ اَحْبَبْتَ فَاِنَّکَ مُفَارِقُہٗ وَاعْمَلْ مَاشِئْتَ فَاِنَّکَ مَجْزِیٌّ بِہٖ وَعِشْ مَاشِئْتَ فَاِنَّکَ مَیِّتٌ۔

ترجمہ: ''جبریل علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ (اپنے امتیوں کو تعلیم دوں کہ وہ) جس سے محبت کرنا چاہتے ہیں کریں۔ عنقریب وہ ان سے جدا ہو جائے گی اور جو عمل چاہیں کریں اس کا بدلہ دیا جائے گا اور جتنا چاہیں زندہ رہیں بلآخر دنیا سے جانا ہے'' (العلل لمتناہیہ جلد۲ ص ۴۰۳ حدیث ۱۴۸۱)

اے نفس! تجھے معلوم نہیں کہ جو شخص دنیاوی لذتوں کی طرف متوجہ ہوتا اور ان سے مانوس ہوتا ہے انہیں چھوڑتے وقت اسے بہت زیادہ حسرت ہوتی ہے۔

کیا تو ان لوگوں کو نہیں دیکھتا جو پہلے گزر گئے انہوں نے بلند و بالا مکانات بنائے پھر انہیں چھوڑ کر چلے گئے اور اللہ تعالٰی نے کس طرح ان کی زمین اور مکانات کا وارث ان کے دشمنوں کو بنایا۔ کیا تو ان کو نہیں دیکھتا کہ کس طرح وہ ان چیزوں کو جمع کرتے ہیں جنہیں کھانا انہیں نصیب نہیں اور ایسی عمارتیں بناتے ہیں جن میں رہنا انکی قسمت میں نہیں اور ایسی چیزوں کی امید رکھتے ہیں جن کو حاصل کرنا انکی قدرت میں نہیں۔

بعض اوقات انسان ایسے بلند محلات کی تمنّا کر رہا ہوتا ہے جو آسمان سے باتیں کرتے ہوں جبکہ عین اسی وقت اس کے لئے زمین میں قبر کھودی جا رہی ہوتی ہے۔ کیا دنیا میں کوئی شخص اس سے بڑا بیوقوف ہے؟ کوئی اپنی دنیا تعمیر کرتا ہے حالانکہ وہ یقیناً اس سے کوچ کرنے والا ہے اور اپنی آخرت کو خراب کرتا ہے حالانکہ یقینی طور پر اس نے اسی کی طرف جانا ہے۔ اے نفس! کیا تجھے ایسے بیوقوفوں کی بیوقوفی اختیار کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ ہمیں نصیحت کی مزید چاشنی کچھ اس انداز میں پلاتے ہیں کہ فرض کرو تم بصیرت نہیں رکھتے کہ ان باتوں کی طرف راہنمائی حاصل کرو لیکن تم فطری طور پر کس طرف مائل ہو اور کس کی مشابہت چاہتے ہو تو انبیاء کرام علیہم السلام، علماء عظام رضی اللہ عنہم اور عقلمند لوگوں کی عقل اور ان لوگوں کی عقل، کے درمیان مقابلہ کرو جو دنیا پر اوندھے گرے ہوئے ہیں اور تمہارے نزدیک جو زیادہ عقل مند ہوں ان کے پیچھے چلو۔

اور اپنے نفس سے کہو، اے نفس! تیرا معاملہ کتنا عجیب اور تیری جہالت کتنی سخت ہے تیری سرکشی کس قدر ظاہر ہے تو کس طرح ان واضح اور روشن باتوں سے اندھا ہو چکا ہے۔ اے نفس! شاید تجھے جاہ و مرتبہ کی چاہت نے نشے میں ڈال دیا ہے اور تو اس بات کو سمجھنے سے مدہوش ہو چکا ہے یا تو اس بات کو نہیں سمجھتا کہ جاہ و مرتبہ صرف اس بات کا نام ہے کہ بعض لوگوں کے دل تیری طرف مائل ہوں تو فرض کر لے کہ زمین پر جو لوگ بھی ہیں وہ تجھے سجدہ کرتے اور تیری اطاعت کرتے ہیں کیا تو

نہیں جانتا کہ پچاس یا سوسال بعد نہ تو زمین پر رہے گا اور نہ وہ جنہوں نے تجھے سجدہ کیا اور تیری پوجا کی اور عنقریب ایک وقت آئے گا کہ نہ تیرا ذکر باقی رہے گا اور نہ تیرا ذکر کرنے والوں کی یاد باقی رہے گی جس طرح تجھ سے پہلے بادشاہوں کے ساتھ ہوا۔تو ایسی فانی قدر ومنزلت پر آخرت بیچ دینا کس قدر بے وقوفی ہے۔

ارشادخداوندی ہے۔

هَلۡ تُحِسُّ مِنۡهُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَوۡ تَسۡمَعُ لَهُمۡ رِكۡزًا۔

ترجمہ کنزالایمان:''کیاتم ان میں کسی کو دیکھتے ہو یا ان کی بھنک سنتے ہو''(پارہ۱۶سورۂ مریم' آیت ۹۸)

تو پھراے نفس!تو کس طرح ہمیشہ رہنے والی چیز کے بدلے میں اسے بیچتا ہے جو پچاس یا سوسال سے زیادہ نہیں رہے گی؟

اور یہ پچاس یا سوسال کی لذت بھی اس صورت میں ہے جب بالفرض تو زمین کا بادشاہ بن جائے اور مشرق و مغرب والے تیری اطاعت کریں،گردنیں تیرے سامنے جھک جائیں اور تمام اسباب تیرے لئے منظّم ہوجائیں جبکہ موجودہ صورت میں کہ جب اپنے محلے بلکہ اپنے گھر کا معاملہ بھی تیرے قبضے میں نہ ہوتو اس صورت میں آخرت کو چھوڑنا کس قدر غلط اور بیوقوفی ہے۔

اے نفس!اگر تو اپنی جہالت کی وجہ سے آخرت میں رغبت کی خاطر دنیا کو نہیں چھوڑتا اور تو بصیرت کے اعتبار سے اندھا ہو چکا ہے تو یہی سوچ کر اسے چھوڑ دے کہ دنیا کے شرکاء کثیر ہیں اور اس میں مشقت زیادہ ہے نیز یہ جلد فنا ہونے والی ہے۔جب دنیا کا اکثر حصہ تجھے چھوڑ کر دوسروں کے پاس جاتا ہے تو اس کے قلیل کو تو خود کیوں نہیں چھوڑتا؟اگر دنیا تیرے پاس آئے تو خوش کیوں ہوتا ہے تمہارا شہر یہودیوں اور مجوسیوں کی ایسی جماعت سے خالی نہیں ہوگا جو دنیوی مال کے ذریعے تجھ سے آگے بڑھے ہوئے ہیں اور ان کے پاس دینوی نعمتیں اور زینت تیرے مقابلے میں زیادہ ہوگی۔تو دنیا پر تُف ہے کہ اس کے ذریعے یہ نیچ لوگ بھی تجھ سے سبقت لے گئے۔

تو تو کس قدر جاہل ہے تیری قیمت کس قدر ہلکی ہے اور تیری رائے کس قدر گری ہوئی ہے کہ تو انبیاء کرام علیہم السلام اور صدیقین رضی اللہ عنہم کی جماعت میں شامل ہونا نہیں چاہتا جو اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں اور تمام جہانوں کے رب جل جلالہ کے قرب میں ہمیشہ ہمیشہ رہتے ہیں تو ان لوگوں سے منہ موڑ کر بیوقوف جاہل لوگوں کی جوتیوں میں بیٹھنا چاہتا ہے حالانکہ یہ بھی چند دن کی بات ہے تو تجھ پر افسوس ہے کہ تیری دنیا اور دین دونوں برباد ہو گئے۔

اے نفس!اب تو جلدی کر کہ موت سر پر آ پہنچی ہے ذرا یہ بتا کہ تیرے مرنے کے بعد تیری طرف سے کون نماز

پڑھے گا؟ تیری طرف سے کون روزہ رکھے گا؟ اور تیرے مرنے کے بعد تیری طرف سے کون اللہ تعالیٰ کو راضی کرے گا۔

اے نفس! تیری پونجی صرف چند دن ہیں ان میں تجارت کر لے اکثر دنوں کو تو نے ضائع کر دیا اگر تو اس ضائع ہونے والے پر زندگی بھر روتا رہے تب بھی تیرے نفس کے حق میں تھوڑا ہے تو اب باقی کو ضائع کرنے اور پرانی عادت کو اپنائے رکھنے کی صورت میں تیرا کیا بنے گا؟

اے نفس! کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ موت کا تجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔ قبر تیرا اصلی گھر اور مٹی تیرا بچھونا ہے کیڑے تیرے ساتھی ہیں اور بہت بڑی آزمائش تیرے سامنے ہے۔

اے نفس! کیا تجھے معلوم نہیں کہ مُردوں کا لشکر شہر کے دروازے پر تیرا منتظر ہے ان سب نے گویا قسم کھائی ہے کہ وہ تجھے ساتھ لئے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ صرف ایک دن دنیا میں واپس آنا چاہتے ہیں تا کہ گزشتہ کوتاہی کا ازالہ کر سکیں لیکن انہیں یہ قدرت حاصل نہیں جبکہ تجھے یہ قدرت حاصل ہے۔ تیری زندگی کا ایک دن اگر تمام دنیا کے بدلے میں بیچا جائے تو وہ اسے ضرور خریدیں گے اگر اس پر قادر ہوں۔ اور تو غفلت اور بے کاری میں اپنے دنوں کو ضائع کر رہا ہے۔ اے نفس! تجھ پر افسوس ہے کیا تجھے حیا نہیں آتی تو لوگوں کے لئے اپنے ظاہر کو سنوارتا ہے اور باطنی طور پر بڑے بڑے گناہوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے لڑتا ہے پھر یہ کہ تو مخلوق سے حیا کرتا ہے لیکن خالق ﷻ سے حیا نہیں کرتا۔

ارے کمبخت! کیا وہ قہار و جبار تجھے دیکھنے والوں میں سب سے ہلکا لگتا ہے (معاذ اللہ) تو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا اور خود گھٹیا کاموں میں ملوث رہتا ہے، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا اور خود اس سے بھاگتا ہے۔ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا لیکن خود اسے بھولا رہتا ہے۔ جب تو خود پاک نہیں ہے تو دوسروں کی پاکیزگی کی طمع کیوں کرتا ہے۔

اے نفس! اگر تجھے اپنی صحیح پہچان ہو جائے تو تو یہی گمان کرے کہ لوگوں کو جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تیری نحوست ہے اے نفس! تو نے اپنے آپ کو شیطان کا گدھا بنا لیا ہے وہ جہاں چاہتا ہے تجھے لے جاتا ہے اور تیرا مذاق اڑاتا ہے اس کے باوجود تو اپنے عمل پر خوش ہوتا ہے۔

اور اس دنیا میں وہ آفات ہیں کہ تو ان سے بچ جائے تو یہ بھی ایک طرح کا نفع ہے اور تو اپنے اعمال پر کیسے خوش ہوتا ہے حالانکہ تیری خطائیں اور لغزشیں بہت زیادہ ہیں اللہ تعالیٰ نے شیطان کی ایک خطا کی وجہ سے اس پر لعنت بھیجی ہے اور وہ اس سے پہلے دو لاکھ سال اس کی عبادت کر چکا تھا اور اے نفس! تو کس قدر غدّار، بے حیا، جاہل اور گناہوں پر جرأت کرنے والا ہے کمبخت تو معاہدہ کر کے توڑتا اور وعدہ کر کے دھوکہ دیتا ہے۔

اے کمبخت نفس! تو ان خطاؤں کے باوجود اس گمان پر اپنی دنیا بسانے پر لگا ہوا ہے گویا کہ تو یہاں سے کبھی نہیں

جائے گا۔کیا تو قبرستان والوں کونہیں دیکھتا کہ وہ کیسے تھے؟انہوں نے بہت سامان جمع کیا،مضبوط محل بنائے اور بہت دور کی امیدرکھی،لیکن ان کا جمع شدہ مال تباہ وبرباد ہوگیا،مکانات قبروں میں بدل گئے اوران کی امیدیں دھوکے میں بدل گئیں۔

اے نفس! تجھے کیا ہوگیا ہے؟کیا تو عبرت حاصل نہیں کرتا ان کے حالات کو دیکھتا نہیں؟ کیا تیرا خیال یہ ہے کہ ان کوتو آخرت کی طرف بلایا گیا ہے اور تو ہمیشہ یہیں رہے گا۔تو صرف اپنی عمرضائع کررہا ہے اور تیری پیدائش سے اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔تو زمین پراپنے لئے عمارت بناتا ہے لیکن تھوڑی ہی مدت بعد زمین کے اندر تیری قبر ہوگی۔کیا تجھے اس بات کا ڈرنہیں کہ جب جان گلے میں آکررک جائے گی اور تیرے رب ﷻ کے فرشتے تیرے پاس آئیں گے جن کے رنگ سیاہ اور چہرے تیوری چڑھے ہوں گے۔وہ تجھے عذاب کی خبردیں گے۔کیا اس وقت تجھے ندامت فائدہ دے گی یا تجھ سے غم قبول کیا جائے گا یا تیرے رونے پرترس کھایا جائے گا۔

اے نفس! بہت تعجب کی بات ہے تو ان سب بے وقوفیوں اورحماقتوں کے باوجود بصیرت اور دانائی کا دعویٰ کرتا ہے۔تیری دانائی تو بس یہ ہے کہ تو ہردن مال کے زیادہ ہونے پرخوش ہوتا ہے۔لیکن عمرکے کم ہونے پرغمگین نہیں ہوتا حالانکہ مال کی زیادتی کیا فائدہ دے گی جب کہ عمرکم ہورہی ہو۔

اے نفس!تو آخرت سے منہ پھیرتا ہے حالانکہ وہ تیری طرف بڑھ رہی ہے اور تو دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے حالانکہ وہ تجھ سے ہرلمحہ منہ پھیررہی ہے اور کتنے ہی لوگ ہیں جنہوں نے آج کا کام کل پر کام رکھا تو پورا نہ ہوا اوران کی کتنی ہی آرزوئیں ادھوری رہ گئیں۔تو اپنے بھائیوں،رشتہ داروں اور پڑوسیوں میں اس بات کو دیکھتا ہے۔اے نفس!تو دیکھتا ہے کہ ان کواس بات پرافسوس ہوتا ہے لیکن تو پھر بھی اپنی جہالت سے بازنہیں آتا۔اے مسکین نفس!اس دن سے ڈرجس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قسم ارشادفرمائی ہے کہ وہ اس بندے کو ہرگزنہیں چھوڑے گا جس کو دنیا میں کسی کام کے کرنے کا حکم دیا اورکسی کام سے روکا حتی کہ اس سے اس کے عمل کے بارے میں سوال ہوگا وہ عمل چھوٹا ہو یا بڑا ظاہر ہو یا پوشیدہ۔تو اے نفس! دیکھ کس بدن کے ساتھ تو اس کے سامنے کھڑا ہوگا اور کس زبان کے ساتھ جواب دے گا نیزسوال کا جواب تیارکراور جواب بھی صحیح ہو زندگی کے چھوٹے چھوٹے دنوں میں آخرت کے بڑے دنوں کے لئے عمل کر۔ختم ہونے والے گھر میں باقی رہنے والے گھر کے لئے ،غم اور تھکاوٹ والے گھر میں نعمتوں اور ہمیشہ رہنے والے گھر کے لئے عمل کراس سے پہلے کہ تو عمل نہ کرسکے اب عمل کرلے دنیا سے خود اپنے اختیار کے ساتھ آزادلوگوں کی طرح نکل جا اس سے پہلے کہ تو مجبور ہوکرنکالا جائے دنیوی تروتازگی اگر تیری مددگار ہے تو اس پرخوش نہ ہو کیوں کہ اکثر خوش ہونے والا نقصان اٹھاتا ہے اور بہت سے نقصان اٹھانے والوں کوشعورنہیں ہوتا۔ایسے شخص کے لئے خرابی ہے جو خرابی میں مبتلا ہے لیکن اسے شعورنہیں،وہ ہنستا اورخوش ہوتا ہے

کھیل کود میں مبتلا ہے اور مذاق کرتا ہے‘ کھاتا اور پیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے کہ وہ اہل جہنم سے ہے۔

اے نفس! تو دنیا کو عبرت کی نگاہ سے دیکھ اور اس کے حصول کیلئے اس کی۔ مرح عمل کر جسے عمل کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہو۔ اسے اپنے اختیار سے چھوڑ اور آخرت کی طلب میں جلدی کر۔ ان لوگوں میں سے نہ ہو جا جو اس چیز کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہیں جو ان کو دی گئی اور باقی عمر میں زیادتی کے خواہش مند ہیں۔ جو لوگوں کو منع کرتے ہیں اور خود باز نہیں آتے۔

اے نفس! جان لے دین کا کوئی عوض اور ایمان کا کوئی بدل نہیں اور نہ ہی جسم کا کوئی نائب ہے۔ جس شخص کی سواری دن اور رات ہوں تو وہ اسے لے چلتے ہیں اگرچہ وہ نہ چلے۔

اے نفس! اس نصیحت کو قبول کر اور اس سے فائدہ حاصل کر کیوں کہ جو شخص اس نصیحت سے منہ پھیرتا ہے وہ گویا جہنم پر راضی ہوتا ہے اور میں تجھے اس پر راضی نہیں دیکھتا۔ اگر دل کی سختی تجھے اس نصیحت کی قبولیت سے روکتی ہے تو دائمی تہجد اور شب بیداری (جو کہ کسی نیک ماحول خصوصًا دعوت اسلامی مدنی ماحول میں بآسانی میسر آسکتی ہے) کے ذریعے اس پر مدد طلب کر اگر یہ نہ ہو سکے تو مسلسل روزے رکھ اگر اس سے بھی ختم نہ ہو، تو لوگوں سے میل جول اور گفتگو کم کر دے اگر اس سے بھی نہ جائے تو رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور یتیموں پر نرمی اختیار کر (الحمد للہ عزوجل یہ تمام نعمتیں امیر اہلسنت مدظلہ العالی کے عطا فرمودہ مدنی انعامات پر عمل کرنے سے حاصل ہو سکتی ہیں) اور اگر اس سے بھی زائل نہ ہو تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل پر مہر اور تالا لگا دیا ہے اور گناہوں کی تاریکی دل کے ظاہر اور باطن پر خوب چھا گئی ہے۔ اب اپنے نفس کو دوزخی جان اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو اس کے لائق لوگوں کو بھی پیدا فرمایا اور جہنم کو پیدا کیا تو اس کے مناسب لوگ بھی پیدا کئے تو جس کو جس جگہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو اس کے مطابق عمل اسکے لئے آسان کر دیا گیا۔

اگر اب تیرے اندر وعظ و نصیحت کی گنجائش نہ رہے تو اپنے آپ سے نا امید ہو جا اور نا امیدی بہت بڑا گناہ ہے ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں اب تیری لئے نہ تو نا امیدی کا راستہ ہے اور نہ ہی امید کا‘ بلکہ بھلائی کے تمام راستے تجھ پر بند ہو چکے۔

آہ وزاری :

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس موقع پر امامِ وعظ و نصیحت سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ الباری اپنے نفس پر غور کرنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

اب تو دیکھ کہ کیا تجھے اس مصیبت پر دکھ ہوتا ہے جس میں تو مبتلا ہے یعنی اپنے نفس میں قبولِ نصیحت کی کوئی امید نہیں پاتا اور کیا اپنے نفس پر رحم کھاتے ہوئے تیری آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں۔ اگر آنسو بہتے ہیں تو سمجھ لے کہ ان کا منبع بحرِ رحمت ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابھی تجھ میں امید کی جگہ باقی ہے لہٰذا اب رونا دھونا اپنا وطیرہ بنالے اور سب سے زیادہ کریم عزوجل کی بارگاہ میں دل کی سختی کی شکایت کر اس سے مسلسل مدد مانگ۔

شاید وہ تیرے ضُعف پر رحم فرمائے اور تیری فریاد کو پہنچے کیوں کہ تیری مصیبت بہت بڑی ہے اور تیری آزمائش سخت ہوگئی ہے، نافرمانی بڑھ گئی ہے اور کوئی حیلہ باقی نہیں رہا اور تو بیماریوں کی آماجگاہ بن چکا ہے، اب نہ کوئی مقام طلب ہے نہ مدد کی جگہ نہ راہ فرار ہے اور نہ کوئی ٹھکانہ صرف اپنے مولیٰ عزوجل کے ہاں پناہ لے سکتا ہے لہٰذا آہ وزاری کے ساتھ اس کے حضور حاضر ہو جا اور اپنی جہالت اور گناہوں کی کثرت پر خشوع وخضوع کا مظاہرہ کرتے ہوئے تضرع اور گڑگڑانے کی راہ اختیار کر کیوں کہ وہ عاجزی کرنے اور گڑگڑانے والے پر رحم کرتا ہے اور مجبور طالب کی مدد فرماتا اور اس کی دعا کو قبول کرتا ہے۔

آج تو اس کی طرف مجبور اور اس کی رحمت کا محتاج ہے تجھ پر راستے تنگ اور بند ہوگئے ہیں تمام اسباب منقطع ہو چکے ہیں، نصیحت نے تجھ پر کوئی اثر نہیں کیا، نہ ہی جھڑک نے تیرے اندر کوئی ہلچل مچائی تو جس سے تو طلب کرتا ہے وہ کریم ہے جس سے مانگتا ہے وہ جود وسخا کا مالک ہے جس سے مدد طلب کی جارہی ہے وہ رؤف ورحیم ہے اور اس کی رحمت کشادہ' کرم اور فیض سے بھرپور اور عفو ودرگزر عام ہے چنانچہ اس طرح مناجات میں مشغول ہو جا۔

اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے، اے رحمٰن، اے رحیم' اے حلیم اے عظیم' اے کریم! جل جلالہ میں بار بار گناہ کا مرتکب ہوا، میں نے بہت زیادہ جرأت کی، میں نے دیر تک گناہ کئے اور مجھے حیا نہ آئی یہ گڑگڑانے والے مسکین، مفلس، فقیر کمزور، حقیر اور ہلاک ہونے والے ڈوبنے والے کی پکار ہے۔ میری مدد میں جلدی فرما اور میری پریشانی کو دور کر دے مجھے اپنی رحمت کے آثار دکھا دے اور اپنے عفو اور مغفرت کی ٹھنڈک کا مزا چکھا دے مجھے گناہوں سے بچنے کی قوت عطا فرما اے ارحم الراحمین۔

اے نفس! اس سلسلے میں تو اپنے باپ آدم علیہ السلام کی اقتدا کر۔ جیسے کہ حضرت سیدنا وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین میں اتارا گیا تو کچھ عرصہ آپ علیہ السلام یوں رہے کہ آنسو نہیں تھمتے تھے ساتویں دن اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف نظر رحمت فرمائی تو آپ علیہ السلام غمگین اور پریشان تھے اور آپ علیہ السلام نے سر جھکایا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا اے آدم علیہ السلام! تم پر یہ پریشانی کیسی ہے۔ آپ علیہ السلام نے

عرض کی اے میرے رب میری مصیبت بہت بڑی ہے، مجھے میری خطاؤں نے گھیر لیا ہے اور ان کے باعث میں اپنے رب ﷻ کی نعمتوں (یعنی جنت) سے باہر آ گیا ہوں۔ عزت کے بعد ذلت کے مقام پر آ گیا ہوں۔ سعادت کے بعد بدبختی ،راحت کے بعد تھکاوٹ، عافیت کے بعد آزمائش، ہمیشہ رہنے والے مقام کے بعد مٹ جانے والی، دائمی زندگی کے مقام میں رہنے کے بعد موت اور فنا کی جگہ پر آ گیا ہوں تو میں کس طرح اپنی خطاء پر نہ روؤں۔

اس پر اللہ ﷻ نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے آدم علیہ السلام! کیا میں نے تمھیں اپنے لئے منتخب نہیں کیا، تمھیں اپنے گھر میں نہیں اتارا اپنی کرامت وعزت کے ساتھ خاص نہیں کیا، اپنی ناراضگی سے نہیں بچایا۔ کیا میں نے تمھیں اپنے دست قدرت سے پیدا نہیں کیا اور تمھارے اندر اپنی روح نہیں پھونکی میں نے فرشتوں سے تمھیں سجدہ کرایا پھر تم نے میری حکم عدولی کی میرے عہد کو بھلا دیا اور میری ناراضگی مول لی۔

مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے اگر میں تمام زمین کو تم جیسے لوگوں سے بھر دوں اور وہ سب میری عبادت کریں اور میری تسبیح بیان کریں پھر میری نافرمانی کریں تو میں ان کو گناہ گاروں کی جگہ اتاروں گا' اس پر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام تین سو سال تک روتے رہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ روایت ہمیں یہ بتاتی ہے کہ جو کوئی جتنا زیادہ مقرب ہوتا ہے اسکی آزمائش اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے، بہر حال رب ﷻ سب کا مالک ہے وہ اپنے پیارے بندوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کو جیسے چاہے تنبیہ فرمائے اور یہ حضرات جیسے چاہیں اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں عاجزی کریں۔ کسی دوسرے کو ان مقربین کے بارے میں ہرگز ہرگز اس قسم کی گفتگو کرنے کی اجازت نہیں۔

حضرت سیدنا عبید اللہ بجلی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت رویا کرتے تھے وہ رات بھر روتے اور کہتے یا اللہ! میں وہ شخص ہوں جس کی عمر بڑھی تو گناہ بھی زیادہ ہو گئے میں ہی وہ آدمی ہوں کہ جب میں نے ایک خطاء کو چھوڑنے کا ارادہ کیا تو دوسری خواہش سامنے آ گئی۔

پھر اپنے آپ کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے، ہائے عبید! تمہاری پہلی خطا پرانی نہ ہوئی اور تو دوسری کا طالب ہو گیا۔ اے عبید! اگر آگ تیرا مقام اور ٹھکانہ ہو (تو کیا کرے گا) اے عبید! ہوسکتا ہے گُرز تیرے سر کے لئے بنے ہوں۔ اے عبید! طالبین کی حاجات پوری ہو گئیں لیکن شاید تیری حاجت پوری نہ ہو۔

اسی طرح حضرت سیدنا منصور بن عمار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے ایک رات کوفہ میں ایک عبادت گزار سے سنا وہ اپنے رب ﷻ سے مناجات کرتے ہوئے کہہ رہا تھا اے میرے رب! مجھے تیری عزت کی قسم میں نے تیری نافرمانی

سے تیری مخالفت کا ارادہ نہیں کیا اور جب تیری نافرمانی کی تو تیرے مقام سے ناواقف ہوتے ہوئے نہیں کی اور نہ ہی اپنے نفس کو تیرے عذاب کے لئے پیش کرنا مقصود تھا میں تیری نظر کو حقیر بھی نہیں جانتا تھا۔لیکن میرے نفس نے اس کام کو میرے سامنے اچھا کر کے پیش کیا میری بدبختی نے اس معاملے میں مدد کی اور مجھے تیری پردہ پوشی سے دھوکہ ہوا تو میں نے اپنی جہالت کی وجہ سے تیری نافرمانی کی اور اپنے عمل سے تیری مخالفت کی اگر تیری رحمت کی رسی مجھ سے چھوٹ جائے تو تیرے عذاب سے مجھے کون بچائے گا یا میں کس کی رسی کو پکڑوں گا۔ بلکہ بڑی خرابی تو یہ ہے کہ کل قیامت کے دن تیرے سامنے کھڑا ہونا ہوگا جب ہلکے پھلکے لوگوں سے کہا جائے گا تم گزر جاؤ اور زیادہ بوجھ والوں سے کہا جائے گا کہ اترو اور اپنے کئے کا حساب دو تو کیا میں کم بوجھ والوں کے ساتھ گزر جاؤں گا یا زیادہ بوجھ والوں کے ساتھ نیچے اتار دیا جاؤں گا۔ ہائے میرے لئے خرابی ہے جب میری عمر زیادہ ہوگئی تو گناہ بھی بڑھ گئے تو میں کہاں تک توبہ کروں گا اور کب تک دوبارہ گناہ کرتا جاؤں گا۔ کیا وہ وقت نہیں آیا کہ میں اپنے رب سے حیا کروں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ان بزرگانِ دین رضی اللہ عنہم کا اپنے مالک سے مناجات کا یہ طریقہ تھا اور اس طرح وہ اپنے نفس کو جھڑکتے تھے۔ وہ مناجات کے ذریعے اپنے رب عزوجل کی رضا چاہتے تھے اور نفس کو جھڑکنے کا مقصد اسے تنبیہ کرنا اور رعایت نفس مقصود تھی تو جو شخص نفس کو جھڑکنے اور اللہ تعالیٰ سے مناجات میں سستی کرتا ہے وہ اپنے نفس کی رعایت اور خیال کرنے والا نہیں ہوتا اور ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہ ہو...... اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کے لئے حمد ہے اور ہمارے سردار حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے آل واصحاب پر درود وسلام ہو۔

خوف کا بیان

اس باب میں درج ذیل باتوں کا بیان ہوگا ۔

(۱) حقیقت خوف

(۲) درجات خوف

(۳) خوف کی اقسام

(۴) فضیلت خوف

(۵) خوف ورجاء میں سے کیا افضل ہے؟

(۶) خوف کی دوا

(۷) بُرے خاتمے کا مفہوم

(۸) انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین میں خائفین کے احوال

اللہ عزوجل ان سب پر رحمت نازل فرمائے اور ہم اللہ عزوجل سے حسن توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

{فصل......۱}

حقیقتِ خوف

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! خوف دراصل دل کے درد اور جلن کا نام ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ آنے والے وقت میں کسی ناپسندیدہ بات کی توقع ہوتی ہے اور دل اس بات سے درد اور جلن محسوس کرتا ہے۔ لیکن جو اللہ عزوجل سے مانوس ہو جائے اس کے دل میں اللہ عزوجل کی یاد کے سوا کچھ نہ ہو، اپنے وقت کو صحیح استعمال کرنے والا اور ہمہ وقت جمالِ حق عزوجل کا مشاہدہ کرنے والا ہو تو مستقبل کی طرف اس کی توجہ نہیں رہتی چنانچہ اب اس کے لئے خوف اور امید کچھ بھی باقی نہیں رہتا اور اس کی حالت خوف و رجاء سے بلند ہو جاتی ہے کیوں کہ یہ دونوں نفس کو تکبر سے روکتے ہیں چنانچہ حضرت سیدنا واسطی رضی اللہ عنہ نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

خوف اللہ عزوجل اور بندے کے درمیان حجاب ہے اور انہوں نے یہ بھی فرمایا جب دلوں پر حق غالب آجائے تو ان میں امید اور خوف باقی نہیں رہتے۔ میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے کہ خوف بھی تین اشیاء یعنی علم، حال اور عمل سے منظّم ہوتا ہے۔

دراصل علم سے مراد اس سبب کا علم ہے جو ناپسندیدہ بات کا سبب بنے ۔

جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کا مجرم ہو پھر وہ اس کے قابو میں آجائے تو اسے اپنے قتل کا ڈر ہوتا ہے اگرچہ معافی کا حصول اور قتل سے فرار بھی ممکن ہے لیکن اس کے دل میں پریشانی اس کی علمی قوت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ اُس شخص کو قتل تک پہنچانے والے اسباب (یعنی اپنی نافرمانی) کا علم ہے اور اُسے یہ بھی معلوم ہے کہ میرا جرم بہت بڑا ہے نیز بادشاہ ذاتی طور پر کینہ پرور، غضبناک اور انتقامی مزاج والا ہے۔ اور یہ کہ انتقام کی ترغیب (یعنی نافرمانی) بھی موجود ہے اس کے علاوہ اس غلام کے حق میں سفارش کرنے والا کوئی نہیں۔ اور یہ ڈرنے والا شخص ہر قسم کے وسیلے (سفارش) یا کسی ایسی نیکی سے خالی ہے جو بادشاہ کے ہاں اس کے جرم کو مٹا دے۔

چنانچہ ان اسباب کے ظہور کا علم، خوف اور دل کی سخت پریشانی کا سبب بنتا ہے یعنی غلام جتنا ان اسباب پر غور کرتا جائے گا خوف زدہ ہوتا جائے گا۔ لہذا جس قدر اسباب کمزور ہوں گے خوف بھی کم ہوگا اور جس قدر خوف کے اسباب زیادہ ہونگے خوف بھی زیادہ ہوگا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہاں ایک بات اور سمجھ لیجئے کہ بعض اوقات خوف کسی جرم کے سبب سے نہیں ہوتا بلکہ جس

سے ڈر رہا ہے خود اس کی کوئی صفت خوف کا سبب بنتی ہے مثلاً کوئی شخص کسی درندے کے پنجے کے نیچے آ جائے تو وہ درندے سے اس کی صفت (درندگی) کی وجہ سے ڈرتا ہے۔ جیسے کوئی شخص سیلاب میں گھر جائے یا آگ میں پڑ جائے تو اُسے ان چیزوں سے خوف محسوس ہوگا حالانکہ اس شخص نے درندے، سیلاب اور آگ کی کوئی نافرمانی نہیں کی پھر بھی ان سے خوف زدہ ہو رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تینوں اشیاء کی صفت ہی ہلاک کر دینا ہے

تو میرے میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسی طرح اللہ عزوجل کا خوف بعض اوقات اس کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت کی وجہ سے ہوتا ہے کہ اگر وہ تمام جہانوں کو ہلاک کر دے تو اسے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں اور اس عمل سے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور بعض اوقات اس کا سبب بندے کے جرائم ہوتے ہیں جبکہ بعض اوقات یہ دونوں باتیں ہوتی ہیں اور یہ خوف اتنا ہی ہوتا ہے جتنا اسے اپنے نفس کے عیبوں کی پہچان ہوتی ہے اور جس قدر اللہ عزوجل کے جلال اور اس کے استغنا کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اسے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل جو کچھ کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا۔

چنانچہ اسی معرفت کے حساب سے خوف کی قوت ہوتی ہے لہٰذا وہی شخص اپنے رب سے زیادہ ڈرتا ہے جو اپنے آپ کو اور اپنے رب کو زیادہ پہچانتا ہے اسی لئے نبی اکرم، تاجدارِ عرب وعجم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَنَا اَخوَفُکُمۡ لِلّٰہِ۔

ترجمہ: ''میں تم سب سے زیادہ خوفِ خدا رکھتا ہوں'' (صحیح بخاری جلد۲ ص۹۰۱ کتاب الادب)

اسی طرح اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا

ترجمہ کنز الایمان: ''اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں'' (پارہ ۲۲، سورہ فاطر، آیت ۲۸)

پھر جب معرفت پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے تو وہ خوف کا جلال اور دل کی جلن پیدا کرتی ہے پھر اس گرمی کے اثر کو دل سے بدن کے اعضاء اور صفات پر ڈالتی ہے۔

بدن میں اس کا اثر زردی، غشی، چیخ و پکار اور رونے دھونے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور بعض اوقات اس سے پتا پھٹ جاتا ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے یا دماغ تک اثر پہنچتا ہے تو عقل میں خرابی واقع ہو جاتی ہے یا زیادہ ہو جائے تو ناامیدی پیدا ہوتی ہے۔

اعضاء میں اس خوف کے اثر کی علامت یہ ہے کہ وہ ان کو گناہوں سے روک دیتا ہے اور عبادات میں مقید کر دیتا ہے اور یوں گذشتہ کوتاہیوں کی تلافی ہو جاتی ہے اور مستقبل میں عبادت کی استعداد پیدا ہوتی ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ ڈرنے والا وہ نہیں جو روئے اور آنکھیں پونچھے بلکہ خائف تو وہ ہے جو اس عمل کو چھوڑ دے جس پر عذاب کا خوف ہو۔

حضرت سیدنا ابو القاسم حکیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جو آدمی کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے دور بھاگتا ہے اور جو اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے وہ اسی کی طرف بھاگتا ہے۔'' حضرت سیدنا ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بندہ خوف زدہ کب ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا جب بندہ اپنے آپ کو اس بیمار کی طرح سمجھے جو بیماری کے بڑھنے کے خوف سے پرہیز کرتا ہے۔ یعنی خائف گناہوں اور غفلت کے بڑھنے سے خوف زدہ ہوتا ہے۔

صفات میں خوف کے اثر کی صورت یہ ہے کہ خواہشات کا قلع قمع اور لذتوں کو گدلا کر دے پس وہ گناہ جو اسے پسند تھے، ناپسندیدہ ہو جائیں گے جس طرح کسی شخص کو شہد پسند ہو لیکن جب اسے معلوم ہو جائے کہ اس میں زہر ہے تو وہ اسے ناپسند کرنے لگتا ہے۔ تو خوف کی وجہ سے خواہشات جل جاتی ہیں اور اعضاء مؤدب ہو جاتے ہیں نیز دل میں انکساری، خشوع، ذلت اور جھکاؤ پیدا ہو جاتا ہے اور تکبر، کینہ اور حسد دور ہو جاتا ہے بلکہ وہ خوف کی وجہ سے غم کا شکار ہو جاتا ہے اور انجام پر نظر رکھتا ہے چنانچہ

اب وہ غیر کے لئے فارغ ہی نہیں ہوتا اور اس کا شغل صرف مراقبہ، محاسبہ اور مجاہدہ ہوتا ہے۔ وہ ایک ایک سانس کا حساب رکھتا اور قلبی خیالات اور زبانی کلمات پر نفس کا مواخذہ کرتا ہے اس کا حال اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو درندے کا شکار ہو جائے اور اسے معلوم نہیں کہ وہ (درندہ) اس سے غافل ہوگا اور یہ اس سے چھوٹ جائے گا یا وہ اس پر حملہ کر کے اسے ہلاک کر دے گا تو اب اس کا ظاہر و باطن اسی کے ساتھ مشغول ہوتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہے کسی اور کی وہاں گنجائش نہیں ہوتی۔ یہ اس کا حال ہے جس پر خوف غالب ہو چنانچہ صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا یہی حال تھا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جس قدر خوف ہوتا ہے اسی حساب سے مراقبہ، محاسبہ اور مجاہدہ بھی ہوتا ہے کیونکہ خوف دل کی پریشانی اور جلنے کا نام ہے اور قوتِ خوف کی بنیاد اللہ عزوجل کے جلال، اس کی صفات اور افعال کی معرفت نیز نفس کے عیوب اور پیش آنے والے خطرات کی معرفت ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! خوف کا کم از کم درجہ جس کا اثر اعمال پر ظاہر ہوتا ہے، یہ ہے کہ وہ ممنوعات سے روک دے اور ممنوعات سے حاصل ہونے والی یہ رکاوٹ ورع (پرہیزگاری) کہلاتی ہے اگر اس کی قوت زیادہ ہو تو وہ ان کاموں سے بھی رک جاتا ہے جن میں حرمت کا گمان ہو تو جن کی حرمت یقینی ہے ان کاموں سے کیسے باز نہیں رہے گا اور اسی کا نام تقویٰ

ہے کیونکہ تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ شک والے کام کو چھوڑ کر اس کام کی طرف جائے جس میں شک نہ ہو اور تقویٰ بعض اوقات اسے ان کاموں کو چھوڑنے پر بھی مجبور کرتا ہے جن میں خود تو کوئی حرج نہیں ہوتا لیکن ان کی وجہ سے اُن کاموں میں پڑنے کا خوف ہوتا ہے جن میں کوئی حرج ہو۔ اور یہ کیفیت صدق کہلاتی ہے۔

پھر جب اس کے ساتھ عبادت کے لئے گوشہ نشینی کا اضافہ ہوتا ہے تو اُس وقت بندے پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ بہت احتیاط کرنے لگتا ہے ایسی عمارت نہیں بناتا جس میں رہائش اختیار نہ کرے اور نہ ہی کھانے کے علاوہ کچھ جمع کرتا ہے وہ دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے گی اور اس کا کوئی سانس غیر خدا کے لئے استعمال نہیں ہوتا تو صدق میں تقویٰ، تقویٰ میں ورع اور ورع میں عفت داخل ہوتی ہے کیونکہ عفت کا مطلب خاص طور پر خواہشات کے تقاضوں سے بچنا ہے۔ یعنی سب سے ادنیٰ درجہ عفت کا ہے اس سے اعلیٰ ورع (پرہیزگاری) اور اسکے بعد تقویٰ اور پھر صدق کا درجہ ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امام غزالی علیہ الرحمۃ کے مندرجہ بالا فرمان پر غور کرنے سے یہ پتہ چلا کہ خوف کی وجہ سے بندے پر مختلف کیفیات طاری ہوتی ہیں (۱) عفت (۲) ورع (۳) تقویٰ (۴) صدق۔

عفت، شہوت کے تقاضوں سے شریعت کی روشنی میں بچنے کا نام ہے۔

ورع، ہر ممنوع کام سے رُکنے کا نام ہے۔

تقویٰ، یہ ہے کہ انسان ممنوع اور مشتبہہ دونوں قسم کے کاموں سے بچے۔

صدق، یہ ہے کہ انسان کسی ممنوع کام میں پڑنے کے خوف سے اُس سے تعلق رکھنے والے جائز کاموں کو بھی چھوڑ دے۔

اور یہ تمام صفات بندے میں درجہ بہ درجہ ترقی کرتی رہتی ہیں۔ اور جس قدر خوف بڑھتا جاتا ہے انسان عفت سے ورع اور ورع سے تقویٰ اور پھر تقوی سے صدق کی طرف ترقی کرتا رہتا ہے۔

اور ہر دوسرا مرتبہ پہلے مرتبہ کے مقابلے میں اسی طرح ہے جس طرح اخص، اعم کے مقابلے میں ہوتا ہے جب اخص کا ذکر کیا تو کُل کا ذکر کر دیا جیسے آپ کہیں کہ انسان عربی ہوگا یا عجمی اور عربی قرشی ہوگا یا غیر قرشی، اور قرشی ہاشمی ہوگا یا غیر ہاشمی، پھر ہاشمی علوی ہوگا یا غیر علوی اور علوی حسنی ہوگا یا حسینی۔

اگر آپ یہ کہیں کہ وہ شخص حسنی ہے تو آپ نے تمام اوصاف کے ساتھ اس کا ذکر کر دیا اور اگر آپ یہ کہیں کہ وہ علوی ہے تو آپ نے اس سے اوپر والی صفات کے ساتھ ذکر کیا جو اس سے عام ہیں اسی طرح جب آپ یہ کہیں کہ فلاں شخص

صدیق ہے تو گویا آپ نے کہا کہ وہ متقی پرہیزگار اور عفیف ہے۔

{فصل ......۲}

خوف کے درجات اور قوت کے اعتبار سے اسکا اختلاف

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہاں سَیِّدُنا امام غزالی علیہ الرحمۃ خوف کے درجات اور اِس کی قوت کے اعتبار سے اس کے مختلف درجات بیان فرمارہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

جان لو کہ عمل پر اُبھارنے اور نافرمانی سے روکنے کی وجہ سے خوف قابل تعریف شے ہے اور بعض اوقات لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر خوف اچھا ہوتا ہے اور خوف جتنا زیادہ قوی اور بکثرت ہوگا اتنا زیادہ قابل تعریف ہوگا اور یہ بات غلط ہے بلکہ خوف تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ایک کوڑا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے بندوں کو علم وعمل پر مواظبت (ہمیشگی) کی طرف لے جاتا ہے تاکہ ان دونوں کے ذریعے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرسکے چونکہ جانوروں کے لئے زیادہ اچھا یہی ہے کہ وہ کوڑے سے خالی نہ ہوں اور یہی حال بچوں کا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ مارنے میں مبالغہ کوئی اچھی چیز ہے بلکہ جانور اور بچے کی نفسیات اور اس کی صلاحیت کے اعتبار سے اُسے کام دینا چاہیئے اور اِسی اعتبار سے اُس پر سختی کرنی چاہیئے۔ اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف بھی کم اور زیادہ ہوسکتا ہے اور بہتر وہ خوف ہے جو اعتدال پر مبنی ہو۔

کم خوف :

یہ عورتوں کی رقتِ قلبی کی طرح ہوتا ہے مثلاً جب قرآن پاک کی کوئی آیت سنی جاتی ہے تو دل میں خوف پیدا ہوتا ہے اور اس سے رونے کی صورت پیدا ہوتی اور آنسو جاری ہوجاتے ہیں اسی طرح جب کسی پریشان کن سبب کی وجہ سے بھی آنسو جاری ہوجاتے ہیں لیکن یہ کیفیت وقتی طور پر طاری ہوتی ہے چنانچہ جب یہ سبب یعنی تلاوت وغیرہ ختم ہوجائے تو دل غفلت کی طرف لوٹ آتا ہے تو یہ کم درجہ کا خوف ہے۔

نتیجہ :

اس کا نتیجہ قلیل اور نفع تھوڑا ہوتا ہے جیسے کسی کمزور لکڑی سے کسی طاقتور جانور کو مارا جائے تو وہ زیادہ تکلیف نہیں پہنچاتی اور نہ ہی منزل مقصود تک لے جانے کیلئے کافی ہوتی ہے نہ اس سے لگائی ہوئیں ضربیں جانور کی تربیت میں کچھ کام آسکتی ہیں

اورعوام الناس کا خوف بھی اسی قسم کا ہوتا ہے البتہ عارفین اور علمائے حق کا معاملہ الگ ہے اور علماء سے میری مراد وہ علماء نہیں جوصرف نام کے علماء ہیں یعنی علمائے سوء کیونکہ ایسے علماء تو خوف کے مُعاملے میں عوام الناس سے بھی گئے گزرے ہوتے ہیں ۔ بلکہ میری مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت اور اس کے ایام اور اس کے افعال کا علم رکھتے ہیں اور ایسے لوگ اس زمانے میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔

اسی لئے حضرتِ سَیِّدُ نا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اگرتم سے پوچھا جائے کہ کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے ہو؟ تو خاموش رہو کیونکہ اگرتم کہو گے نہیں تو یہ کفر ہے اور اگرتم ہاں کہو گے تو جھوٹ ہوگا۔

چنانچہ انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ خوف ہی اعضاء کو گناہوں سے روکتا ہے اور اِن کو عبادات کی زنجیروں میں جکڑتا ہے اور جو خوف اعضاء میں اثر نہ کرے وہ محض خواب وخیال کی باتیں ہیں جو درحقیقت خوف کہلانے کا مستحق نہیں۔

حد سے زیادہ خوف:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اب اُس خوف کے بارے میں سنئے جو حد سے تجاوز کر جائے۔ چنانچہ خوف جب حد سے بڑھے تو بندہ مایوسی کی طرف نکل جاتا ہے اور یہ بھی مذموم ہے کیونکہ مایوسی عمل سے روک دیتی ہے۔اور بعض اوقات اِس خوف کی وجہ سے مختلف امراض، کمزوری، دہشت اور عقل کا زوال جنم لیتا ہے۔

دراصل خوف سے مراد ایسا کوڑا ہے جو عمل پر مجبور کرتا ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو خوف کمال نہ ہوتا کیونکہ حقیقت میں یہ ایک طرح کا نقصان ہے اس لئے کہ خوف جہالت اور بے چارگی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، جہالت اس اعتبار سے ہے کہ بندہ اپنے انجام سے واقف نہیں ہوتا کیونکہ اگر وہ واقف ہوتا تو خائف نہ ہوتا اور عجز (یعنی بے چارگی) اس اعتبار سے کہ ایک ناپسندیدہ شے اس کے پیچھے پڑی ہوئی ہے جسے وہ دور نہیں کرسکتا۔

البتہ اس اعتبار سے خوف اچھی شے ہے کہ اس سے انسان دیگر نقصانات سے محفوظ رہتا ہے۔ جب کہ فی نفسہٖ علم اور قدرت اعلیٰ صفات ہیں اور جہالت و بے چارگی اعلیٰ صفات نہیں۔ کیونکہ ہر وہ بات جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا وصف بن سکتی ہے وہ محمود ہے اور جو چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کا وصف نہیں بن سکتی وہ ذاتی طور پر کمال نہیں البتہ کسی دوسرے اعتبار سے اُسے اچھا کہا جاسکتا ہے جیسے دوائی کی تکلیف محمود ہے کیونکہ وہ موت اور مرض کی تکلیف سے آسان ہے بہرحال جو بات ناامیدی کی طرف لے جائے وہ مذموم ہوتی ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بعض اوقات خوف بھی بیماری' کمزوری دہشت اور زوالِ عقل کا باعث بن جاتا ہے بلکہ بعض اوقات خوف موت تک پہنچا دیتا ہے اور یہ سب کچھ مذموم ہے اور یہ ایسی ضرب کی طرح ہے جو بچے کو بجائے تربیت دینے کے ہلاک کر دیتی ہے اور وہ کوڑا جو جانور کو ہلاک یا بیمار کر دیتا ہے یا اس کے کسی عضو کو توڑ دیتا ہے۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے امید کے اسباب بہت زیادہ بیان کئے تا کہ ان کے ذریعے حد سے بڑھے ہوئے خوف کا علاج کیا جائے اور ہر وہ شئے جو خود مقصود اصلی نہ ہو بلکہ کسی دوسری شئے کو حاصل کرنے کا وسیلہ ہو وہ اسی وقت قابل تعریف ہے کہ جب مقصود تک پہنچا دے اور جو مقصود تک نہ پہنچے یا حد سے تجاوز کر جائے تو وہ مذموم ہے بالکل اسی طرح خوف مقصود اصلی نہیں بلکہ اس سے مقصود عفت، ورع، تقویٰ، مجاہدہ، عبادت ذکر وفکر کا حصول اور وہ تمام اسباب ہیں جو اللہ عزّوجلّ تک پہنچا ئیں اور یہ سب باتیں تقاضا کرتی ہیں کہ بندے کی جسمانی اور ذہنی صحت قائم رہے پس جو بات ان اسباب میں خرابی کا باعث بنے وہ مذموم ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ:

جو شخص اللہ عزّوجلّ سے خوف زدہ ہو کر مر جائے وہ شہید ہوتا ہے تو اس کی حالت مذموم کیسے ہو سکتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو ٹھیک ہے کہ اسے شہید کا رتبہ ملتا ہے کیونکہ اس کی موت کا سبب خوف خدا عزّوجلّ ہے لیکن اگر وہ اس وقت نہ مرتا بلکہ خوف خدا جلّ جلالہ کے پیش نظر گزارتا اور ایک طویل عمر اللہ عزّوجلّ کی عبادت میں صرف کرتا تو یہ اس شہادت سے بہتر ہوتا۔

کیوں کہ جو شخص فکر و مجاہدے کے طریقے سے اللہ عزّوجلّ کی طرف چلتا ہے اور معارف کے درجات میں ترقی کرتا ہے اسے ہر لمحے شہید بلکہ شہداء کا رتبہ حاصل ہوتا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو قتل ہونے والے بچے یا جس مجنون کو کسی درندے نے ہلاک کیا اس کا رتبہ اس نبی یا ولی کے درجہ سے زیادہ ہوتا جو طبعی موت سے انتقال کرتے ہیں اور یہ بات محال ہے پس ایسا گمان بھی نہیں کرنا چاہئے بلکہ سب سے افضل سعادت یہ ہے کہ اللہ عزّوجلّ کی عبادت کے لئے طویل عمر حاصل ہو تو جو چیز عمر کو ختم کر دے یا عقل کو زائل کر دے یا اس صحت کو ختم کر دے جس کی وجہ سے زندگی معطل ہو کر رہ جاتی ہے تو ایسی شئے کچھ امور کی طرف نسبت سے نقصان ہی نقصان ہے اگر چہ بعض دوسرے امور کی نسبت سے اس کی بعض اقسام افضل قرار پاتی ہیں جیسے شہادت اپنے سے نچلے درجے سے مقابلے کے وقت افضل ہے اور جب متقین اور صدیقین کے درجہ سے اسکا مقابلہ کریں تو یہ افضل نہیں ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اگر خوف اعمال پر اثر انداز نہ ہو تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے تو یہ اس لاٹھی کی طرح ہے جو جانور کو حرکت

نہیں دے سکتی اور اگر وہ اثر کرے تو اثر کے ظہور کے اعتبار سے اس کے کئی درجے ہیں۔

افضل ترین خوف:

چنانچہ جب خوف عفت پیدا کرے تو اس کے لئے ایک درجہ ہے اور جب ورع پیدا کرے تو وہ اعلیٰ درجہ ہے اور سب سے انتہائی درجہ یہ ہے کہ صدیقین کے درجات تک پہنچائے۔ وہ یہ ہے کہ بندہ ظاہر و باطن میں ماسویٰ اللہ عزوجل سے قطع تعلق کر لے حتی کہ غیر کی کوئی گنجائش نہ رہے اور یہ وہ انتہائی درجہ ہے جو قابل تعریف ہے اور اس کے لئے صحت و عقل کا باقی رہنا ضروری ہے اور اگر یہ خوف عقل و صحت کے نقصان کا باعث بنے تو مرض میں تبدیل ہو جائے گا۔ اگر ہو سکے تو اس کا علاج کیا جائے۔

اسی لئے حضرت سیدنا سہل رحمہ اللہ عزوجل نے اپنے ان مریدوں سے جنہوں نے کئی دن تک بھوک کو اختیار کئے رکھا' فرمایا ''اپنی عقلوں کی حفاظت کرو کیونکہ کوئی بھی ناقص العقل اللہ عزوجل کا ولی نہیں ہوتا''۔

{فصل نمبر ۳}

جس چیز کا خوف ہوتا ہے اس کی نسبت سے اقسامِ خوف

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ ذیل میں خوف کی اقسام بیان فرما رہے ہیں جسکا خلاصہ کچھ یوں ہے

جاننا چاہئے کہ خوف کسی ناپسندیدہ بات کے انتظار کی وجہ سے ہوتا ہے اور ناپسندیدہ بات یا تو ذاتی طور پر ناپسند ہوگی جیسے آگ وغیرہ یا اس لئے ناپسندیدہ ہوگی کہ وہ کسی ناپسندیدہ (مکروہ) بات تک پہنچاتی ہے جیسے گناہوں کا ارتکاب آخرت میں ناپسندیدہ امر تک پہنچائے گا اس لئے وہ ناپسند ہیں اور جس طرح بیمار نقصان دِہ پھلوں کو ناپسند کرتا ہے خواہ وہ کتنے ہی خوش ذائقہ کیوں نہ ہوں کیونکہ وہ موت تک پہنچاتے ہیں لہٰذا ہر خوف رکھنے والے کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنے دل میں ان دو قسموں میں سے کسی ایک کی مثالی شکل بنائے اور دل میں اس خیال کو پختہ کرے یعنی یہ سوچے کہ میں ایسے کام نہ کروں جو اللہ عزوجل کے غضب یا جہنم کے عذاب کا باعث ہوں یعنی بندے کو چاہئے کہ اپنے دل میں ان دونوں ناپسندیدہ باتوں (اللہ عزوجل کی ناراضگی اور عذاب جہنم) کا خیال جمائے تاکہ اس کا دل خوف خدا جل جلالہ میں جلنا شروع ہو جائے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! خائفین کے دلوں پر جو مکروہات یعنی ناپسندیدہ چیزوں کے خیالات غالب آتے ہیں اسی اعتبار سے ان لوگوں کے مقامات بھی مختلف ہیں پس وہ لوگ جن کے دلوں پر وہ چیز غالب ہو جو ذاتی طور پر نہیں بلکہ کسی

دوسری وجہ سے مکروہ ہے وہ اُن لوگوں کی طرح ہیں جن کا خوف مندرجہ ذیل وجوہات میں سے کسی ایک وجہ سے ہوتا ہے۔

وہ یہ سوچتے ہیں کہ کہیں ہم اللہ عزّوجلّ سے کیا ہوا وعدہ نہ توڑ بیٹھیں یا ہم کمزوری کے باعث اللہ عزّوجلّ کے تمام حقوق کو ادا کرنے سے قاصر رہ جائیں گے۔

یا کہیں ہمارے دل کی نرمی ختم نہ ہو جائے۔

یا کہیں ہم سیدھے راستے سے نہ بھٹک جائیں۔

یا کہیں ہم اپنی خواہشات کے غلام نہ بن جائیں اور گناہ کرنا کہیں ہماری عادت نہ بن جائے۔

یا انہیں یہ خوف ہوتا ہے کہ اللہ عزّوجلّ ان نیکیوں کے بارے میں پوچھ گچھ فرمائے گا جن پر ہم نے بھروسہ کرلیا اور ان کے ذریعے لوگوں کے درمیان عزت حاصل کرلی۔

یا اللہ عزّوجلّ کی نعمتوں کی کثرت کے باعث تکبر پیدا ہونے کا خوف۔

یا اس بات کا خوف کہ اللہ عزّوجلّ کو چھوڑ کر اس کے غیر کے ساتھ مشغول نہ ہو جائیں۔

یا یہ خوف کہ کہیں نعمتوں کا تواتر اللہ عزّوجلّ کی ڈھیل تو نہیں کہ پھر آہستہ آہستہ پکڑے جائیں۔

یا یہ ڈر ہو کہ کہیں ہم نفس کے دھوکے میں آکر اپنی عبادتوں کو برباد کر رہے ہوں اور کل اللہ عزّوجلّ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہو جس کا گمان بھی نہ ہو۔

یا یہ خوف کہ لوگ انکی غیبت، خیانت، دھوکے یا کینے کی وجہ سے ان کے پیچھے نہ لگ جائیں۔

یا اس برائی کا خوف جس کا علم نہیں کہ وہ آئندہ زندگی میں پیدا ہو سکتی ہے۔

یا دنیا میں فوری طور پر عذاب کے پہنچنے اور موت سے پہلے رسوائی کا ڈر ہو۔

یا دینوی زیب وزینت کے ذریعے دھوکے کا شکار ہونے کا خوف۔

یا اس بات کا ڈر ہو کہ اللہ عزّوجلّ تو میری خفیہ باتوں کو جانتا ہے اور میں غافل ہوں۔

یا موت کے وقت برے خاتمے کا ڈر ہو۔

یا یہ خوف کہ ازل میں اس کے لئے کیا فیصلہ ہو چکا ہے۔

تو میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عارفین کو ان تمام باتوں کا خوف رہتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کا خصوصی فائدہ ہے یعنی وہ اس چیز سے بچنے کا راستہ اختیار کرتا ہے جس کا اسے خوف ہوتا ہے۔

جسے عادت کے غالب آنے کا خوف ہوتا ہے وہ عادت کو ترک کرنے کی کوشش کرتا ہے جسے اس بات کا ڈر ہوتا ہے

کہ اللہ ﷻ کو اس کی خفیہ باتوں پر اطلاع ہے وہ دل کو وسوسوں سے پاک کرنے کی کوشش کرتا ہے باقی اقسام کی بھی یہی صورت ہے۔

کمالِ خوف :

اور ان مقاماتِ خوف میں سے سب سے زیادہ یقین کے ساتھ غالب خوف بُرے خاتمے کا خوف ہے کیونکہ یہ معاملہ بہت خطرناک ہے اور سب سے اعلیٰ اور کمال معرفت پر سب سے زیادہ دلالت کرنے والی قسم ازلی فیصلے کا خوف ہے کیونکہ خاتمہ تو اس ازلی فیصلے کے تابع ہے، پس خاتمہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے جو قضاء کے سلسلے میں پہلے سے لوحِ محفوظ میں موجود ہے تو خاتمے سے ڈرنے والے کی اس شخص سے نسبت جو ازلی فیصلے سے ڈرتا ہے ان دو آدمیوں کی طرح ہے جن کے حق میں بادشاہ نے خفیہ فیصلے پر دستخط کر کے دیئے اب معلوم نہیں کہ وہ خفیہ فیصلہ کیا ہے آیا اسے سزائے موت کا حکم ہے یا اسے کو وزارتِ عظمٰی کا منصب دیا گیا ہے۔

اور ابھی تک ان دونوں کے پاس وہ پروانہ (حکومتی آرڈر) نہیں پہنچا۔ اب جس وقت وہ پروانہ پہنچتا ہے تو ایک سوچتا ہے کہ معلوم نہیں اس میں کیا ہوگا اور دوسرے کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ جب بادشاہ مہر لگا کر دستخط کر رہا تھا تو اس وقت اس نے نجانے کیا فیصلہ کیا ہوگا اور نجانے دستخط کرتے وقت میرے لئے بادشاہ کے دل میں رحمت تھی یا غضب؟ یعنی ایک شخص تو اس فیصلے پر توجہ کرتا ہے جو شاہی خط میں تحریر ہے اور دوسرا بادشاہ کی اُس کیفیت کی طرف توجہ کرتا ہے جس میں اُس نے فیصلہ تحریر کیا ہوگا اِن میں سے دوسرا شخص پہلے کی نسبت بہتر ہے اسی طرح رب عزّ وجل کے ازلی فیصلے کی طرف توجّہ کرنے والا اُس سے بہتر ہے جو اپنے خاتمے کی طرف توجہ کرے۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا جب ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے منبر شریف پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اُس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ میں ایک کتاب پکڑی ہوئی تھی۔

''یہ اللہ ﷻ کی کتاب ہے جس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے آباؤ اجداد کے نام لکھے ہیں ان میں نہ اضافہ ہوگا اور نہ ہی کمی'' پھر بائیں دستِ کرم کو اٹھایا جس میں ایک دوسری کتاب تھام رکھی تھی فرمایا ''یہ اللہ ﷻ کی کتاب ہے جس میں جہنمیوں اور ان کے آباؤ اجداد کے نام ہیں ان میں کوئی کمی زیادتی نہ ہوگی اور اہل سعادت کو ضرور بدبخت لوگوں کے اعمال کا علم ہوگا حتی کہ کہا جائے گا گویا کہ وہ ان میں سے ہیں بلکہ وہ تو وہی ہیں پھر اللہ ﷻ ان کو موت سے پہلے (بدبختی سے)

بچالیتا ہے اگر چہ اونٹنی کا دودھ نکالتے وقت دو دھاروں کے درمیان وقفے جتنا وقت ہو اور بد بخت لوگوں کو بھی' نیک بخت لوگوں کے اعمال کا علم ہوگا حتی کہ کہا جائے گا گویا کہ وہ ان (یعنی نیکوں) میں سے ہیں بلکہ وہ تو نیک ہی ہیں پھر اللہ عزوجل ان کو موت سے پہلے نیکوں کی فہرست سے نکال لے گا اگر چہ اونٹنی کو دوہتے وقت دو دھاروں کے درمیان جتنا وقت ہو۔ نیک بخت وہ ہے جو اللہ عزوجل کے ازلی فیصلے کے وقت نیک بخت ہوا اور بد بخت وہ ہے جو اللہ عزوجل کے فیصلے کے ذریعے بد بخت ہوا اور اعمال کا اعتبار خاتمے سے ہوتا ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۱۶۷ مرویات عبد اللہ بن عمرو)۔

یہ اسی طرح ہے جیسے دوڈرنے والے ہوں اور ان میں سے ایک اپنے رب عزوجل کی نافرمانی اور جرم کی وجہ سے ڈرتا ہے اور دوسرا اللہ عزوجل کی ذات سے اس کی صفت وجلال اور ان صفات کی وجہ سے ڈرتا ہے جو سختی اور قہر کا تقاضا کرتی ہیں اور یہ اعلیٰ رتبہ ہے اسی لئے اس کا خوف باقی رہتا ہے۔

تو میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معصیت سے خوف صالحین کا خوف ہے اور اللہ عزوجل سے خوف مُوَحِّدِین صدیقین کا خوف ہے اور یقیناً یہ اللہ عزوجل کی معرفت کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ عزوجل اور اس کی صفات کو پہچان لیتا ہے وہ اس بات کو بھی جان لیتا ہے جو کہ کسی گناہ کے بغیر بھی اللہ عزوجل سے ڈرنا ضروری ہے بلکہ گناہ گار شخص اگر صحیح طور پر اللہ عزوجل کی معرفت حاصل کرلے تو وہ اللہ عزوجل سے ڈرے گا اس کی نافرمانی سے نہیں۔

قہار عزوجل کی ذات کے حوالے سے خوف :

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! انسان کو چاہیئے کہ اللہ عزوجل کی بے نیازی سے ڈرے کیونکہ اگر اللہ عزوجل عدل فرمائے اور بندے کو عقل وشعور دے کر اسے اسکے نفس کے حوالے کر دے اور اگر فضل فرمائے تو اپنی خاص توفیق سے اسکی مدد فرمائے اور اسے بطورِ خاص گناہ سے محفوظ رکھے تو وہ ذات جس نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اعلیٰ علیّین سے بھی بلند مرتبہ محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرمایا اور ابو جہل کو اپنے عدل سے اسفل السافلین لکھ دیا، وہ ذات اس لائق ہے کہ اس کی صفتِ جلال کی وجہ سے اس سے ڈرا جائے پس جو شخص اللہ عزوجل کی فرمان برداری کرتا ہے وہ اس لئے اطاعت کرتا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے فضل سے اس پر ارادۂ اطاعتِ مسلّط کر دیا اور اسے نیکی کی توفیق عطا فرمائی اور جس نے نافرمانی کی اس نے اس وجہ سے کی کہ عدل فرما کر اسے اسکے نفس کے حوالے کر دیا گیا ہے۔

اس کی صفات کے حوالے سے خوف:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ عزوجل کی صفات کے حوالے سے خوف کو سمجھنے کے لئے ایک مثال پیش کی جاتی ہے اس کے

بغیر سمجھنا ممکن نہیں اگر شریعت کی اجازت نہ ہوتی تو کوئی بھی صاحبِ بصیرت شخص اس کے ذکر کی جراءت نہ کرسکتا حدیث شریف میں ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی

''اے داؤد! مجھ سے اس طرح ڈرو جس طرح پھاڑنے والے درندے سے ڈرتے ہو۔''

اس مثال سے بات سمجھ آجائے گی اگرچہ تقدیر کے پوشیدہ راز صرف اس کے اہل لوگوں پر منکشف ہوتے ہیں۔

وضاحت:

حاصل کلام یہ ہے کہ درندے سے اس لئے نہیں ڈرتے کہ ہم نے پہلے اس کا کوئی جرم کیا ہے بلکہ اس کی صفت' اس کی پکڑ اس کے رعب ودبدبہ اور ہیبت کی وجہ سے ڈرتے ہیں اور اس لئے کہ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اس کی پرواہ نہیں کرتا اگر درندہ کسی کو ہلاک کردے تو اس کے دل میں کوئی نرمی پیدا نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ اس قتل پر دکھ محسوس کرتا ہے اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دیتا ہے تو تم پر شفقت کرتے ہوئے اور تمہاری روح کو باقی رکھنے کے لئے نہیں چھوڑتا بلکہ تم اس کے نزدیک معمولی شمار ہوتے ہو تم زندہ ہو یا مردہ وہ تمہاری طرف توجہ نہیں کرتا بلکہ اس کے نزدیک تمہارے جیسے ایک ہزار افراد کو ہلاک کرنا اور ایک چیونٹی کو قتل کرنا ایک جیسا ہے کیوں کہ اس سے اس کی درندگی میں کوئی کمی نہیں آتی اور نہ ہی اس کی صفت مثلاً طاقت اور دبدبے میں کوئی فرق آتا ہے۔

لیکن جو شخص اللہ عزوجل کو باطنی مشاہدے کے ساتھ پہچان لیتا ہے تو اسے معلوم ہوجاتا ہے کہ اللہ عزوجل اپنے اس قول میں سچا ہے'' جو حدیثِ پاک میں وارد ہے کہ اللہ عزوجل نے جب ارواح کو پیدا کیا تو بعض کے بارے میں فرمایا یہ لوگ جنت کے لئے ہیں اور مجھے اس کی پرواہ نہیں اور یہ جہنم میں جائیں گے اور مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں''۔

اس کی ہیبت وخوف کے بارے میں اتنا جاننا کافی ہے کہ وہ مستغنی اور بے پرواہ ہے ڈرنے والوں کے دوسرے طبقے کو چاہئے کہ وہ اپنے دل میں اس مکروہ بات کو یاد رکھیں جیسے موت کی سختیاں' منکر نکیر کے سوالات' عذاب قبر یا قیامت کا خوف یا اللہ عزوجل کے سامنے کھڑا ہونے کی ہیبت، پردہ دری سے حیاء، چھوٹی چھوٹی باتوں کے بارے میں سوال، پل صراط اور اس کی کاٹ کا خوف، اس کو عبور کرنے کا خوف، جہنم کے جوش مارنے اور اس کے ہولناک منظر کا خوف۔ جنت جو نعمتوں کا گھر اور ہمیشہ رہنے والی حکومت ہے، سے محرومی کا خوف درجات کی کمی کا خوف یا اللہ عزوجل سے حجاب کا خوف......

یہ تمام اسباب ذاتی طور پر ناپسند ہوتے ہیں اور یہ بھی لازماً مقاماتِ خوف ہیں اس سلسلے میں بھی خوف کھانے والوں کے حالات مختلف ہیں اور سب سے بڑا مرتبہ فراق اور اللہ عزوجل سے حجاب میں ہونے کا خوف ہے اور یہ عارفین کا خوف ہے

اور جو کچھ اس سے پہلے ہے وہ عالمین، صالحین، زاہدین اور عام لوگوں کا خوف ہے اور جس شخص کی معرفت کامل نہ ہو اس کے لئے بصیرت نہیں کھلتی، اسے لذتِ وصال کا شعور حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی اسے بُعد وفراق سے پہنچنے والے دکھ کا اندازہ ہوتا ہے۔

چنانچہ جب اس کے سامنے ذکر کیا جائے کہ عارف جہنم سے نہیں ڈرتا وہ تو اللہ عزوجل اور اسکے درمیان پیدا ہونے والے حجاب سے ڈرتا ہے تو ایک عام خائف اس بات کو دل سے ناپسند کرتا ہے اور اس پر دل ہی دل میں تعجب کرتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اگر شریعت نے اس کو منع نہ کیا ہوتو وہ زبان سے اس کا انکار ہی کر دے چنانچہ اس کا زبان سے اعتراف کرنا ضرورت تقلید کے تحت ہے ورنہ اس کا باطن اس کی تصدیق نہیں کرتا کیونکہ وہ تو پیٹ شرمگاہ اور آنکھ کی لذت کو ہی جانتا ہے۔

لیکن عارفین کو جو لذت حاصل ہوتی ہے اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوتا اور جو لوگ اس بات کے اہل نہیں ہیں ان کے سامنے اس بات کی تفصیل اور تشریح بیان کرنا حرام ہے اور جو اہل ہے وہ خود بخود دیکھ لیتا ہے اسے کسی دوسرے کی طرف سے تشریح کی حاجت نہیں ہے۔

یہ اقسام خائفین کے خوف کے مطابق ہوتی ہیں اور ہم اللہ عزوجل کے کرم کے صدقے اس سے توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

{فصل ۴}

فضیلت خوف اور اس کی ترغیب

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس مقام پر امام غزالی علیہ رحمۃ الباری خوف کی فضیلت اور اسکی ترغیب بیان کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ تلقین غزالی علیہ رحمۃ الباری کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

جاننا چاہئے کہ خوف کی فضیلت بعض اوقات غور وفکر سے معلوم ہوتی ہے اور بعض اوقات آیات واحادیث سے۔

جہاں تک غور وفکر کا تعلق ہے تو اس کا راستہ یہ ہے کہ کسی چیز کی فضیلت اتنی ہی ہے جس قدر وہ آخرت میں اللہ عزوجل کی ملاقات کی سعادت تک پہنچانے میں مدد کرتی ہے۔ کیونکہ سعادت کے سوا کوئی مقصود اصلی نہیں اور بندے کی سعادت یہی ہے کہ اسے اپنے مولیٰ سے ملاقات اور قرب کا شرف حاصل ہو۔ تو جو عمل اس سعادت پر معاون ہو اس کے لئے فضیلت ہوتی ہے اور فضیلت مقصد کے اعتبار سے ہوتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ آخرت میں رب عزوجل سے ملاقات کی سعادت حاصل کرنے کے لئے دنیا میں اسکی محبت کا حصول ضروری ہے۔

خوف محبت کی پہلی سیڑھی ہے:

اور محبت کا حصول معرفت کے بغیر نہیں ہوتا اور معرفت کے لئے اللہ عزوجل کی صفات اور افعال میں دائمی فکر ضروری ہے اور اللہ عزوجل سے مانوس ہونے کے لئے عبادت اور ذکر اللہ عزوجل پر ہمیشگی لازمی ہے اور ذکر وفکر پر مواظبت اسی وقت ہو سکتی ہے جب دل سے دنیا کی محبت منقطع ہو جائے اور اس انقطاع کے لئے دنیوی لذتوں اور خواہشات کا خاتمہ انہیں خوف خدا عزوجل کی آگ میں جلا کر ہی ہو سکتا ہے کسی دوسری چیز کے ذریعے نہیں۔ لہٰذا جب کامل خوف پیدا ہوگا تو نفسانی خواہشات ختم ہونگی اور انکے خاتمے پر دل سے دنیا کی محبت جاتی رہے گی۔ دنیا کی محبت کے خاتمے کے بعد ذکر اللہ عزوجل پر مواظبت نصیب ہو گی اور کثرتِ ذکر سے اللہ عزوجل سے انس پیدا ہوگا جو کہ بعد میں معرفت اور پھر محبت میں تبدیل ہو جائے گا گویا خوف محبت کی پہلی سیڑھی ہے۔

چنانچہ خوف شہوات کو جلانے والی آگ ہے اور وہ خوف جس قدر شہوات کو جلاتا ہے اسی قدر اسکی کی فضیلت ہوتی ہے اس طرح جس قدر وہ گناہوں سے روکتا اور عبادات کی رغبت پیدا کرتا ہے اسی قدر اس کی فضیلت ہوتی ہے اور یہ فضیلت خوف کے مختلف درجات کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! خوف میں فضیلت کیوں نہ ہو جبکہ اس کے ذریعے عفت، ورع، تقویٰ اور مجاہدہ حاصل ہوتا ہے جو کہ اچھے اور قابل تعریف اعمال ہیں اور اللہ عزوجل کے قرب کا ذریعہ ہیں۔

آیات واحادیث کے ذریعے اس کی فضیلت کے بیان کے سلسلے میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ خوف کی فضیلت میں بے شمار آیات واحادیث آئی ہیں اور خائفین کے لئے اللہ عزوجل نے ہدایت، رحمت، علم اور رضوان کو جمع فرمایا، چنانچہ آیات کریمہ ملاحظہ فرمایئے:

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔

هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ۔

ترجمہ کنز الایمان: ''ہدایت اور رحمت ہے ان کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں'' (پارہ۹' سورہ اعراف' آیت۱۵۴)

اور ارشاد فرمایا۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

ترجمہ کنزالایمان: ''اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں'' (پارہ ۲۲' سورۂ فاطر' آیت ۲۸)

یعنی اللہ عزوجل نے ان کی خشیت وخوف کی وجہ سے ان کو علم سے موصوف فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ ذٰلِکَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّہٗ

ترجمہ کنزالایمان: ''اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے'' (پارہ ۳۰' سورۂ البینۃ آیت ۸)

تو جو باتیں فضیلتِ علم پر دلالت کرتی ہیں وہ خوف کی فضیلت پر بھی دلالت کرتی ہیں کیوں کہ خوف، علم سے ہی حاصل ہوتا ہے اسی لئے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے کہ خائفین کو ''رفیق اعلیٰ'' حاصل ہوگا۔ جس میں ان کے ساتھ کوئی شریک نہ ہوگا۔ تو دیکھو کس طرح اللہ عزوجل نے رفیق اعلیٰ (اللہ عزوجل) کی رفاقت کے سلسلے میں ان کو انفرادیت عطا فرمائی

اس کی وجہ یہ ہے کہ خائفین دراصل علماء ہیں اور علماء کو انبیاء کرام علیہم السلام کی رفاقت کا مرتبہ حاصل ہے کیونکہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور رفیق اعلیٰ عزوجل کی رفاقت انبیاء کرام علیہم السلام اور ان لوگوں کے لئے ہے جو ان کے ساتھ ملحق ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو مرض الموت میں دنیا میں باقی رہنے اور بارگاہ خداوندی میں حاضری کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَسۡئَالُکَ الرَّفِیۡقَ الۡاَعۡلٰی

ترجمہ: ''یا اللہ عزوجل! میں تجھ سے رفیق اعلیٰ کا سوال کرتا ہوں'' (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۶۴ کتاب الرقاق)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اب اگر خوف کی بنیاد کو دیکھا جائے تو وہ علم ہے اور اس کے نتیجے کو دیکھیں تو وہ ورع اور تقویٰ ہے اور ان دونوں باتوں کی فضیلت کے سلسلے میں جو کچھ آیا ہے وہ ظاہر ہے۔ حتیٰ کہ عاقبت، تقویٰ کے ساتھ مختص کر دی گئی ہے۔

جیسا کہ حمد، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور صلوٰۃ، رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے یعنی کہا جاتا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ

وَسَلَّمَ وَالِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

ترجمہ:''تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں اور عافیت (اچھا انجام) پرہیزگار لوگوں کے لئے اور صلوٰۃ (رحمت) ہمارے سردار حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی تمام آل پر ہو''

اور اللہ عزوجل نے تقویٰ کو اپنے ساتھ خاص کیا، چنانچہ۔

ارشاد خداوندی عزوجل ہے۔

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَاوَلَا دِمَائُھَاوَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ۔

ترجمہ کنز الایمان:''اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے''(پارہ۱۷، سورۃ حج، آیت ۳۷)

اسی لئے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔

ترجمہ کنز الایمان:''بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے''(پارہ۲۶، سورۃ حجرات، آیت ۱۳)

اور اولین و آخرین کو تقویٰ کا حکم دیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ وِاِیَّاکُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰہَ

ترجمہ کنز الایمان:''اور بیشک تاکید فرمادی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو کہ اللہ سے ڈرے رہو'' (پارہ۵، سورۃ نساء، آیت ۱۳۱)

نیز ارشاد فرمایا۔

وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ

ترجمہ کنز الایمان:''اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو''(پارہ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۷۵)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ عزوجل نے خوف کا حکم دیا اور اسے واجب قرار دیا بلکہ ایمان کی شرط قرار دیا اس لئے یہ تصور نہیں ہوسکتا کہ کوئی مومن خوف سے خالی ہو اگرچہ یہ خوف کتنا ہی کمزور ہو اور خوف کا ضعف ایمان و معرفت کی کمزوری کے مطابق ہوتا ہے۔

سیدِ متقین، سید اولین و آخرین حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقویٰ کی فضیلت کے بارے میں بیان

فرمایا۔

''جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پہلوں اور پچھلوں کو جمع کرے گا تو اس وقت ان کو ایک آواز آئے گی جسے ان کے دور والے بھی اسی طرح سنیں گے جس طرح قریب والے سنیں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے لوگو! میں نے جب سے تمہیں پیدا کیا اس دن سے آج تک میں تمہاری باتیں سنتا رہا آج تم میری بات غور سے سنو یہ تمہارے اعمال تمہاری طرف لوٹائے جارہے ہیں اے لوگو! ایک نسب میں نے بنایا اور ایک نسب تم نے قرار دیا تم نے میرے نسب کو پست کیا اور اپنے نسب کو بلند کیا میں نے کہا تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے اور تم نے انکار کیا تم نے کہا فلاں شخص، فلاں سے زیادہ غنی ہے۔ آج میں تمہارے نسب کو پست اور اپنے نسب کو بلند کروں گا۔ متقی لوگ کہاں ہیں؟ تو ایک قوم کے لئے جھنڈا بلند کیا جائے گا تو لوگ اپنے جھنڈے کے پیچھے چل کر اپنی منازل تک جائیں گے اور کسی حساب کے بغیر جنت میں جائیں گے۔'' (المستدرک للحاکم جلد۲ص ۴۶۴ کتاب التفسیر)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ متقی بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے اور تقویٰ اللہ عزوجل سے ڈرنے کا نام ہے چنانچہ آقائے مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان باقرینہ ہے

رَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللهِ۔

ترجمہ: ''حکمت کی اصل اللہ عزوجل کا خوف ہے'' (شعب الایمان جلد اول ص ۴۷۰ حدیث ۷۴۳)

اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

اِنْ اَرَدْتَ اَنْ تَلْقَانِیْ فَاَكْثِرْ مِنَ الْخَوْفِ بَعْدِیْ

ترجمہ: ''اگر تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو تو میرے بعد خوف زیادہ رکھنا''

بزرگان دین رحمہم اللہ کے اقوال:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرت سیدنا فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو یہ خوف ہر بھلائی کی طرف اس کی راہنمائی کرتا ہے۔

حضرت سیدنا شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں جس دن اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اسی دن حکمت وعبرت کا ایسا دروازہ دیکھتا ہوں جو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص کوئی برائی کرتا ہے اسے دو اچھائیاں ملتی ہیں ایک

عذاب کا خوف اور دوسری معافی کی امید جیسا کوئی لومڑی دو شیروں کے درمیان ہوتی ہے۔

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے متعلق حدیث میں ہے کہ ہر شخص سے حساب ہوگا اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس کی چھان بین ہوگی سوائے اہل ورع کے، کیوں کہ مجھے ان سے حیا آتی ہے۔

ورع اور تقویٰ کے لئے خوف شرط ہے اگر تم خوف سے خالی ہو تو تم ان ناموں کے ساتھ موسوم نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى۔

ترجمہ کنز الایمان: ''عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے'' (پارہ ۳۰، سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۰)

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ

ترجمہ کنز الایمان: ''اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اسکے لئے دو جنتیں ہیں'' (پارہ ۲۷، سورۂ رحمٰن، آیت ۴۶)

نیز رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

لَا اَجْمَعُ عَلٰى عَبْدِىْ خَوْفَيْنِ وَلَا اَجْمَعُ لَهٗ اَمْنَيْنِ فَاِنْ اَمَّنَنِىْ فِى الدُّنْيَا اُخِفْتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاِنْ خَافَنِىْ فِى الدُّنْيَا اَمَّنْتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: ''مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے میں اپنے بندے پر نہ دو خوف جمع کروں گا اور نہ دو امن اگر وہ دنیا میں مجھ سے بے خوف رہے تو میں قیامت کے دن اسے خوف میں مبتلا کروں گا اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے ڈرتا رہے تو میں قیام کے دن اسے امن میں رکھوں گا'' (شعب الایمان جلد اول ص ۴۸۳ حدیث ۷۷۷)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ خَافَ اللّٰهَ خَافَهٗ، كُلُّ شَىْءٍ وَمَنْ خَافَ غَيْرَ اللّٰهِ خَوَّفَهُ اللّٰهُ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ

ترجمہ: ''یعنی جو شخص اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے ہر چیز اس سے ڈرتی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے غیر سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر چیز سے خوف زدہ کرتا ہے'' (کنز العمال جلد ۳ ص ۱۵۱ حدیث ۵۹۱۵)

نیز فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

اَتَمُّكُمْ عَقْلًا اَشَدُّكُمْ خَوْفًا لِلّٰهِ وَاَحْسَنُكُمْ فِيْمَا اَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ وَنَهٰى عَنْهُ نَظْرًا

ترجمہ: ''یعنی تم میں سے سب سے زیادہ کامل عقل والا وہ ہے جو اللہ عزوجل سے سب سے زیادہ ڈرتا ہے اور جو اللہ عزوجل کے اوامر و نواہی میں غور کرتا ہے وہ تم سب میں اچھا ہے''

حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے مسکین انسان اگر جہنم سے اسی طرح ڈرے جس طرح فقر سے ڈرتا ہے تو جنت میں داخل ہو جائے۔

حضرت سیدنا ذوالنون رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے اس کا دل پگھل جاتا ہے اور اللہ عزوجل کے لئے اس کی محبت مضبوط ہو جاتی ہے نیز اس کی عقل صحیح ہو جاتی ہے۔

حضرت سیدنا ذوالنون رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہی فرمایا کہ خوف کا امید کے مقابلے میں زیادہ ہونا مناسب ہے کیونکہ جب امید غالب ہو تو دل میں تشویش پیدا ہوتی ہے۔

نیک بختی کی علامت:

حضرت سیدنا ابوالحسن الضریر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے نیک بختی کی علامت بدبختی سے ڈرنا ہے کیونکہ خوف اللہ عزوجل اور بندے کے درمیان ایک لگام ہے جب اس کی لگام ٹوٹ جائے تو وہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ کل (بروز قیامت) مخلوق میں سے کون زیادہ بے خوف ہوگا؟ انہوں نے فرمایا جو آج زیادہ ڈرتا ہے جبکہ حضرت سیدنا سہیل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم اس وقت تک خوف تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے جب تک حلال نہ کھاؤ۔

مشہور تابعی حضرت سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا اے ابوسعید! ہم کیا کریں ہم کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھتے ہیں جو ہمیں ڈراتے ہیں حتیٰ کہ ہمارے دل پگھلنے کے قریب ہو جاتے ہیں انہوں نے فرمایا اللہ عزوجل کی قسم اگر تم ایسے لوگوں کی صحبت ضرور اختیار کرو جو تمہیں ڈراتے ہیں تاکہ بروزِ قیامت تمہیں امن حاصل ہو جائے تو یہ بات اس سے بہتر ہے کہ تم ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو تمہیں بے خوفی کی راہ دکھاتے ہیں یہاں تک کہ تمہیں بروزِ قیامت خوف کا سامنا کرنا پڑے۔

ویران دل:

حضرت سیدنا سلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس دل سے خوف دور ہو جاتا ہے وہ ویران ہو جاتا ہے۔

ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

کیااس آیت سے چوراور زانی مراد ہیں۔

وَالَّذِیْنَ یُوْتُوْنَ مَآاٰتَوْا وَّقُلُوْبُھُمْ وَجِلَۃٌ

ترجمہ کنزالایمان: ''اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں اور ان کے دل ڈر رہے ہوتے ہیں۔'' (پارہ ۱۸، سورۂ مومنون آیت ۶۰)

تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا بَلِ الرَّجُلُ یَصُوْمُ وَیُصَلِّیْ وَیَتَصَدَّقُ وَیَخَافُ اَنْ لَّا یُقْبَلَ مِنْہُ

ترجمہ: ''نہیں، بلکہ وہ شخص مراد ہے جو روزہ رکھتا ہے، نماز پڑھتا اور صدقہ کرتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں اس کی عبادت ضائع نہ ہو جائے'' (جامع ترمذی ص ۴۵۵، ابواب التفسیر)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر اور عذاب سے امن کے بارے میں وارد وعیدات بے شمار ہیں اور یہ سب ایک طرح سے خوف کی تعریف ہے کیوں کہ کسی چیز کی مذمت اس کی ضد کی تعریف ہے جو اس کی نفی کرتی ہے اور خوف کی ضد امن ہے جیسے امید کی ضد مایوسی ہے اور جس طرح مایوسی کی مذمت، امید کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے اسی طرح بے خوفی کی مذمت، خوف کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے جو اس کی ضد ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ امید کی فضیلت میں وارد ہے وہ فضیلتِ خوف کی دلیل ہے کیوں کہ یہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں اس لئے کہ جو شخص کسی محبوب چیز کی امید رکھتا ہے ضروری ہے کہ وہ اس کے ضائع ہونے سے ڈرے مثلاً جو شخص اولاد سے محبت رکھتا ہے وہ اسکی موت کو کبھی پسند نہیں کرے گا چنانچہ اگر پسندیدہ شے کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو وہ اس سے محبت کرنے والا شمار نہیں ہوگا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! پتہ چلا کہ خوف اور امید ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں ان کی جدائی محال ہے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ دونوں کے جمع ہونے کی صورت میں ایک، دوسرے پر غالب ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دل ان میں سے ایک میں مشغول ہو اور فی الحال دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہو۔

خوف وامید کی تعریف:

اس کی وجہ یہ ہے کہ امید اور خوف کی ایک شرط یہ ہے کہ ان دونوں کا تعلق اس چیز کے ساتھ ہوتا ہے جس میں شک ہو کیونکہ جو چیز یقینی ہو اس کی نہ تو امید ہوتی ہے اور نہ ہی خوف۔ پس وہ پسندیدہ شے جس کے ملنے کا امکان ہو اس کے فوت ہونے کا امکان بھی ہوتا ہے پس اس کو پانے کا خیال دل کو راحت پہنچاتا ہے اور یہی امید ہے نیز اس کے ضائع

ہونے کا اندیشہ دل کو پریشان کرتا ہے اور اسی کو خوف کہتے ہیں

اور جب وہ بات جس کا انتظار کیا جائے مشکوک ہو تو دونوں امکانات لازماً ایک دوسرے کے مقابل ہوتے ہیں ہاں شک کی دو طرفوں میں سے ایک، بعض اوقات کسی سبب کی وجہ سے راجح ہوتی ہے اور اسے ظن کہتے ہیں اور یہ بات، اس وقت ہوگی جب ایک خیال دوسرے پر غالب آ جائے۔

بہر حال جب پسندیدہ شے کے ملنے کا گمان غالب ہو تو امید قوی ہو جاتی ہے اور خوف پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اسی طرح اس کے برعکس بھی ہوتا ہے اور دونوں صورتوں میں یہ دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَيَدۡعُوۡنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا

ترجمہ کنز الایمان: ''اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے'' (پارہ ۱۷، سورۂ انبیاء، آیت ۹۰)

اور ارشاد فرمایا۔

يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّطَمَعًا

ترجمہ کنز الایمان: ''اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے'' (پارہ ۲۱، سورۂ سجدۂ، آیت ۱۶)

مزید ارشاد فرمایا۔

مَالَكُمۡ لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰهِ وَقَارًا

ترجمہ کنز الایمان: ''تمہیں کیا ہوا اللہ سے عزت حاصل کرنے کی امید نہیں کرتے'' (پارہ ۲۹، سورۂ نوح، آیت ۱۳)

یعنی تم کیوں نہیں ڈرتے اور قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر رجاء خوف کے معنی میں آیا ہے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں اس لئے کہ عربوں کی عادت ہے کہ وہ کسی چیز کی تعبیر اس کے لازم سے بھی کرتے ہیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا امام غزالی علیہ الرحمۃ خشیت الٰہی کی فضیلت کے سلسلے میں مزید گفتگو فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

بلکہ میں کہتا ہوں کہ جو کچھ خشیت الٰہی کی وجہ سے رونے کی فضیلت کے سلسلے میں آیا ہے وہ دراصل خشیت کی فضیلت کا اظہار ہے کیونکہ رونا، خشیت کا نتیجہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

فَلۡيَضۡحَكُوۡا قَلِيۡلًا وَّلۡيَبۡكُوۡا كَثِيۡرًا

ترجمہ کنز الایمان: ''تو انہیں چاہیئے کہ تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں'' (پارہ ۱۰ سورۃ توبہ آیت ۸۲)

اور ارشاد خداوندی ہے۔

یَبۡکُوۡنَ وَیَزِیۡدُھُمۡ خُشُوۡعًا

ترجمہ کنز الایمان: ''روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے'' (پارہ ۱۵ سورۃ اسرا (کو بنی اسرائیل بھی کہتے ہیں) آیت ۱۰۹)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَفَمِنۡ ھٰذَا الۡحَدِیۡثِ تَعۡجَبُوۡنَ وَتَضۡحَکُوۡنَ وَلَا تَبۡکُوۡنَ وَاَنۡتُمۡ سَامِدُوۡنَ ۔

ترجمہ کنز الایمان: '' تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھیل میں پڑے ہو'' (پارہ ۲۷ سورۃ النجم آیت ۵۹ تا ۶۱)

خوف کا آنسو:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسی سلسلے میں نبی اکرم، تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

وَمَامِنۡ عَبۡدٍ مُؤۡمِنٍ تَخۡرُجُ مِنۡ عَیۡنَیۡہِ دَمۡعَۃٌ وَاِنۡ کَانَتۡ مِثۡلَ رَأسِ الذُّبَابِ مِنۡ خَشۡیَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی ثُمَّ تُصِیۡبُ شَیۡئًا مِنۡ حَرِّ وَجۡھِہٖ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ۔

ترجمہ: ''جس مومن کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے خوف سے آنسو نکلتا ہے اگرچہ مکھی کے سر کے برابر ہو پھر اس کے چہرے کی گرمی اسے پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام کر دیتا ہے'' (شعب الایمان جلد اول ص ۴۹۱ حدیث ۸۰۲)

اِذَا اقۡشَعَرَّ قَلۡبُ الۡمُؤۡمِنِ مِنۡ خَشۡیَۃِ اللّٰہِ تَحَاتَّتۡ عَنۡہُ خَطَایَاہُ کَمَا یَتَحَاتُّ مِنَ الشَّجَرَۃِ وَرَقُھَا۔

ترجمہ: ''جب مومن کا دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرزتا ہے تو اس سے خطائیں اس طرح جھڑ جاتی ہیں جس طرح درخت سے اس کے پتے جھڑتے ہیں'' (شعب الایمان جلد اول ص ۴۹۱ حدیث ۸۰۲)

اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَا یَلِجُ النَّارَ اَحَدٌ بَکٰی مِنۡ خَشۡیَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی حَتّٰی یَعُوۡدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرۡعِ ۔

ترجمہ: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے روتا ہے وہ ہرگز جہنم میں داخل نہیں ہوگا حتی کہ دودھ تھن میں واپس

آجائے''(الترغیب والترہیب جلد۲ص۱۷۱کتاب الجہاد)

نجات کیا ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ایک مرتبہ حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نجات کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ

ترجمہ: ''اپنی زبان کو روک رکھو تمہارا گھر تمہیں کفایت کرے (بلا ضرورت باہر نہ جاؤ) اور اپنے گناہوں پر روؤ''(الترغیب والترہیب جلد۴ ۲۳۴ کتاب التوبہ)

بے حساب جنت:

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ! کیا آپ ﷺ کی امت میں سے کوئی شخص بغیر حساب کے جنت میں جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

نَعَمْ مَنْ ذَكَرَ ذُنُوبَهُ فَبَكَىٰ

ترجمہ: ''ہاں جو شخص اپنے گناہوں کو یاد کرے اور روئے''

پسندیدہ قطرہ:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَامِنْ قَطْرَةٍ اَحَبُّ اِلَى اللهِ تَعَالَى مِنْ قَطْرَةِ دَمْعٍ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ تَعَالَى اَوْقَطْرَةِ دَمٍ اُهْرِقَتْ فِي سَبِيْلِ اللهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالىٰ

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کو اس قطرے سے بڑھ کر کوئی قطرہ پسند نہیں جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہتا ہے یا خون کا وہ قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں بہایا جاتا ہے''(المصنف لابن ابی شیبہ جلد۱۳ص۲۰۱ حدیث ۱٦۲۵٦)

عرش کا سایہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آپ ﷺ نے یوں دعا مانگی

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِى عَيْنَيْنِ هَطَّالَتَيْنِ تُشْفِيَانِ بِذُرُوفِ الدَّمْعِ قَبْلَ اَنْ تَصِيْرَ الدُّمُوعُ دَمًا وَالْاَضْرَاسُ جَمْرًا

ترجمہ: ''یا اللہ! مجھے ایسی دو آنکھیں عطا فرما جو کثرت سے آنسو بہاتی ہوں اور آنسو گرانے سے تسکین دیں اس سے پہلے کہ آنسو خون بن جائیں اور داڑھیں' انگاروں میں بدل جائیں'' (حیلۃ الاولیاء جلد۲ ص ۱۹۶' ۱۹۷ ترجمہ ۱۷۷)

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا سات آدمی اس کے سائے میں ہوں گے' اور ان میں اس شخص کا بھی ذکر فرمایا جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص روسکتا ہو وہ روئے اور جو رونہ سکتا ہو وہ رونے جیسی شکل بنائے اور حضرت سیدنا محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ جب روتے تو اپنے چہرے اور داڑھی سے آنسو صاف کرتے اور فرماتے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آگ اس جگہ تک نہیں پہنچتی جس پر آنسو گرے ہوں۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں روؤ اگر رونا نہیں آتا تو بتکلف روؤ پس اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی (حقیقتاً) جانتا تو وہ چلاتا حتی کہ اس کی آواز ٹوٹ جاتی اور نماز پڑھتا حتی کہ اس کی پیٹھ ٹوٹ جاتی۔

اسی طرح حضرت سیدنا ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو آنکھ آنسوؤں سے ڈبڈبائے گی اس آنکھ والے کے چہرے پر قیامت کے دن غبار اور ذلت نہیں چڑھے گی اگر اس کے آنسو جاری ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے پہلے قطرے کے ساتھ آگ کے کئی سمندروں کو بجھا دیتا ہے اور جس جماعت میں کوئی شخص (خوف خدا سے) روتا ہے اسے عذاب نہیں ہوتا۔

حضرت سیدنا ابوسلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رونا خوف کی وجہ سے اور جھومنا امید وخوشی اور شوق کی وجہ سے ہوتا ہے۔ حضرت سیدنا کعب احبار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے روؤں حتی کہ میرے آنسو میرے رخساروں پر جاری ہوں تو یہ بات مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں سونے کا ایک پہاڑ صدقہ کروں۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے خوف سے ایک آنسو کا بہنا میرے نزدیک ایک ہزار دینار صدقہ کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

وقت وقت کی بات:

یونہی حضرت سیدنا حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھے

تو آپ ﷺ نے ہمیں ایک وعظ فرمایا جس سے دل نرم ہوگئے' آنسو بہنے لگے اور ہم نے اپنے نفسوں کو پہچان لیا پھر میں اپنے گھر کی طرف لوٹا اور میری بیوی میرے قریب ہوئی اور ہمارے درمیان دنیاوی گفتگو ہونے لگی تو ہماری وہ حالت ختم ہوگئی جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل میں تھی۔ پھر مجھے وہ بات یاد آئی تو میں نے دل میں کہا میں تو منافق ہوگیا کیوں کہ جو خوف اور رقت میرے اندر تھی وہ بدل گئی۔

چنانچہ میں باہر نکلا اور پکارنے لگا کہ حنظلہ منافق ہوگیا حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے سے تشریف لائے اور فرمایا ہرگز نہیں حنظلہ منافق نہیں ہوا پھر میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں یہی کہہ رہا تھا کہ حنظلہ منافق ہوگیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں حنظلہ منافق نہیں ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ ﷺ کے پاس تھے آپ نے ایک ایسا وعظ فرمایا جس سے دل دہل گئے' آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور ہم نے اپنے آپ کو پہچان لیا پھر میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹا اور ہم دنیاوی باتوں میں مشغول ہوگئے اور آپ کے ہاں جو حالت پیدا ہوئی تھی میں اسے بھول گیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے حنظلہ! اگر تم ہمیشہ ایسی حالت پر رہتے تو فرشتے راستوں میں اور تمہارے بچھونے پر تم سے مصافحہ کرتے لیکن اے حنظلہ رضی اللہ عنہ! وقت وقت کی بات ہوتی ہے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ امید اور رونے کی فضیلت' تقویٰ اور ورع کی فضیلت علم کی فضیلت اور بے خوفی کی مذمت کے بارے میں آیا ہے دراصل وہ خوف کی فضیلت پر دلالت ہے کیونکہ یہ سب کچھ خوف سے متعلق ہے چاہے سبب کا تعلق ہو یا مسبب کا۔

{فصل نمبر ۵}

غلبۂ خوف افضل ہے یا غلبہ رجاء یا اعتدال

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سطور ذیل میں سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ خوف اور امید کے بارے میں مختلف روایات کی تطبیق کرتے ہوئے درست ترین تجزیہ فرما رہے ہیں جس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

جان لو کہ خوف اور امید کے بارے میں بے شمار روایات آئی ہیں بعض اوقات کوئی شخص ان دونوں کو دیکھتا ہے تو اسے شک ہوجاتا ہے کہ ان دونوں میں سے کون افضل ہے اور کسی قائل کا یہ قول کہ خوف افضل ہے یا امید' ایک فضول سوال ہے کیونکہ یہ اس بات کی طرح ہے کہ روٹی افضل ہے یا پانی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بھوکے کے لئے روٹی افضل ہے اور

پیاسے کے لئے پانی لہذا اگر بھوک غالب ہوتو روٹی اور اگر پیاس غالب ہوتو پانی افضل ہے اور اگر دونوں برابر ہوں تو روٹی اور پانی دونوں مساوی ہوں گے اس لئے کہ جو چیز کسی مقصود کے لئے مراد ہوتو اس کی فضیلت مقصود کی طرف اضافت کے اعتبار سے ہوتی ہے ذاتی طور پر نہیں اور خوف و امید دو دوائیں ہیں جن کے ساتھ دلوں کا علاج کیا جاتا ہے لہٰذا ان کی فضیلت اس بیماری کے اعتبار سے ہوگی جو موجود ہے چنانچہ اگر دل پر اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوفی اور غرور کی بیماری غالب ہوتو خوف افضل ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی غالب ہوتو امید افضل ہے اسی طرح اگر بندے پر گناہ غالب ہوتو خوف افضل ہے۔

اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ خوف افضل ہے جس اعتبار سے یہ کہا جاتا ہے کہ روٹی سکنجبین سے افضل ہے کیونکہ روٹی کے ساتھ بھوک کی بیماری کا علاج کیا جاتا ہے اور سکنجبین کے ساتھ صفراء کی بیمای کا اور بھوک کی بیماری زیادہ بھی ہے اور غالب بھی لہٰذا روٹی کی ضرورت بھی زیادہ ہوتی ہے پس وہ افضل ہے اسی طرح غلبۂ خوف افضل ہے کیونکہ گناہ اور مخلوق کا دھوکے میں ہونا زیادہ پایا جاتا ہے۔

اور اگر ان کے منبع کو دیکھا جائے تو امید افضل ہے کیونکہ اسے بحر رحمت سے سیراب کیا جاتا ہے اور خوف غضب کے سمندر سے سیراب ہوتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ان صفات کی طرف نظر کرتا ہے جو لطف و رحمت کو چاہتی ہیں تو اس پر محبت غالب ہوتی ہے اور محبت سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ جہاں تک خوف کا تعلق ہے تو اس کی نسبت ان صفات کی طرف ہوتی ہے جو نفرت کو چاہتی ہیں تو محبت جس طرح امید سے ملتی ہے خوف سے نہیں ملتی۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! خلاصہ یہ ہوا کہ جو چیز کسی غیر کے لئے وسیلہ ہوتی ہے اس کے لئے لفظ اصلح (زیادہ بہتر) استعمال کرنا مناسب ہے لفظ افضل نہیں، پس ہم کہتے ہیں کہ اکثر لوگوں کے لئے امید کے مقابلے میں خوف اصلح (یعنی زیادہ بہتر) ہے کیونکہ گناہوں کا غلبہ ہے لیکن متقی شخص جس نے ظاہری اور باطنی پوشیدہ اور واضح گناہ ترک کردیئے تو اس کیلئے زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس کا خوف اور امید اعتدال پر ہوں اسی لئے کہا گیا ہے کہ اگر مومن کے خوف اور امید کا وزن کیا جائے تو دونوں برابر ہوں گے۔

خوف وامید :

مروی ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کسی صاحبزادے رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے اس طرح خوف کھاؤ کہ تمہارے خیال میں اگر تم تمام زمین والوں کی نیکیاں بھی اس کے پاس لاؤ تو وہ تم سے

ان کو قبول نہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے امید اس طرح رکھو کہ تم سمجھو کہ اگر تمام اہل زمین کی برائیاں بھی اس کے پاس لاؤ تو وہ تمہیں بخش دے گا۔

اسی لئے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر آواز دی جائے کہ ایک آدمی کے علاوہ سب لوگ جہنم میں چلے جائیں تو مجھے امید ہے کہ وہ آدمی میں ہوں گا اور اگر آواز دی جائے کہ ایک آدمی کے سوا سب لوگ جنت میں چلے جائیں تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ ایک شخص میں نہ ہوں......

تو حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے لوگوں کے خوف اور امید کا مساوی ہونا مناسب ہے لیکن جب کوئی گناہ گار شخص یہ گمان کرے کہ اسے جہنم میں داخلے کے حکم سے اسے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے تو یہ اس کے دھوکے کی دلیل ہے۔

سوال : میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! البتہ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے لوگوں کا خوف اور امید ایک جیسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ مناسب یہ ہے کہ ان کی امید غالب ہو کیونکہ جو شخص اچھی زمین میں صحیح بیج ڈالتا ہے اور اسے مسلسل تیار کرتا ہے اور زراعت کی تمام شرائط کو پورا کرتا ہے اس کے دل میں فصل حاصل کرنے کی امید غالب ہوتی ہے اور فصل تلف ہو جانے کا خوف اس کی اس امید کے مساوی نہیں ہوتا تو متقی لوگوں کے احوال کا اسی طرح ہونا مناسب ہے کیونکہ وہ صحیح دل کی زمین میں صحیح عقائد کا بیج ڈالتے اور پھر مراقبے ومحاسبے کے ذریعے مسلسل اسکی نگہداشت میں لگے رہتے ہیں چنانچہ انھیں پھل (ثواب) کی امید زیادہ ہونی چاہیے۔

جواب : امام غزالی علیہ الرحمۃ اس سوال کا یہ جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ جان لو! جو شخص معرفت کو محض الفاظ اور مثالوں کے ذریعے حاصل کرتا ہے وہ غلطی پر ہے اگر ہم اس کی مثال پیش کریں تو وہ ہمارے زیر بحث مسئلہ کی طرح کسی صورت میں نہیں ہوگا۔ کیونکہ غلبۂ امید کا سبب وہ علم ہے جو تجربہ سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ کسان نے تو تجربہ سے زمین کا صحیح اور صاف ہونا، بیج کی صحت ہوا کا صحیح ہونا اس زمین میں اور اس کے علاوہ ہلاک کرنے والی بجلیوں کو اچھی طرح جان لیا ہے جبکہ ہمارے اس مسئلہ کی مثال میں بیج ایسا ہے جس کا تجربہ نہیں ہوا اور وہ عجیب وغریب زمین میں ڈالا گیا ہے اِس کاشتکار نے اس زمین کی دیکھ بھال نہیں کی اور نہ ہی اسے آزمایا۔

اور یہ ان شہروں میں ہے جن کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں بجلی یا گرج زیادہ ہوگی یا بارش تو اس کاشتکار کی مثال یہ ہے کہ اگرچہ اس نے انتہائی بھرپور کوشش کی اور جو کچھ اس کے بس میں تھا اسے عمل میں لایا پھر بھی اس کی امید، خوف پر غالب نہیں ہوتی اور ہمارے اس مسئلہ میں بیج ایمان ہے اور اس کے صحیح ہونے کی شرائط نہایت دقیق ہیں زمین دل

ہے اس کی پوشیدہ کا خباثتیں اور صفات یعنی شرک خفی، منافقت، ریاکاری اور پوشیدہ عادتیں بہت دقیق ہیں اور اس زمین کی آفات خواہشات اور دنیا کی زیبائش اور دل کا مستقبل میں اس کی طرف متوجہ ہو جانا ہے اگر چہ فی الحال دل دنیا کی طرف متوجہ نہیں اور یہ ان باتوں میں سے ہے جن کی مخالفت انسانی طاقت سے باہر ہے اور اس قسم کے امور کا تجربہ نہیں ہوسکتا اور بجلیاں سکرات موت کی ہولنا کی اور اس وقت اعتقاد کا مضطرب ہونا ہے اور یہ ان امور میں سے ہے جو تجربات کے تحت نہیں آتے پھر اسے کاٹنا اور حاصل کرنا قیامت سے جنت کی طرف جانا ہے اور یہ بات بھی تجربے سے باہر ہے۔

پس جو شخص ان امور کے حقائق کو پہچان لیتا ہے پس اگر اس کا دل کمزور ہو تو لامحالہ اس کا خوف، امید پر غالب آتا ہے جیسے عنقریب ڈرنے والے صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے احوال میں بیان ہوگا اور اگر اس کا دل مضبوط اور معرفت مکمل ہو تو اس کا خوف اور امید برابر ہوتی ہیں امید غالب نہیں ہوتی۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دل کی تفتیش میں مبالغہ کرتے تھے حتی کہ آپ حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھتے کہ کیا وہ ان کے دل میں منافقت کی کوئی علامت دیکھتے ہیں کیونکہ نبی غیب دان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منافقین کو پہچاننے کی علامات بتا دی تھیں۔ (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۶۲ کتاب صفات المنافقین)

تو کون شخص ہے جو اپنے دل کو منافقت کے خفیہ امور اور شرکِ خفی سے پاک کرنے پر قادر ہو اور اگر بالفرض اس کا اعتقاد ہو کہ اس کا دل پاک ہو چکا ہے تو دل کے تغیر کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے کیسے بے خوف ہوگا اور اس بات کا بھی یقین ہو تو اس بات کا یقین کہاں سے آئے گا کہ حُسن خاتمہ تک دل اسی طرح رہے گا۔

تقدیر کا لکھا:

چنانچہ میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ الْجَنَّةِ خَمْسِيْنَ سَنَةً حَتّٰى لَا يَبْقٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ اِلَّا شِبْرٌ

وفی روایۃ اِلَّا قَدْرُ فُوَاقِ نَاقَةٍ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيُخْتَمُ لَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ

''بے شک ایک شخص پچاس سال تک جنتیوں والے اعمال کرتا ہے حتی کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے (اور ایک روایت میں ہے) مگر اونٹنی کی دو دھاروں کے درمیان والی مقدار باقی رہ جاتی ہے کہ اس پر تقدیر غالب آتی ہے تو اس کا خاتمہ جہنمیوں والے کام پر ہوتا ہے۔'' (صحیح مسلم جل ۲ ص ۳۳۴ کتاب القدر/ مسند امام احمد

بن حنبل جلد اول ص ۳۸۲ مرویات عبد اللہ)

اور ظاہر سی بات ہے کہ اونٹنی کے دودھ دوہنے کے دوران دو دھاروں کے درمیان کا وقفہ اتنا نہیں ہوتا کہ اس میں کوئی بہت بڑا عملِ گناہ کیا جاسکے البتہ اتنی دیر میں دل کا عمل ممکن ہے یعنی ہوسکتا ہے کہ بندہ موت کی سختی دیکھ کر اللہ ﷻ سے ملاقات کو ناپسند کرنے لگے اور اپنی پسندیدہ اشیاء سے جدائی کے ربانی فیصلے کو معاذ اللہ نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے اور یہی تغیرِ قلبی بُری موت کہلاتی ہے تو وہ اس سے کس طرح بے خوف ہوگا کہ کہیں موت کے وقت قلب کی ایمانی کیفیت نہ بدل جائے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مومن کی انتہائی غرض و غایت یہی ہے کہ اس کا خوف اور امید اعتدال پر ہوں عام لوگوں میں امید کا غلبہ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ دھوکہ کھا جاتے ہیں اور ان کو معرفت کم حاصل ہوتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باتوں کو ان لوگوں کے وصف میں جمع کیا جن کی تعریف کی گئی۔

ارشاد خداوندی ﷻ ہے:

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَّطَمَعًا

ترجمہ کنز الایمان: ''اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے''

(پارہ ۲۱، سورۃ السجدہ، آیت ۱۶)

اور اسی طرح ارشاد باری ﷻ ہے۔

وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَباً

ترجمہ کنز الایمان: ''اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے'' (پارہ ۱۷، سورۃ انبیاء، آیت ۹۰)

اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا شخص اس زمانے میں کہاں؟ اس زمانے میں تو جتنے لوگ موجود ہیں ان کے لئے زیادہ بہتر غلبۂ خوف ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ (خوف) ناامیدی، ترکِ عمل اور مغفرت کی امید ختم کرنے کا باعث نہ بنے کیونکہ اس صورت میں یہ خوف، عمل سے سستی کا سبب بن جائے گا۔ اور گناہوں میں انہماک کی دعوت دے گا یہ تو ناامیدی ہے خوف نہیں ہے خوف تو وہ ہے جو عمل کی ترغیب دے اور تمام خواہشات کو گدلا کردے نیز دل سے دنیا کی محبت کم کردے اور اس دھوکے والے گھر یعنی (دنیا) سے دور رہنے کی دعوت دے ایسا خوف پسندیدہ ہے۔

چنانچہ حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت محض خوف سے کرتا ہے وہ فکرات کے سمندروں میں غرق ہوجاتا ہے اور جو شخص اس کی عبادت محض امید سے کرتا ہے وہ دھوکے کے جنگل میں

بھٹکتا رہے گا اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت خوف اور امید دونوں کے ساتھ کرتا ہے وہ ذکر کے راستے میں سیدھا چلے گا۔

اسی طرح حضرت سیدنا مکحول دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت محض خوف کی وجہ سے کرتا ہے وہ حروری (خارجی) ہے اور جو امید کے ساتھ عبادت کرتا ہے وہ مرجی ہے (یہ وہ گمراہ فرقہ ہے جن کے خیال میں مومن جہنم میں نہیں جائے گا چاہے وہ برے اعمال کرے) اور جو محض محبت کی وجہ سے عبادت کرتا ہے وہ زندیق (بے دین) ہے اور جو شخص خوف، امید اور محبت (تینوں باتوں) کے پیش نظر عبادت کرتا ہے وہ مُوَحِّد (یعنی اللہ عزّ وجل کو ایک ماننے والا) ہے۔

تو ان تینوں امور کا جمع ہونا ضروری ہے اور غلبۂ خوف زیادہ بہتر ہے لیکن موت سے پہلے پہلے جبکہ موت کے وقت زیادہ بہتر امید اور حُسنِ ظن کا غلبہ ہے کیونکہ خوف اس کوڑے کے قائم مقام ہے جو عمل پر ابھارتا ہے اور اب موت کے وقت عمل کا وقت ختم ہو گیا کیونکہ موت کا سامنا کرنے والا عمل پر قادر نہیں ہوتا چنانچہ اب اسکی بھی حاجت نہیں کیونکہ اس وقت اگر خوف کرے گا تو اس کی زیادہ دل شکنی ہونے کا امکان ہے جبکہ امید دل کو مضبوط کرتی ہے اور اسے اُس رب سے محبت دلاتی ہے جس سے امید باندھی ہے۔

تم کیوں کڑھتے ہو رضا ہنستے اٹھو
جب غفار ہے کیا ہونا ہے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کسی آدمی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ دنیا سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے بغیر جائے بلکہ ضروری ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات محبوب ہو کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات چاہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے اور امید کے ساتھ محبت کا بڑا گہرا تعلق ہے کہ جس کے کرم کی امید ہو وہ محبوب ہوتا ہے اور تمام علوم و اعمال کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے اور معرفت سے محبت پیدا ہوتی ہے کیونکہ اسی کی طرف جانا ہے اور موت کے ذریعے اسی کی طرف بڑھنا ہے اور جو آدمی اپنے محبوب کی طرف جاتا ہے اس کا سرور بقدر محبت بڑھتا ہے اور جو شخص اپنے محبوب سے جدا ہو جائے اس کی تکلیف اور سختی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

خراب حال کیا دل کو پُر مَلال کیا
تمھارے کوچے سے رخصت کیا کمال کیا

جنت کیا ہے:

پس جب موت کے وقت دل پر اللہ عزّوجلّ سے ملاقات کے شوق پر اہل و عیال، مال، مکان، زمین، دوستوں اور ساتھیوں

کی محبت غالب ہو تو اس شخص کا مرکزِ محبت دنیا ہو گا چنانچہ دنیا اس کی جنت ہے کیونکہ جنت اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں تمام محبوب جمع ہوں پس اس کی موت جنت سے نکلنا اور اس کے اور اس کی خواہشات کے درمیان رکاوٹ کا نام ہے اور ایسے آدمی کا حال مخفی نہیں ہے۔

البتہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ، اس کے ذکر، معرفت اور فکر کے سوا کوئی محبوب نہ ہو تو یہ دنیا اس کیلئے قید خانہ ہے کیونکہ قید خانہ وہ ہوتا ہے جو قیدی کو اس کی محبوب چیزوں کے حصول میں مانع ہو پس اس کی موت محبوب کی طرف جانا اور قید خانے سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے اور جو شخص قید خانے سے آزاد ہو جائے اور اس کے اور اس کے محبوب کے درمیان تخلیہ ہو اور کسی قسم کی رکاوٹ اور خرابی باقی نہ رہے اس کا حال بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ تو ایسا شخص جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو موت کے بعد سب سے پہلے یہی فائدہ حاصل کرتا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے تیار کر رکھا ہے وہ اس کے علاوہ ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے پیدا کیا جو دینوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اس پر راضی اور مطمئن ہوتے ہیں ان کے لئے سزا، زنجیریں اور بیڑیاں پیدا کیں اور طرح طرح کی ذلت الگ ہے، ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں حالت اسلام میں عافیت کے ساتھ موت دے اور نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے۔

اور اس دعا کی قبولیت کی طمع اسی وقت ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کی جائے اور محبتِ خداوندی کے حصول کے لئے اس کے غیر کی محبت کو دل سے نکالنا اور اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے یعنی جاہ و مرتبہ، مال اور وطن وغیرہ سب سے قلبی قطع تعلق کرنا ضروری ہے۔ زیادہ مناسب یہی ہے کہ ہم وہی دعا مانگیں جو تاجدارِ انبیاء نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مانگی۔

آپ ﷺ نے یوں دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّکَ وَحُبَّ مَا یُقَرِّبُنِي اِلیٰ حُبِّكَ وَاجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

ترجمہ: ''یا اللہ ﷻ! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور ان کی بھی جو تجھ سے محبت کرتے ہیں، اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے اور اپنی محبت کو میرے نزدیک (سخت پیاس کے وقت) ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے''

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۹۱ باب جامع الدعا)

عین موت کے وقت:

غرض یہ ہے کہ موت کے وقت امید' زیادہ بہتر ہے کیونکہ وہ محبت کو زیادہ اُبھارنے والی ہے اور موت سے پہلے غلبۂ خوف زیادہ بہتر ہے کیونکہ وہ خواہشات کی آگ کو زیادہ جلانے والا اور دل سے دنیا کی محبت کو زیادہ ختم کرنے والا ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدُکُمْ اِلَّا وَیُحْسِنُ الظَّنَّ بِرَبِّہٖ

ترجمہ:''تم میں سے کوئی شخص ہرگز نہ مرے مگر وہ اپنے رب کے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہو'' (صحیح مسلم جلد۲ص ۳۸۷ کتاب الجنۃ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا (حدیث شریف میں ہے)

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَاشَاءَ

ترجمہ:''میں اپنے بندے کی امید کے قریب ہوں۔تو اب جیسی چاہے مجھ سے امید رکھے'' (مسند امام احمد بن حنبل جلد۲ص ۳۱۵ مرویات ابی ہریرہ)

جب حضرت سیدنا سلیمان تیمی رحمہ اللہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے میرے بیٹے! مجھ سے رخصتوں کا بیان کرو اور امید یاد دلاؤ تا کہ میں اللہ تعالیٰ سے حُسن ظن کے ساتھ ملاقات کروں۔

جنت کا طالب:

اسی طرح جب حضرت سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کا وقت ہوا اور ان کا جزع فزع زیادہ ہوا تو انہوں نے اپنے اردگرد علماء کو جمع کیا جو ان کو رحمت کی امید دلاتے تھے......حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے وصال کے وقت اپنے بیٹے سے فرمایا مجھے وہ احادیث یاد دلاؤ جن میں امید اور حُسن ظن کا ذکر ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ان تمام باتوں کا مقصود یہ ہے کہ بندے کو چاہیئے کہ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کے دلوں میں میری محبت ڈال دیں انہوں نے پوچھا کس طرح؟ فرمایا ان کو میری نعمتیں اور نوازشات یاد دلائیں۔تو انتہائی سعادت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی محبت میں دنیا سے رخصت ہو اور محبت کا حصول معرفت اور دل سے دنیا کی محبت کو نکالنے کے بعد ہی ہوتا ہے حتی کہ اس کے نزدیک تمام دنیا اس قید خانے کی طرح ہو جائے جو محبوب کے راستے میں رکاوٹ ہے یہی وجہ ہے کہ بعض صالحین رحمھم اللہ نے

حضرت سیدنا ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ کوخواب میں اڑتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ''اب وہ رخصت ہوگئے'' صبح ہوئی تو ان کے بارے میں معلوم کیا بتایا گیا کہ وہ گزشتہ رات انتقال فرما گئے ہیں۔

{فصل ٦}

حالت خوف میں کیا علاج کیا جائے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا امام غزالی علیہ الرحمۃ اس فصل میں خوف کے علاج کے بارے میں کچھ ارشاد فرمارہے ہیں جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

دراصل اللہ عزوجل کی عبادت پر استقامت کیلیئے بندے میں صبر کی صفت کا ہونا بے حد ضروری ہے تا کہ اس سلسلے میں آنے والی مشقتوں کو برداشت کر سکے اور صبر اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب خوف اور اُمید حاصل ہوں کیونکہ دین کا پہلا مقام یقین ہے جو اللہ تعالیٰ آخرت، جنت اور دوزخ پر ایمان کی قوت کا نام ہے اور یہ یقین لازمی طور پر جہنم سے خوف اور جنت کی امید کو ابھارتا ہے اور امید اور خوف صبر کرنے پر مدد دیتے ہیں کیونکہ جنت ناپسندیدہ امور سے ڈھانپی گئی ہے اور اس کی راہ میں آنے والی مصیبتوں کو اٹھانے پر صبر، امید کی قوت کے بغیر نہیں ہوسکتا اور جہنم خواہشات کے ساتھ ڈہانپی گئی اور ان شہوات کے قلع قمع کے لئے قوتِ خوف کی ضرورت ہے۔

اسی لئے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا جو شخص جنت کا شوق رکھتا ہو وہ خواہشات سے نکل جائے اور جو جہنم سے ڈرتا ہو وہ حرام کاموں سے باز رہے۔

پھر خوف اور امید سے حاصل ہونے والا صبر مقامِ مجاہدہ، ذکر خداوندی کے لئے گوشہ نشینی اور مراقبہ تک پہنچتا ہے اور دائمی ذکر اُنس پیدا کرتا ہے جب کہ دائمی فکر کمالِ معرفت تک لے جاتا ہے اور کمال معرفت اور اُنس محبت تک لے جاتے ہیں پھر محبت کے بعد مقام رضا وتوکل بلکہ تمام مقامات ہیں تو منازلِ دین کو طے کرنے میں اسی ترتیب کو سامنے رکھا جائے اور اصل یقین (ایمان) کے بعد خوف اور امید کے سوا کوئی مقام نہیں۔

اور ان دونوں کے بعد صبر کے علاوہ کوئی مقام نہیں اور اسی سے مجاہدہ اور ظاہری و باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کے لئے تنہائی نصیب ہوتی ہے اور جس کے لئے راستہ کھل جائے اس کے لئے مجاہدہ کے بعد صرف ہدایت اور معرفت ہے اور معرفت کے بعد صرف محبت اور اُنس کا مقام اور محبت کی ضرورت ہے کہ محبّ محبوب کے فعل پر راضی ہو اور اس کی عنایت پر یقین رکھے تو ہم نے جو کچھ صبر کے سلسلے میں (احیاء العلوم) میں جو کچھ لکھا ہے وہ کافی ہے لیکن ہم خوف کے سلسلے میں مستقل طور پر ایک

اجمالی گفتگو کرنا چاہتے ہیں چنانچہ ہم کہتے ہیں۔

حصولِ خوف کے دو طریقے بصیرت اور تقلید:

خوف دو مختلف طریقوں سے حاصل ہوتا ہے ان میں سے ایک' دوسرے سے اعلیٰ ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب گھر میں کوئی بچہ ہو اور اس کے پاس کوئی درندہ یا سانپ آ جائے تو بعض اوقات وہ نہیں ڈرتا اور بعض دفعہ وہ سانپ کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تا کہ اسے پکڑ کر اس سے کھیلے لیکن جب اس کے ساتھ اس کا باپ بھی ہو اور وہ عقل مند ہو تو وہ سانپ سے ڈر کر بھاگنے کی کوشش کرتا ہے اور جب بچہ اپنے باپ کو دیکھتا ہے کہ اس کے جسم پر لرزہ طاری ہے اور وہ بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے تو وہ بھی اس کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے اور اس پر بھی خوف غالب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ بھاگنے میں باپ کی پیروی کرتا ہے تو باپ کا خوف بصیرت اور سانپ کی صفت کو جاننے کی وجہ سے ہے کہ اس میں زہر ہے اور اس کی فلاں خاصیت ہے' درندے کا غلبہ' اس کی پکڑ اور پرواہ نہ کرنا وغیرہ سب باتیں سامنے ہوتی ہیں۔

لیکن بیٹے کا خوف محض تقلید کی بنیاد پر ہے کیونکہ وہ باپ کے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ باپ کے خوف کا کوئی نہ کوئی سبب ہے جو ذاتی طور پر ڈرانے والا ہے پس اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ درندے سے ڈرنا چاہئے لیکن بچے کو اس کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ تعالیٰ سے خوف دو قسموں کا ہوتا ہے۔ (۱) اس کے عذاب سے خوف (۲) خود اس کی ذات سے خوف۔

نمبر (۲) قسم کا خوف علماءِ حق اور اربابِ قلوب رحمھم اللہ کا خوف ہے جو جانتے ہیں کہ اس کی صفات میں سے بعض صفات اس سے ہیبت اور خوف کا تقاضہ کرتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کے راز پر مطلع ہیں۔

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ

ترجمہ کنز الایمان: ''اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے'' (پارہ ۳' سورۃ آل عمران' آیت ۲۸)

اور ارشادِ خداوندی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ

ترجمہ کنز الایمان: ''اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے'' (پارہ ۴' سورۃ آل عمران' آیت ۱۰۲)

البتہ پہلا خوف عام مخلوق کا خوف ہے اور وہ جنت ودوزخ کے وجود نیز ان دونوں کی فرمانبرداری اور نافرمانی کا بدلہ ہونے پر ایمان لانے سے حاصل ہوتا ہے اور اس خوف کی کمزوری غفلت اور ایمان کی کمزوری کے باعث ہوتی ہے۔

اگر کوئی اس خوف کی کمزوری کو دور کرنا چاہے یعنی اپنے خوف کو بڑھانا چاہے تو غفلت کو تذکیر، وعظ اور روز قیامت کے ہولناک مناظر اور طرح طرح کے اُخروی عذاب میں ہمیشہ غور کرنے کے ذریعے دور کیا جاسکتا ہے نیز اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی طرف دیکھنے ان کی مجالس میں حاضر ہونے اور ان کے احوال کا مشاہدہ بھی غفلت کو دور کردیتا ہے (مثلاً دعوت اسلامی کے سنتوں بھرے مہکے مہکے مَدَنی ماحول میں خوفِ خدا عزوجل دلایا جاتا ہے) اور اگر مشاہدہ نہ ہو سکے تو سماع (ان کی باتیں سننا) بھی تاثیر سے خالی نہیں ہے۔

دوسرا خوف اعلیٰ ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے حوالے سے یعنی اس سے دوری اور حجاب کا خوف ہو اور اس کے قرب کی امید چنانچہ حضرت سیدنا ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فراق کے خوف کے وقت جہنم کا خوف ایک گہرے سمندر میں قطرے کی طرح ہے اور یہ علماء حق رضی اللہ عنہم کا خوف ہے۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی عزوجل ہے۔

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا

ترجمہ: کنز الایمان ''اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں'' (پارہ ۲۲، فاطر، آیت ۲۸)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس خوف سے عام مومنوں کو بھی حصہ ملتا ہے لیکن وہ محض تقلیدی ہوتا ہے جو اس بچے کے خوف کے مشابہ ہے جو اپنے باپ کو دیکھ کر سانپ سے ڈرتا ہے لہٰذا یہ کمزور بھی ہوسکتا ہے اور فوری طور پر زائل بھی...... حتیٰ کہ بعض اوقات بچہ جو باپ کو سانپ سے ڈرتا دیکھ کر خود بھی اس سے ڈرتا ہو جب کسی سپیرے کو دیکھتا ہے جو سانپ کو پکڑنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دیکھ کر دھوکہ کھا جاتا ہے لہٰذا اس کی تقلید میں سانپ کو پکڑنے کی جراءت بھی کرلیتا ہے کیونکہ اسکا خوف بصیرت پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ تقلید کا نتیجہ ہوتا ہے۔

لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرلیتا ہے تو وہ اس سے ضرور ڈرتا ہے پس حصول خوف کے لئے اس کے علاج کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے کوئی شخص درندے کو پہچانتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے چُنگل میں پھنسا ہوا دیکھتا ہے تو اس کے دل میں خوف ڈالنے کے لئے علاج کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اس سے لازماً ڈرتا ہے چاہے یا نہ چاہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ مجھ سے اس طرح ڈریں جس طرح ہلاک کرنے والے درندے سے ڈرتے ہیں اور ہلاک کرنے والے درندے سے خوف پیدا کرنے کے لئے کسی حیلے کی ضرورت

نہیں ہوتی صرف اس کی اور اس کے شکنجے میں آنے کی معرفت ضروری ہے کسی دوسرے حیلے کی حاجت نہیں ہے۔

چنانچہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے کہ وہ جو چاہے کرے اسے کوئی پرواہ نہیں جو چاہے فیصلہ کرے اسے کوئی خوف نہیں اس نے کسی سابقہ وسیلے کے بغیر فرشتوں کو اپنے قریب کیا اور کسی گزشتہ جرم کے بغیر شیطان کو اپنے آپ سے دور کر دیا بلکہ اس کی صفت تو وہی ہے جو (گذشتہ صفحات میں مذکور حدیث میں) بیان ہوئی اس نے فرمایا۔

''یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں اور یہ جہنم میں جائیں گے اور مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں۔''

چنانچہ پیارے آقا سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت آدم اور موسیٰ علیہما السلام دونوں نے اپنے رب کے ہاں ایک دوسرے سے اختلاف کیا تو حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے (ان کی دلیل غالب آ گئی) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ آدم علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور آپ علیہ السلام میں اپنی روح پھونکی فرشتوں سے آپ علیہ السلام کو سجدہ کرایا اور آپ علیہ السلام کو اپنی جنت میں ٹھہرایا پھر آپ علیہ السلام کی خطائے اجتہادی کے باعث لوگوں کو زمین پر اترنا پڑا۔

اسپر حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا آپ موسیٰ علیہ السلام ہیں آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام کے لئے منتخب فرمایا۔ اور آپ علیہ السلام کو تختیاں عطا فرمائیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا آپ علیہ السلام کو کلام کے لئے اپنے قریب کیا تو آپ علیہ السلام کا کیا خیال ہے اللہ تعالیٰ نے میری تخلیق سے کتنے سال پہلے تورات لکھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا چالیس سال، حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کیا آپ علیہ السلام نے اس میں لکھا ہوا پایا کہ آدم (علیہ السلام) سے خطائے (اجتہادی) ہوئی اور آپ علیہ السلام نے جو چاہا تھا حاصل نہ ہوا۔ انہوں نے فرمایا ہاں لکھا ہوا پایا ہے فرمایا کیا آپ مجھے اس عمل پر ملامت کر رہے ہیں جو میرے عمل کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا کہ میں وہ عمل کروں گا اور میری تخلیق سے چالیس سال پہلے لکھا۔ (صحیح بخاری جلد۲ ص ۱۱۱۹ کتاب التوحید)

تو میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جو شخص اس معاملے میں نورِ ہدایت سے سبب کو پہچان لے گا وہ ان خاص عارفین میں سے ہے جو تقدیر کے راز پر مطلع ہوتے ہیں اسمیں عام آدمی کو کلام کی مجال نہیں اور جو آدمی یہ بات سن کر ایمان لائے اور محض سُن کر تصدیق کرے وہ عام مومنوں میں سے ہے اور دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کو خوف حاصل ہوتا ہے کیونکہ ہر بندہ قبضۂ قدرت میں اس طرح ہوتا ہے جس طرح ایک کمزور بچہ درندے کے پنجے میں ہوتا ہے درندہ بعض اوقات اتفاقی طور پر غافل ہو کر اسے چھوڑ دیتا ہے اور کبھی اس پر حملہ کر کے اسے چیر پھاڑ دیتا ہے۔

البتہ ایک نکتے کی بات یہ ہے کہ جو شخص درندے کے پنجے میں پھنستا ہے اگر اس کی معرفت مکمل ہو تو وہ درندے سے نہیں ڈرتا کیونکہ درندہ بھی ایک ہستی کے سامنے مجبور ہے کہ اگر اس پر بھوک مسلط ہو تو وہ چیرتا پھاڑتا ہے اور اگر اس پر غفلت مسلط ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دیتا ہے اور یہ بھوک اور غفلت اسپر اسکا خالق مسلط کرتا ہے چنانچہ وہ شخص درندے کے خالق اور اس کی صفات کے خالق سے ڈرتا ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ کچھ اسطرح ارشاد فرماتے ہیں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کی مثال وہ خوف ہے جو درندے سے ہوتا ہے بلکہ جب پردہ ہٹتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ درندے سے خوف بعینہ اللہ تعالیٰ سے خوف ہے کیوں کہ درندے کے واسطے سے ہلاک کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے تو جان لو کہ آخرت کے درندے دنیا کے درندوں کی طرح ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ثواب وعذاب کے اسباب کو پیدا فرمایا اور ہر ایک کے لئے اس کا اہل پیدا کیا، جسے تقدیر اس کی طرف چلاتی ہے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا اور اس کے اہل لوگ پیدا کئے اور وہ اس کے اسباب کے لئے مسخر کئے گئے وہ چاہیں یا نہ، اور جہنم کو پیدا کر کے اس کے اہل پیدا کئے جو اس کے اسباب کے لئے مسخر کئے گئے وہ چاہیں یا نہ......

چنانچہ جب کوئی شخص اپنے آپ کو تقدیر کی موجوں میں غوطہ زن دیکھتا ہے تو اس پر لازماً خوف غالب آتا ہے۔ پس تقدیر کے اسرار کی پہچان رکھنے والوں کے لئے یہ مقامات خوف ہیں اور جس شخص کی کوتاہ نظری اسے حقیقت حال تک نہ پہنچنے دے اس کے لئے راستہ یہ ہے کہ وہ آیات وآثار سُن کر اپنا علاج کرے اور ڈرنے والے عارفین کے حالات اور اقوال کا مطالعہ کرے پھر ان کی عقلوں اور مرتبوں کا موازنہ عام دنیادار اور لمبی امیدوں کے شکار لوگوں کی عقلوں سے کرے اور فیصلہ کرے کہ کسکی پیروی اسکے لئے فائدہ مند ہے تو اسے یقین ہو جائے گا کہ ان لوگوں کی اقتدا زیادہ بہتر ہے کیونکہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء عظام اور علماء رضی اللہ عنہم ہیں اور جو لوگ بے خوف ہیں وہ فرعون جاہل اور غبی ہیں

نیز ہمارے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو پہلوں اور پچھلوں کے سردار ہیں۔(صحیح مسلم جلد۲ ص ۲۴۵ کتاب الفضائل)

اسکے باوجود۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ خوف کھانے والے تھے۔(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۱۸۱ مرویات عائشہ)

حتی کہ ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بچے کی نماز جنازہ پڑھا رہے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لئے دعا میں سنا گیا۔

اَللّٰھُمَّ قِهِ عَذَابَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ

ترجمہ: ''یا اللہ! اسے عذاب قبر سے اور عذاب جہنم سے بچا''

ایک دوسری روایت میں ہے آپ ﷺ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ اے بچے تجھے مبارک ہو تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے تو آپ ﷺ نے غضب فرمایا اور فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ وہ اس طرح ہے (یعنی اس بچے کا جنتی ہونا کوئی قطعی بات نہیں بلکہ رب عزوجل کے کرم پر موقوف ہے) اللہ کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں اور میں (اللہ عزوجل کے بتائے بغیر) نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا اور اس کے کچھ اہل پیدا کئے ان میں اضافہ اور کمی نہ ہوگی۔ (صحیح مسلم جلد۲ ص ۳۳۷ کتاب القدر)

لا ادری:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیث شریف میں ''لا ادری'' کے الفاظ آئے ہیں اور درایت کا معنی اندازے سے جاننا ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر محض اندازے سے نہیں جانتا علم کی نفی نہیں لہٰذا جو لوگ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے انجام کا علم نہ تھا وہ جاہل ہی نہیں بد بخت بھی ہیں جو آپ ﷺ کے مقام محمود کے بارے میں اس قسم کے عقیدے کے حامل ہیں اللہ تعالیٰ ایسے گمراہوں سے محفوظ رکھے آمین۔)

ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے پر بھی یہی بات فرمائی جو کہ مہاجرین اولین میں سے تھے جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ کی قسم میں عثمان کے بعد کسی کی پاکیزگی بیان نہیں کروں گی۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۱۶۶ کتاب الجنائز (نوٹ) یہ الفاظ ام خارجہ کے ہیں سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نہیں)

حضرت سیدنا محمد بن خولہ حنفیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی پاکیزگی بیان نہیں کروں گا بلکہ جس باپ نے مجھے جنا اس کی پاکیزگی بھی نہیں بیان کروں گا۔

قفلِ مدینہ:

ایک دوسری حدیث میں مروی ہے اصحاب صفہ رضی اللہ عنھم میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے ان کی ماں نے کہا تمہیں مبارک ہو تم جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہو تم نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی اور اس کے راستے میں شہید ہوئے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تمہیں کیا معلوم ہوسکتا ہے انہوں نے کوئی ایسی بات کہی ہو جو نفع بخش نہیں اور ایسی بات سے رُکے ہوں جو نقصان نہیں دیتی۔(جامع ترمذی ص ۳۳۶، ابواب الزھد)

ایک دوسری حدیث میں ہے ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیمار تھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے آپ ﷺ نے ایک عورت سے سنا وہ کہہ رہی تھی تمہیں جنت مبارک ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون عورت ہے جو اللہ تعالیٰ پر قسم کھاتی ہے بیمار نے کہا یہ میری ماں ہے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ ﷺ نے فرمایا (اے خاتون!) تمہیں کیا معلوم شاید فلاں نے بے مقصد گفتگو کی ہو اور ایسی چیز میں بخل کیا ہو جو اسے فائدہ نہیں دیتی۔(تاریخ بغداد جل۴ ص ۲۷۳ ترجمہ ۲۰۲۳)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَاَخَوَاتُهَا سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ وَاِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ

ترجمہ: ''مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں یعنی سورۂ واقعہ، اذا الشّمس کورت اور ''عم یتسالون'' نے بوڑھا کردیا'' (جامع ترمذی ص ۵۷۱، ابواب الشمائل)

علماء رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ سورۂ ہود میں رحمت سے دور کرنے کا ذکر ہے۔

جیسے ارشاد خداوندی عزوجل ہے۔

اَلَا بُعْدًا لِعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ

ترجمہ: کنزالایمان ''ارے دور ہو عاد ہود کی قوم'' (پارہ ۱۲، سورۂ ہود آیت ۶۰)

اور فرمایا۔

اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ

ترجمہ: کنزالایمان ''ارے لعنت ہو ثمود پر'' (پارہ ۱۲، سورۂ ہود ۶۸)

اور ارشاد فرمایا۔

اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ

ترجمہ: کنزالایمان ''ارے دور ہو مدین جیسے دور ہوئے ثمود'' (پارہ ۱۲، سورۂ ہود، ۹۵)

اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اس لئے کہ

اگراللہ تعالیٰ چاہےتو ہرنفس کو ہدایت دے دے یعنی سب کوفرشتوں کی طرح بنادےلیکن اس نے اپنی مشیّت سے بندوں کو بااختیار بنایا۔

اورسورۂ واقعہ میں ہے۔

لَيۡسَ لِوَقۡعَتِهَا كَاذِبَةٌ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ

ترجمہ: کنزالایمان''اس وقت اس کے ہونے میں کسی کوانکار کی گنجائش نہ ہوگی کسی کو پست کرنے والی کسی کو بلندی دینے والی''(پارہ۲۷'سورۂ واقعہ۲،۳)

یعنی جو کچھ ہونے والا ہے اسے لکھ کرقلم خشک ہوگیاحتی کہ واقعہ(قیامت)آ گئی یعنی وہ ان لوگوں کو پست کرنے والی ہے جودنیامیں بلند کئے گئے تھےاورجن لوگوں کودنیامیں پست کیا گیاتھاان کواٹھانے والی ہے۔

اورسورۂ تکویرمیں قیامت کی ہولنا کی اورخاتمہ کے انکشاف کا بیان ہےاوروہ ارشادخداوندی ہے۔

وَاِذَا الۡجَحِيۡمُ سُعِّرَتۡ وَاِذَا الۡجَنَّةُ اُزۡلِفَتۡ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّا اَحۡضَرَتۡ

ترجمہ: کنزالایمان''اورجب جہنم بھڑکایاجائےاورجنت پاس لائی جائے ہرجان کومعلوم ہوجائے گا جوحاضرلائی''
(پارہ۳۰'سوۂ تکویر'آیت۱۲تا۱۴)

اورسورۃ''عَمَّ یتسآ لون''میں ہے۔

يَوۡمَ يَنۡظُرُ الۡمَرۡءُ مَاقَدَّمَتۡ يَدَاهُ

ترجمہ: کنزالایمان''جس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا''(پ۳۰'سورۂ النباء'۴۰)

اورارشادباری تعالیٰ ہے۔

لَا يَتَكَلَّمُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا

ترجمہ: کنزالایمان''کوئی نہ بول سکے گامگر جسے رحمٰن نے اذن دیااوراس نے ٹھیک بات کہی''(پ۳۰'النباء'۳۸)

چارشرائط:

میٹھے میٹھےاسلامی بھائیو! قرآن پاک میں اول سے آخرتک ڈرسنانے والی آیات ہیں لیکن اس شخص کے لئے جواسے غوروفکر سے پڑھےاوراگراس میں صرف یہی درج ذیل آیت ہوتی تو بھی کافی تھی کیونکہ مغفرت کو چارشرطوں سے مشروط کردیاگیا جن میں سے ہرایک شرط ایسی ہےجس سے بندہ عاجز ہے۔

وہ آیت یہ ہے۔

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی

ترجمہ: کنز الایمان ''اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا'' (پارہ ۱۶، سورۂ طٰہٰ، آیت ۸۲)

اور اس سے بھی زیادہ سخت اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ۔ (پ۲۰، قصص، ۶۷)

ترجمہ: کنز الایمان ''تو وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا قریب ہے کہ وہ راہ یاب ہو''

اور ارشاد خداوندی ہے۔

لِیَسْئَلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ

ترجمہ: کنز الایمان ''تاکہ سچوں سے ان کے سچ کا سوال کرے'' (پارہ ۲۱، سورۂ احزاب، آیت ۸)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

سَنَفْرُغُ لَکُمْ اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ (پارہ ۲۷، سورۂ رحمٰن، آیت ۳۱)

ترجمہ: کنز الایمان ''جلد سب کام نبٹا کر ہم تمہارے حساب کا قصد فرماتے ہیں اے دونوں بھاری گروہ''

یعنی عنقریب ہم تمہاری طرف توجہ فرمائیں گے اے جن وانس۔

اور ارشاد فرمایا۔

اَفَاَمِنُوْا مَکْرَ اللهِ

ترجمہ: کنز الایمان ''کیا اللہ کی خفی تدبیر سے بے خبر ہیں'' (پارہ ۹، سورۂ اعراف، آیت ۹۹)

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَکَذٰلِکَ اَخْذُ رَبِّکَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰی وَهِیَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ

ترجمہ: کنز الایمان ''اور ایسی ہی پکڑ ہے تیرے رب کی جب بستیوں کو پکڑتا ہے ان کے ظلم پر بے شک اس کی پکڑ دردناک کرّی ہے'' (پارہ ۱۲، سورۂ ہود، آیت ۱۰۲)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا

ترجمہ: کنزالایمان ''جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر'' (پ ۱۶' مریم' ۸۵)

اور ارشاد خداوندی ہے:

وَاِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُھَا

ترجمہ: کنزالایمان ''اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو'' (پارہ ۱۶' سورۂ مریم' آیت ۷۱)

اور فرمایا۔

اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ

ترجمہ: کنزالایمان ''جو جی میں آئے کرو'' (پارہ ۲۴' سورۂ فصلت (کو حم سجدہ بھی کہتے ہیں) آیت ۴۰)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ حَرۡثَ الۡاٰخِرَۃِ نَزِدۡ لَہٗ فِی حَرۡثِہٖ

ترجمہ: کنزالایمان ''جو شخص آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی بڑھائیں'' (پارہ ۲۵' سورۂ شوریٰ' آیت ۲۰)

اور ارشاد فرمایا۔

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ' وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ

ترجمہ: کنزالایمان ''تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اُسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اُسے دیکھے گا'' (پارہ' ۳۰ سورۂ زلزال' آیت ۷ تا ۸)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَقَدِمۡنَا اِلٰی مَاعَمِلُوۡا مِنۡ عَمَلٍ فَجَعَلۡنٰہُ ھَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا۔

ترجمہ: کنزالایمان ''اور جو کچھ انہوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کردیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں'' (پارہ ۱۹' سورۂ فرقان' آیت ۲۳)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَالۡعَصۡرِ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ

ترجمہ: کنزالایمان ''اس زمانہ محبوب کی قسم بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور

ایک دوسرے کوحق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کوصبر کی وصیت کی'' (پارہ ۳۰' سورۃ العصرا تا ۳)

تو یہ چار (ایمان' اعمال صالحہ' حق کی تلقین اور صبر کی تلقین) شرائط ہیں جن کی وجہ سے انسان نقصان سے بچ سکتا ہے۔

مقربین کا خوف:

انبیاء کرام علیہم السلام باوجود اس کے کہ ان پر نعمتوں کا فیضان ہوا' خوف رکھتے تھے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں حتی کہ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام دونوں رونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تم دونوں کیوں روتے ہو۔ میں نے تم دونوں کو امن عطا کیا ہے انہوں نے عرض کیا یا اللہ! تیری خفیہ تدبیر سے کون بے خوف ہوسکتا ہے۔

چونکہ ان دونوں کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ تمام غیبوں کو جاننے والا ہے اور انہیں (اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر) امور کی حقیقت سے آگاہی نہیں ہوسکتی تو وہ اس بات سے بے خوف نہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ میں نے تم دونوں کو امن دیا شاید ان کے لئے ابتلاء وآزمائش کے طور پر ہو اور ان کے لئے خفیہ تدبیر ہو حتی کہ اگر ان کا خوف ٹھہر جائے تو ظاہر ہوجائے کہ وہ خفیہ تدبیر خداوندی سے بے خوف ہیں اور انہوں نے اپنی بات کو پورا نہیں کیا۔

جس طرح حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق میں رکھا گیا تو انہوں نے فرمایا ''حَسْبِیَ اللہ'' (اللہ تعالیٰ مجھے کافی ہے) اور یہ بہت بڑی بڑی دعاؤں میں سے ایک دعا تھی پس آپ کا امتحان لیا گیا اور ہوا میں حضرت سیدنا ابراھیم علیہ السلام کے سامنے فرشتہ پیش کیا گیا جس نے کہا کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ فرمایا تم سے کوئی حاجت نہیں ہے' تو آپ علیہ السلام نے اپنے قول ''حسبی اللہ'' کے ساتھ اس طرح وفا کی اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی

ترجمہ: کنزالایمان ''اور ابراہیم کے جو احکام پورے بجالایا''

(پارہ ۲۷' سورۃ النجم' آیت ۳۷)

یعنی اپنے قول ''حسبی اللہ'' پر عمل کیا۔

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے بھی اسی قسم کی بات بتائی گئی ارشاد خداوندی ہے۔

قَالَا رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَا اَوْ اَنْ یَّطْغٰی قَالَ لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰی

ترجمہ: کنز الایمان ''دونوں نے عرض کیا اے ہمارے رب بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیاتی کرے یا شرارت سے پیش آئے فرمایا ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا'' (پارہ ۱۶' سورۂ طٰہٰ' آیت ۴۵'۴۶)

اور اس کے باوجود جب جادوگروں نے اپنے جادو کا مظاہرہ کیا تو حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہ تھے تو آپ علیہ السلام پر معاملہ مشتبہ ہو گیا حتی کہ دوبارہ آپ علیہ السلام کو امن کی خوشخبری دی گئی اور ارشاد فرمایا۔

لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی

ترجمہ: کنز الایمان ''ڈر نہیں بیشک تو ہی غالب ہے'' (پارہ ۱۶' سورۂ طٰہٰ آیت ۶۸)

سَیِّدُ الخائفین ﷺ:

اور جب بدر کے دن مسلمانوں کی شوکت کمزور پڑی تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ تَھْلَکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃُ لَمْ یَبْقَ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ اَحَدٌ یَعْبُدُکَ۔

ترجمہ: ''یا اللہ! اگر یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں رہے گا جو تیری عبادت کرے''

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اپنے رب سے مزید دعا نہ کریں وہ آپ سے کئے گئے وعدے کو پورا کرے گا۔ (صحیح جلد ۲ ص ۵۶۴ کتاب المغازی)

تو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین کا مقام تھا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرنے کے مقام پر تھے اور یہ زیادہ کامل ہے کیونکہ اس کا صدور اللہ تعالیٰ کے اسرار اور خفیہ امور نیز اس کی ان بعض صفات کے معانی کی کامل معرفت سے ہوتا ہے جن سے صادر ہونے والے بعض امور کو خفیہ تدبیر کہا جاتا ہے اور کسی انسان کے بس میں نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی گہرائی سے آگاہ ہو سکے۔

بہر حال جو شخص حقیقتِ معرفت کو جان لے اور اسے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ امور کی گہرائی کا احاطہ کرنے سے وہ عاجز ہے تو لامحالہ اس کا خوف زیادہ ہوتا ہے اسی لئے جب حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے کہا جائے گا۔

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ

ترجمہ: کنز الایمان ''کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنالو اللہ کے سوا عرض کرے گا پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ بات کہوں جو مجھے نہیں پہنچتی اگر میں نے ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے'' (پارہ ۷ سورۂ مائدۂ آیت ۱۱۶)

اور ارشاد فرمایا۔

اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ

ترجمہ: کنز الایمان ''اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا'' (پارہ ۷ سورۂ مائدۂ ۱۱۸)

تو آپ علیہ السلام نے اس معاملے کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سپرد کر دیا اور اپنے آپ کو درمیان سے مکمل طور پر باہر نکال دیا کیونکہ آپ علیہ السلام جانتے تھے کہ (بخشش اور عذاب میں سے) کوئی بات آپ علیہ السلام کے اختیار میں نہیں اور بے شک اُمور مشیتِ خداوندی سے اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ عقل سے ان کا کوئی تعلق نہیں لہٰذا ان پر قیاس اور وہم وگمان سے بھی کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا تحقیق اور یقین تو ایک طرف رہے۔

قیامت کبریٰ:

اسی بات نے عارفین کے دل توڑ دیئے کیونکہ قیامت کبریٰ یہ ہے کہ تمہارا معاملہ اس ذات کی مشیّت سے ملا ہوا ہے کہ اگر وہ تمہیں ہلاک کر دے تو اسے کوئی پرواہ نہیں اس نے تمہارے جیسے بے شمار لوگ ہلاک کر دیئے اور وہ ان کو دنیا میں طرح طرح کی تکلیفوں اور بیماریوں کے ذریعے مسلسل عذاب دے رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے دلوں میں کفر اور منافقت کی بیماری بھی ہے پھر وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے پھر ان کے بارے میں یوں خبر دی۔

وَلَوۡ شِئۡنَا لَاٰتَيۡنَا كُلَّ نَفۡسٍ هُدٰاهَا وَلٰكِنۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ مِنِّىۡ لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ

ترجمہ: کنز الایمان ''اور اگر ہم چاہتے ہر جان کو اس کی ہدایت فرماتے مگر میری بات قرار پاچکی کہ ضرور جہنم کو بھر دونگا ان جنوں اور آدمیوں سب سے'' (پارہ ۲۱ سورۂ سجدہ آیت ۱۳)

اور ارشاد خداوندی ہے:

وَتَمَّتۡ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ۔

ترجمہ: کنزالایمان ''اورتمہارے رب کی بات پوری ہوچکی کہ بیشک ضرور جہنم بھردونگا'' (پارہ۱۲'ہود'آیت ۱۱۹)

اعضاء پرازلی فیصلے کا اثر:

تو جوقول ازل میں ثابت ہو چکا ہے اس کا خوف کیسے نہ کیا جائے اب تو سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہیں اور بندہ صرف یہی کرسکتا ہے کہ اپنے بارے میں ہونے والے ازلی فیصلے کے اثرات کو اپنے اعضاء پر ظاہر ہونے والے اثر میں تلاش کرے۔ پس جس کے لئے اسباب شر آسان ہوجائیں اور وہ بندے اور نیکی کے درمیان حائل ہوجائیں اور دنیا کے ساتھ اس کا تعلق مضبوط ہوجائے گویا اس کے لئے حقیقتاً ازلی فیصلہ جو کہ راز تھا منکشف ہوگیا جو اس کی بدبختی کو ظاہر کررہا ہے۔

کیونکہ جس شخص کو جس کام کے لئے پیدا کیا گیا وہ کام اس کے لئے آسان کردیا گیا اور اگر ہر قسم کی نیکی آسان کردی گئی ہو اور دل مکمل طور پر دنیا سے قطع تعلق کر چکا ہو اور وہ ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو تو یہ بات تخفیفِ خوف کا تقاضا کرتی ہے لیکن ایک ہی حال پر جمار ہنا مشکل ہے اور خاتمے کا خطرہ خوف کی آگ کو شعلہ زن کرتا ہے اور اسے بجھانا ممکن نہیں اور حال کی تبدیلی سے بے خوفی کیسے ہوسکتی ہے جب کہ مومن کا دل رحمٰن عزوجل کی دو انگلیوں کے درمیان ہے (کنٹرول میں ہے) اور دل تو ہنڈیا کے جوش مارنے سے بھی زیادہ الٹ پلٹ ہوتا ہے اور دلوں کو پھیرنے والے نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَامُوْنٍ۔

بے شک ان کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں۔ (پ۲۹، سورۃ المعارج، ۲۸)

چنانچہ میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! وہ شخص زیادہ جاہل ہے جو اس سے بے خوف ہو حالانکہ وہ قہار عزوجل بے خوفی سے پرہیز کا اعلان کررہا ہے اگر اللہ تعالیٰ اپنے عارف بندوں پر مہربانی کرتے ہوئے رُوحِ امید کے ساتھ ان کے دلوں کو راحت نہ پہنچاتا تو خوف کی آگ سے ان کے دل جل جاتے پس امید کے اسباب اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے لئے رحمت ہیں اور غفلت کے اسباب ایک اعتبار سے عام لوگوں کے لئے رحمت ہیں اس لئے کہ اگر پردہ اٹھ جائے تو جان نکل جائے اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کسی عارف کا قول ہے کہ جس شخص کو میں پچاس سال سے توحید پر جانتا ہوں اگر اس کے اور میرے درمیان ایک ستون حائل ہوجائے اور اس دوران وہ مرجائے تو میں اس کے عقیدۂ توحید کے بارے میں قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا کیوں کہ مجھے معلوم نہیں کہ اس کی حالت میں شاید کوئی تبدیلی آئی ہو۔

ایک اور بزرگ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اگر شہادت گھر کے دروازے پر ملے اور اسلام پر موت حجرے (اپنے کمرے) کے دروازے پر ہو تو میں اسلام پر موت کو ترجیح دوں گا کیونکہ مجھے معلوم نہیں کہ حجرے کے دروازے اور حویلی کے دروازے کے درمیان میرے دل کی کیا کیفیت ہو جائے۔

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص موت کے وقت ایمان کے سلب ہو جانے سے بے خوف ہو اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ اور حضرت سیدنا سہل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں صدیقین کا خوف یہ ہے کہ وہ ہر خطرے اور ہر حرکت کے وقت برے خاتمے سے ڈرتے ہیں اور انہی لوگوں کا وصف اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا۔

وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ ۔ (سورۂ مومنون آیت ۶۰)

ترجمہ کنزالایمان: اور ان کے دل ڈر رہے ہوتے ہیں۔ (پ ۱۸، سورہ مومنون، ۶۰)

جب حضرت سیدنا سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے رونا اور چیخنا شروع کر دیا ان سے کہا گیا کہ اے ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ! آپ کو اللہ تعالیٰ پر امید رکھنی چاہئے بے شک اللہ تعالیٰ سے امید آپ رضی اللہ عنہ کے گناہوں سے بھی بڑی ہے انہوں نے فرمایا کیا میں اپنے گناہوں پر روتا ہوں؟ اگر مجھے معلوم ہو کہ میری موت عقیدۂ توحید پر آئے گی تو مجھے کوئی پرواہ نہیں اگرچہ میں پہاڑوں کے برابر گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں۔

بادام اور شکر:

خوف کھانے والے کسی بزرگ رحمہ اللہ کے بارے میں بیان کیا گیا کہ انہوں نے اپنے ایک بھائی کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ جب میری وفات ہو جائے تو تم میرے سرہانے بیٹھ جانا اگر تم دیکھو کہ میری رُوح توحید پر پرواز کر گئی تو میرا تمام مال لے کر اس سے بادام اور شکر لے کر شہر کے بچوں میں تقسیم کر دینا اور کہنا کہ یہ قید سے چھوٹنے والے فلاں شخص کی طرف سے شیرینی ہے اور اگر میں توحید پر نہ مروں تو لوگوں کو بتا دینا تاکہ وہ دھوکے سے میرے جنازے میں شریک نہ ہوں اور وہی شخص جنازے میں آئے جو بصیرت کے ساتھ آنا چاہے اور مجھے وفات کے بعد ریاکاری لاحق نہ ہو اس نے پوچھا توحید کی علامت کیا ہوگی؟ ان بزرگ رحمہ اللہ نے اسے ایک علامت بتائی چنانچہ اس شخص نے ان کی وفات کے وقت وہ علامت دیکھی اور شکر اور بادام خرید کر تقسیم کئے۔

کفر کا خوف:

اسی طرح حضرت سیدنا سہیل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مرید کو گناہوں میں مبتلا ہونے کا ڈر رہتا ہے جب کہ عارف کو

کفر میں ابتلاء کا خوف ہوتا ہے اور حضرت سیدنا ابو یزید رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے جب میں مسجد کی طرف جاتا ہوں تو گویا میری کمر میں زنّار ہوتا ہے اور مجھے ڈر ہوتا کہ کہیں وہ مجھے گرجے اور آتش پرستی کی جگہ نہ لے جائے یہاں تک کہ جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو زنّار مجھ سے کٹ جاتا ہے میرے ساتھ یہ عمل روزانہ پانچ مرتبہ ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا اے حواریوں کے گروہ! تمہیں گناہوں کا ڈر ہوتا ہے اور ہم گروہ انبیاء کو (خفیہ تدبیر کی وجہ سے) کفر کا خوف ہوتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات میں مروی ہے کہ ایک نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھوک کے بارے میں کچھ عرض کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی اے میرے بندے! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہارے دل کو کفر سے بچالوں اور تم مجھ سے دنیا کا سوال کرتے ہو چنانچہ انہوں نے مٹی لے کر اپنے سر پر ڈالی اور عرض کیا ہاں میرے رب میں راضی ہوں کہ تو مجھے کفر سے بچائے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عارفین قدموں کی مضبوطی اور قوتِ ایمان کے باوجود برے خاتمے سے ڈرتے تھے تو کمزور لوگوں کو اس (برے خاتمے) کا خوف کیوں نہیں ہوگا۔

برے خاتمے کے اسباب:

اور برے خاتمے کے کچھ اسباب ہیں جو موت سے پہلے ہوتے ہیں جیسے بدعت، منافقت اور تمام بری صفات۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم منافقت سے بہت زیادہ ڈرتے تھے حتیٰ کہ حضرت سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر مجھے علم ہو کہ میں منافقت سے پاک رہوں گا تو یہ بات مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے انہوں نے منافقت سے وہ منافقت مراد نہیں لی جو اصل ایمان کے خلاف ہے بلکہ وہ منافقت مراد ہے جو ایمان کے ساتھ جمع ہوتی ہے یعنی نفاق فی العمل پس وہ مسلمان ہوتا ہے اور منافق بھی۔ اور اس کی بہت سی علامات ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ خَالِصٌ وَاِنْ صَلّٰى وَصَامَ وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ وَاِنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ فَفِيْهِ شُعْبَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا مَنْ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا ائْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ (صحیح مسلم جلد اول ص ۵۶ کتاب الایمان)

چار باتیں ایسی ہیں کہ جس میں پائی جائیں وہ خالص منافق (عملی منافق) ہوتا ہے اگرچہ نماز پڑھے اور روزہ

رکھے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے اور اگر اس میں ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں منافقت کا ایک شعبہ پایا جاتا ہے حتی کہ اسے چھوڑ دے جو بات کرتے وقت جھوٹ بولے وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے اور جب جھگڑا ہو تو گالی گلوچ سے کام لیتا ہے۔

اور دوسری حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔

وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ۔

اور جب وعدہ کرتا ہے تو دھوکہ دیتا ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے منافقت کی مختلف تفاسیر کی ہیں صدیقین کے علاوہ دوسرے لوگوں میں ان میں سے کوئی نہ کوئی بات ضرور پائی جاتی ہے۔حضرت سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ظاہر و باطن کا اختلاف زبان اور دل کا اختلاف' دخول وخروج کا اختلاف منافقت میں سے ہے اور ان باتوں سے کون خالی ہے بلکہ یہ کام لوگوں کے درمیان بطور عادت پختہ بن گئے ہیں۔اور ان کو مکمل طور پر کوئی بھی برا نہیں جانتا بلکہ یہ کام لوگوں میں زمانہ نبوت کے قریب ہی جاری ہو گئے تھے تو ہمارے زمانے کے بارے میں کیا گمان ہوگا؟ حتی کہ حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ زمانہ نبوت میں کوئی شخص ایک بات کہنے سے منافق مشہور ہو جاتا تھا لیکن آج میں وہی بات گیارہ مرتبہ سنتا ہوں۔(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۳۹ مرویات حذیفہ)

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان فرمایا کرتے تھے کہ تم بعض اعمال کو جانتے ہو جو تمہاری نگاہ میں بال سے زیادہ باریک اور معمولی ہیں لیکن ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ان باتوں کو گناہ کبیرہ میں سے سمجھتے تھے۔

نفاق کی بعض علامتیں:

بعض بزرگوں رحمہم اللہ نے فرمایا منافقت کی علامت یہ ہے کہ تم' لوگوں سے اس بات کو ناپسند کرو جس کا خود ارتکاب کرتے ہو اور تم ظلم میں سے کسی چیز کو پسند کرو اور حق میں سے کسی بات کو ناپسند کرو اور کہا گیا ہے کہ نفاق میں سے ایک بات یہ ہے کہ جب کسی آدمی کی تعریف اس بات پر کی جائے جو اس میں نہیں ہے تو وہ اس پر خوش ہو حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا کہ ہم ان امراء کے پاس جاتے ہیں تو ان کی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں اور جب ہم وہاں سے نکلتے ہیں تو ان کے بارے میں کلام کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہم ان باتوں کو منافقت خیال کرتے تھے۔(صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۰۶۱ کتاب الرقاق)

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک شخص کو حجاج بن یوسف کے خلاف باتیں کرتے ہوئے سنا تو پوچھا بتاؤ کیا حجاج کی موجودگی میں بھی تم ایسی گفتگو کرتے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ فرمایا ہم عہد رسالت علی صاحبہا الصلٰوۃ والسلام میں اس قسم کی باتوں کو منافقت سمجھتے تھے۔

اس سے بھی زیادہ سخت بات یہ ہے کہ کچھ لوگ حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر بیٹھ کر ان کا انتظار کر رہے تھے اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ باتیں بھی کرتے تھے جب آپ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے وہ لوگ خاموش ہو گئے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنی گفتگو جاری رکھو لیکن وہ خاموش رہے اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس قسم کے عمل کو ہم عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں منافقت شمار کرتے تھے۔

دل کی تبدیلیاں:

اور یہ حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منافقین اور اسباب نفاق کے علم کے ماہر تھے اور آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دل پر ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ وہ ایمان سے بھر جاتا ہے حتی کہ اس میں سوئی کے سوراخ جتنی جگہ بھی نفاق کے لئے نہیں رہتی اور اس پر ایک ساعت ایسی آتی ہے کہ وہ منافقت سے بھر جاتا ہے اور اس میں سوئی کے سوراخ جتنی جگہ بھی ایمان کے لئے باقی نہیں رہتی۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ عارفین کو برے خاتمے کا خوف ہوتا ہے اور اس کا سبب خاتمے سے پہلے پائے جانے والے کچھ اسباب ہوتے ہیں جن میں بدعت، گناہ اور منافقت شامل ہے اور ان باتوں سے کوئی شخص کب خالی ہو سکتا ہے اور اگر کوئی شخص یہ گمان کرتا ہے کہ وہ ان باتوں سے خالی ہے تو یہ بھی منافقت ہے کیونکہ کہا گیا ہے کہ جو شخص منافقت سے بے خوف ہو وہ بھی منافق ہے۔

جیسا کہ کسی شخص نے ایک عارف سے کہا کہ مجھے اپنے نفس پر منافقت کا خوف ہے انہوں نے فرمایا اگر تم منافق ہوتے تو تمہیں منافقت کا خوف نہ ہوتا تو عارف ہمیشہ اپنے بارے میں کئے گئے ازلی فیصلے اور خاتمے کی طرف متوجہ رہتا ہے کیونکہ اسے ان دونوں کا خوف ہوتا ہے۔

اسی لئے نبی اکرم، تاجدارِ عرب و عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ بَيْنَ مَخَافَتَيْنِ بَيْنَ اَجَلٍ قَدْ مَضَى لَا يَدْرِيْ مَا اللّٰهُ صَانِعٌ فِيْهِ وَبَيْنَ اَجَلٍ قَدْ بَقِيَ لَا يَدْرِيْ مَا اللّٰهُ مَاضٍ فِيْهِ فَوَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ مُسْتَعْتَبٍ وَلَا بَعْدَ الدُّنْيَا

مِنۡ دَارٍ اِلَّا الۡجَنَّۃُ اَوِ النَّارُ۔ (کتاب الزھد والرقائق ص۱۰۲ حدیث۳۰۴/ الفردوس بماثور الخطاب جلد۳ ص۹۳ حدیث۴۲۶۱)

بندۂ مومن دوخوفوں کے درمیان رہتا ہے اُس گھڑی کے بارے میں جس میں اللہ تعالیٰ نے اُس کے لئے نہ جانے کیا فیصلہ فرمایا اور اس وقت کے بارے میں کہ اُسے معلوم نہیں اللہ عزّوجلّ اُس کے بارے میں کیا فیصلہ فرمائے۔تو اُس ذات کی قسم کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔موت کے بعد کوئی عمل نہیں اور دنیا کے بعد جنت یا دوزخ کے سوا کہیں اور ٹھکانہ نہیں۔

{فصل نمبر ۷}

بُرے خاتمہ کا مفہوم

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس مقام پر امام غزالی علیہ الرحمۃ بُرے خاتمے کو سمجھانے کیلئے کچھ اس طرح رقم طراز ہیں۔
برے خاتمے کے دومرتبے ہیں ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا ہے۔

بڑا رتبہ:

بڑا اور پریشان کن رتبہ یہ ہے کہ موت کی سختیوں اور اس کی ہولناکیوں کے ظہور کے وقت شک یا انکار پایا جائے اور اسی انکار یا شک کے غلبہ کی حالت میں روح قبض ہو اور اس انکار کی وجہ سے جو دل پر غالب ہو گیا بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب پیدا ہو جاتا ہے اور یہ حجاب دائمی بُعد اور ہمیشہ کے عذاب کا باعث بن جاتا ہے۔

چھوٹا رتبہ:

برے خاتمہ کا دوسرا مرتبہ پہلے سے کم ہے اور وہ موت کے وقت دل پر امور دنیا میں سے کسی امر کی محبت یا کسی خواہش کا غالب آنا ہے اب یہ بات دل میں بیٹھ جاتی ہے اور اسے گھیر لیتی ہے حتی کہ اس حالت میں کسی دوسری چیز کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے اور اسی حالت میں روح پرواز کر جاتی ہے اب اس کے دل کا استغراق یوں ہوتا ہے کہ اس کا دل دنیا کی طرف جھکا ہوا ہوتا ہے اور اس کا رخ بھی ادھر ہی ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخ پھر جائے تو حجاب پیدا ہو جاتا ہے اور جب حجاب پیدا ہو تو عذاب نازل ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جلانے والی آگ انہی لوگوں کو پکڑتی ہے جو اس سے پردے میں ہوتے ہیں لیکن وہ مومن جس کا دل دنیا کی محبت سے محفوظ ہو اور اس کی تمام تر توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اس سے جہنم کی آگ

کہتی ہے اے مومن! دور ہو جا تیرے نور نے میری لپٹ کو بجھا دیا ہے۔

چنانچہ جب روح کا قبض ہونا ایسی حالت میں ہو کہ اس پر دنیا کی محبت غالب ہو تو معاملہ خطرناک ہوتا ہے کیونکہ آدمی اسی حالت پر مرتا ہے جس پر وہ زندہ تھا اور موت کے بعد دل میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی آنا ممکن نہیں کیونکہ دل بدلنا اعضاء کے عمل کے ذریعے ہوتا ہے اور جب موت کے ذریعے اعضاء ساکت ہوگئے تو اعمال بھی رک گئے لہٰذا اب کسی عمل کی گنجائش باقی نہیں اور دنیا میں واپسی کی بھی کوئی امید نہیں لہٰذا اس وقت بہت زیادہ حسرت ہوتی ہے۔

البتہ جب اصل ایمان اور اللہ تعالیٰ کی محبت ایک طویل مدت تک دل میں راسخ ہو چکی ہو اور اچھے اعمال کے ساتھ پکی ہوگئی ہو تو وہ موت کے وقت پیش آنے والی اس حالت کو مٹا دیتی ہے اگر اس کا ایمان ایک مثقال کے برابر بھی ہو تو وہ بھی اس کو جلد ہی آگ سے نکال دیتا ہے اور اگر اس سے کم ہو تو وہ جہنم میں زیادہ مدت تک ٹھہرتا ہے اور اگر دانے کے برابر بھی ہو تو وہ اسے ضرور بضرور جہنم سے نکالے گا اگرچہ کئی ہزار سال کے بعد ہو۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ نے ذکر کیا ہے اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ موت کے فوراً بعد آگ اس تک پہنچ جائے تو اسے قیامت تک مؤخر کرنے اور طویل عرصہ تک مہلت دینے کا کیا فائدہ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اُسے عذاب قبر دینے کیلئے اتنی مہلت دی جاتی ہے اور جو شخص عذاب قبر کا منکر ہے وہ بدعتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نور سے دور ہے بلکہ نورِ قرآن اور نورِ ایمان سے بھی دور ہے کیونکہ اصحابِ بصیرت کے نزدیک صحیح بات وہ ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

وہ یہ ہے۔

اَلْقَبْرُ اِمَّا حُفْرَةٌ مِنَ النَّارِ اَوْ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ

قبر یا تو جہنم کا ایک گڑھا ہے یا وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

(الترغیب والترہیب جلد۴ ص ۲۳۸ کتاب التوبہ)

جہنم کے ستر دروازے:

اور جس کو عذاب دیا جا رہا ہے اس کی قبر کی طرف جہنم کے ستر دروازے کھلتے ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے چنانچہ جونہی اس کی روح جدا ہوتی ہے اگر وہ برے خاتمہ کی وجہ سے بدبختی کا شکار ہو چکا ہو اس پر مصیبتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے اور مختلف اوقات میں مختلف قسم کا عذاب ہوتا ہے جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو منکر نکیر کے سوالات ہوتے ہیں۔ اس کے

بعد عذاب ہوتا ہے (جامع ترمذی ص ۲۷۳ ابواب الجنائز) پھر حساب کا مناقشہ ہے۔ (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۶۷ کتاب الرقاق) اور گواہوں کی ایک جماعت کے سامنے قیامت کے دن کی رُسوائی ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۶ مرویات ابن عمر) اس کے بعد پل صراط کا خطرہ ہے۔ (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۷۳ مرویات ابن عمر کتاب الرقاق) اور دوزخ کے فرشتوں کی مصیبت و سختی۔ (کنز العال جلد ۱۰ ص ۱۹۱ حدیث ۲۹۰۰۵) اور وہ تمام امور جو احادیث میں مذکور ہیں۔

تو بد بخت آدمی طرح طرح کے عذابوں میں رہتا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور تمہیں یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ محلِ ایمان یعنی دل کو تو مٹی کھا جاتی ہے بلکہ مٹی تمام ظاہری اعضاء کو کھا کر جدا جدا کر دیتی ہے یہاں تک کہ مقررہ وقت آ پہنچے تو تمام متفرق اجزاء جمع ہو جائیں گے اور ان کی طرف روح لوٹ آئے گی جو محل ایمان ہے اور یہ روح وقت موت سے لوٹنے تک موجود رہتی ہے یا تو ان سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہے جو عرش کے نیچے لٹک رہے ہیں اگر وہ نیک بخت ہے اور اگر بد بخت ہے تو اس کے خلاف کسی بری حالت میں ہوتی ہے، ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہاں ایک بہت ہی اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ برے خاتمے کی طرف لے جانے والے اسباب کون کون سے ہیں؟

اس کا جواب امام غزالی علیہ الرحمۃ کچھ اس طرح ارشاد فرماتے ہیں جان لو! ان امور کے اسباب کا احاطہ تفصیلی طور پر ممکن نہیں البتہ اجمالی طور پر اشارہ کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ جہاں تک شک اور انکار کی صورت میں خاتمے کا تعلق ہے تو اس کا سبب دو باتوں میں منحصر ہے۔ ایک وہ ہے جو مکمل پرہیزگاری اور اعمال کی درستگی کے باوجود متصور ہوتا ہے جیسے بدعتی زاہد اس کا خاتمہ بہت خطرے میں ہے اگرچہ اس کے اعمال اچھے ہوں......اس سے ہماری مراد کوئی خاص مذہب نہیں جسے بدعت قرار دیں کیونکہ اس کا بیان بہت طویل ہے بلکہ بدعت سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال میں خلافِ حق عقیدہ رکھنا ہے خواہ یہ عقیدہ اس کی اپنی رائے سے ہو یا کسی ایسے شخص کی پیروی میں عقیدہ بنائے جو خود گمراہ ہو ان سے اہلسنت و جماعت کے لوگ مراد نہیں بلکہ دیگر ایسے فرقے مراد ہیں جنکے عقائد کا بگاڑ حد کفر تک نہ پہنچا ہو ورنہ مرتدین میں شمار ہوتے۔

چنانچہ جب موت قریب آتی ہے اور ملک الموت علیہ السلام کی پیشانی اس کے سامنے ظاہر ہوتی ہے اور دل اپنے تمام خیالات سمیت بدلتا ہے تو بعض اوقات حالت سکرات موت میں اس کے سامنے اُس عقیدے کا جھوٹ ظاہر ہوتا ہے جسے اس نے جہالت کی وجہ سے اختیار کر رکھا تھا کیونکہ موت کی حالت پردہ اٹھنے کی حالت ہے اور اس وقت بعض امور واضح ہو جاتے ہیں پس جب اس کا وہ مخصوص عقیدہ باطل ہو جاتا ہے اور اس سے پہلے وہ اس پر یقین رکھتا اور اسے قطعی سمجھتا تھا تو وہ

یہ گمان نہیں کرتا کہ اس سے صرف خاص اس عقیدے میں خطا ہوئی ہے جس کا دارومدار اس کی فاسد رائے اور عقل ناقص پر تھا بلکہ اس کے خیال میں اس کے تمام عقائد بے اصل ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان نیز تمام عقائد صحیحہ اور فاسد عقیدے میں فرق نہیں کرتا پس بعض مبنی پر جہالت اعتقادات کا انکشاف ہونے پر بقیہ صحیح عقائد کا بھی انکار کر بیٹھتا ہے یا کم از کم اُس میں شک کرنے لگتا ہے۔

اب اگر ایسی حالت میں روح پرواز کرتی ہے اور وہ اصل ایمان کی طرف نہیں لوٹتا تو اس کا خاتمہ برا ہوتا ہے اور اس کی روح شرک پر نکلتی ہے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں اس ارشاد خداوندی سے یہی لوگ مراد ہیں۔

وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَالَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ۔ (سورۃ زمر ۴۷)

ترجمہ کنز الایمان: اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو انکے خیال میں نہ تھی۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا الَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔

ترجمہ کنز الایمان: ''تم فرماؤ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل کن کے ہیں ان کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہوگئی اور وہ اس خیال میں ہے کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔'' (پارہ ۱۶ الکھف آیت ۱۰۳)

اور جس طرح بعض اوقات نیند کی حالت میں مستقبل میں پیش آنے والے امور منکشف ہوتے ہیں کیونکہ اس وقت دل پر دنیاوی مشغولیت کا بوجھ کم ہوتا ہے اسی طرح سکراتِ موت کی حالت میں بعض امور واضح ہوتے ہیں کیونکہ دنیاوی مشاغل اور بدن کی خواہشات دل کو ملکوت کی طرف دیکھنے سے مانع تھیں لہٰذا اب وہ لوحِ محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے اس کا مطالعہ کرتا ہے تا کہ وہ امور اپنی اصل حقیقت کے ساتھ منکشف ہو جائیں تو اس قسم کی حالت کشف کا سبب بنتی ہے اور یہ کشف باقی اعتقادات میں شک کا سبب بنتا ہے۔

تو جو شخص تقلیدی طور پر یا رائے اور عقل کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات وافعال کے بارے میں خلافِ حقیقت اعتقاد رکھتا ہے اسے اس خطرے کا سامنا ہوتا ہے نیز زہد اور نیک اعمال اس خطرے کو دور کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں بلکہ اس سے نجات کے لئے سچے عقیدے کی ضرورت ہے۔

اور بھولے بھالے آدمی اس خطرے سے دور ہیں یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور آخرت پر مجمل لیکن مضبوط ایمان لائے جس طرح دیہاتی، جنگلوں میں رہنے والے اور عام لوگ جو بحث مباحثہ میں

نہیں پڑتے نہ علم کلام کا آغاز کرتے ہیں اور نہ ہی متکلمین کے مختلف اقوال کی تقلید میں ان کی باتوں پر کان دھرتے ہیں۔

اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَكْثَرُ اَهْلِ الْجَنَّةِ الْبُلَاءُ. (مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۷۹ کتاب الاعرب)

جنت میں جانے والے زیادہ لوگ سیدھے سادے ہوں گے۔

اسی لئے بزرگوں نے بحث ونظر اور کلام میں غور وخوض نیز ان امور میں تفتیش سے منع فرمایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اس سب پر ایمان لائیں اور بس اور جو کچھ ظاہر میں سمجھ آتا ہے اس پر بھی ایمان لائیں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں ہے۔

لوگوں کو تاویل میں غور وفکر کرنے سے روکا گیا ہے کیونکہ صفاتِ خداوندی ﷻ میں بحث کرنے سے بہت بڑے خطرے کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کی گھاٹیاں سخت اور راستے دشوار گزار ہیں اور عقلیں اللہ تعالیٰ کے جلال کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں اور چونکہ دل محبتِ دنیا پر پیدا کئے گئے ہیں اس لئے نور یقین سے ملنی والی ہدایت ان سے دور ہے اور جو کچھ بحث کرنے والے کہتے ہیں وہ ایک دوسرے کے خلاف ہے اور دل انہی باتوں کی طرف مائل ہوتے ہیں جو ابتدائے نشو ونما میں ان میں ڈالی جاتی ہیں اور مخلوق کے درمیان جو تعصّبات پھیلے ہوئے ہیں وہ موروثی عقائد کی مضبوط جڑیں ہیں یا اول اول مسلمانوں سے حسن ظن کے طور پر لئے گئے ہیں پھر طبیعتیں دنیا کی محبت میں مصروف ومشغول ہیں لہٰذا یہ مشغولیت ان کو مکمل طور پر سوچ وبچار کرنے نہیں دیتی۔

پس جب اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے سلسلے میں رائے اور عقل کے ساتھ علم کلام کا دروازہ کھلتا ہے اور طبیعتوں کا اختلاف بھی موجود ہے نیز ہر جاہل اس بات کی حرص رکھتا ہے کہ وہ کمال اور حق کی گہرائی کا احاطہ کرنے کا دعویٰ کرے تو جس کو جو سمجھ آتی ہے بول پڑتا ہے اور جو شخص جس بات کو سنتا ہے اسی کا معتقد ہو جاتا ہے اور ان کی باہمی الفت (شخصیت پرستی) کی وجہ سے یہ عقیدہ پکا ہو جاتا ہے اور اب نکلنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا سلامتی اسی میں ہے کہ لوگ اچھے اعمال میں مشغول ہوں اور جو کچھ ان کی طاقت کی حد سے باہر ہے اس کے پیچھے نہ پڑیں۔

لیکن افسوس اب تو لگام ڈھیلی پڑ گئی اور بیہودگی پھیل گئی اور ہر جاہل اس بات کی طرف اتر آیا جو ظن اور گمان کے اعتبار سے اس کی طبیعت کے موافق ہے اور وہ اسے ہی علم اور یقینی بات سمجھتا ہے اور اس کے خیال میں یہی خالص ایمان ہے اور اس کا گمان یہ ہے کہ یہ جو کچھ اندازے اور تخمینے سے کہا گیا ہے یہی علم الیقین اور عین الیقین ہے حالانکہ کچھ دن بعد اسے اس کا علم ہو جائے گا اور پردہ اٹھنے کے بعد ان لوگوں کے بارے میں یہ شعر پڑھنا زیادہ مناسب ہے۔

اَحۡسَنۡتَ ظَنَّکَ بِالۡاَیَّامِ اِذۡ حَسُنَتۡ وَلَمۡ تَخَفۡ سُوۡءَ مَایَاتِیۡ بِہِ الۡقَدُرُ
وَسَالَمَتۡکَ اللَّیَالِیۡ فَاغۡتَرَرۡتَ بِھَا وَعِنۡدَ صَفۡوِ اللَّیَالِیۡ یَحۡدُثُ الۡکَدَرُ

جب دن اچھے گزرے تو تُو نے زمانے کے بارے میں اچھا گمان کیا اور آنے والی چھپی ہوئی بُرائی سے تو نے خوف نہ کھایا۔راتوں نے تجھے سلامت رکھا تو تجھے ان کی وجہ سے دھوکہ ہوا اور جب راتیں صاف ہوں تو گدلا پن آ جاتا ہے۔

اور جان لو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور کتابوں پر خالص ایمان نہیں رکھتا اور بحث میں پڑتا ہے وہ اپنے آپ کو اس خطرے کے لئے پیش کرتا ہے اور اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کی کشتی ٹوٹ جائے اور وہ موجوں کی نذر ہو جائے ایک موج اسے دوسری موج کی طرف پھینک دے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ اسے ساحل کی طرف پھینک دیتی ہے لیکن یہ بہت بعید بات ہے اور ہلاکت کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔

ہاں سادہ لوح مسلمان اس خطرے سے محفوظ ہیں یا جن لوگوں کو جہنم کے خوف نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول کر دیا اور وہ ان فضول باتوں میں مشغول نہیں ہوتے چنانچہ عوامِ مسلمین کو حکم ہے کہ وہ علمِ کلام کی ابحاث میں نہ پڑیں البتہ علمائے حقّہ ضرورۃً باطل فرقوں کا رد کریں تو وہ دوسری بات اور دینی ضرورت ہے......تو یہ برے خاتمے کے خطرے سے متعلق ایک سبب ہے۔

دوسرا سبب:

اور دوسرا سبب اصل میں ایمان کی کمزوری ہے پھر دل پر دنیاوی محبت کا غالب آ جانا ہے اور جب ایمان کمزور ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں بھی کمزوری واقع ہو جاتی ہے اور دنیا کی محبت مضبوط ہو جاتی ہے اور صورت حال کچھ اس طرح ہو جاتی ہے گویا دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے کوئی جگہ نہیں بچتی بلکہ محض قلبی خطرات اور وسوسے ہوتے ہیں اور اس سے خواہشات کی اتباع میں انہماک پیدا ہوتا ہے۔

یہاں تک کہ دل پر اندھیرا چھا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ سخت بھی ہو جاتا ہے اور سیاہ بھی اور نفسانی ظلمات دل پر چڑھ جاتی ہیں اور جو کمزور ایمان دل میں موجود ہوتا ہے اس میں بھی کمی ہوتی رہتی ہے حتی کہ مہر لگ جاتی ہے اس کے بعد دل زنگ آلود ہو جاتا ہے اور جب موت کی سختیاں آنا شروع ہوتی ہیں تو دنیا کی یہ محبت بڑھ جاتی ہے کیونکہ اب اسے دنیا سے جدائی کا احساس ہوتا ہے اور یہی دنیا اس کی محبوب تھی جو دل پر غالب آ چکی تھی تو دنیا سے جدائی کا سوچ کر اس کے دل کو

تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے لہٰذا جو موت اس کے سامنے آتی ہے اس کا دل اسے ناپسند کرتا ہے لیکن چونکہ یہ موت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے تو اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ کہیں اس کے دل میں اس موت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں محبت کے بجائے بُغض جوش نہ مارے۔ معاذ اللہ عزوجل

جیسے کوئی شخص اپنے بیٹے سے معمولی محبت کرتا ہو اور وہ لڑکا اس سے اس کا وہ مال لے جو اسے اولاد سے بھی زیادہ پسند ہو اور اُسے جلا دے تو یہ کمزور محبت، بغض میں بدل جاتی ہے۔ تو اگر اس حالت میں انسان کی رُوح نکلے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ سے بغض کا خطرہ پیدا ہوا تو یہ برا خاتمہ ہے اور وہ مکمل طور پر ہلاک ہو گیا اور اس قسم کے خاتمہ تک جو سبب لے جاتا ہے وہ دنیاوی محبت کا غلبہ، اس کی طرف جھکاؤ ہے نیز اس کے اسباب پر خوش ہونا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایمان کی وہ کمزوری ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کو کم کرے۔ لہٰذا جو شخص اپنے دل میں دنیا کی محبت کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو زیادہ غالب پاتا ہے وہ اگرچہ دنیا سے بھی محبت کرتا ہو، وہ اس خطرے سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ دور ہوتا ہے۔

اور دنیا کی محبت ہر گناہ کی اصل ہے اور یہ ایسا لا علاج مرض ہے جس میں تقریباً ہر قسم کے لوگ مبتلا ہیں اور اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی کمی ہے کیونکہ اللہ عزوجل سے وہی محبت کرتا ہے جو اسے پہچانتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ اِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِي سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ۔

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ (اے لوگو!) اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمھارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ (پ۱۰، سورۃ توبہ، آیت ۲۴)

تو نتیجہ یہ ہوا کہ جس شخص کی روح دنیا سے اس طرح جاتی ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ سے انکار کا خطرہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے اس عمل (موت) کو دل سے برا سمجھتا ہو کہ اس نے اس کے اور اس کے اہل و مال اور تمام محبوب چیزوں کے درمیان تفریق ڈال دی تو اس کی موت یوں واقع ہوتی ہے کہ جدھر وہ جا رہا ہے اسے ناپسند کرتا ہے اور جس سے جدا ہو رہا ہے اسے پسند کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس غلام کی طرح حاضر ہو رہا ہے جو آقا سے بغض رکھتا ہو اور بھاگا ہوا ہو اور اسے زبردستی لایا جا رہا ہو اب وہ جس قدر ذلت اور سزا کا مستحق ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے۔

لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت پر انتقال کرتا ہے وہ بارگاہ خداوندی میں اس غلام کی طرح حاضر ہوتا ہے جو نیکو کار اور اپنے آقا کا مشتاق ہے جس نے مشکل کام اور سفر کی مشقت اس سے ملاقات کی امید میں برداشت کی اب اسے جو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ بھی مخفی نہیں ہے اور یہ تو محض حاضری اور ملاقات کی خوشی ہے اور جو طرح طرح کے انعام و اکرام اسے ملتے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ بُرے خاتمے کی بدترین قسم وہ ہے جس میں اللہ عزوجل سے معاذ اللہ نفرت و بغض پیدا ہوا اور دوسری قسم وہ ہے جس میں یہ نفرت تو نہیں ہوتی البتہ دنیا چھوٹنے کا غم دل پر غالب ہوتا ہے۔

دوسری قسم کا خاتمہ پہلی قسم کے مقابلے میں ہلکا ہے اور اس سے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا لازم نہیں آتا اور اس کے بھی دو سبب ہیں۔

ایک سبب گناہوں کی کثرت ہے اگرچہ ایمان مضبوط ہو اور دوسرا سبب ایمان کی کمزوری ہے اگرچہ گناہ کم ہوں کیونکہ گناہوں کے ارتکاب کا سبب خواہشات کا غلبہ اور دل میں ان کا راسخ ہو جانا ہے جس کی وجہ الفت اور عادت ہے۔ اور انسان اپنی زندگی میں جن جن چیزوں سے الفت رکھتا ہے موت کے وقت اس کے دل میں ان کا ذکر لوٹ آتا ہے اگر اس کے دل کا زیادہ میلان عبادت کی طرف ہو تو حالت نزع میں اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی یاد زیادہ ہوتی ہے اور اگر اس کا زیادہ میلان گناہوں کی طرف ہو تو موت کے وقت اس کے دل میں گناہوں کی یاد ہوتی ہے پس جب اس کی روح قبض ہوتے وقت دنیاوی خواہش اور کسی گناہ کا غلبہ ہو تو دل اسی گناہ کی خواہش کی قید میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے حجاب میں ہوتا ہے اور جو شخص کبھی کبھی گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے وہ اس خطرے سے بہت دور ہوتا ہے اور جس پر گناہوں کا غلبہ ہو عبادات کے مقابلے میں گناہ زیادہ ہوں اور عبادات کی نسبت گناہوں پر دل زیادہ خوش ہوتا ہو تو اس کے حق میں یہ بہت بڑا خطرہ ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حقیقت کو امام غزالی علیہ الرحمۃ ایک مثال کے ذریعے واضح کر رہے رہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

ہم یہ بات ایک مثال کے ذریعے معلوم کرتے ہیں یعنی یہ بات واضح ہے کہ انسان اپنے خواب میں جو کچھ دیکھتا ہے وہ وہی ہوتا جو اُس نے زندگی کی کسی نہ کسی حالت میں دیکھا ہو یہاں تک کہ وہ قریب البلوغ بچہ جسے احتلام آتا ہو خواب میں حالتِ جماع کو ملاحظہ نہیں کرتا جب تک اس نے بیداری کی حالت میں جماع کا مشاہدہ نہ کیا ہو اور اگر وہ ایک مدت تک اسی حالت میں رہے تو احتلام کے وقت اسے جماع کی صورت دکھائی نہیں دیتی۔

پھر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جس شخص نے اپنی زندگی فقہ میں گزاری ہو تو وہ علم و علماء سے متعلق احوال کو اس شخص سے

زیادہ دیکھتا ہے جس نے اپنی زندگی تجارت میں گزاری اور تاجر تجارت سے متعلق احوال اور ان کے اسباب کو طبیب اور فقیہ کے مقابلے میں زیادہ دیکھتا ہے۔ بہرحال نیند کی حالت میں وہ چیز ظاہر ہوتی ہے جس کے ساتھ دل ایک عرصے سے الفت رکھتا ہو یا کسی دوسرے سبب سے قلبی تعلق پیدا ہوا ہو۔

اور موت نیند کے مشابہ ہے بلکہ اس سے کچھ اوپر ہے البتہ موت کی سختیاں (سکراتِ موت) اور اس سے پہلے جو غشی آتی ہے وہ نیند کے قریب ہوتی ہے لہٰذا اس نیند میں وہ اپنی محبوب شے کو دیکھنا چاہتا ہے۔

کیونکہ اس کا ایک عرصہ تک اس محبوب شے کے ساتھ مشغول رہا ہوتا ہے چنانچہ گناہوں یا عبادات کے ساتھ طویل اُنس کی وجہ سے بھی انسان موت کے وقت اپنی اسی کیفیت کو دیکھنا پسند کرتا ہے۔ لہٰذا نیک لوگوں کے خواب، فاسق لوگوں کے خوابوں کے خلاف ہوتے ہیں تو گناہ سے انس والفت کا غلبہ اس بات کا سبب بنتا ہے کہ اس فاسق کے دل میں اپنی محبوب شے ایک فاحشہ صورت میں متشکل ہو اور اسی کی طرف اس کے نفس کا میلان ہو چنانچہ بعض اوقات اسی حالت میں اس کی روح قبض ہو جاتی ہے اور یہ اس کے برے خاتمے کا سبب ہوتا ہے اگرچہ اصل ایمان باقی ہو جس کی وجہ سے نجات کی امید ہو۔

خیالات کا انتقال:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جس طرح بیداری کی حالت میں دل میں پیدا ہونے والا خیال ایک خاص سبب سے ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اسی طرح ہر خواب کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک سبب ہوتا ہے جن میں سے کچھ کو ہم جانتے ہیں اور بعض کا علم ہمیں نہیں ہوتا مثلاً ہم جانتے ہیں کہ دل کا وسوسہ اور خیال ایک چیز سے دوسری مناسب چیز کی طرف اُس وقت منتقل ہوتا ہے جب وہ شے پہلی چیز کے مشابہ یا اس کی ضد ہو۔

مشابہت کی صورت یہ ہے کہ کسی خوبصورت چیز کو دیکھ کر دوسری خوبصورت چیز کا خیال آجائے، ضد کی صورت یہ ہے کہ خوبصورت کو دیکھ کر بدصورت کی یاد آجائے اور وہ ان دونوں کے درمیان بہت زیادہ تفاوت میں غور کرے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ کوئی شے کسی دوسرے چیز کی وجہ سے یاد آجاتی ہے مثلاً اس نے ایک گھوڑے کو دیکھا جسے اس سے پہلے کسی انسان کے ساتھ دیکھ چکا تھا تو اس گھوڑے کو دیکھنے سے اسی انسان کا خیال آجائے۔

اور بعض اوقات ذہن ایک چیز کی طرف سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہوتا ہے لیکن دونوں کے درمیان وجہ مناسبت معلوم نہیں ہوتی اور یہ ایک اور دو واسطوں سے ہوتا ہے مثلاً ذہن ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف اور اس سے تیسری چیز کی

طرف منتقل ہو پھر دوسری چیز کو بھول جائے تو اب پہلی اور تیسری چیز کے درمیان کوئی مناسبت نہیں ہوتی البتہ پہلی اور دوسری چیز کے درمیان مناسبت ہوتی ہے اسی طرح خوابوں میں خیالات بعض اوقات اپنے مشابہ یا برعکس خیالات کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں یا اس طرح جس کی تفصیل ابھی ہم نے بیان کی اور سکرات موت کے وقت بھی اسی طرح ہوتا ہے۔

اس بنیاد پر جو شخص اکثر سلائی کا کام کرتا ہے تم اسے دیکھو گے وہ اپنے سر کی طرف اشارہ کرتا ہے گویا وہ اپنی سوئی کو پکڑتا ہے تاکہ اس کے ساتھ سلائی کرے اور اپنی انگلی کو تر کرتا ہے۔ اور چادر کو اوپر سے پکڑ کر بالشت سے ناپتا ہے گویا اس کا ناپ کرتا ہے پھر اپنا ہاتھ قینچی کی طرف بڑھاتا ہے۔

اور جو شخص چاہتا ہو کہ موت کے وقت اس کا خیال گناہوں اور خواہشات کی طرف نہ جائے اس کے لئے یہی راستہ ہے کہ وہ عرصہ دراز تک اپنے نفس کو ان سے دور رکھے سنتوں بھرے ماحول میں استقامت اختیار کرے اور دل سے شہوتوں کا قلع قمع کرے کہ بندے کو اسی کا اختیار ہے اور نیکی پر طویل عرصہ تک قائم رہنا اور فکر کو شر سے الگ رکھنا سکرات موت کی حالت کے لئے تیاری اور ذخیرہ ہے کیونکہ آدمی اسی حالت میں مرتا ہے جس پر زندگی گزارتا ہے۔

اسی لئے ایک سبزی فروش کے بارے میں منقول ہے کہ موت کے وقت اسے کلمہ شہادت کی تلقین کی گئی تو وہ کہنے لگا پانچ، چھ، چار، گویا وہ اس حساب میں مشغول تھا جس کے ساتھ وہ موت سے پہلے مانوس تھا۔

اسلاف رضی اللہ عنہم میں سے کسی عارف رضی اللہ عنہ نے فرمایا عرش ایک جوہر ہے جو نور سے چمک رہا ہے جو بندہ جس حال پر ہوتا ہے اسی حالت میں اس کی صورت عرش پر منقش ہوتی ہے جب وہ سکراتِ موت کی حالت میں ہوتا ہے تو بعض اوقات اپنے آپ کو گناہ کی صورت میں دیکھتا ہے اسی طرح قیامت کے دن اس کے لئے انکشاف ہوگا اور وہ اپنے نفس کے احوال کو دیکھے گا تو اس وقت اسے جو حیا اور خوف ہوگا اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ واقعی انہوں نے صحیح فرمایا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سچے خواب کا سبب بھی تقریباً ایسا ہی ہے کیونکہ سونے والا لوح محفوظ کو دیکھ کر اس بات کا ادراک کرتا ہے جو مستقبل میں پیش آنے والی ہے اور (سچا خواب) نبوت کے اجزا میں سے ایک جز ہے۔

تو برا خاتمہ دل کے احوال اور خلجان کی طرفِ لوٹتا ہے اور دلوں کو بدلنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اتفاقات جو برے خیالات کا تقاضا کرتے ہیں وہ مکمل طور پر اختیار میں نہیں ہیں اگرچہ طویل انس والفت کی وجہ سے ایسے خیالات عادت بن جاتے ہیں اسی وجہ سے عارفین کو برے خاتمے کا بہت زیادہ خوف ہوتا ہے اس لئے اگر انسان ارادہ کرے کہ خواب میں نیک لوگوں کے احوال اور عبادات واطاعت کے احوال دیکھے تو اس کے لئے یہ بات مشکل ہے اگرچہ نیکیوں کی کثرت اور ان پر مواظبت کے ذریعے ایسا ہونا ممکن ہے لیکن خیال کا بہک جانا مکمل طور پر کنٹرول میں نہیں اگرچہ عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ

خواب میں وہی چیز نظر آتی ہے جو حالتِ بیداری میں غالب ہوتی ہے حتی کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں میں نے شیخ ابوعلی فارندی سے سنا کہ مرید پر شیخ کا حُسنِ ادب واجب ہے اور جو کچھ شیخ کہے اس سے اس کے دل میں انکار نہ ہو اور نہ زبان سے جھگڑا کرے انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ ابوالقاسم کرمانی سے خواب بیان کیا اور عرض کیا کہ میں نے آپ کو دیکھا آپ مجھے فلاں بات فرمارہے ہیں اور میں پوچھتا ہوں ایسا کیوں ہے۔ فرماتے ہیں یہ سن کر انہوں نے مجھے ایک مہینہ چھوڑ دیا اور مجھ سے کلام نہ کیا اور فرمایا اگر تمہارے دل میں میرے قول کا انکار نہ ہوتا تو خواب میں یہ بات تمہاری زبان پر جاری نہ ہوتی ......اور فی الواقع ان کا قول درست ہے کیونکہ جو کچھ حالتِ بیداری میں انسان کے دل پر غالب ہوتا ہے خواب میں بہت کم اس کے خلاف دیکھتا ہے علم معاملہ میں خاتمہ کے اسرار کے سلسلے میں ہم اسی قدر بیان کرسکتے ہیں اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ علم مکاشفہ میں داخل ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ اس گفتگو سے تمہارے لئے واضح ہوگیا کہ برے خاتمہ سے امن یہ ہے کہ تم اشیاء کو کسی جہالت کے بغیر اسی طرح دیکھو جس طرح وہ ہیں یعنی انکی حقیقت جان لو اور اپنی تمام زندگی کسی گناہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزارو اور اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ بات محال یا مشکل ہے تو ضروری ہے کہ تم پر وہی خوف غالب ہو جو عارفین پر غالب ہے تاکہ اس کے سبب تمہاری آہ و زاری طویل ہو جائے اور تم ہمیشہ غمگین اور پریشان رہو جس طرح ہم انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رضی اللہ عنہم کے واقعات میں بیان کریں گے تاکہ ہمارا بیان بھی اُن اسباب میں سے ایک سبب بن جائے جو تمہارے دل میں خوف کی آگ بڑھکاتے ہیں۔

آخری سانس:

اس سے تمہیں معلوم ہوگیا ہوگا کہ اگر آخری سانس جس میں روح نکلتی ہے سلامت نہ ہو تو تمام عمر کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور قلبی خیالات کی موجوں کے اضطراب کی موجودگی میں یہ سلامتی نہایت مشکل ہے اسی لئے حضرت سیدنا مطرف بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے تھے مجھے ہلاک ہونے والے پر تعجب نہیں ہوتا کہ وہ کیسے ہلاک ہوا بلکہ مجھے نجات پانے والے پر تعجب ہوتا ہے کہ اس نے کیسے نجات پائی۔

اسی لئے حضرت سیدنا حامد اللفاف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب فِرشتے اس مومن بندے کی روح لے کر جاتے ہیں جو بھلائی اور اسلام پر فوت ہوا تو اس سے فرشتوں کو تعجب ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں یہ شخص دنیا سے کیسے نجات پاگیا جب کہ اس میں اچھے اچھے بگڑ گئے ......اور حضرت سیدنا سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک دن رو رہے تھے ان سے پوچھا گیا کہ آپ

رضی اللہ عنہ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہم عرصہ دراز تک گناہوں پر روتے رہے پس اب ایمان پر روتے ہیں۔ گویا اب ہمیں ایمان کی فکر لگ گئی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جس کی کشتی سمندر کے گرداب میں چلی گئی اور اس پر مخالف ہواؤں کا ہجوم ہوگیا اور موجوں میں اضطراب پیدا ہوگیا تو اس کے حق میں نجات، ہلاکت سے بہت دور ہے اور مومن کا دل کشتی سے زیادہ مضطرب ہوتا ہے اور وسوسوں کی موجیں سمندر کی موجوں سے زیادہ ٹکراتی ہیں اور موت کے وقت صرف ان اندیشوں کا خوف ہوتا ہے جو دل میں پیدا ہوتے ہیں اسی سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَھْلِ الْجَنَّةِ خَمْسِیْنَ سَنَةً حَتّٰی لَا یَبْقٰی بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجَنَّةِ اِلَّا فَوَاقُ نَاقَةٍ فَیُخْتَمُ لَهٗ بِمَا سَبَقَ بِهِ الْکِتَابُ۔ (کنزالعمال جلد اول ص۱۲۳ حدیث ۵۸۲)

ایک انسان پچاس سال اہل جنت کے عمل کرتا ہے حتی کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف اونٹنی کی دودھاروں کے درمیان وقفے جتنا وقت باقی رہتا ہے تو اس کا خاتمہ پہلے سے لکھے ہوئے ازلی فیصلے کے مطابق ہوتا ہے۔

اور اونٹنی کی دودھاروں کے درمیان اتنا وقت نہیں ہوتا جس میں کوئی بدبختی پر مبنی عمل کیا جاسکے۔ بلکہ یہ وہ اندیشے ہیں جو اچکنے والی بجلی کی طرح پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت سیدنا سہل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ گویا میں جنت میں داخل ہورہا ہوں میں نے اس میں تین سو انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا میں نے پوچھا آپ دنیا میں کس بات سے زیادہ ڈرتے تھے انہوں نے فرمایا برے خاتمے سے، اور اسی بڑے خطرے کے پیش نظر شہادت قابلِ رشک بن گئی اور اچانک موت ناپسند ہوگئی۔

اچانک موت (کی ناپسندیدگی) اس وجہ سے ہے کہ بعض اوقات اس وقت موت واقع ہوتی ہے جب برے اندیشے پیدا ہوتے اور دل پر غالب آجاتے ہیں اور دل ایسی باتوں سے خالی نہیں مگر یہ کہ تکلف کے ذریعے یا نور معرفت کی وجہ سے اسے دور کردے۔

اور شہادت کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مطلب روح کا ایسی حالت میں نکلنا ہے جب دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا کچھ بھی باقی نہ رہے اور دل سے دنیا، اہل ومال، اور تمام خواہشات کی محبت نکل جائے کیونکہ وہ لڑائی کے میدان میں اسی لئے جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی رضا کی طلب اور اپنی دنیا کو آخرت کے بدلے بیچنے پر راضی ہوا۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ عزوجل ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ (پارہ ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے کہ اس کے بدلے میں ان کے لئے جنت ہے۔

اور بیچنے والا لازماً مبیع (جس چیز کا سودا ہوا) منہ موڑتا ہے اور دل سے اس کی محبت کو نکال باہر کرتا ہے اور جو چیز اس کے عوض لیتا ہے اس کی محبت کے لئے دل کو خالی کر لیتا ہے اور اس قسم کی حالت بعض حالات میں دل پر غالب آجاتی ہے لیکن اس حالت میں روح پرواز نہیں کرتی پس لڑائی کی صف اسی حالت میں روح کے نکلنے کا سبب ہے۔

لیکن یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو غلبہ' غنیمت اور بہادری کی شہرت کا قصد نہ کرے اور جس کی یہ حالت ہو اگرچہ وہ میدان جنگ میں قتل ہو جائے وہ اس قسم کے رتبہ کو نہیں پا سکتا جیسا کہ اس پر احادیث دلالت کرتی ہیں۔ (صحیح بخاری' جلد اول ص ۳۹۴ کتاب الجہاد)

برے خاتمے سے حفاظت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسکے بعد تلقین غزالی علیہ الرحمۃ کچھ اسطرح سے ہے۔

جب تمہارے سامنے برے خاتمے کا معنی واضح ہو گیا اور اس میں جس بات کا خوف ہے وہ بھی معلوم ہو گئی تو تمہیں اچھے خاتمے کی تیاری میں مشغول ہو جانا چاہئے پس ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اپنے دل سے دنیا کی محبت نکال دو گناہوں سے اپنے اعضاء کی حفاظت کرو اور دل کو بھی اس کی سوچ سے محفوظ رکھو اور جس قدر ممکن ہو گناہوں کو دیکھنے اور گناہگاروں کے مشاہدے سے بچو کہ یہ بات بھی دل پر اثر انداز ہوتی ہے اور تمہارا فکر اور خیال اس طرف پھر سکتا ہے۔

اس کام کو آئندہ پر نہ ٹالنا اور یوں نہ کہنا کہ عنقریب جب خاتمے کا وقت آئے گا تو میں اس کے لئے تیاری کر لوں گا کیونکہ تمہارا ہر سانس تمہارا خاتمہ ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اسی سانس میں تمہاری روح نکال لی جائے۔

لہٰذا ہر لحظہ دل کی نگرانی کرو اور اسے بیکار نہ چھوڑو ہو سکتا ہے وہ لحظہ تمہارے خاتمے کا ہو کیونکہ ممکن ہے اس میں تمہاری روح پرواز کر جائے اور یہ تو بیداری کی حالت میں ہے اور جہاں تک نیند کا تعلق ہے تو تمہیں ظاہری اور باطنی طہارت کے بغیر سونے سے پرہیز کرنا چاہئے اور تمہیں نیند ایسی حالت میں آئے کہ تمہارے دل پر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ذکر کا غلبہ ہو۔

میں سو جاؤں یا مصطفیٰ ﷺ کہتے کہتے کھلے آنکھ صلِّ علیٰ کہتے کہتے

اور اس سے ہماری مراد زبانی ذکر نہیں کیونکہ محض زبان کی حرکت اثر تو رکھتی ہے لیکن وہ اثر کمزور ہوتا ہے اور یہ بات جان لو کہ نیند کے دوران تمہارے دل پر وہی بات غالب ہو گی جو نیند سے پہلے غالب تھی اور جاگتے وقت بھی وہی بات غالب

ہو گی جو نیند کی حالت میں تھی ۔

موت اور قیامت کے دن اٹھنا سونے اور بیداری کی طرح ہیں جس طرح بندہ انہی خیالات پر سوتا ہے جو بیداری کی حالت میں اس پر غالب تھے اور انہی خیالات پر بیدار ہوتا ہے جو نیند کی حالت میں تھے اسی طرح بندہ اسی حالت پر مرتا ہے جو زندگی کی تھی اور جس حالت پر وہ فوت ہوا اسی پر اٹھے گا۔

اور تمہیں قطعی طور پر یہ بات جاننا چاہئے کہ موت اور اس کے بعد اٹھنا تمہاری دو حالتیں ہیں جس طرح نیند اور بیداری تمہارے احوال میں سے دو حالتیں ہیں لہٰذا اگر عین الیقین اور نور بصیرت کے ساتھ اس بات کا مشاہدہ نہیں کر سکتے تو کم از کم دل کے اعتقاد کے ساتھ ہی اس بات کا یقین کر لو نیز اپنے سانسوں اور لحظوں کی حفاظت و نگرانی کرو اور پلک جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو کیونکہ اتنی احتیاط کرنے کے باجود بھی بہت بڑا خطرہ ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو ایسی صورت میں کیا حالت ہو گی؟ اور تمام لوگ ہلاک ہونے والے ہیں سوائے علماء کے اور علماء میں سے بھی وہ محفوظ رہیں گے جو عمل کرنے والے ہیں اور عمل کرنے والوں میں سے بھی صرف مخلص لوگ ہی ہلاکت سے محفوظ رہیں گے اور مخلص لوگوں کو بھی بہت بڑا خطرہ ہے کہ نجانے انکی عبادتیں قبول کی جاتی ہیں یا نہیں۔۔۔؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا امام غزالی ان تمام احتیاطوں کی اصل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

تمام احتیاطوں کی اصل :

اور جان لو کہ تمہیں یہ بات اسی وقت میسر آسکتی ہے جب تم ضرورت کے مطابق دنیا پر قناعت کرو اور تمہاری ضرورت صرف کھانا' لباس اور رہائش ہے باقی سب زائد ہے کھانے میں سے بھی ضرورت صرف اتنی ہے کہ تمہاری پیٹھ سیدھی رہے اور جان بچی رہے لہٰذا تمہارا کھانا ایسا ہونا چاہئے جیسے وہ شخص کھاتا ہے جسے کھانے پر مجبور کر دیا جائے اسکا اندازہ اسطرح ہوسکتا ہے کہ کھانے کی خواہش قضائے حاجت کی خواہش سے زیادہ نہ ہو ۔

کیونکہ کہ پیٹ میں کھانا داخل کرنے اور اسے نکالنے میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں فطری ضرورتیں ہیں۔ اور جس طرح انسان قضائے حاجت کی طرف مجبوراً متوجہ ہوتا ہے اور یہ توجہ اتنی نہیں ہوتی کہ جو دل کو اسی میں مشغول کر دے اسی طرح کھانا کھانے میں دل نہیں لگانا چاہئے اور جان لو کہ اگر تمہاری توجہ اسی چیز کی طرف ہو جسے تم اپنے پیٹ میں داخل کرتے ہو تو تمہاری قیمت وہی ہو گی جو تمھارے پیٹ سے نکلتا ہے۔

البتہ جب کھانا کھانے سے مقصود اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قوت حاصل کرنا ہو جس طرح قضائے حاجت سے یہی مقصود ہے تو اس کی علامت تین چیزیں ہیں (۱) کھانے کا وقت (۲) کھانے کی مقدار اور (۳) کھانے کی جنس۔

کھانے کے وقت کے سلسلے کم از کم جس پر اکتفا کیا جا سکتا ہے وہ دن رات میں ایک مرتبہ کھانا ہے لہٰذا چاہیئے کہ رفتہ رفتہ خوراک کم کرنا شروع کرے مثلاً ایک وقت میں ۳ روٹیاں کھانے کی عادت ہے تو اب غور کرے اور اپنی جسمانی مشقت کے لحاظ سے کم از کم خوراک کا اندازہ کرے مثلاً ایک روٹی روزمرہ کام نمٹانے کیلئے کافی ہے تو اب رفتہ رفتہ ایک ایک دو دو لقمے کم کرنا شروع کرے اور بالآخر ایک روٹی پر آ جائے بلکہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ ہمیشہ روزے سے رہے۔ اور کھانے کی مقدار یہ ہے کہ پیٹ کے تہائی حصے سے زیادہ نہ ہو اور جنس غذا کے سلسلے میں اس بات کو پیش نظر رکھے کہ لذیذ کھانے تلاش نہ کرے بلکہ جیسا کھانا مل جائے اسی پر قناعت کرے اگر تم ان تین باتوں پر قادر ہو جاؤ اور لذیذ کھانوں کی خواہشات سے چھٹکارا پا لو تو اس کے بعد تم شبہات کو چھوڑنے پر قادر ہو جاؤ گے اور تمہارے لئے صرف حلال کھانا ممکن ہو گا کیونکہ عموماً حلال کم ملتا ہے اور نفسانی خواہشات کی تکمیل بھی نہیں کرتا۔

لباس : جہاں تک لباس کا تعلق ہے تو اس سے غرض یہ ہونی چاہئے کہ گرمی سردی کو دور کیا جائے اور ستر ڈھانپا جائے چنانچہ جو چیز تم سے سردی کو دور کرے چاہے ایک دمڑی (معمولی رقم) کی ہی کیوں نہ ہو تو اس کے علاوہ کی طلب فضول ہے اور وقت کا ضیاع ہے اس طرح تم ہمیشہ مشغول ہو جاؤ گے اور ایک مرتبہ اس کے حصول کے لئے کمانے کی مشقت برداشت کرو گے تو پھر طمع پیدا ہو گی حرام سے ملے یا شبہات سے اس کی کوئی پرواہ نہ ہو گی جس چیز سے تم گرمی اور سردی کو اپنے بدن سے دور کر سکتے ہو ان سب کو اسی ایک بات پر قیاس کر لو۔

اب وہ چیز جس سے لباس کا مقصود حاصل ہو جاتا ہے اگر تم اس کے کم قیمت یا معمولی ہونے کی وجہ سے اسے کافی نہ جانو تو تمہارے لئے ٹھہرنا مشکل ہو جائے گا بلکہ تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جن کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے۔

رھائش : نیز رہائش کی صورت بھی یہی ہے کہ اگر تم مقصود پر اکتفا کرو تو چھت کے طور پر آسمان اور بچھونے کے طور پر زمین تمہارے لئے کافی ہے اور اگر تم پر سردی یا گرمی کا غلبہ ہو جائے تو مساجد میں چلے جاؤ اور اگر موجودہ حالات میں ایسا کرنا مشکل ہو تو پھر معمولی رہائش جہاں جان، صحت اور عزت سلامت رہے اسے اختیار کرو اور اگر تم خاص قسم کی رہائش کے طالب ہوئے تو بات لمبی ہو جائے گی اور تمہاری زندگی کا اکثر وقت اسی میں صرف ہو جائے گا اور یہ زندگی ہی تمہارا سرمایہ ہے پھر اگر تمہیں یہ میسر آ جائے اور تم اس دیوار سے زیادہ بناؤ جو تمہارے اور لوگوں کے درمیان پردے کے لئے کافی ہے اور چھت جو بارش سے بچاتی ہے اس سے بھی تجاوز کرو اور دیواریں بلند کر کے چھتوں کو بھی مزین کرنے لگو تو ایسے گڑھے میں گرو گے جس

سے نکلنا مشکل ہوگا۔

چنانچہ اپنی تمام ضروریات کو اسی پیمانے پر پرکھو۔دیکھو! اگر تم ضرورت پر اکتفا کرو تو اللہ تعالیٰ کے لئے تمہیں فراغت حاصل ہوجائے گی اور آخرت کے لئے زادراہ لینے پر قادر ہوجاؤ گے اس طرح اچھے خاتمے کی تیاری بھی ہوجائے گی اور اگر تم ضرورت کی حد سے تجاوز کرکے خواہشات کی وادیوں میں بھٹکتے پھرو گے تو تم اپنے مقصد سے دور ہٹ جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہ ہوگی کہ وہ تمہیں کہاں ہلاک کرتا ہے چنانچہ تم اس شخص سے یہ نصیحت قبول کرو جو اس نصیحت کا تم سے زیادہ محتاج ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یادرہے کہ تدبیر اور زادِراہ کے حصول اور احتیاط کے لئے یہی چھوٹی سی زندگی ہے اگر تم اس کو غفلت اور ٹال مٹول میں گزاردو گے تو موت تمہیں اچانک اچک لے جائے گی حالانکہ اس وقت تمہارا مرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہوگا اور حسرت وندامت تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گی پس اگر تم خوف کی کمزوری کے باعث اس بات کو اختیار نہ کرو جس کی طرف ہم نے تمہاری راہنمائی کی ہے اور اچھے خاتمہ کے سلسلے میں ہم نے جو کچھ بتایا ہے اگر وہ بھی تمہارے لئے کافی نہ ہو تو آؤ اب ہم تمہارے سامنے خوف کھانے والے بعض حضرات کے حالات بیان کرتے ہیں ہمیں امید ہے کہ اس سے تمہارے دل کی سختی دور ہوگی کیونکہ یہ بات تمہارے نزدیک بھی ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاءِ عظام اور علماء کرام رضی اللہ عنہم کی عقل، عمل اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا مقام ومرتبہ تمہاری عقل، عمل اور مقام سے ہرگز کم نہیں تو اگر چہ تم نے ان کے احوال کو نہیں دیکھا تب بھی یہ تو سوچو کہ وہ لوگ بہت زیادہ خوف کیوں کھاتے تھے اور ان کا رونا اور غم کیوں کر زیادہ تھا حتی کہ بعض چیخیں مارتے اور بعض بیہوش ہوجاتے اور بعض غش کھا کر گر پڑتے تھے بلکہ بعض تو مارے خوف کے انتقال کر جایا کرتے تھے۔

اور اگر ان کے حالات بھی تمہارے دل پر اثر انداز نہ ہوں تو تعجب کی بات نہیں کیونکہ غافل لوگوں کے دل پتھروں کی طرح ہیں یا اس سے بھی زیادہ سخت کیونکہ بعض تو پتھر بھی ایسے ہوتے ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور ان میں سے بعض پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکل جاتا ہے اور کچھ پتھر اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

{فصل......۸}

خوف کے سلسلے میں انبیاءکرام اور فرشتوں کے احوال (علیہم السلام)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس فصل میں تلقینِ غزالی علیہ الرحمۃ کچھ اس طرح وارد ہوتی ہے۔

حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب ہوا میں تبدیلی ہوتی اور سخت آندھی چلتی تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو جاتا چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کھڑے ہو جاتے اور حجرۂ مبارک میں فکرمندی سے ٹہلنے لگتے کبھی اندر جاتے کبھی باہر تشریف لاتے۔ (صحیح مسلم جلد اول ص ۲۹۴ کتاب صلوٰۃ الاستسقاء) یہ سب کچھ خوفِ خداوندی کی وجہ سے تھا۔

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم نے سورۂ واقعہ کی ایک آیت تلاوت فرمائی تو خوفِ خدا عزّ وجل سے بیہوش ہو گئے۔ (شعب الایمان جلد اول ص ۵۲۲، حدیث ۹۱۷)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا۔ (سورۂ اعراف آیت ۱۴۳)

ترجمہ کنز الایمان: اور موسیٰ (علیہ السلام) بیہوش ہو کر گر پڑے۔

ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو آپ ﷺ کا سینہ مبارک ہنڈیا کی طرح جوش مارتا تھا۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۵ مرویات عبداللہ بن شخیر)

سید الخائفین، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَاجَاءَ نِیْ جِبْرِیْلُ قَطُّ اِلَّا وَھُوَ یَرْعَدُ خَوْفًا مِنَ الْجَبَّارِ۔

جبریل علیہ السلام میرے پاس جب بھی آئے اللہ جبار کے خوف کی وجہ سے کانپ رہے ہوتے تھے۔

مروی ہے کہ جب ابلیس کا مردود ہونا ظاہر ہوا تو حضرت سیدنا جبریل اور حضرت سیدنا میکائیل علیہما السلام رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی طرف وحی بھیجی کہ تم دونوں کیوں روتے ہو؟ انہوں نے عرض کی اے رب عزّ وجل! ہم تیری خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تم اسی طرح رہنا اور کبھی میری خفیہ تدبیر سے بے خوف نہ ہونا۔

اسی طرح حضرت سیدنا محمد بن منکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جب آگ کو پیدا کیا گیا تو فرشتوں کے دل اپنی جگہ سے اڑنے لگے پھر جب انسانوں کو پیدا کیا گیا تو انھیں قرار حاصل ہوا۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے میں حضرت سیدنا میکائیل علیہ السلام کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھتا؟ حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام نے جواب دیا جب سے جہنم کو پیدا کیا گیا ہے میکائیل علیہ السلام نہیں ہنسے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۳۸۵ کتاب صفۃ النار)

کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں کہ جب سے جہنم کو پیدا کیا گیا ان میں سے کوئی بھی اس ڈر سے نہیں ہنسا کہ کہیں اللہ تعالیٰ ان پر غضب نہ فرمائے کہیں ان کو جہنم کا عذاب نہ دے۔

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ باہر نکلا حتی کہ آپ ﷺ انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور کھجوریں اتار اتار کر تناول فرمانے لگے آپ ﷺ نے فرمایا اے ابن عمر! کیا بات ہے تم نہیں کھاتے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! مجھے طلب نہیں اس پر اللہ عزوجل کے خزانوں کے امین ﷺ نے فرمایا مجھے تو خواہش ہے اور یہ چوتھی صبح ہے کہ میں نے کھانا نہیں چکھا اور نہ ہی میں نے کھانا پایا اور اگر میں اپنے رب عزوجل سے سوال کرتا تو وہ مجھے قیصر و کسریٰ کی حکومت عطا فرماتا تو ابن عمر! اُس وقت کیا حال ہو گا جب تم ایسی قوم میں رہو گے جو ایک سال کا رزق جمع کرنا پسند کریں گے حالانکہ ان کے دلوں میں یقین کمزور ہو گا حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اللہ کی قسم نہ ہم وہاں سے ہٹے اور نہ ہی کھڑے ہوئے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ دَآبَّةٍ لَّا تَحۡمِلُ رِزۡقَهَا ۖ اللّٰهُ يَرۡزُقُهَا وَاِيَّاكُمۡ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ۔ (پارہ ۲۱، سورۃ عنکبوت، آیت ۶۰)

ترجمہ کنز الایمان: ''اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں کہ اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اللہ روزی دیتا ہے انہیں اور تمہیں اور وہی سنتا جانتا ہے''

مزید فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال جمع کرنے اور خواہشات کے پیچھے چلنے کا حکم نہیں دیا جو شخص دینار جمع کر کے اس سے فانی دنیا کا ارادہ کرے تو (یاد رکھو) زندگی اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے سنو! میں دینار اور درھم جمع نہیں کرتا اور نہ ہی کل کے لئے کھانا روک رکھتا ہوں۔ (المطالب العالیۃ جلد ۳ ص ۱۵۹، ۱۶۰ حدیث ۳۱۴۰)

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ عزوجل کے برگزیدہ نبی حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے رب عزوجل سے اس قدر ڈرتے کہ ایک میل کے فاصلے سے ان کے دل سے جوش کی آواز آتی۔

نیز حضرت سیدنا مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (ایک اجتہادی خطاء کے باعث) حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام چالیس دن حالتِ سجدہ میں روتے رہے اور آپ علیہ السلام نے سر نہ اٹھایا حتی کہ آپ علیہ السلام کے آنسوؤں سے گھاس اگ آئی یہاں تک کہ اس نے آپ علیہ السلام کے سر مبارک کو ڈھانپ لیا۔ اس پر آواز دی گئی اے داؤد علیہ السلام! کیا تم بھوکے ہو کہ

تمھیں کوکھانا کھلایا جائے یا پیاسے ہو کہ پانی پلایا جائے یا تمھارے پاس کپڑے نہیں کہ کپڑے دیئے جائیں یعنی یہ رونا دھونا کس لئے ہے؟

یہ سن کر آپ علیہ السلام نے ایسی دردناک چیخ ماری کہ آپ علیہ السلام کے خوف کی گرمی سے لکڑی جل گئی پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر توبہ اور مغفرت نازل فرمائی تو انہوں نے عرض کی یا اللہ عزوجل! میرے قصور کو میری ہتھیلی میں لکھ دے چنانچہ وہ بات جسے آپ علیہ السلام اپنا قصور سمجھتے تھے آپ علیہ السلام کی ہتھیلی میں لکھ دیا گیا لہٰذا آپ علیہ السلام جب بھی کھانے یا پینے یا کسی دوسرے کام کے لئے ہتھیلی کھولتے تو اسے دیکھ کر رونا شروع کر دیتے۔ راوی فرماتے ہیں کہ اگر آپ علیہ السلام کو پانی کا پیالہ دیا جاتا تو اگر اس کا تہائی حصہ خالی ہوتا چنانچہ جب آپ علیہ السلام اسے پکڑتے اور اپنی لغزش کو دیکھتے تو ہونٹوں تک لے جانے سے پہلے آنسوؤں سے پیالہ بھر جاتا۔

اور آپ علیہ السلام کے احوال میں ہی مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے وصال تک آسمان کی طرف سر نہیں اٹھایا اور آپ علیہ السلام حیاء کی وجہ سے ایسا کرتے تھے آپ علیہ السلام اپنی دعا میں یوں کہتے اے میرے معبود عزوجل! جب مجھے اپنی لغزشیں یاد آتی ہیں تو زمین اپنی کشادگی کے باوجود مجھ پر تنگ ہو جاتی ہے اور جب میں تیری رحمت کو یاد کرتا ہوں تو روح میری طرف لوٹ آتی ہے یا اللہ عزوجل! تو پاک ہے میں تیرے بندوں میں سے طبیبوں کے پاس گیا تا کہ وہ خطاء (اجتہادی) کا علاج کریں تو ان میں سے ہر ایک نے تیری ہی طرف راہنمائی کی پس جو لوگ تیری رحمت سے مایوس ہیں ان کے لئے خرابی ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرت سیدنا فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک دن حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام نے اپنی اجتہادی خطا کو یاد کیا تو چیختے اور سر پر ہاتھ رکھے ہوئے بے قرار ہو گئے حتیٰ کہ پہاڑوں میں تشریف لے گئے تو آپ علیہ السلام کے گرد پرندے جمع ہوئے آپ علیہ السلام نے فرمایا جاؤ مجھے تم سے کوئی غرض نہیں میں تو اس کو چاہتا ہوں جو اپنی خطا پر روئے اور میرے سامنے روتا ہوا آئے اور جو خطا کار نہیں اس کو داؤد خطا وار سے کیا کام ہے۔ جب آپ علیہ السلام کو زیادہ رونے سے روکا جاتا تو آپ علیہ السلام فرماتے مجھے رونے دو اس سے پہلے کہ رونے کا دن چلا جائے، ہڈیاں جل جائیں اور آنتیں بھڑک اٹھیں اور اس سے پہلے کہ سخت قسم کے فرشتوں کو میرے بارے میں حکم دیا جائے وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور جس بات کا ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ بجا لاتے ہیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا داؤد علیہ السلام اللہ عزوجل کے برگزیدہ اور پیارے نبی ہیں اور اسی قربِ خاص کی وجہ سے آپ علیہ السلام پر خوفِ خدا عزوجل غالب رہتا تھا اور آپ علیہ السلام اپنے آپ کو خطا وار، گناہ گار اور قصور وار ٹھہراتے تھے یہ سب اللہ عزوجل کے پیاروں کی عاجزی ہے کہ وہ اپنے بارے میں جیسے چاہے عاجزی والے الفاظ استعمال کریں۔ کسی دوسرے کو ہرگز

ہرگز اس جرأت کی اجازت نہیں ہوسکتی۔

اور مروی ہے کہ جب آپ علیہ السلام کا رونا زیادہ ہوگیا اور اس سے آپ علیہ السلام کو بظاہر فائدہ نہ ہوا تو آپ علیہ السلام نے دل میں تنگی محسوس کی اور غم زیادہ ہوگیا۔ چنانچہ عرض کی اے میرے رب عزوجل کیا تجھے میرے رونے پر رحم نہیں آتا؟ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد! تمہیں اپنی خطا بھول گئی اور اپنا رونا یاد رہا۔ آپ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے مولا! اے میرے سردار! میں اپنی خطا کو کیسے بھول سکتا ہوں جب کہ میری حالت تو یہ تھی کہ جب میں تورات پڑھتا تو جاری پانی رک جاتا اور ہوا کا چلنا ٹھہر جاتا' پرندے میرے سر پر سایہ کرتے وحشی جانور میرے محراب میں مجھ سے مانوس ہوتے یا اللہ عزوجل! یہ کیسی دوری ہے جو میرے اور تیرے درمیان حائل ہے؟ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے داؤد (علیہ السلام)! وہ فرمانبرداری کا اُنس تھا اور یہ دوری خطاء (اجتہادی) کی وحشت ہے۔

اے داؤد (علیہ السلام) آدم (علیہ السلام) میری مخلوق میں سے تھے میں نے ان کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی' اپنے فرشتوں سے ان کو سجدہ کروایا اور ان کو اپنی کرامت وعزت کا لباس پہنایا ان کو اپنے وقار کا تاج پہنایا انہوں نے تنہائی کی شکایت کی تو میں نے حوّا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو ان کے نکاح میں دیا' ان کو اپنی جنت میں ٹھہرایا' لیکن انہوں نے (بھول کر) میرے حکم کی خلاف ورزی کی تو میں نے ان کو اپنے قرب سے دور کردیا اے داؤد! مجھ سے سنو اور میں سچ ہی کہتا ہوں تم نے ہمارا حکم مانا تو ہم نے تمہاری دعا قبول فرمائی تم نے ہم سے سوال کیا تو ہم نے تمہیں عطا کیا تم سے لغزش ہوئی تو ہم نے تمہیں مہلت دی اگر تم ہماری بارگاہ میں توبہ کروگے تو ہم قبول فرمائیں گے۔

حضرت سیدنا یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام جب آہ وزاری کرنا چاہتے تو اس سے پہلے سات دن ٹھہرتے نہ کھانا کھاتے نہ پانی پیتے اور نہ عورتوں کے قریب جاتے جب ایک دن رہتا تو ان کے لئے ایک منبر جنگل میں لایا جاتا پھر آپ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کو حکم دیتے کہ وہ بلند آواز سے شہروں اور اردگرد والوں کو آواز دیں تالابوں' ٹیلوں پہاڑوں' جنگلوں اور یہود نصاریٰ کی عبادت گاہوں میں اعلان کریں۔

چنانچہ ندا دی جاتی کہ سنو! جو شخص حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کا نوحہ سننا چاہے وہ آئے منقول ہے کہ صحراؤں اور ٹیلوں سے وحشی آتے جنگلوں سے درندے اور پہاڑوں سے کیڑے مکوڑے' گھونسلوں سے پرندے آتے اور اس دن تمام لوگ جمع ہوجاتے۔ اس کے بعد حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام تشریف لاکر منبر پر چڑھ جاتے اور بنی اسرائیل آپ علیہ السلام کے اردگرد جمع ہوجاتے۔ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام آپ علیہ السلام کے سرِ مبارک کے پاس کھڑے ہوتے پھر آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کی حمد وثنا سے شروع کرتے اور لوگ چیخیں مارتے اور دھاڑیں مار مار کر روتے پھر آپ علیہ السلام جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے تو

کیڑے مکوڑے اور کچھ وحشی، درندے اور انسان مرجاتے پھر قیامت کے ہولناک منظر کا ذکر کرتے اور اپنے اوپر نوحہ کا بیان کرتے تو ہر قسم کے جانوروں میں سے ایک تعداد خوفِ خدا عزوجل کے باعث مرجاتی پس جب حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام مرنے والوں کی کثرت دیکھتے تو عرض کرتے اے ابا جان! آپ علیہ السلام نے سننے والوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، بنی اسرائیل میں سے بہت سے لوگ مرگئے، وحشی جانور اور زمین کے اندر رہنے والے جانور (اور کیڑے مکوڑے) مرگئے پس آپ علیہ السلام دعا شروع کرتے۔

جب آپ علیہ السلام دعا ہی میں ہوتے کہ بنی اسرائیل کے بعض عبادت گزار پکارتے اے داؤد علیہ السلام! آپ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے جزا طلب کرنے میں جلدی کی یہ سن کر آپ علیہ السلام بیہوش ہوکر زمین پر تشریف لے آتے جب حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام یہ صورت حال دیکھتے تو ایک چارپائی لاکر آپ علیہ السلام کو اس پر اٹھا لیتے پھر ایک ندا دینے والے کو حکم دیتے کہ وہ یوں پکارے سنو! حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے ساتھ جس کا کوئی دوست اور قریبی تھا وہ چارپائی لاکر اس کو اٹھا لے کیوں کہ جو لوگ آپ علیہ السلام کے قریب تھے ان کو جنت اور دوزخ کے ذکر نے موت سے ہم آغوش کر دیا ہے۔

تو ایک عورت چارپائی لاتی اور اپنے قریبی کو اٹھا کر لے جاتی اور کہتی اے وہ شخص جو جہنم کے ذکر سے مرگیا اے وہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہلاک ہوا پھر جب حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کو افاقہ ہوتا اور آپ علیہ السلام اپنا دست مبارک اپنے سر پر رکھتے اور اپنی عبادت گاہ میں داخل ہوکر اسے بند کر دیتے اور عرض کرتے اے داؤد کے معبود! کیا تو داؤد پر غضبناک ہے اور اپنے رب عزوجل سے مسلسل مناجات کرتے پھر حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام حاضر ہوکر دروازے پر بیٹھ جاتے اور اندر جانے کی اجازت طلب کرتے پھر اندر داخل ہوتے اور آپ علیہ السلام کے ساتھ جو کی ایک روٹی ہوتی آپ علیہ السلام عرض کرتے اے ابا جان اس روٹی کے ذریعے طاقت حاصل کیجئے چنانچہ آپ علیہ السلام اس میں سے جس قدر اللہ تعالیٰ چاہتا، تناول فرماتے اور پھر باہر نکل کر بنی اسرائیل کے درمیان موجود رہتے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسی طرح حضرت سیدنا یزید رقاشی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک دن حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام لوگوں کو وعظ کرنے اور ان کو ڈرانے کے لئے باہر تشریف لائے تو آپ علیہ السلام چالیس ہزار افراد کے ساتھ تھے پھر ان میں سے تیس ہزار مرگئے اور دس ہزار آپ علیہ السلام کے ساتھ واپس آئے فرماتے ہیں آپ علیہ السلام کی دو لونڈیاں تھیں۔ جب آپ علیہ السلام پر خوف کی حالت طاری ہوتی اور گر کر تڑپنے لگتے تو وہ دونوں آپ علیہ السلام کے سینے اور پاؤں مبارک پر بیٹھ جاتیں تا کہ کہیں اعضاء اور جوڑ بکھرنے سے آپ علیہ السلام کا انتقال نہ ہوجائے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا یحیٰ بن زکریا علیہما السلام بیت

المقدس میں داخل ہوئے اوراس وقت آپ علیہ السلام کی عمر آٹھ سال تھی۔ آپ علیہ السلام نے عابدین کو دیکھا کہ انہوں نے بالوں اوراون سے بنے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے اور مجتہدین کو دیکھا کہ انہوں نے گلے کی ہڈیاں پھاڑ کران میں زنجیریں ڈال رکھی تھیں اوراپنے آپ کو بیت المقدس کے اطراف میں باندھ رکھا تھا انہیں دیکھکر آپ علیہ السلام کے دل میں خوفِ خداعزّ وجل کی مزید فراوانی ہوگئی۔

چنانچہ آپ علیہ السلام اپنے والد ماجد کی طرف لوٹ آئے پھر کچھ بچوں کے پاس سے گزرے جو کھیل رہے تھے انہوں نے آپ علیہ السلام کو کھیلنے کی دعوت دی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے کھیلنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا راوی کہتے ہیں پھر آپ علیہ السلام اپنے والدین کے پاس تشریف لائے اوران سے جانوروں کے بالوں سے بنے ہوئے لباس کی فرمائش کی چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پھر آپ علیہ السلام بیت المقدس کی طرف لوٹے دن کوان عبادت گزاروں کی دیکھ بھال فرماتے اور رات بھر وہاں ہی رہتے حتی کہ پندرہ سال گزر گئے اس کے بعد آپ علیہ السلام وہاں سے باہر تشریف لائے اور پہاڑوں اور گھاٹیوں کے غاروں کواپنا مسکن بنالیا جب آپ علیہ السلام کے والدین آپ علیہ السلام کی تلاش میں نکلے تو آپ علیہ السلام کو بحیرۂ اردن کے کنارے پایا آپ علیہ السلام نے اپنے پاؤں پانی میں تر کر رکھے تھے اور قریب تھا آپ علیہ السلام پیاس سے انتقال فرماجاتے اور آپ علیہ السلام اللہ عزّوجل کی بارگاہ میں اس طرح مناجات فرمارہے تھے یا اللہ! تیری عزت وجلال کی قسم میں اس وقت تک ٹھنڈا پانی نہیں پیئوں گا جب تک مجھے معلوم نہ ہوجائے کہ تیرے ہاں میرا کیا مقام ہے؟ آپ علیہ السلام کے والدین نے فرمایا کہ جو کی اس روٹی سے روزہ افطار کیجئے جوان دونوں کے پاس تھی اور یہ پانی بھی پی لیں اوراپنی قسم کا کفارہ ادا کردینا انہوں نے بات مان لی چنانچہ آپ علیہ السلام کے والدین آپ کو دوبارہ بیت المقدس لے آئے۔

اسی طرح مروی ہے کہ آپ علیہ السلام جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو روتے حتی کہ آپ علیہ السلام کے ساتھ درخت اور ڈھیلے بھی رونے لگتے اور آپ علیہ السلام کے رونے پر حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام بھی روتے یہاں تک کہ بیہوش ہوجاتے۔ آپ علیہ السلام مسلسل روتے رہتے تھے حتی کہ آنسوؤں نے رخسار کے گوشت کو گلا کر ختم کردیا تھا اور دیکھنے والوں کو آپ علیہ السلام کی داڑھیں نظر آنے لگیں تھیں اس پر آپ علیہ السلام کی والدہ نے فرمایا اگر تم کہو تو میں کوئی ایسی چیز بناؤں جس کی وجہ سے تمہاری داڑھیں لوگوں کو نظر نہ آئیں؟ آپ علیہ السلام نے اجازت دے دی تو انہوں نے نمدے کے ایک ٹکڑے کو دوہرا کرکے آپ علیہ السلام کے گالوں پر چپٹا دیا۔ لیکن حالت یہ تھی کہ جب آپ علیہ السلام نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ وہ نمدے آنسوؤں سے بھیگ جاتے تو آپ علیہ السلام کی والدہ آکران کو نچوڑتیں جب آپ علیہ السلام اپنے آنسوؤں کو والدہ کے بازو پر جاری ہوتے ہوئے دیکھتے تو بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے یا اللہ! یہ میرے آنسو ہیں اور یہ میری ماں ہے اور میں تیرا بندہ

ہوں اور تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

آنکھوں کی ٹھنڈک:

ایک دن حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام نے ان سے فرمایا اے بیٹے ! میں نے تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی تھی کہ وہ تجھے میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام نے عرض کی اے ابا جان ! حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک جنگل ہے اسے وہی طے کرسکتا ہے جو بہت رونے والا ہو۔اس پر حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام نے فرمایا بیٹے روؤ۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے حواریوں کے گروہ! اللہ تعالیٰ کا خوف اور جنت الفردوس کی محبت مشقت پر صبر کرنے میں مدد دیتے اور دنیا سے دور رکھتے ہیں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کی روٹی کھانا اور خس و خاشاک پر کتوں کے ساتھ سوجانا جنت الفردوس کی طلب میں بہت تھوڑی بات ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ حضرت سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام جب اپنے خیال میں جن اعمال کو خطاء سمجھتے تھے انہیں یاد کرتے تو آپ علیہ السلام پر غشی طاری ہوجاتی اور آپ علیہ السلام کے دل کا اضطراب کئی میلوں تک سنا جاتا ایک مرتبہ حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوکر عرض کی کہ آپ علیہ السلام کو آپ کا رب عزوجل سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کیا ایک خلیل اپنے خلیل سے ڈرتا ہے انہوں نے فرمایا اے جبریل علیہ السلام ! جب میں اپنی خطا کو یاد کرتا ہوں تو اپنا خلیل ہونا بھول جاتا ہوں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ سب باتیں بیان کرکے امام غزالی علیہ الرحمۃ بڑے میٹھے انداز میں ہمیں بھی ان کے حالات پر غور کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

تو یہ انبیاء کرام علیہم السلام کے احوال ہیں ان کو پیش نظر رکھیں اور خوب غور کریں اور خود بھی اپنے دل میں خوف پیدا کرنے کی کوشش کریں کہ یہ لوگ باقی مخلوق کی نسبت اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کو زیادہ جاننے والے تھے ان سب پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام مقرب بندوں پر اُس کی رحمت ہو۔اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

{فصل......۹ }

شدتِ خوف کے سلسلے میں صحابہ کرام، تابعین اور اولیاء کرام (علیہم الرضوان) کے حالات

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک پرندے سے فرمایا اے

پرندے! کاش میں تمہاری طرح ہوتا اور مجھے انسان نہ بنایا جاتا۔

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹا جاتا حضرت سیدنا طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی طرح فرمایا۔

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ مجھے مرنے کے بعد اٹھایا نہ جائے۔ ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں چاہتی ہوں کہ میں بھولی بسری ہو جاؤں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قرآن پاک کی کوئی خوف دلانے والی آیت سنتے تو خوف کی وجہ سے بیہوش ہو کر گر پڑتے اور کئی دنوں تک ان کی عیادت ہوتی ایک دن آپ رضی اللہ عنہ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا کاش میں یہ تنکا ہوتا کاش میرا ذکر نہ ہوتا کاش مجھے بھلا دیا گیا ہوتا کاش مجھے میری ماں جنم نہ دیتی۔

نیز حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر آنسو کی دو سیاہ لکیریں تھیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اپنا غصہ نہیں نکالتا اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ اپنی مرضی نہیں کرتا اور اگر قیامت نہ ہوتی تو ہم کچھ اور ہی دیکھتے۔

اور جب حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ۔ (پارہ ۳۰، سورۂ تکویر، آیت ۱)

ترجمہ کنز الایمان: ''جب دھوپ لپیٹی جائے گی''

یعنی سورۂ تکویر پڑھتے ہوئے اس کی آیت۔

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ۔ (پارہ ۳۰، سورۂ تکویر، آیت ۱۰)

ترجمہ کنز الایمان: ''اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں''

تک پہنچے تو بیہوش ہو کر گر پڑے۔

ایک دن آپ رضی اللہ عنہ کسی آدمی کے مکان کے قریب سے گزرے وہ نماز میں سورۂ ''الطّور'' پڑھ رہا تھا آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر سنتے رہے جب وہ اس آیت پر پہنچا۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّالَهٗ مِنۡ دَافِعٍ۔

ترجمہ کنز الایمان: ''بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونا ہے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں'' (پارہ ۲۷، سورۂ طور، آیت ۷)

تو خوفِ خداعزّ وجل کی ہیبت سے آپ رضی اللہ عنہ اپنے دراز گوش سے اتر پڑے اور دیوار سے ٹیک لگا کر دیر تک کھڑے رہے پھر گھر واپس لوٹے تو ایک مہینہ بیمار رہے لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے کیلئے آتے رہے لیکن پتہ نہ چلا کہ بیماری کیا ہے۔

اسی طرح حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز فجر سے سلام پھیرا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کو کوئی رنج تھا آپ رضی اللہ عنہ اپنا ہاتھ الٹ پلٹ کر رہے تھے پھر فرمانے لگے میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے لیکن آج ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا وہ اس حالت میں صبح کرتے کہ بال بکھرے ہوتے' رنگ زرد ہوتا اور چہرے پر گردوغبار ہوتا۔ ان کی آنکھوں کے درمیان کی جگہ بکریوں کی رانوں کی طرح (سخت اور کھردری) ہوتی ان کی رات اللہ تعالیٰ کے لئے سجدے اور قیام میں گزرتی اور وہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے' اپنی پیشانی اور پاؤں پر باری باری زور ڈالتے صبح ہوتی تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح کانپتے جس طرح ہوا کے ساتھ درخت ہلتا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے حتی کہ ان کے کپڑے تر ہوجاتے (لیکن آج) اللہ عزوجل کی قسم! میں گویا ایسی قوم کے ساتھ ہوں جو غفلت میں رات گزارتے ہیں پھر آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو ہنستے ہوئے دیکھا نہیں گیا حتی کہ ابن ملجم نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

مشہور صحابی حضرت سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ راکھ بن جاؤں اور سخت آندھی کے دن ہوا میرے اجزاء کو بکھیر دے۔

حضرت سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میں مینڈھا ہوتا اور میرے گھر والے مجھے ذبح کر دیتے پھر وہ میرا گوشت کھالیتے اور شوربا پی لیتے ...... حضرت سیدنا علی بن حسین (حضرت سیدنا امام زین العابدین) رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب وضو کرتے تو آپ رضی اللہ عنہ کا رنگ زرد ہوجاتا آپ رضی اللہ عنہ کے گھر والے پوچھتے یہ وضو کے وقت آپ کو کیا ہوجاتا ہے؟ فرماتے کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے کا ارادہ کرتا ہوں۔

اسی طرح حضرت سیدنا موسیٰ بن مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب ہم حضرت سیدنا سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھتے تو ان کے خوف اور جزع فزع کو دیکھ کر یوں سمجھتے کہ ہمارے اردگرد آگ ہے۔

ایک دن ایک قاری نے پڑھا۔

هَذَا كِتَابُنَا يَنطِقُ عَلَيكُمْ بِالْحَقِّ۔

ترجمہ کنزالایمان: ''ہمارا یہ نوشتہ تم پر حق بولتا ہے'' (پارہ' سورۂ جاثیہ' آیت ۲۹)

(یہ سن کر) حضرت سیدنا عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ رو پڑے حتی کہ ان پر بیہوشی طاری ہوگئی جب ان کو افاقہ ہوا تو بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اے اللہ! تیری عزت کی قسم! جس قدر ممکن ہوا تیری نافرمانی سے بچوں گا پس تو اپنی توفیق سے اپنی عبادت پر میری مدد فرما۔

حضرت سیدنا مِسْوَر بن مخرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ شدتِ خوف کی وجہ سے قرآن پاک میں سے کچھ سننے پر قادر نہ ہوتے ان کے پاس کوئی ایک حرف یا آیت پڑھی جاتی تو وہ ایک چیخ مارتے تو کئی دن تک ان کو ہوش نہ آتا حتی کہ قبیلہ خشعم کا ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے پڑھا۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا۔

ترجمہ کنزالایمان: ''جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے پیاسے'' (پارہ ۱۶، سورۂ مریم آیت ۸۶،۸۵)

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں مجرموں میں سے ہوں اور متقی لوگوں میں سے نہیں ہوں اے قاری! دوبارہ پڑھو اس نے دوبارہ پڑھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک نعرہ مارا اور روح پرواز کر گئی۔ یونہی حضرت سیدنا یحییٰ بکاء (بہت رونے والے) رضی اللہ عنہ کے سامنے پڑھا گیا۔

وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ۔

ترجمہ کنزالایمان: ''اور کبھی تم دیکھو جب اپنے رب کے حضور کھڑے کئے جائیں گے'' (پارہ ۷، سورۂ انعام، ۳۰)

تو انہوں نے ایک چیخ ماری کہ اس سے چار مہینے تک بیمار رہے بصرہ کے اطراف سے لوگ ان کی عیادت کرتے۔

عبادت گزار کنیز:

مشہور بزرگ حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا کہ میں نے ایک عبادت گزار لونڈی کو دیکھا جو کعبہ شریف کے پردوں سے لٹکی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی کتنی ہی خواہشات ہیں جن کی لذت چلی گئی لیکن (نافرمانی کی وجہ سے انکا) عذاب باقی ہے اے میرے رب! کیا تیرے ہاں جہنم کے سوا کوئی اور (ہلکی) سزا اور عذاب نہیں ہے یہ کہہ کر وہ روتی رہی اور طلوع فجر تک وہیں کھڑی رہی حضرت سیدنا مالک فرماتے ہیں جب میں نے اسے دیکھا (کہ وہ ایک کنیز ہے اور اسکے باوجود اتنا رو رہی ہے) تو میں نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور چیخ ماری میں نے کہا مالک پر اس کی ماں روئے (یعنی ہمارا کیا حال ہوگا)

روایت کیا گیا کہ ایک مرتبہ عرفہ کے دن لوگ دعا مانگ رہے تھے اور حضرت سیدنا فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ گمشدہ بچے کی دل جلی ماں کی طرح رو رہے تھے جب سورج غروب ہونے لگا تو آپ نے اپنی داڑھی کو پکڑا اور پھر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا اگر تو مجھے بخش بھی دے تب بھی مجھے تجھ سے بڑی حیا آتی ہے پھر لوگوں کے ساتھ واپس تشریف لے گئے۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ڈرنے والے لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کے دل خوف کی وجہ سے زخمی ہوتے ہیں اور آنکھیں روتی ہیں وہ کہتے ہیں ہم کیسے خوش ہوں جب کہ موت ہمارا پیچھا کررہی ہے قبر ہمارے سامنے ہے اور قیامت کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے ہم نے جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے اور اللہ تعالیٰ جو ہمارا رب ہے اسکے سامنے کھڑا ہونا ہے۔

حضرت سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک جوان کے پاس سے گزرے اور وہ لوگوں کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا ہنسنے میں مشغول تھا حضرت سیدنا حسن نے فرمایا اے نوجوان! کیا تو پل صراط پار کرچکا ہے؟ اس نے کہا نہیں فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ جنت میں جاؤ گے یا دوزخ میں؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا تو یہ ہنسی کیسی ہے؟ کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس نوجوان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

حضرت سیدنا حماد بن عبدِ رَبِّہٖ جب بیٹھتے تو قدموں کے بل بیٹھتے۔ کہا گیا کہ آپ اطمینان سے کیوں نہیں بیٹھتے؟ وہ فرماتے وہ امن والوں کا بیٹھنا ہے اور میں پر امن نہیں ہوں کیونکہ میں گناہ گار ہوں۔

حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جو (اپنے خاص) بندوں کے دلوں میں غفلت ڈالی ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے مر نہ جائیں۔

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے ارادہ کیا کہ میں مرتے وقت لوگوں کو حکم دوں کہ وہ مجھے بیڑیاں اور طوق ڈال کر اللہ تعالیٰ کے پاس لے جائیں جس طرح بھاگے ہوئے غلام کو اس کے مالک کے پاس لے جایا جاتا ہے۔

دھوکہ نہ کھانا:

حضرت سیدنا حاتم اصم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کسی اچھی جگہ کے دھوکے میں نہ آؤ کیوں کہ جنت سے بہتر کوئی جگہ نہیں لیکن پھر بھی حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ ہوا اسی جگہ ہوا اور نہ عبادت کی کثرت تمہیں دھوکہ دے کیونکہ ابلیس کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ایک طویل عرصہ عبادت کرنے کے بعد ہوا اور کثرتِ علم سے بھی دھوکہ نہ کھاؤ کیونکہ بلعام (بلعم بن

باعور) اسم اعظم اچھی طرح جانتا تھا تو دیکھو اس کا انجام کیا ہوا نیز نیک لوگوں کی زیارت بھی تمہیں دھوکہ نہ دے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا مقام کسی کا نہیں لیکن آپ ﷺ کے کافر رشتہ دار اور دشمن آپ ﷺ کی ملاقات سے فائدہ حاصل نہ کر سکے۔

حضرت سیدنا سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں ایک دن میں کئی مرتبہ اپنی ناک کی طرف دیکھتا ہوں کیونکہ مجھے یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں میرا چہرہ سیاہ نہ ہو چکا ہو۔ حضرت سیدنا ابو حفص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں چالیس سال سے میرے دل میں یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے غضب کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے کیونکہ اس بات پر میرے اعمال دلالت کر رہے ہیں۔

جنت کا سوال:

ایک دن حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے احباب کی طرف نکلے تو فرمایا میں نے گذشتہ رات اللہ تعالیٰ پر جراءت کی ہے یعنی میں نے اس سے جنت کا سوال کیا ہے۔

حضرت سیدنا محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ نے ان سے فرمایا اے بیٹے! میں تجھے بچپن میں بھی پاک جانتی تھی اور بڑا ہونے کے بعد بھی پاکیزہ ہی جانتی ہوں لیکن تو نے اپنے اوپر ہلاکت خیز مسلط کر دیا ہے کیونکہ تو دن رات عبادت کرتا اور اپنی صحت کا کچھ خیال نہیں رکھتا ہے انہوں نے فرمایا اے ماں! اللہ تعالیٰ میرے اعمال پر مطلع ہے اور اگر میرے اعمال میں کچھ گناہ ہوئے جن پر وہ ناراض ہو گیا تو میں کس بات سے نڈر ہو جاؤں اگر اللہ تعالیٰ فرمائے کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم میں تجھے نہیں بخشوں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ انصار میں سے ایک نوجوان کو دوزخ کا ڈر ہوا وہ روتے رہے حتی کہ گھر میں مقید ہو کر رہ گئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ان کو گلے لگایا تو وہ فوت ہو کر گر پڑے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

جَهِّزُوا صَاحِبَكُمْ فَاِنَّ الْفَرَقَ مِنَ النَّارِ فَتَّتَ كَبِدَهٗ۔

(المستدرک للحاکم جلد۲ ص۴۹۴ کتاب التفسیر)

اپنے ساتھی کے کفن دفن کا انتظام کرو جہنم کے خوف نے اس کے جگر کو ٹکڑے کر دیا ہے۔

حضرت سیدنا ابن میسرہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے جب آپ رضی اللہ عنہ بستر پر تشریف لے جاتے تو فرماتے کاش میری ماں مجھے نہ جنتی ان کی ماں نے فرمایا اے میسرہ! اللہ تعالیٰ نے تجھ سے اچھا سلوک کیا تجھے اسلام کی ہدایت دی انہوں

نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہم جہنم میں جائیں گے اور یہ نہیں فرمایا کہ اس سے نکل جائیں گے۔

حوالہ

حضرت سیدنا فرقد سبخی سے کہا گیا کہ ہمیں سب سے زیادہ تعجب خیز بات بتائیں جو بنی اسرائیل سے آپ تک پہنچی ہو انہوں نے فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بیت المقدس میں پانچ سو کنواری لڑکیاں داخل ہوئیں جن کا لباس کمبل اور ٹاٹ تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ثواب اور عذاب کے بارے میں گفتگو کی تو وہ سب کی سب ایک ہی دن میں مر گئیں۔

اسی طرح حضرت سیدنا عطاء سلمی رضی اللہ عنہ خوف کھانے والے لوگوں میں سے تھے وہ اللہ تعالیٰ سے کبھی بھی جنت کا سوال نہ کرتے بلکہ محض عفوو درگزر کا سوال کرتے ان سے بیماری کی حالت میں کہا گیا کیا آپ رضی اللہ عنہ کو کسی چیز کی خواہش نہیں؟ انہوں نے فرمایا جہنم کے خوف نے میرے دل میں خواہش کے لئے کوئی جگہ نہیں چھوڑی۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے چالیس سال تک نہ تو آسمان کی طرف سر اٹھایا اور نہ ہی ہنسے۔ ایک دن انہوں نے سر اٹھایا تو گھبرا کر گر پڑے اور ان کی آنتیں پھٹ گئیں آپ رضی اللہ عنہ کا طریقہ تھا کہ رات کو اپنا جسم ٹٹولتے کہ کہیں مسخ تو نہیں ہو گیا اور جب کبھی آندھی چلتی یا بجلی گرتی یا غلّہ مہنگا ہوتا تو فرماتے میری وجہ سے لوگوں کو یہ مصیبت پہنچی ہے اگر عطاء مر جائے تو لوگوں کو سکون ملے۔

ندامت:

یہی حضرت سیدنا عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم مشہور بزرگ عتبہ غلام رحمہ اللہ کے ہمراہ باہر نکلے وہ فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتے تھے اور طویل قیام کی وجہ سے ان کے پاؤں سوج گئے تھے اور آنکھیں اندر کو دھنس چکی تھیں چمڑی ہڈیوں سے مل گئی تھی اور رگیں باریک تاروں کی طرح معلوم ہوتی تھیں وہ ایسے ہو گئے تھے گویا انکی کھال تربوز کا چھلکا ہوں اور گویا وہ قبروں سے نکالے گئے ہیں وہ بتاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اطاعت گزار لوگوں کو عزت بخشی اور نافرمان لوگوں کو ذلیل کیا وہ چل ہی رہے تھے کہ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک بیہوش ہو کر گر پڑا اس کے دوست اس کے گرد بیٹھ کر رونے لگے وہ دن سخت سرد تھا لیکن اس کے باوجود اس کی پیشانی پر پسینہ آیا ہوا تھا انہوں نے پانی لا کر اس کے چہرے پر مارا تو اسے کچھ افاقہ ہوا انہوں نے اس سے ماجرا پوچھا تو اس نے کہا مجھے یاد آ گیا تھا کہ میں نے اس جگہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی۔

حضرت سیدنا صالح المری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے عبادت گزار لوگوں میں سے ایک کے پاس یہ آیت پڑھی۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يَا لَيْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔

ترجمہ کنزالایمان: ''جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا'' (پارہ ۲۲' سورۂ احزاب' آیت ٦٦)

یہ سن کر وہ زاہد بیہوش ہو گیا اور جب افاقہ ہوا تو اس نے کہا اے صالح! مزید پڑھئے کیوں کہ غم ہو رہا ہے پس میں نے پڑھا۔

كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا۔ (پ ۱۷' سورۂ حج' ۲۲)

ترجمہ کنزالایمان: ''جب گھٹن کے سبب اس میں سے نکلنا چاہیں گے پھر اسی میں لوٹا دئے جائیں گے''

یہ آیت سن کر اس کی روح پرواز کر گئی اور وہ گر پڑا (رحمۃ اللہ علیہ)۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیدنا زرارہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے یہ آیت پڑھی

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ۔

ترجمہ کنزالایمان: ''پھر جب صور پھونکا جائے گا'' (پارہ ۲۹' سورۂ مدثر' آیت ۸)

تو وہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور اسی بے ہوشی میں انتقال کر گئے۔

حضرت سیدنا یزید قاشی رحمہ اللہ تعالیٰ' حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے کہا اے یزید! مجھے کچھ نصیحت فرمائیں انہوں نے فرمایا اے امیر المومنین جان لو تم پہلے خلیفہ نہیں ہو جو مر جاؤ گے (بلکہ تم سے پہلے بھی خلفاء دنیا سے رخصت ہوئے) یہ سن کر حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ رونے لگے پھر فرمایا مزید کچھ بتائیے انہوں نے فرمایا۔ اے امیر المومنین! حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اور آپ رضی اللہ عنہ کے درمیان آپ کے جتنے اجداد گزرے ہیں وہ سب فوت ہو گئے یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ روئے پھر فرمایا مزید کچھ بتائیے انہوں نے فرمایا آپ رضی اللہ عنہ کے اور جنت و دوزخ کے درمیان کوئی منزل نہیں ہے یہ سن کر حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

حضرت سیدنا میمون بن مہر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ۔

ترجمہ کنزالایمان: ''اور بے شک جہنم ان سب کا وعدہ ہے'' (پارہ ۱۴' سورۂ حجر' آیت ۴۳)

تو حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چیخ ماری اور اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر دیوانہ وار بھاگ کھڑے ہوئے تین دن تک ان کا پتہ نہ چلا۔

حضرت سیدنا داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاتون کو دیکھا جو اپنے بچے کی قبر کے سرہانے رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی اے میرے بچے! معلوم نہیں تیرے کس رخسار کو کیڑوں نے پہلے کھایا ہے' یہ سن کر حضرت سیدنا داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے چیخ ماری اور اسی جگہ گر پڑے۔

جگر ٹکڑے ٹکڑے:

کہا گیا کہ ہے کہ حضرت سیدنا سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ بیمار ہو گئے تو ان کا پیشاب ایک ذمی (کافر) طبیب کو دکھایا گیا تو اس نے کہا خوف نے ان کا جگر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے پھر اس نے آ کر آپ رضی اللہ عنہ کی نبض دیکھی اور کہا میں نے اسلام میں ان جیسا آدمی نہیں دیکھا۔

حضرت سیدنا احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ مجھ پر خوف کا ایک دروازہ کھول دے تو اس نے کھول دیا پھر مجھے اپنی عقل زائل ہونے کا ڈر محسوس ہوا تو میں نے عرض کی اے میرے رب عزوجل! میری طاقت کے مطابق رکھنا تو اس سے میرا دل تھم گیا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے فرمایا روؤ اگر رونا نہ آتا ہو تو رونے کی کوشش کرو پس اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کسی کو حقیقت کا علم ہوتا تو وہ اس قدر چیختا کہ اس کی آواز ٹوٹ جاتی اور اس طرح نماز پڑھتا کہ اس کی پیٹھ ٹوٹ جاتی گویا انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا آپ نے ارشاد فرمایا۔

لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا۔ (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۶۵' کتاب التفسیر)

اگر تم وہ بات جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔

نیز حضرت سیدنا عنبری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اصحاب حدیث حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر جمع ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے روشندان سے ان کو جھانکا (تو انہوں نے دیکھا کہ) آپ رضی اللہ عنہ رو رہے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک ہل رہی تھی آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم پر قرآن پاک پڑھنا لازم اور نماز کی پابندی ضروری ہے اور یہ وقت حدیث کا نہیں یہ رونے' گڑگڑانے' عاجزی اور ڈوبنے والے کی طرح پکارنے کا وقت ہے اس زمانے میں اپنی زبان کی حفاظت کرو اپنی جگہ چھپاؤ اور دل کا علاج کرو اچھی باتوں کو اختیار کرو اور بری باتوں کو چھوڑ دو۔

ایک دن حضرت سیدنا فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ چل رہے تھے پوچھا گیا کہاں تشریف لے

جارہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں گویا وہ خوف کی حالت میں چل رہے تھے۔

حضرت سیدنا ذر بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ حضرت سیدنا عمر بن ذر (رحمہما اللہ) سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ دوسرے لوگ گفتگو کرتے ہیں تو کوئی بھی نہیں روتا اور جب آپ کلام فرماتے ہیں تو ہر طرف سے رونے کی آواز سنائی دیتی ہے انہوں نے فرمایا جس عورت کا بچہ گم ہوجائے اس کے رونے اور اجرت لے کر رونے والی کے رونے میں فرق ہوتا ہے یعنی قلبی کیفیت کا اپنا خاص اثر ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک جماعت ایک عابد کے پاس کھڑی ہوئی اور وہ رو رہا تھا انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے رونے کی کیا وجہ ہے؟ اس عابد نے جواب دیا ایک زخم ہے جس کو ڈرنے والے لوگ اپنے دلوں میں پاتے ہیں پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کے لئے جو ہیبت ناک ندا ہوگی۔

بوڑھا غلام:

ایک مرتبہ حضرت سیدنا خواص رحمہ اللہ تعالیٰ رو رہے تھے اور اپنی مناجات میں کہتے تھے اے مرے آقا میں بوڑھا ہوا اور میرا جسم تیری خدمت سے کمزور ہوگیا پس تو مجھے آزاد کردے۔

سات عجائبات:

ایک اور بزرگ حضرت سیدنا صالح مری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت سیدنا ابن سماک رحمہ اللہ تعالیٰ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اپنے عبادت گزار ساتھیوں کے کچھ عجائبات دکھاؤں میں اسے محلے کے ایک شخص کے پاس لے گیا جو جھونپڑے میں رہتا تھا ہم نے اس سے اندر آنے کی اجازت مانگی اور اندر چلے گئے دیکھا تو ایک شخص چٹائی بنا رہا تھا میں نے اس کے سامنے آیت پڑھی۔

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ۔

ترجمہ کنزالایمان: ''جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں گھسیٹے جائیں گے کھولتے پانی میں پھر آگ میں دہکائے جائیں گے''(پارہ ۲۴، سورۂ غافر (مومن)، آیت ۷۱)

(یہ سن کر) اس شخص نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوکر گر پڑا چنانچہ ہم اسے اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے دوسرے کے پاس پہنچے اور یہی آیت پڑھی تو اس نے بھی چیخ ماری اور بیہوش ہوکر گر پڑا ہم وہاں سے بھی چل پڑے اور تیسرے کے پاس جانے کی اجازت طلب کی اس نے کہا تم داخل ہوسکتے بشرطیکہ ہمیں ہمارے رب سے نہ روکو میں نے اس

کے پاس یہ آیت پڑھی۔

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ

ترجمہ کنزالایمان: ''یہ اس کے لئے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میں نے جو عذاب کا حکم سنایا ہے اس سے خوف کرے'' (پارہ ۱۳، سورۂ ابراہیم، آیت ۱۴)

اس نے بھی ایک چیخ ماری تو اس کے نتھنوں سے خون نکلنے لگا اور وہ اسی خون میں تڑپنے لگا حتی کہ خون خشک ہو گیا ہم اسے اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے میں نے حضرت سیدنا ابن سماک کو چھ آدمیوں کے پاس پھرایا ہم ان میں سے ہر ایک کو بیہوش چھوڑ کر آگے چلے جاتے۔ پھر میں ان کو ساتویں کے پاس لے گیا اور اس سے اجازت مانگی تو دیکھا کہ چھونپڑے میں ایک عورت ہے اس نے کہا آجاؤ چنانچہ ہم داخل ہو گئے ہم نے دیکھا ایک بوڑھا شخص مصلّے پر بیٹھا ہوا ہے ہم نے اسے سلام کیا لیکن اسے ہمارے سلام کا پتہ نہ چلا میں نے بلند آواز سے کہا سنو! کل لوگوں نے ایک جگہ کھڑا ہونا ہے

شیخ نے گھبرا کر پوچھا! کس کے سامنے کھڑا ہونا ہے؟ پھر وہ حیران ہو کر کھڑا ہو گیا اور اس کا منہ کھلا تھا آنکھیں کھلی رہ گئیں وہ کمزور آواز کے ساتھ اوہ، اوہ کرنے لگا حتی کہ یہ آواز بھی ختم ہو گئی اس کی بیوی نے کہا نکل جاؤ تمہیں اس وقت کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ پھر اس کے بعد جب میں نے لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ تین کو افاقہ ہو گیا تھا اور تین اپنے رب سے جا ملے تھے جب کہ شیخ تین دن سے اسی طرح حیران اور خاموش کھڑا تھا حتی کہ اس نے کوئی فرض نماز بھی ادا نہ کی پھر تین دن بعد اسے ہوش آیا۔

حضرت سیدنا یزید بن اسود جو کہ ابدال مشہور تھے اور انہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ نہ تو کبھی ہنسیں گے نہ پہلو کے بل آرام کریں گے اور نہ کبھی مرغن چیز کھائیں گے اور وہ اپنی قسم پر قائم رہے حتی کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

ایک مرتبہ حجاج نے حضرت سیدنا سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بالکل نہیں ہنستے انہوں نے فرمایا میں کیسے ہنسوں جب کہ جہنم کی آگ بھڑکائی جا چکی ہے طوق تیار کر دیئے گئے اور جہنم کے فرشتے مستعد ہیں۔

ایک شخص نے حضرت سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا اے ابو سعید رضی اللہ عنہ! آپ نے صبح کیسے کی؟ انہوں نے فرمایا اچھی طرح ...... پوچھا کیا حال ہے؟ اس پر حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ مسکرائے اور فرمایا تم میری حالت پوچھتے ہو ان لوگوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو کشتی میں سوار ہوئے جب دریا کے درمیان پہنچے تو کشتی ٹوٹ گئی اور ان میں سے ہر ایک، ایک لکڑی کے ساتھ لٹک گیا تو وہ کس حال میں ہو گا؟ اس نے کہا سخت حالت میں ہو گا حضرت سیدنا حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری حالت ان کی حالت سے بھی زیادہ سخت ہے۔

کنیز کا خواب:

حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک لونڈی ان کے پاس گئی اور سلام کیا پھر وہ گھر کی مسجد کے پاس کھڑی ہوگئی اور دو رکعت نماز ادا کی اس کے بعد اس پر نیند کا غلبہ ہوگیا اور وہ سوگئی وہ خواب کی حالت میں روئی جب بیدار ہوئی تو عرض کیا امیر المومنین! اللہ کی قسم! میں نے عجیب معاملہ دیکھا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کیا اس نے کہا میں نے دوزخ کو دیکھا وہ دوزخیوں پر بھڑک رہی تھی پھر پل صراط کو لا کر اس کے اوپر رکھا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر کیا ہوا اس نے کہا آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے کے بادشاہوں میں سے ایک یعنی عبد الملک بن مروان کو لا کر اس پل پر چڑھایا گیا وہ تھوڑا سا چلا کہ پل الٹ گیا اور وہ جہنم میں گر گیا حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے (فکر مندی سے) فرمایا مزید کیا ہوا؟ اس نے کہا پھر اس کے بیٹے ولید بن عبد الملک کو لایا گیا اسے بھی اس پر سوار کیا گیا تو تھوڑا سا چلنے کے بعد پل صراط الٹ گیا اور وہ جہنم میں گر گیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر کیا ہوا؟ اس نے کہا پھر سلیمان بن عبد المالک کو لایا گیا وہ بھی تھوڑا سا چلا تھا کہ پل الٹ گیا اور وہ اسی طرح جہنم میں چلا گیا۔

حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے گھبرا کر فرمایا پھر کیا ہوا؟ اس نے کہا اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ کی قسم پھر آپ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا یہ سن کر حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑے وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑی ہو کر آپ کے کانوں میں کہنے لگی اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نجات پا گئے بخدا! میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نجات پا گئے راوی فرماتے ہیں وہ اسی طرح آواز دیتی رہی اور آپ رضی اللہ عنہ چلاتے اور پاؤں اٹھا اٹھا کر تڑپتے رہے۔

حکایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت سیدنا اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ واعظ کے پاس تشریف لاتے اور اس کے کلام سے روتے جب وہ جہنم کا ذکر کرتا تو حضرت سیدنا اویس رضی اللہ عنہ چیخ مارتے پھر اٹھ کر چل پڑتے تو لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو پاگل پاگل کہتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے لگ جاتے۔

مومن کا خوف :

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مومن کا خوف اس وقت تک نہیں ٹھہرتا جب تک وہ جہنم کے پل کو اپنے پیچھے نہ چھوڑ دے۔

حضرت سیدنا طاؤس رحمہ اللہ کے لئے بچھونا بچھایا جاتا آپ رضی اللہ عنہ اس پر لیٹتے اور فکرِ آخرت اور خوف خدا عزوجل

کے باعث رات بھراس طرح لوٹ پوٹ ہوتے جس طرح گرم کڑاہی میں دانے ادھرادھراُچھلتے ہیں پھراتر کر بستر کو لپیٹ دیتے اور صبح تک قبلہ رخ ہو جاتے (نماز پڑھتے) اور فرماتے جہنم کے ذکر نے ڈرنے والوں کی نیند اڑادی۔

حضرت سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک شخص جہنم سے ایک ہزار سال بعد نکالا جائے گا (پھر فرمایا) کاش وہ شخص میں ہوتا آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بات جہنم میں ہمیشہ رہنے اور برے خاتمے کے خوف سے فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ چالیس سال تک نہیں ہنسے۔ راوی کہتے ہیں میں جب ان کو بیٹھا ہوا دیکھتا تو یوں معلوم ہوتا گویا وہ ایک قیدی ہیں جنہیں قتل کے لئے لایا گیا ہے اور جب وہ گفتگو کرتے تو گویا آخرت کو دیکھ رہے ہیں اور اس کو دیکھ کر بتا رہے ہیں اور جب وہ خاموش ہوتے تو گویا ان کی آنکھوں کے درمیان آگ بھڑک رہی ہے اور جب ان پر اس شدتِ غم وحزن کا عتاب کیا گیا تو انہوں نے فرمایا میں اس بات سے بے خوف نہیں ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے بعض ناپسندیدہ اعمال کو دیکھ کر مجھ پر غضب فرمایا اور کہا جاؤ میں تمہیں نہیں بخشتا تو میرا عمل کرنا بے فائدہ ہوگا۔

شدت تأثر:

حضرت سیدنا ابن سماک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے ایک دن کسی مجلس میں وعظ کیا تو لوگوں میں سے ایک نوجوان نے کھڑے ہو کر کہا اے ابوالعباس رضی اللہ عنہ! آپ نے آج ایک ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر ہم اس کے علاوہ کوئی بات نہ سنیں تو بھی کوئی پرواہ نہیں میں نے پوچھا وہ کونسا کلمہ ہے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے؟ اس نے کہا آپ کا یہ قول کہ

دو جگہ (میں سے ایک میں) ہمیشہ رہنے یعنی جنت یا دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے خیال نے خائفین کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

پھر وہ نوجوان نظر نہ آیا میں نے اسے دوسری مجلس میں تلاش کیا لیکن نہ پایا اس کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ بیمار ہے اور لوگ اس کی عیادت کے لئے جاتے ہیں۔

چنانچہ میں بھی اس کی بیمار پرسی کے لئے گیا اور کہا اے بھائی میں آپ کو کس حالت میں دیکھ رہا ہوں؟ اس نے کہا اے ابوالعباس! یہ آپ کے اسی قول کی وجہ سے ہوا ہے کہ جنت یا دوزخ میں سے کسی ایک مقام پر ہمیشہ رہنے کے خوف نے لوگوں کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ فرماتے ہیں پھر وہ نوجوان انتقال کر گیا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے میں نے اسے خواب میں دیکھ کر کہا اے میرے بھائی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور مجھ پر رحم فرمایا نیز مجھے جنت میں داخل کر دیا میں نے پوچھا کس عمل کی وجہ سے؟ اس نے کہا اسی کلمے کی وجہ سے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امام غزالی رضی اللہ عنہ ان تمام اقعات کو بیان کر کے اپنے آخری کلمات یوں ارشاد فرماتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء عظام اور علماء کرام نیز صالحین رضی اللہ عنہم کے خوف کا یہ حال تھا اور ہمیں تو ان کی نسبت زیادہ ڈرنا چاہئے لیکن یہ مطلب نہیں کہ جب گناہ زیادہ ہوں تو اس وقت خوف پیدا ہو بلکہ دل کی صفائی اور کمال معرفت کی صورت میں بھی خوف ہونا چاہئے کیونکہ گناہوں کی قلت اور عبادات کی کثرت بے خوفی کا سبب نہیں ہوسکتی بلکہ شہوت نفس کی اطاعت' بدبختی کا غلبہ اور غفلت نیز دل کی سختی کی وجہ سے اپنے اعمال کو کافی سمجھنے، موت کے قرب کے باوجود بیدار نہ ہونے' گناہوں کی کثرت کے باوجود حرکت میں نہ آنے' خوف کھانے والوں کے حالات دیکھنے کے باوجود خوف کے پیدا نہ ہونے اور برے خاتمے کے خوف کے اثر انداز نہ ہونے کی صورت میں یہی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ وہ اپنے فضل وکرم سے ہمارے احوال کی اصلاح فرمائے اور ان باتوں کا تدارک کرے وہ بھی اس صورت میں کہ اگر محض زبانی سوال بغیر کوشش کے نفع دیتا ہو۔۔۔؟

اور عجیب بات تو یہ ہے کہ دنیا میں جب ہم مال کی خواہش کرتے ہیں تو کھیتی باڑی کرتے ہیں' درخت لگاتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں نیز دریاؤں اور خشکی کا سفر کرتے ہیں اور جب علمی مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو غور وفکر کرتے ہیں اور اس کے حفظ وتکرار کے سلسلے میں مشقت اٹھاتے اور شب بیداری کرتے ہیں یونہی ہم تلاش رزق کے سلسلے میں کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ضمانت پر اعتماد کر کے گھر میں نہیں بیٹھ جاتے کہ صرف گھر میں بیٹھ کر دعا کریں کہ یا اللہ ہمیں رزق عطا فرما بلکہ پوری پوری کوشش کرتے ہیں۔

لیکن جب آخرت کی دائمی سلطنت پر نظر کرتے ہیں تو صرف اسی بات پر قناعت کرتے ہیں کہ زبان سے کہہ دیں یا اللہ! ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما حالانکہ جس ذات سے ہماری امید وابستہ ہے اور جس کے ڈھیل دینے سے ہم دھوکہ کھائے ہوئے ہیں وہی ہمیں پکار پکار کر کہتا ہے۔

وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

ترجمہ کنزالایمان: ''اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش'' (پارہ ۲۷' سورۂ النجم' آیت ۳۹)

اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا یَغُرَّنَّکُمۡ بِاللّٰہِ الۡغَرُوۡرُ

ترجمہ کنزالایمان: ''اور ہرگز تمہیں اللہ کے علم پر دھوکہ نہ دے وہ بڑا فریبی'' (پارہ ۲۱' سورۂ لقمان' آیت ۳۳)

اور ارشاد فرمایا۔

يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ

ترجمہ کنزالایمان: ''اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے'' (پارہ ۳۰ سورۃ انفطار، آیت ٦)

پھر یہ سب باتیں ہمیں دھوکے اور آرزوؤں کی وادیوں سے نہیں نکالتیں اور نہ ہی ہمیں بیدار کرتی ہیں ...... تو یہ نہایت ہی خطرناک بات ہے اگر اللہ تعالیٰ توبۃ النصوح کے ذریعے ہم پر اپنا فضل نہ فرمائے اور یوں ہماری اس کمی کا تدارک نہ فرمائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہماری توبہ کو قبول فرمائے۔ بلکہ ہم اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں میں توبہ کا شوق ڈال دے اور توبہ کے سوال کے لئے محض زبانی حرکت ہی کو کافی نہ سمجھنے کی توفیق دے کیونکہ اس طرح ہم ان لوگوں میں سے ہو جائیں گے جو کہتے تو ہیں مگر عمل نہیں کرتے اور سنتے ہیں لیکن قبول نہیں کرتے۔ جب ہم وعظ سنتے ہیں تو روتے ہیں اور جب عمل کا وقت آتا ہے تو نافرمانی کرتے ہیں۔ ذلت و رسوائی کی اس سے بڑی علامت کیا ہو سکتی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل و کرم اور احسان سے ہمیں توفیق اور ہدایت عطا فرمائے۔

اب ہم خائفین کے احوال کا ذکر اسی پر ختم کرتے ہیں کیوں کہ تھوڑا ہو لیکن قبول کرنے والے دل تک پہنچ جائے وہ کافی ہے جب کہ زیادہ ہو اور غافل دل تک نہ پہنچے تو وہ بے مقصد ہے۔

آخری بات:

منقول ہے کہ ایک زاہد جو عارفین میں سے تھا اس سے حضرت سیدنا عیسیٰ بن مالک خولانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا کہ انہوں نے اسے بیت المقدس کے دروازے پر کھڑا دیکھا شدت غم اور زیادہ رونے کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسو رکتے نہیں تھے حضرت سیدنا عیسیٰ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں نے اسے اس پریشان کن حالت میں دیکھا تو میں نے کہا اے زاہد! مجھے کوئی نصیحت فرمائیں جسے میں یاد رکھوں اس نے کہا بھائی! میں آپ کو کس بات کی نصیحت کروں؟ اگر تم اس شخص کی طرح رہ سکتے ہو جو درندوں اور زمینی جانوروں سے خوف زدہ ہے اور اسے اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ کہیں غفلت میں اس کو کوئی درندہ چیر پھاڑ نہ دے یا بھول ہو جائے تو کیڑے نہ کاٹ لیں چنانچہ وہ رات بھر خوف زدہ رہتا ہے اگر چہ دھوکہ کھانے والے پر امن ہوتے ہیں وہ دن بھر بھی غمگین رہتا ہے اگر چہ نکمے لوگ خوش رہتے ہیں۔ تو تمہیں اسی طرح رہنا چاہئے۔

پھر وہ مجھے چھوڑ کر جانے لگا میں نے کہا اگر مزید کچھ بتائیں تو مجھے فائدہ ہوگا اس نے کہا پیاسے کو جتنا پانی مل جائے اسے کفایت کرتا ہے اور واقعی اس نے صحیح کہا کیوں کہ صاف دل کو ادنیٰ خوف بھی حرکت دے دیتا ہے اور سخت دل سے وعظ و

نصیحت دور رہتی ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! راہب نے جو درندوں کی مثال بیان کی ہے تو وہ محض فرضی بات نہیں بلکہ حقیقت یہی ہے اگر تم نور بصیرت سے اپنے باطن کو دیکھو تو وہ طرح طرح کے درندوں کے گھیرے میں ہے جیسے غصہ، شہوت، کینہ، حسد، تکبر، خود پسندی اور ریا کاری وغیرہ اور اگر تم ان سے غافل رہو تو یہ (روحانی درندے) تمہیں مسلسل کاٹتے اور نوچتے رہیں گے۔ ہاں یہ بات ہے کہ وہ تمہیں نظر نہیں آتے لیکن جب پردہ اٹھ جائے گا اور تمہیں قبر میں رکھ دیا جائے گا تو تم ان کو دیکھ لو گے۔ کیونکہ وہ تمہارے سامنے ایسی شکلوں میں آئیں گے جن کو تم دیکھ سکو گے پھر تم اپنی آنکھوں سے بچھوؤں اور سانپوں کو دیکھو گے کہ انہوں نے قبر میں تمہیں گھیر رکھا ہے دراصل یہ وہ خصلتیں ہیں جو اس وقت بھی موجود ہیں۔ لیکن ان کی شکلیں اس دن (قبر میں) نظر آئیں گی اگر تم موت سے پہلے ان کو مارنا چاہو اور مارنے پر قادر بھی ہو تو ان کو مار ڈالو ورنہ دل میں یہ بات پکی طرح بٹھا لو کہ وہ تمہارے دل کو کاٹتی اور نوچتی ہیں۔ ظاہری جسم تو ایک طرف رہا......

الفت اور بھائی چارے کا بیان

تمام تعریفیں اللہ عزّوجلّ کے لئے ہیں جس نے اپنے خاص بندوں کو فضل و کرم کی چادر سے ڈھانپ لیا اور ان کے دلوں میں آپس کی محبت ڈال دی حتی کہ وہ اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور ان کے دلوں سے کینہ نکال دیا چنانچہ وہ دنیا میں ایک دوسرے کے دوست اور آخرت میں رفیق و خلیل ہوں گے۔

اور حضرت سید الانبیاء محمد مصطفیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر اور آپ کے آل و اصحاب رضی اللہ عنہم پر رحمت کاملہ ہو جنہوں نے قول و فعل اور عدل و احسان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد...... اللہ عزّوجلّ کی رضا کے لئے باہمی محبت اور دین کے اعتبار سے بھائی چارہ، قرب خداوندی کا بہترین ذریعہ ہے البتہ اس کیلئے کچھ شرائط ہیں جن کی ادائیگی سے باہم دوستی کرنے والے اللہ عزّوجلّ کے لئے محبت کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اور کچھ حقوق ہیں جن کی رعایت کرنے سے باہمی تعلق، شیطانی اثرات اور دیگر خرابیوں سے پاک و صاف رہتا ہے، اللہ عزّوجلّ کا قرب حاصل ہوتا ہے نیز اعلیٰ درجات حاصل ہوتے ہیں۔ ہم اس کو تین ابواب میں بیان کریں گے۔

پہلا باب:...... محض اللہ عزّوجلّ کے لئے محبت اور

بھائی چارے کی فضیلت اس کی شرائط، درجات وفوائد۔

دوسرا باب:......محبت کے حقوق، آداب وحقیقت اور لوازمات۔

تیسرا باب:......مسلمانوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں اور غلاموں (ماتحتوں) کے حقوق اوران کے ساتھ سلوک کی کیفیت اوراسکے اسباب وغیرہ۔

......{ ☆ } ......

پہلا باب

محبت واخوت، اس کی شرائط، درجات اور فوائد کا بیان

محبت و اخوت کی فضیلت: میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آپ جانتے ہیں کہ باہمی محبت، اچھے اخلاق کا اور آپس کا اختلاف بداخلاقی کا نتیجہ ہے۔ اچھے اخلاق سے آپس میں محبت اور ہمدردی پیدا ہوتی ہے اور برے اخلاق سے باہمی نفرت، حسد اور ایک دوسرے سے قطع تعلق جیسی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اچھے اخلاق کی فضیلت کوئی پوشیدہ بات نہیں۔ اللہ عزوجل نے اس بات پر اپنے پیارے نبیٔ اکرم ﷺ کی یوں تعریف فرمائی ہے۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ۔

ترجمہ کنزالایمان: ''اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے'' (پارہ نمبر ۲۹، سورۃ القلم آیت ۴)

رسول اکرم نورِ مجسم ﷺ نے فرمایا۔

اَکْثَرُ مَایَدْخُلُ النَّاسُ الْجَنَّۃَ تَقْوَی اللہِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ۔

''تقویٰ اور اچھے اخلاق کے باعث زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے'' (جامع ترمذی ص ۲۹۴ ابواب البر والصلۃ)

حضرت سیدنا اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ انسان کو کونسی اچھی بات عطا کی گئی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا ''اچھے اخلاق'' (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۷۸ مرویات اسامہ بن شریک)

رسول کریم ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الاَخْلَاقِ۔

''مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے'' (السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۱۰ ص ۱۹۲ کتاب الشہادات)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَثْقَلُ مَا یُوْضَعُ فِی الْمِیْزَانِ خُلُقٌ حَسَنٌ۔

''میزان میں جو سب سے زیادہ وزنی چیز رکھی جائے گی وہ اچھے اخلاق ہیں'' (سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۳۰۵ کتاب الادب)

مَاحَسَّنَ اللّٰہُ خَلْقَ امْرِئٍ وَخُلُقَه، فَیُطْعِمَہُ النَّارُ۔

''اللہ عزوجل نے جس کی صورت وسیرت کو اچھا بنایا اسے آگ نہیں جلائے گی'' (شعب الایمان جلد ۶ ص ۲۴۹ حدیث ۸۰۳۸) اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

یَااَبَا ھُرَیْرَۃَ عَلَیْکَ بِحُسْنِ الْخُلُقِ۔

''اے ابو ہریرہ! تم پر اچھے اخلاق کو اپنانا لازم ہے''

حسن خلق کیا ہے:

جب حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حسن خلق کیا ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَصِلُ مَنْ قَطَعَکَ وَتَعْفُوْ عَمَّنْ ظَلَمَکَ وَتُعْطِیْ مَنْ حَرَمَکَ۔

''جو تم سے قطع رحمی کرے تم اس سے صلہ رحمی کرو' جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کر دو اور جو تمہیں نہ دے تم اسے دو'' (شعب الایمان جلد ۶ ص ۲۶۱ حدیث ۸۰۸۱)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! باہمی الفت ایک اچھی صفت ہے جب کہ تقویٰ' دین اور اللہ عزوجل کے لئے محبت کی بنیاد پر ہو۔ اس سلسلے میں آیات' احادیث اور آثار کی کثرت اس کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔

چنانچہ اللہ عزوجل نے مخلوق پر اپنا بہت بڑا احسان ظاہر کرتے ہوئے نعمت الفت کا ذکر فرمایا۔

لَوْ اَنْفَقْتَ مَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَھُمْ۔

ترجمہ کنز الایمان: ''اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتے ان کے دل نہ ملا سکتے لیکن اللہ عزوجل نے ان کے دل ملا دیئے'' (پارہ ۱۰' سورۂ انفال ۶۳)

اور ارشاد فرمایا:

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا۔

ترجمہ کنز الایمان: ''تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے'' (پارہ نمبر ۴' سورۂ آل عمران آیت ۱۰۳)

پھر انتشار وافتراق کی مذمت کرتے ہوئے اس سے یوں منع فرمایا۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ

بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا ۚ وَکُنۡتُمۡ عَلٰی شَفَا حُفۡرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَکُمۡ مِّنۡہَا ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمۡ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ۔

ترجمہ کنز الایمان: ''اور اللہ عزوجل کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا اور اللہ عزوجل کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا اور اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا اللہ عزوجل تم سے یونہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم ہدایت پاؤ'' (پارہ نمبر۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳)

نیز نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپس کی الفت اور محبت بڑھانے کے لئے تاکیداً ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اَقۡرَبَکُمۡ مِّنِّیۡ مَجۡلِسًا اَحَاسِنُکُمۡ اَخۡلَاقًا اَلۡمُوَطَّئُوۡنَ اَکۡنَافًا اَلَّذِیۡنَ یَاۡلِفُوۡنَ وَیُؤۡلَفُوۡنَ۔

''تم میں سے وہ لوگ مجلس میں میرے زیادہ قریب ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، جو اپنے پہلوؤں کو جھکا دیتے ہیں، وہ دوسروں سے محبت کرتے اور دوسرے ان سے محبت کرتے ہیں'' (شعب الایمان جل ۶ ص ۲۳۴ حدیث ۸۹۸۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا۔

اَلۡمُؤۡمِنُ اِلۡفٌ مَاۡلُوۡفٌ وَلَا خَیۡرَ فِیۡمَنۡ لَا یَاۡلِفُ وَلَا یُؤۡلَفُ۔

''مومن محبت کرنے والا ہوتا ہے اور اس سے محبت کی جاتی ہے۔ جو لوگ دوسروں سے محبت نہیں کرتے اور نہ ان سے محبت کی جاتی ہو ان میں کوئی بھلائی نہیں'' (تاریخ ابن عساکر جلد ۳ ص ۲۲ من اسمہ اسماعیل)

اچھا دوست:

چنانچہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی اخوت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔

مَنۡ اَرَادَ اللّٰہُ بِہٖ خَیۡرًا رَزَقَہُ اللّٰہُ خَلِیۡلًا صَالِحًا اِنۡ نَسِیَ ذَکَّرَہٗ وَاِنۡ ذَکَرَ اَعَانَہٗ۔

''اللہ عزوجل جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے ایسا نیک دوست عطا کر دیتا ہے کہ اگر یہ (ذکر اللہ) بھول جائے تو وہ اسے یاد دلاتا ہے اور اگر اسے یاد ہو تو وہ اس کی مدد کرتا ہے'' (سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۵۱ کتاب الخراج)

سرکار دو عالم نور مجسم تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

جب دو بھائیوں کی باہم ملاقات ہوتی ہے تو گویا وہ دونوں ہاتھوں کی طرح ہوتے ہیں کہ ان میں سے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو دھوتا ہے (اسی طرح مومن ایک دوسرے کی اصلاح کرتے ہیں) اور جب بھی دو مومن ملاقات کرتے ہیں اللہ عزوجل انہیں ایک دوسرے سے فائدہ پہنچاتا ہے۔ (الفردوس بماثور الخطاب جلد۴ ص۱۳۲ حدیث ۶۴۱۱)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہاں نیکی کی دعوت دینے والوں اور والیوں کیلئے بشارت موجود ہے جو محض اللہ عزوجل کی خاطر ایک دوسرے سے محبت رکھتے اور ایک دوسرے کی اصلاح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کے لئے بھائی چارے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

مَنْ آخىٰ اَخًافِي اللهِ رَفَعَهُ اللهُ دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ لَا يَنَا لُهَا بِشَيْ ءٍ مِنْ عَمَلِهٖ۔

''جو آدمی کسی شخص کو اللہ عزوجل کے لئے اپنا بھائی بناتا ہے اللہ عزوجل جنت میں اس کا ایک درجہ بلند کرے گا جس تک وہ کسی دوسرے عمل کے ذریعے نہیں پہنچ سکتا'' (فیض القدیر جلد۵ ص۴۱۲ حدیث ۷۷۸۹)

حضرت سیدنا ابوادریس خولانی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''میں آپ سے اللہ عزوجل کے لئے محبت کرتا ہوں''۔ انہوں نے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو تمہیں خوشخبری ہو کیونکہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ نے فرمایا۔

عرش کے گرد کرسیاں:

''قیامت کے دن لوگوں کی ایک جماعت کے لئے عرش کے گرد کرسیاں رکھی جائیں گی ان لوگوں کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے اور وہ خوفزدہ نہیں ہوں گے حالانکہ لوگ خوفزدہ ہوں گے۔ ان لوگوں کو کوئی ڈر نہیں ہوگا اور یہ اللہ عزوجل کے دوست ہیں جن پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو ایک دوسرے سے خدا کے لئے محبت کرتے ہیں''۔ (مسند امام احمد بن حنبل جل۵ ص ۳۳۸ مرویات عبادہ بن صامت)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! الحمدللہ ہمارے زمانے میں دعوتِ اسلامی کا مہکا مہکا ماحول اللہ عزوجل کی بہت بڑی نعمت ہے کہ اس میں لِلہ فِی اللہ (محض اللہ عزوجل کی خاطر) ایک دوسرے سے الفت کا درس دیا جاتا ہے اور رنگ و نسل کے فرق کے باوجود اسلامی بھائی محض اللہ عزوجل کی خاطر بھائی چارے کی عملی تفسیر پیش کرتے نظر آتے ہیں (اللہ عزوجل قبول فرمائے)

قابل رشک:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''بے شک عرش کے گرد نور کے منبر ہوں گے ان پر کچھ لوگ ہوں گے جن کے لباس نورانی اور چہرے بھی روشن ہوں گے وہ انبیاء یا شہداء نہیں ہوں گے، لیکن انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ (یہ ان لوگوں کے مقام کی عظمت کا بیان ہے) انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم سے ان کا وصف (یعنی اس فضیلت کی وجہ) بیان فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ عزوجل کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اللہ عزوجل کی خاطر ایک دوسرے کی مجلس اختیار کرتے ہیں اور اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔'' (مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۶ کتاب الآداب فصل ثانی)

نبی اکرم شاہ بنی آدم ﷺ نے فرمایا ''جب دو آدمی آپس میں اللہ عزوجل کے لئے محبت کرتے ہیں تو ان میں سے جو شخص دوسرے سے زیادہ محبت کرتا ہے وہ اللہ عزوجل کو (دوسرے کے مقابلے میں) زیادہ محبوب ہوتا ہے۔'' (المستدرک للحاکم جلد ۴ ص ۱۷۱ کتاب البر والصلۃ)

منقول ہیکہ اگر اللہ عزوجل کے لئے بھائی چارہ قائم کرنے والے دو بھائیوں میں سے ایک بلند مقام پر فائز ہو تو وہ دوسرے کو بھی اٹھا کر اپنے ساتھ کر لیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ اس طرح مل جاتا ہے جس طرح اولاد اپنے باپ کے ساتھ مل جاتی ہے اور رشتہ دار ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں کیونکہ جب اللہ عزوجل کے لئے بھائی چارہ ہو تو وہ نسبی اخوت سے کم نہیں ہوتا۔

چنانچہ اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:۔

اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ۔

ترجمہ کنز الایمان ''ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی'' (پارہ نمبر ۲۷، سورۃ طور آیت ۲۱)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہاں سے پتہ چلا کہ اولیاءِ کرام رحمھم اللہ اور نیک لوگوں کی محبت عام مؤمنین کیلئے بے حد فائدہ مند ہے۔

اولیاء سے بھی ہمیں تو پیار ہے

ان شاء اللہ اپنا بیڑا ہ پار ہے

رحمت عالمیان سرور ذیشان ﷺ نے فرمایا:

’’اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوگئی جو میرے لئے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں‘ میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوگئی جو میرے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں‘ میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوگئی جو میرے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوگئی جو میرے لئے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں‘‘۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۳۲۸ مرویات عبادہ بن سمات)

رحمت عالمیان سرور ذیشان ﷺ نے مزید ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

’’اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو میرے جلال کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں آج میں ان کو اپنے (عرش کے سائے) سائے میں جگہ دوں گا جب کہ میرے سائے (عرش کے سائے) کے علاوہ کوئی سایہ نہیں‘‘۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۱۰ ص ۲۳۳ کتاب الشہادات)

مکی مدنی سرکار آقائے دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

سات خوش نصیب:

’’سات قسم کے آدمیوں کو اس دن اللہ عزوجل سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے (عرش کے سائے) کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (۱) انصاف کرنے والا حکمران‘ (۲) وہ نوجوان جو اللہ عزوجل کی فرمانبرداری میں پروان چڑھا‘ (۳) وہ شخص جو مسجد سے نکلے تو واپسی تک اس کا دل مسجد ہی میں لگا رہے‘ (۴) وہ دو آدمی جو اللہ ل کے لئے محبت کرتے ہیں اسی پر اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں‘ (۵) وہ شخص جو علیحدگی میں اللہ عزوجل کو یاد کرتا ہے تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں‘ (۶) وہ مرد جسے کوئی خوبصورت اور خاندانی عورت (گناہ کی طرف) بلاتی ہے تو وہ کہتا ہے میں اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں‘ (۷) اور وہ آدمی جو صدقہ دیتا ہے تو اسے اس طرح چھپا کر دیتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے‘‘۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۱۹۱ کتاب الزکوٰۃ)

رسول اکرم نبیِ محتشم ﷺ نے فرمایا:

’’جو شخص اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر کسی دوسرے شخص سے اس کی ملاقات کا شوق اور رغبت کرتے ہوئے اس سے ملاقات کرتا ہے تو اس کے پیچھے سے ایک فرشتہ آواز دیتا ہے کہ تو پاک ہوا‘ تیرا چلنا پاک ہے اور تیرے لئے پاکیزہ جنت ہے۔‘‘ (جامع ترمذی ص ۲۹۴ ابواب البر)

محبوب کردگار سرکار روالا تبار ﷺ نے فرمایا۔

''ایک شخص اپنے ایک دینی بھائی سے ملاقات کے لئے گیا تو اللہ عزوجل نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا' اس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا فلاں بھائی سے ملاقات کے لئے جا رہا ہوں' اس نے پوچھا اس سے کوئی کام ہے اس نے جواب دیا نہیں' فرشتے نے پوچھا تمہارے درمیان کوئی رشتہ داری ہے؟ اس نے کہا نہیں' پوچھا اس نے تم پر کوئی احسان کیا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ اس نے پوچھا تو پھر کیوں اس سے ملاقات کر رہے ہو؟ اس نے کہا میں اللہ عزوجل کے لئے اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا اللہ عزوجل نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے اور وہ تمہیں مطلع کرتا ہے کہ وہ (اللہ عزوجل) تم سے محبت کرتا ہے اور اس نے تمہارے لئے جنت واجب کر دی ہے''۔ (صحیح مسلم جلد۲ص ۳۱۷ کتاب البر)

ایمان کی رسی:

رسول کریم مالک تسنیم ﷺ نے فرمایا۔

اَوْثَقُ عُرَی الْاِیْمَانِ الْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ۔

''ایمان کی رسیوں میں سے سب سے زیادہ مضبوط رسی' اللہ عزوجل کے لئے محبت اور اللہ عزوجل کے لئے نفرت کرنا ہے''(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۱ص ۴۸ حدیث ۱۰۴۹۲)

اگر آدمی کے کچھ دشمن ہوں تو ان سے اللہ عزوجل ہی کے لئے دشمنی رکھتا ہو جیسا کہ اس کے دوست اور بھائی ہوتے ہیں جن سے وہ اللہ عزوجل کے لئے محبت کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل نے ایک نبی کی طرف وحی بھیجی' کہ تم نے دنیا میں جو زہد و تقویٰ اختیار کیا اس کا فوری بدلہ آرام کی صورت میں مل گیا تم نے لوگوں سے قطع تعلق کر کے مجھ سے تعلق جوڑا تو میری وجہ سے تم معزز ہو گئے لیکن کیا تم نے میری وجہ سے کسی سے دشمنی بھی کی ہے؟ اور کیا میری خاطر کسی سے دوستی بھی کی ہے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کی خاطر دوستی اور اسی کی خاطر دشمنی رکھنا لازم ہے۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ عَلَیَّ مِنَّۃً فَتَرْزُقَہٗ مِنِّیْ مَحَبَّۃً۔

''یا اللہ! مجھے کسی فاجر (یعنی گناہ کرنے والا) کا احسان مند نہ کرنا کہ تو اسے میری محبت عطا کر دے''(الاسرار المرفوعۃ ص ۱۰۳ حدیث ۳۹۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ''اگر تم تمام آسمانوں اور زمین والوں کی عبادت کے برابر عبادت کرو لیکن اللہ عزوجل کے لئے کسی سے محبت اور اللہ عزوجل کے لئے کسی سے دشمنی نہ رکھو تو یہ عبادت تمہیں کچھ فائدہ نہ دے گی''۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ ''نافرمان وہ لوگ ہیں جو اللہ عزوجل کے دشمن ہیں ایسے لوگوں سے دشمنی کے ذریعے اللہ عزوجل کی محبت حاصل کرو،ان سے دوری کے ذریعے اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرو اور ان سے ناراضگی کے باعث اللہ عزوجل کی رضا حاصل کرو۔انہوں نے عرض کیا اے روح اللہ علیہ السلام! ہم کس کی مجلس اختیار کریں؟ آپ نے فرمایا ان لوگوں کے ہمنشین بنو جن کو دیکھنے سے اللہ عزوجل یاد آ جائے اور ان کی گفتگو سے تمہارے اعمال میں اضافہ ہو، نیز ان کے عمل سے آخرت کی رغبت پیدا ہو''۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس قسم کی احادیثِ مبارکہ میں بڑے واضح انداز میں ہمیں یہ حکم دیا جارہا ہے کہ ہم بدمذہبوں اور بُرے لوگوں سے قلبی لگاؤ نہ رکھیں بلکہ ان سے بلا اجازت شرعی میں ملاقات بھی ہرگز نہ کریں کہ جو اللہ عزوجل، اسکے انبیاء علیھم السلام، اھلبیت اور صحابہ رضی اللہ عنھم کا گستاخ ہے اسکی محبت ایمن کیلئے زہر قاتل ہے۔

گزشتہ کتابوں میں مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی فرمایا ''اے ابن عمران! بیدار و ہوشیار رہو اور اپنے لئے دوست طلب کرو اور جو دوست اور ساتھی میری رضا پر تمہارا ساتھ نہ دے وہ تمہارا دشمن ہے''۔

ایسے ہی اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ''اے داؤد (علیہ السلام)! کیا بات ہے کہ تم لوگوں سے نہیں ملتے؟ انہوں نے عرض کیا یا اللہ عزوجل! میں نے تیری خاطر مخلوق کو چھوڑ دیا ہے اللہ عزوجل نے فرمایا اے داؤد علیہ السلام! ہوشیار رہو اور اپنے لئے دوست تلاش کرو اور جو کوئی میری رضا پر تمہارا ساتھ نہ دے اس سے دوستی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا دشمن ہے، وہ تمہارے دل کو سخت کردے گا اور مجھ سے دور کردے گا''

حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام ہی کے واقعات میں ہے کہ انہوں نے عرض کی ''اے میرے رب عزوجل! یہ کس طرح ممکن ہے کہ سب لوگ مجھ سے محبت بھی کریں اور میرا تیرے ساتھ معاملہ بھی سلامت رہے؟''

اللہ عزوجل نے فرمایا کہ ''لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ اور میرے ساتھ معاملے کو بھی اچھا رکھو''۔بعض روایات میں ہے کہ فرمایا ''دنیا والوں سے (شرعی اجازت کے مطابق) دینوی طور طریقے اپناؤ اور آخرت والوں سے آخرت کے''۔

چنانچہ محبوب رب اکبر مالک کوثر ﷺ نے فرمایا۔

''بے شک اللہ عزوجل کے ہاں تم میں سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو (اللہ عزوجل کی خاطر) دوسروں سے محبت کرتے ہیں اور (اللہ عزوجل کی خاطر) ان سے محبت کرتے ہیں اور سب سے زیادہ برے وہ ہیں جو چغل خور ہیں اور مسلمان بھائیوں کے درمیان تفریق ڈالتے ہیں۔'' (الترغیب والترہیب جلد ۳ ص ۴۱۰ کتاب الادب)

برف اور آگ:

ایسے ہی نبی اکرم شہنشاہ مکرم ﷺ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

''اللہ عزوجل کا ایک فرشتہ ہے جس کا آدھا جسم آگ سے اور آدھا برف سے بنا ہوا ہے وہ کہتا ہے یا اللہ عزوجل! جس طرح تو نے برف اور آگ میں الفت پیدا کی ہے اسی طرح اپنے نیک بندوں کے دلوں کو بھی جوڑ دے''۔ (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۴۲ حدیث ۱۵۱۷۴)

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اللہ عزوجل کے لئے کسی کو بھائی بناتا ہے اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں ایک درجہ بناتا ہے۔'' (الفردوس بماثور الخطاب جلد ۴ ص ۱۳۳ حدیث ۶۴۱۱)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

''ایک دوسرے سے محبت کرنے والے سرخ یاقوت کے ایک ستون پر ہوں گے اور اس ستون کے سرے پر ستر ہزار کھڑکیاں ہوں گی، وہ اہل جنت کی طرف جھانکیں گے تو ان سے جنتی اس طرح ظاہر ہوں گے جس طرح اہل دنیا سورج سے۔ چنانچہ جنتی کہیں گے ہمیں ان لوگوں کے قریب لے چلو تاکہ ہم ان کو دیکھیں جو اللہ عزوجل کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تو پھر ان سے جنتیوں کو اس طرح چمک حاصل ہوگی جس طرح سورج کی روشنی سے (دوسری اشیاء کو) ہوتی ہے، وہ سب سبز ریشمی لباس پہنے ہونگے اور ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا کہ یہ لوگ اللہ عزوجل کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۳ ص ۱۴۵ حدیث ۱۵۹۴۸)

اپنے اچھوں کی محبت دولتِ علم و عمل
دے وقار الدین عبد مصطفٰی کے واسطے

اقوال صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم:

حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''تمہیں چاہئے کہ ایسے (اسلامی) بھائی (دوست) بناؤ جو دنیا میں بھی تمہارے کام آئیں اور آخرت میں بھی، کیونکہ تم نے جہنمیوں کی بات نہیں سنی وہ کہیں گے......

فَمَالَنَامِنْ شَافِعِيْنَ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ۔

ترجمہ کنزالایمان ''اب ہمارا کوئی سفارشی نہیں اور نہ کوئی غمخوار دوست'' (پارہ نمبر۱۹، سورۂ شعراء آیت ۱۰۰، ۱۰۱)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اللہ عزوجل کی قسم! اگر میں دن کو روزہ رکھوں اور اسے افطار نہ کروں اور رات کو قیام کروں سونے کے قریب بھی نہ جاؤں اور وقفے وقفے سے اللہ عزوجل کے راستے میں مال خرچ کروں تو جس دن میں مروں گا اگر اس دن میرے دل میں اطاعت خداوندی کرنے والوں کی محبت اور نافرمان لوگوں سے نفرت نہیں ہوگی تو مجھے ان اعمال سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔''

قرب کا ذریعہ:

حضرت سیدنا ابن سماک رضی اللہ عنہ نے انتقال سے پہلے ارشاد فرمایا:

''اے اللہ عزوجل! تو جانتا ہے کہ جب میں گناہ گار تھا تیری نافرمانی کرتا تھا لیکن تیرے فرمانبردار بندوں سے محبت بھی کرتا تھا، یا اللہ عزوجل! میرے اسی عمل کو اپنے قرب کا ذریعہ بنا دے۔''

البتہ حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ نے آخری وقت میں جو یوں نصیحت فرمائی:

''اے ابن آدم! تجھے کسی کا یہ قول فائدہ نہیں دے گا کہ ''انسان اس کے ساتھ ہوتا ہے جس سے محبت کرتا ہے'' کیونکہ اعمال کے بغیر نیک لوگوں کا ساتھ نہیں مل سکتا کیونکہ یہود ونصاریٰ بھی اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے محبت کرتے تھے لیکن وہ ان کے ساتھ نہیں ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ ساری برکتیں ایمان پر خاتمے پر منحصر ہیں چنانچہ یہود ونصاریٰ نے کفر اختیار کیا اور اسکے باوجود اپنے انبیاء علیھم السلام سے محبت کا دعوٰی کرتے رہے تو انہیں اس دعوٰئ محبت سے کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ یہ ایک جھوٹا دعوٰی ہے اگر اس میں سچائی ہوتی ہو وہ ضرور اپنے انبیاء کرام علیھم السلام کی وصیت کے مطابق حضور پرانور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے البتہ بہتر ہے کہ محبت کا عملی ثبوت نیکیوں کی صورت میں بھی پیش کیا جائے چنانچہ سیدنا فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہائے افسوس! تم جنت الفردوس میں رہنا چاہتے ہو اور اللہ عزوجل کے گھر میں انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین اور

شہداء کے ساتھ ان کا پڑوس بھی چاہتے ہو لیکن بتاؤ کس عمل کے ذریعے جو تم نے کیا ہو؟ کس خواہش کو تم نے چھوڑا ہے؟ کس غصے کو پیا ہے؟ کون سے قطع رحم کرنے والے سے تم نے صلہ رحمی کی ہے؟ اپنے مسلمان بھائی کی کونسی غلطی تم نے معاف کی ہے؟ اپنے کونسے رشتہ دار سے اللہ عزوجل کی خاطر دوری اختیار کی ہے؟ اور کس غیر کو اللہ عزوجل کی خاطر اپنا دوست بنایا ہے؟''

ایک روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ''تم نے میرے لئے کوئی عمل نہیں کیا' انہوں نے عرض کی یا اللہ عزوجل ! میں نے تیرے لئے نماز پڑھی' روزہ رکھا' صدقہ دیا، زکوٰۃ دی' اللہ عزوجل نے فرمایا بے شک نماز تمہارے لئے دلیل ہے' روزہ تمہارے لئے ڈھال ہے صدقہ تمہارے لئے سایہ ہے' زکوٰۃ تمہارے لئے نور ہے' یہ بتاؤ کہ تم نے خالص میرے لئے کیا عمل کیا؟ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ عزوجل ! مجھے بتا کہ کونسا عمل ہے جو تیرے لئے ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا اے موسیٰ ! کیا تم نے کبھی میری خاطر کسی سے دوستی کی؟ کسی سے میری خاطر دشمنی کی؟ چنانچہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ سب سے افضل عمل اللہ عزوجل کے لئے محبت کرنا اور اللہ عزوجل کے لئے دشمنی رکھنا ہے۔''

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص کعبہ شریف کی دیوار اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے درمیان کھڑا ہو کر ستر سال اللہ عزوجل کی عبادت کرے تب بھی اللہ عزوجل قیامت کے دن اسے اس کے ساتھ اٹھائے گا جس سے وہ محبت کرتا ہے''۔ ایسے ہی حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' فاسق سے قطع تعلق کرنا قرب خداوندی عزوجل کا ذریعہ ہے۔''

روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت سیدنا محمد بن واسع رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ میں آپ سے اللہ عزوجل کے لئے محبت کرتا ہوں' انہوں نے فرمایا'' جس کی خاطر تم مجھ سے محبت کرتے ہو وہ تم سے محبت کرے' پھر اپنا رخ پھیرتے ہوئے دعا مانگی اے اللہ عزوجل ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تیری وجہ سے مجھ سے محبت کی جائے اور تو مجھ سے نفرت کرے۔''

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت سیدنا داؤد طائی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے کیا کام ہے؟ اس نے عرض کی کہ صرف آپ کی زیارت کرنے آیا ہوں' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' تم نے زیارت کر کے اچھا کام کیا لیکن جب مجھ سے پوچھا جائے گا کہ تو کون ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے؟ کیا تو زاہدین میں سے ہے؟ اللہ عزوجل کی قسم ! نہیں' کیا عبادت گزار لوگوں میں سے ہے؟ اللہ عزوجل کی قسم ! نہیں' کیا صالحین سے ہے؟ قسم بخدا ! نہیں تو اس وقت میری حالت کیا ہو گی؟'' پھر آپ رضی اللہ عنہ اپنے نفس کو ملامت کرنے اور جھڑکنے لگے۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے...... ''جوانی میں تو تو نافرمان تھا اب ریاکار بھی ہو گیا ہے۔ اللہ عزوجل کی قسم ! ریاکار'

فاسق سے بھی برا ہے''۔

ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا''جب تم میں سے کسی سے کوئی مسلمان بھائی محبت کرے تو اسے مضبوطی سے پکڑے کیونکہ ایسے لوگ کم ملتے ہیں۔''

حضرت سیدنا مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

گناہ جھڑتے ہیں:

''اللہ عزوجل کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے جب باہم ملاقات کرتے وقت خوش ہوتے ہیں تو ان کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے موسم خزاں میں درختوں کے پتے خشک ہو کر گرتے ہیں۔''

حضرت سیدنا فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں''اللہ عزوجل کی خاطر کسی آدمی کا اپنے مسلمان کی طرف مودّت و رحمت (محبت والفت) کے ساتھ دیکھنا عبادت ہے۔''

اخوت کا مفہوم' نیز دینی اور دنیاوی بھائی چارے میں فرق

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ الباری رضی اللہ عنہ کچھ اس طرح فرماتے ہیں۔

اللہ عزوجل کے لئے محبت اور اس کے لئے دشمنی ایک مشکل بات ہے' ہم جو کچھ ذکر کریں گے اس کے ذریعے بات واضح ہو جائے گی۔ عموماً محبت صحبت سے پیدا ہوتی ہے۔

صحبت کی دو قسمیں ہیں' ایک وہ جو اتفاقاً ہو جاتی ہے جیسے پڑوسی ہونے کے باعث کسی مکتب میں یا مدرسہ یا بازار میں یا بادشاہ کے دروازے پر یا سفر میں اکٹھے ہونے سے۔

دوسری وہ جو اپنے اختیار اور ارادے سے اپنائی جاتی ہے۔ ہم اسے ہی بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ دینی بھائی چارہ اسی قسم میں شامل ہے اس لئے کہ ثواب ان کاموں پر ملتا ہے جو انسان اپنے اختیار سے کرتا ہے صحبت کا مطلب ایک دوسرے کا ہم مجلس ہونا' آپس میں ملنا جلنا اور پڑوسی بننا ہے اور آدمی کسی دوسرے کے لئے یہ باتیں تب ہی چاہتا ہے جب اس سے محبت کرتا ہے کیونکہ جس سے محبت نہ ہو اس سے دوری اختیار کی جاتی ہے' اس سے میل جول کا قصد نہیں کیا جاتا۔

اور جس سے محبت ہوتی ہے یا تو خود اس کی ذات کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے یعنی بذات خود وہی محبوب ہوتا ہے یا اس لئے محبت کی جاتی ہے کہ وہ محبوب تک پہنچنے کا وسیلہ ہوتا ہے پھر یہ محبوب یا تو دنیا اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد تک محدود ہوتا ہے یا آخرت کے بارے میں ہوتا ہے یا پھر اس کا تعلق اللہ عزوجل سے ہوتا ہے تو یوں یہ چار قسمیں ہوئیں۔

اقسامِ محبت

پہلی قسم:

پہلی قسم کی محبت یہ ہے کہ تم کسی آدمی سے اس کی ذات کی وجہ سے محبت کرو۔ اور ایسا ہونا ممکن ہے یعنی وہ تمہارے نزدیک ذاتی طور پر محبوب ہو، تم اسے دیکھ کر یا اس کی معرفت یا اخلاق کا مشاہدہ کر کے لذت حاصل کرو اس لئے کہ تمہارے نزدیک وہ حسن و جمال کا پیکر ہے۔ اور جو شخص کسی کے جمال کا ادراک و شعور رکھتا ہے اس کے نزدیک ہر جمیل چیز لذیذ ہوتی ہے اور ہر لذیذ چیز محبوب ہوتی ہے اور لذت کا تعلق کسی کو حسین سمجھنے سے ہے اور حسین تب سمجھا جاتا ہے جب طبیعتوں میں مناسبت اور موافقت ہو پھر وہ جسے اچھا آدمی سمجھتا ہے وہ یا تو ظاہری صورت کے اعتبار سے حسین سمجھا جاتا ہے (اس کی شکل و صورت اچھی ہے) یا باطنی صورت کی وجہ سے اچھا سمجھا جاتا ہے، مطلب یہ کہ وہ عقل کامل اور اخلاق حسنہ کا مالک ہے اور حسن اخلاق کا تعلق اچھے اعمال سے ہوتا ہے اور کمال عقل کا تعلق علم کی عمدگی سے ہوتا ہے اور یہ تمام کام عقل سلیم کے نزدیک اچھے ہیں اور جس چیز کو اچھا سمجھا جائے وہ محبوب ہوتی ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دلوں کی باہمی محبت میں تو اس سے بھی گہری بات یہ ہے کہ کبھی دو آدمیوں کے درمیان اچھی صورت کی وجہ سے محبت ہوتی ہے اور کبھی ظاہری اور باطنی حسن نہ ہونے کے باوجود بھی باہم محبت ہوتی ہے، اس کی وجہ باطنی مناسبت ہے جو الفت اور موافقت پیدا کرتی ہے کیونکہ کسی چیز کی مشابہت فطری طور پر اس کی طرف کھینچتی ہے اور باطنی مشابہتیں پوشیدہ ہیں اور ان کے اسباب بہت مشکل ہیں ان پر مطلع ہونا انسان کے بس میں نہیں ہے۔

چنانچہ سرکار مدینہ راحتِ قلب وسینہ صاحبِ معطر پسینہ باعث نزول سکینہ ﷺ نے اس بات کو یوں تعبیر فرمایا۔

اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَۃٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ۔

”رُوحیں مجتمع لشکر ہیں ان میں سے جو ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں وہ ایک دوسرے سے محبت کرتی ہیں اور جو ایک دوسرے کو نہیں پہچانتیں وہ الگ رہتی ہیں“ (صحیح بخاری جلد اول ص ۴۶۹ کتاب الانبیاء)

پہچاننا اور نہ پہچاننا ایک دوسرے کی ضد ہیں اور باہمی محبت اسی پہچان کے سبب ہے جسے حدیث مبارکہ میں تعارف ارشاد فرمایا ہے:

روحوں کی ملاقات:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بعض روایات میں یوں ہے۔

اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ تَلْتَقِیْ فَتَتَشَامٌّ فِی الْھَوَاءِ ۔

''رُوحیں جمع لشکر ہیں وہ ہوا میں ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں اور ملاقات کرتی ہیں۔'' (کنز العمال جلد ۹ ص ۲۳ حدیث ۲۴۷۴۱)

بعض علماء کرام نے اس سے یہ مراد لیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارواح کو پیدا فرمایا تو ان میں سے بعض کو گروہوں کی شکل میں تقسیم فرمایا اور انہیں عرش کے گرد پھرایا تو ان میں سے جنہوں نے ایک دوسرے کو پہچانا وہ دنیا میں بھی ایک دوسرے سے ملتے ہیں (یعنی ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں)۔

نبی اکرم شاہِ بنی آدم نور مجسم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔

اِنَّ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَیَلْتَقِیَانِ عَلٰی مَسِیْرَۃِ یَوْمٍ وَمَا رَاٰی اَحَدُھُمَا صَاحِبَہٗ قَطٌّ ۔

ترجمہ ''بے شک دو مومنوں کی روحیں ایک دن کی مسافت پر باہم ملتی ہیں حالانکہ ان میں ایک نے کبھی دوسرے کو دیکھا نہیں ہوتا'' (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۲۰ مرویات عمرو بن العاص)

ایک روایت میں ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک عورت لوگوں کو ہنسایا کرتی تھی اور ایسے ہی مدینہ طیبہ میں بھی ایک دوسری عورت تھی جو لوگوں کو ہنسایا کرتی تھی ایک دن مکہ مکرمہ والی عورت مدینہ طیبہ آئی اور حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں ہنسایا انہوں نے دریافت فرمایا کہ ''تم کہاں ٹھہری ہوئی ہو؟ اس نے اپنی اسی سہیلی کا ذکر کیا جو مدینہ طیبہ میں لوگوں کو ہنساتی تھی ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بولیں ''رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سچ فرمایا ہے کہ روحیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔''

تحقیق سے یہ بات ثابت ہے اور تجربہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ جب دو آدمیوں میں کوئی مناسبت ہو تو اس وقت باہمی محبت پیدا ہوتی ہے اور طبیعتوں اور اخلاق میں ظاہری اور باطنی طور پر مناسبت معلوم ہو ہی جاتی ہے۔

چنانچہ وہ اسباب جو اس مناسبت کو پیدا کرتے ہیں، انسان کے بس میں نہیں کہ ان پر مطلع ہو سکے۔ زیادہ سے زیادہ کوئی نجومی ایک کا زائچہ بنا کر دوسرے کے زائچے کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ فلاں کو فلاں سے محبت ہوگی یا نفرت ہوگی۔

اگر یہ بات یوں سچی ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آسمان اور زمین بھی اسی طریقے سے پیدا فرمائے ہیں تو اس صورت میں اصل مناسبت کو سمجھنا زیادہ مشکل ہوگا تو جس چیز کا راز انسان کے لئے ظاہر نہیں ہوتا اس میں غور و خوض کرنے کی کیا ضرورت ہے اور ہمیں تو بہت کم علم دیا گیا ہے۔ اور ہمیں اس کی تصدیق کے لئے تجربہ اور مشاہدہ ہی کافی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

تاجدارحرم نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اگر کوئی مومن ایسی مجلس میں جائے جس میں ایک سو منافق اور ایک مومن ہوتو وہ شخص مومن ہی کے پاس جا کر بیٹھے گا اور اگر کوئی منافق کسی مجلس میں جائے جہاں ایک سو مومن اور ایک منافق ہوتو وہ شخص منافق ہی کے پاس جا کر بیٹھے گا۔''(شعب الایمان جلد۶ ص ۴۹۷ حدیث ۹۰۳۸)

یہ اس بات پر دلالت ہے کہ جو چیز کسی دوسری چیز کے مشابہ ہوتی ہے وہ طبعی طور پر اس کی طرف کھنچتی ہے اگر چہ اسے اس کا شعور نہ ہو۔

چنانچہ حضرت سیدنا مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''دس آدمیوں میں جب دو آدمی کسی ایک بات پر متفق ہوتے ہیں تو ان میں کوئی نا کوئی مناسبت ضرور ہوتی ہے اور انسانوں کی جنس، پرندوں کی جنس کی طرح ہوتی ہے اور پرندوں کی دو قسمیں ایک ساتھ اڑنے میں ایک دوسرے کی موافقت اس لئے کرتی ہیں کہ ان کے درمیان کوئی مناسبت ہوتی ہے۔''

کوّا اور کبوتر:

چنانچہ ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک کوئے کے ساتھ کبوتر کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس پر تعجب ہوا کہ یہ دونوں ایک ساتھ کیسے بیٹھے ہیں حالانکہ ان کی جنس مختلف ہے پھر وہ دونوں اڑے تو دیکھا کہ دونوں لنگڑے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی وجہ سے یہ دونوں باہم متفق ہیں۔ اسی لئے کسی دانا آدمی نے کہا ہے کہ ہر شخص اپنی شکل سے مانوس ہوتا ہے جیسا کہ ہر پرندہ اپنے ہم جنس کے ساتھ اڑتا ہے اور جب دو آدمی کچھ عرصہ ساتھ رہیں اور ان کی حالت ایک جیسی نہ ہو تو وہ ضرور جدا ہو جائیں گے یہ ایک مخفی بات ہے لیکن شعراء نے اسے معلوم کیا چنانچہ ایک شاعر نے کہا۔

''کسی نے پوچھا کہ تم ایک دوسرے سے جدا کیسے ہو گئے تو میں نے انصاف بھری بات کہی کہ وہ میرا ہم مزاج نہ تھا اس لئے میں اس سے جدا ہو گیا کیونکہ لوگ ایک جیسے ہوتے ہیں تو باہمی محبت ہوتی ہے۔''

اس سے ظاہر ہوا کہ انسان کبھی کسی کی ذات کی وجہ سے اس سے محبت کرتا ہے، کسی فوری یا تاخیر سے ملنے والے نفع کی وجہ سے نہیں، بلکہ صرف اس مناسبت کی وجہ سے جو باطنی طبیعتوں اور پوشیدہ اخلاق میں ہوتی ہے۔ محبت کی اس قسم میں حسن کی وجہ سے محبت کرنا بھی داخل ہے، جب کہ مقصود شہوت کا پورا کرنا نہ ہو۔ کیونکہ اچھی صورتیں آنکھوں میں لذت پیدا کرتی ہیں اگر چہ شہوت بالکل نہ ہو حتی کہ پھلوں، شگوفوں، کلیوں، سرخی آمیز سیبوں، جاری پانی اور سبزے کو دیکھ کر آنکھوں کو

لذت حاصل ہوتی ہے حالانکہ یہاں کوئی دوسری غرض نہیں ہوتی۔اس محبت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت داخل نہیں بلکہ یہ فطری اورنفسانی خواہش کے اعتبار سے ہےاور یہ محبت' غیر مسلم کو بھی ہوسکتی ہے۔

البتہ اس کے ساتھ کوئی مذموم غرض مل جائے تو یہ مذموم ہوتی ہے جیسے کسی خوش شکل سے ناجائز طور پر تکمیل شہوت کے لئے محبت کرنا اوراس کے ساتھ کوئی بری غرض نہ ہوتو مباح ہے' نہ تو قابل تعریف ہے اور نہ ہی قابل مذمت' کیونکہ محبت کی تین صورتیں ہیں' محمود ہوگی یا مذموم یا مباح۔

دوسری قسم:

یعنی کسی سے اس لئے محبت کرے کہ اس کے ذریعے کسی دوسری ذات کو حاصل کرے پس یہ محبوب تک پہنچنے کا وسیلہ ہوگا جواس کے علاوہ ہے' اور محبوب کا وسیلہ بھی محبوب ہوتا ہے اور جس سے کسی دوسرے کے لئے محبت کی جائے تو حقیقی محبوب وہ دوسرا ہی ہوتا ہے البتہ محبوب تک پہنچنے کا راستہ بھی محبوب ہوتا ہے اسی لئے لوگ سونے اور چاندی سے محبت کرتے ہیں حالانکہ ان دونوں سے کوئی غرض نہیں ہوتی کیونکہ یہ نہ تو کھائے جاتے ہیں اور نہ ہی پیئے لیکن یہ دونوں کئی محبوب چیزوں کا وسیلہ بنتے ہیں۔اسی طرح بعض لوگوں سے ایسی محبت کی جاتی ہے جیسی سونے اور چاندی سے ہوتی ہے کیونکہ وہ مقصود کے لئے وسیلہ ہوتے ہیں اور دراصل ان لوگوں کے ذریعے مقام ومرتبہ یا مال یا علم حاصل ہوتا ہے جیسے بادشاہ سے اس لئے محبت کی جاتی ہے کہ اس کے دل میں جگہ بنائیں اور پھر دیگر محبوب اشیاء حاصل کریں۔

تو میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جس تک پہنچنے کے لئے کسی شخص سے محبت کی جاتی ہے اگر اس کا فائدہ دنیا تک محدود ہے تو اس سے محبت' اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہوگی اور اگر اس کا فائدہ تو دینی ہوسکتا ہو لیکن خود محبت کرنے والا اسے صرف دنیا حاصل کرنے کا وسیلہ بنا لے جیسے شاگرد کا اپنے استاذ سے محبت کرنا تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے محبت سے خارج ہے کیونکہ یہ شخص اس سے صرف اس لئے محبت کرتا ہے تاکہ اپنی ذات کے لئے علم حاصل کر سکے تو اس کا محبوب علم ہے پس اگر علم قرب خداوندی مقصود نہ ہو بلکہ اس کے ذریعے مقام ومرتبہ' مال اور مخلوق کے نزدیک قبولیت حاصل کرنا مقصود ہو تو اس کا محبوب مرتبہ اور قبولیت ہے اور علم اس کا وسیلہ ہے اور استاذ علم کا وسیلہ ہے لہٰذا یہاں کوئی بھی بات اللہ تعالیٰ کے لئے محبت قرار نہیں پاتی۔ کیونکہ یہ تمام امور تو ان لوگوں سے بھی مقصود ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے۔

پھر اس کی دو قسمیں ہیں ایک مذموم ہے اور دوسری مباح ہے۔اگر مذموم مقاصد کا حصول مقصود ہو مثلاً ہمعصر لوگوں کو نیچا دکھانا' یتیموں کا مال ہڑپ کرنا اور قاضی یا افسر بن کر رعایا کو ستانا وغیرہ تو یہ محبت مذموم ہے اور اگر اس کے ذریعے

اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور جائز مقصد تک پہنچنا ہو تو یہ محبت بھی مباح ہو گی۔ گویا وسیلہ کا حکم وہی ہو گا جو اصل مقصود کا ہے کیونکہ یہ اس کے تابع ہے ذاتی طور پر قائم نہیں ہے۔

تیسری قسم:

جس سے محبت کی جائے تو اس کی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ غیر کی وجہ سے ہو اور وہ غیر، دنیاوی مفادات میں سے نہ ہو بلکہ آخرت کے فوائد کی طرف لوٹے' یہ بھی ظاہر بات ہے مثلاً ایک شخص اپنے استاذ یا مرشد سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ اس کے ذریعے حصول علم اور اچھے عمل تک پہنچتا ہے۔ اور علم سے آخرت کی کامیابی مقصود ہے' تو یہ شخص ان لوگوں میں شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں' اسی طرح جو استاد اپنے شاگرد سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ وہ اس سے علم حاصل کرتا ہے اور اس کے واسطہ سے اسے معلم بننے کا رتبہ ملتا ہے اور اس کے ذریعے وہ آسمان کی بادشاہی میں تعظیم کے درجہ تک پہنچتا ہے جیسا کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

عظیم کون:

''جو شخص علم حاصل کرتا ہے اور عمل کرتا ہے وہ آسمان کی بادشاہی میں عظیم کہلاتا ہے'' اور تعلیم شاگرد کے ذریعے پوری ہوتی ہے تو اس صورت میں یہ (شاگرد) اس کمال کا آلہ ہے' پس اگر وہ اس سے اس لئے محبت کرے کہ یہ اس درجہ کمال تک پہنچنے کا آلہ ہے کہ اس کے سینے کو اس کے لئے کھیتی بنایا گیا اور یہ اس کی ملکوتِ آسمانی میں مرتبہ تعظیم کا سبب ہے تو یہ شخص بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا شمار ہو گا۔

بلکہ جو شخص اپنا مال اللہ تعالیٰ کے لئے صدقہ کرتا اور مہمانوں کو جمع کرتا ہے ان کے لئے اچھے اچھے کھانے تیار کرتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے اب وہ کسی ماہر باورچی سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ وہ کھانا اچھا پکاتا ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے والوں میں سے ہے۔ اسی طرح اگر وہ اس آدمی سے محبت کرے جو اس کی طرف سے مساکین تک صدقہ پہنچا دے تو یہ بھی اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ اسکے بعد فرماتے ہیں

ہم اس پر اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب وہ اس آدمی سے محبت کرتا ہے جو اس کی خدمت کرتا ہے مثلاً اس کے کپڑے دھوتا ہے' گھر کی صفائی کرتا ہے اور کھانا پکاتا ہے اور یوں اسے علم و عمل کے لئے فارغ رکھتا ہے اور اس آدمی کا اس سے خدمت لینا اس مقصد کے تحت ہے کہ یہ عبادت کے لئے فراغت حاصل کرے تو یہ اس شخص سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت

کرتا ہے۔

اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر ہم یوں کہتے ہیں کہ اس امیر آدمی سے محبت کرنا جو اس پر اپنا مال خرچ کرتا ہے اور لباس اور رہائش کے ذریعے اس کی غمخواری کرتا ہے بلکہ اس کی تمام اغراض کو پورا کرتا ہے اور ان تمام کاموں سے اس آدمی کا مقصد اس شخص کو علم و عمل کے لئے فارغ رکھنا ہوتا ہے جو قربِ خداوندی کا ذریعہ ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے والا ہے۔

چنانچہ ہمارے بزرگوں کی ایک جماعت کی کفالت مال داروں کی ایک جماعت کرتی تھی تو یہ دونوں یعنی غم خواری کرنے والے اور وہ جن کی غمخواری کی گئی' اللہ تعالیٰ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے شمار ہوں گے۔

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہم یوں کہتے ہیں کہ جو شخص نیک عورت سے نکاح کرتا ہے تا کہ اس کے ذریعے شیطان کے وسوسوں سے بچے اور اپنے دین کی حفاظت کرے یا اس سے نیک اولاد پیدا ہو اور عورت سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ وہ ان دینی امور کا آلہ اور ذریعہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے والا ہے اور اس سلسلے میں احادیث آئی ہیں مثلاً

لقمے کا ثواب:

اہل وعیال پر خرچ کرنے کا اجر وثواب ملتا ہے حتی کہ اس لقمے کا بھی جسے وہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۹ ص ۱۰۷ کتاب الادب)

نیز جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت اور آخرت میں اس کی ملاقات کی چاہت میں مشہور ہے یعنی اللہ ﷻ کا ولی ہے جب وہ کسی اور سے محبت کرے تو بھی وہ اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے والا شمار ہوگا کیونکہ اس کے بارے میں یہی تصور ہوتا ہے کہ وہ جس سے بھی محبت کرتا ہے اپنے محبوب کے ساتھ اسمیں پائی جانے والی مناسبت کی وجہ سے کرتا ہے۔

اس کے علاوہ جب کسی کے دل میں دو محبتیں جمع ہو جائیں ایک اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوسری دنیا کی محبت' اور کسی دوسرے شخص میں بھی یہ دونوں باتیں جمع ہو جائیں اور کیفیت یہ ہو جائے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور دنیا دونوں تک پہنچا جا سکے تو اگر کوئی کسی سے اس وجہ سے محبت کرے کہ اُس میں دونوں باتوں کی صلاحیت ہے تو یہ محبت بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگی جیسا کہ کوئی شاگرد اپنے استاذ سے محبت کرتا ہے جو اسے دین بھی سکھاتا ہے اور مالی امداد کے ذریعے اس کے دنیاوی کاموں میں بھی کفایت کرتا ہے تو چونکہ اس (شاگرد) کی طبیعت میں دینوی راحت اور سعادت آخرت دونوں کی طلب ہے اور یہ (استاذ) ان دونوں باتوں تک پہنچانے کا وسیلہ ہے اس لئے وہ استاذ سے محبت کرتا تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا

ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کے لئے یہ شرط نہیں کہ دینوی فائدہ پر بالکل محبت نہ کرے کیونکہ انبیاء کرائم علیہم السلام کو جس دعا کا حکم دیا گیا ہے اس میں دنیا اور آخرت دونوں کو جمع کیا گیا جیسے یہ دعا ہے۔ ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا سے بھلائی اور آخرت سے بھلائی عطا فرما''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعا میں یوں کہا۔

اَللّٰھُمَّ لَا تُشْمِتْ بِیْ عَدُوِّیْ وَلَا تَسُوْءُ بِیْ صَدِیْقِیْ وَلَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتِیْ لِدِیْنِیْ وَ لَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّیْ۔

''اے اللہ! میرے دشمن کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے اور میری وجہ سے میرے دوست کو برائی نہ پہنچا' میرے دین کے لئے کسی مصیبت کا فیصلہ نہ کرنا اور دنیا کو میرا سب سے اہم مقصد نہ بنانا''

تو دشمن کی ہنسی اور تمسخر کو دور کرنا دنیوی امور میں سے ہے اور آپ علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ دنیا کو میرا مقصد بالکل نہ بنانا بلکہ فرمایا کہ اسے میرا سب سے بڑا مقصد نہ بنانا۔

نیز نبی اکرم نورِ مجسم ﷺ نے یوں دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رَحْمَۃً اَنَالُ بِھَا شَرَفَ کَرَامَتِکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ (جامع ترمذی ص ۴۹۲ ابواب الدعوات)

''یا اللہ! میں تجھ سے ایسی رحمت کا سوال کرتا ہوں جس کے ذریعے دنیا اور آخرت میں تیری کرامت کا شرف حاصل کر سکوں''

نیز آپ ﷺ نے یوں بھی دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ مِنْ بَلَاءِ الدُّنْیَا وَبَلَاءِ الْاٰخِرَۃِ۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۸۱ مرویات بسر بن ارطاۃ)

''یا اللہ! مجھے دنیا اور آخرت کی آزمائش سے عافیت عطا فرما''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! خلاصہ یہ کہ جب آخرت میں سعادت کا حصول' اللہ تعالیٰ کی محبت کے خلاف نہیں تو دنیا میں سلامتی' صحت' کفالت اور عزت، محبّتِ خداوندی کے منافی کیسے ہوگی۔ دنیا اور آخرت دراصل دو حالتوں کا نام ہے البتہ ان میں سے ایک یعنی دنیا دوسری کی نسبت قریب ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انسان آئندہ کل کے فوائد کو تو پسند کرے لیکن آج انھیں پسند نہ کرے۔

کون کون سے دنیاوی فوائد حاصل کرنا ممنوع نہیں :

البتہ دنیاوی فوائد کی دو قسمیں ہیں

ایک وہ جو آخرت کے حصول کے خلاف ہیں اوران کے لئے رکاوٹ ہیں اور یہ وہی ہیں جن سے انبیاء کرام علیہم السلام نے اجتناب کیااور پرہیز کرنے کا حکم دیا۔

اور دوسری قسم وہ ہے جو آخرت کے منافی نہیں ہیں اور یہ وہ ہیں جن سے ممانعت نہیں ہے جیسے نکاحِ صحیح اور حلال کھاناوغیرہ۔

تو جو باتیں آخرت کے خلاف ہیں عقل مندآدمی پر لازم ہے کہ انہیں ناپسند کرے ٗ ان سے محبت نہ کرے یعنی عقل و شعور کے ساتھ ناپسند کرے طبعی طور پر نہیں جیسے کسی بادشاہ کی ملکیت سے لذیذ کھانے اسکی اجازت کے بغیر کھانا جب کہ اسے معلوم ہو کہ کھانے کی صورت میں ہاتھ یا گردن کاٹ دی جائے گی تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ وہ طبعی طور پر لذیذ کھانے کو پسند نہیں کرتا اور اگر کھائے گا تو اسے لذت حاصل نہ ہوگی کیونکہ یہ محال ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عقل اسے اس اقدام سے روکتی ہے۔اوراس ناپسندیدگی کی وجہ وہ نقصان ہے جواس سے متعلق ہے یعنی گردن کٹ سکتی ہے۔

بہرحال اس بات کا مقصد یہ ہے کہ اگر شاگرد اپنے استاد سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ وہ اس کی خیر خواہی کرتا اور اسے تعلیم دیتا ہے یا استاد اپنے شاگرد سے اس لئے محبت کرے کہ وہ اس سے سیکھتا اوراس کی خدمت کرتا ہےاوران میں سے ایک فوری فائدہ ہے (خدمت) جب کہ دوسرا اخروی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے والوں میں شمار ہوں گے۔لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے وہ یہ کہ اگر استاذ اسے علم سے منع کردے یا اس سے علم حاصل کرنا شاگرد کے لئے مشکل ہوجائے تو تحصیل علم رکھنے کی وجہ سے اس کی محبت کم ہوجائے۔تو جتنی محبت کم ہوئی وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔اوراسے اسی کمی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے کا ثواب ملے گا کیونکہ اگر کسی سے مطلب کی خاطر محبت کی جائے اوراگر بعض مقاصد نہ پورے ہوں تو تمہاری محبت کم ہوجائے گی اور زیادہ ہوجائیں تو بڑھ جائے گی۔اورتم جس قدر سونے سے محبت کرتے ہو چاندی سے اس قدر نہیں ہوتی اگرچہ دونوں کی مقدار برابر ہو کیونکہ سونا جن مقاصد تک پہنچاتا ہے وہ اس سے زیادہ ہیں جو چاندی سے حاصل ہوتے ہیں تو اس صورت میں غرض کے بڑھنے سے محبت بھی بڑھتی ہےاور دنیاوی اوراخری اغراض کا جمع ہونا محال نہیں ہے چنانچہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے محبت میں داخل ہیں اسی طرح استاد یا شاگرد کے مسلمان ہونے کی وجہ سے محبت میں جو اضافہ ہوگا اگر ایمان نہ ہوتا تو یہ اضافہ نہ ہوتا تو اضافہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے محبت قرار پاتا ہے۔

چوتھی قسم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس قسم کی محبت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور محض اسی کی خاطر ہوتی ہے نہ تو علم وعمل کا حصول مقصود ہوتا ہے اور نہ رب عزوجل کی ذات کے علاوہ کسی اور تک پہنچنا مقصود ہوتا ہے اور یہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے جو سب سے گہرا اور مشکل ہے۔ اور یہ قسم بھی ممکن ہے کیونکہ غلبہ محبت کے آثار یہ ہیں کہ محبوب سے آگے بڑھ کر ہر اس چیز تک پہنچے جو محبوب سے تعلق رکھتی ہے اور اس سے کسی نہ کسی طرح مناسبت رکھتی ہے اگرچہ یہ تعلق دور ہی کا ہو کیونکہ جو آدمی کسی شخص سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے تو وہ اس انسان کے محبّ سے بھی محبت کرتا ہے اور اس کے محبوب سے بھی' بلکہ اس کے خدام سے بھی محبت کرتا ہے اسی طرح اس آدمی سے بھی محبت کرتا ہے جو اس کے محبوب کی تعریف کرے نیز جو چیز اس کے محبوب کی رضا کا باعث بنے اس سے بھی محبت کرتا ہے حتی کہ بقیہ بن ولید نے کہا:

کتے سے محبت:

جب مومن کسی دوسرے مومن سے محبت کرتا ہے تو اس کے کتے سے بھی محبت کرتا ہے۔

اور واقعی یہی بات ہے عاشق لوگوں کے حالات کا تجزیہ اس بات پر گواہ ہے نیز شعراء کے اشعار بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں اسی لئے وہ اپنے محبوب کے کپڑوں اور موزوں تک کی حفاظت کرتا ہے اور ان کو یادگار بناتا ہے محبوب کے مکان' محلے اور پڑوسیوں تک سے محبت کی جاتی ہے حتی کہ مجنون بن عامر نے کہا۔

میں' لیلیٰ کے علاقے سے گزرتا ہوں تو دیواروں کو بوسے دیتا ہوں دراصل اس علاقے کی الفت سے میرا دل نہیں تڑپتا بلکہ میں اُس محبوب کی محبت میں ایسا کرتا ہوں جو وہاں رہتا ہے۔

تو مشاہدہ اور تجربہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ محبت' محبوب کی ذات سے بڑھ کر اس کے ارد گرد کی اشیاء اور جو کچھ اُس سے تعلق رکھتا ہے' سب تک پہنچ جاتی ہے نیز جن جن کو اس سے مناسبت ہوتی ہے اگرچہ دور کا تعلق ہو وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ کیونکہ یہ محبت کی زیادتی کا نتیجہ ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی محبت جب دل پر غالب آجاتی اور فریفتگی وشیفتگی کی حد تک پہنچ جاتی ہے تو وہ اس کے علاوہ تمام موجودات تک پھیلتی ہے کیونکہ ذاتِ خداوندی کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب اس کی قدرت کے آثار ہیں۔ مثلاً جو شخص کسی انسان سے محبت کرتا ہے وہ اس کی صنعت' کتابت اور تمام افعال سے محبت کرتا ہے اسی طرح جو شخص اللہ عزوجل سے محبت کرتا ہے وہ اسکے افعال اور اسکی قدرت کے آثار سب سے محبت کرتا ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی نیا پھل لایا جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے آنکھوں سے لگاتے' اس کی عزت کرتے اور فرماتے اس کا

زمانہ ہمارے رب کے قریب ہے۔(سنن الدارمی جلد۲ص۳۲حدیث ۲۰۷۸)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ تعالیٰ کی محبت بعض اوقات اس کی گزشتہ عنایات اور طرح طرح کی نعمتوں کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی اس کی ذات کی وجہ سے ہوتی ہے کوئی دوسری بات پیش نظر نہیں ہوتی۔اور یہ محبت سب قسم کی محبتوں سے زیادہ گہری اور اعلیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت جس صورت میں بھی ہو جب وہ مضبوط ہوتی ہے تو ہر اس چیز تک پہنچ جاتی ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی قسم کا بھی تعلق ہوتا ہے حتی کہ اس چیز تک بھی پہنچتی ہے جو ذاتی طور پر تکلیف دہ اور ناپسندیدہ ہوتی ہے لیکن محبت کی فراوانی تکلیف کے احساس کو کمزور کردیتی ہے اور محبوب کے عمل کی خوشی اور اس کا ارادہ اگرچہ تکلیف کے ساتھ ہی ہو تکلیف کے احساس کو ڈھانپ لیتا ہے۔اور یہ اس طرح ہے جیسے محبوب کے مارنے یا چٹکی بھرنے سے اگرچہ وہ سزا کے طور پر ہو خوشی ہوتی ہے کیونکہ محبت کی قوت ایسی خوشی پیدا کرتی ہے جس سے تکلیف کا احساس کم ہو جاتا ہے۔

تکلیف ونعمت کا فرق:

چنانچہ مروی ہے کہ ایک جماعت اللہ تعالیٰ کی محبت میں انتہا کو پہنچ گئی اور انہوں نے کہا کہ ہم تکلیف اور نعمت میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتے کیونکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ہم اسی بات پر خوش ہوتے ہیں جس میں اس کی رضا ہوتی ہے حتیٰ کہ کسی بزرگ رحمہ اللہ نے یوں کہا کہ اگر مجھے یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضرور بخش دے گا تو میں تب بھی اس کی نافرمانی پسند نہ کروں۔ایک مرتبہ حضرت سیدنا سمنون رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ مجھے تیرے سوا کچھ بھی نہیں چاہئے تو جس طرح چاہے مجھے آزمالے۔

مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت میں جب قوت پیدا ہوتی ہے تو اس کے نتیجے میں ہر اس شخص سے محبت ہو جاتی ہے جو علم یا عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے حق کو قائم کرتا ہے اور ہر اس آدمی سے محبت ہو جاتی ہے جس میں اچھے اخلاق یا آداب شرع جیسی پسندیدہ صفات پائی جاتی ہیں۔جو شخص آخرت سے محبت کرتا اور اللہ تعالیٰ کا محبّ ہے جب اسے دو قسم کے آدمیوں یعنی ایک عالم عابد اور دوسرے جاہل فاسق کی حالت بتائی جائے تو اس کا قلبی جھکاؤ عالم وعابد کی طرف ہوتا ہے۔

پھر ایمان کی مضبوطی اور کمزوری کے اعتبار سے یہ میلان بھی کمزور یا مضبوط ہوتا رہتا ہے نیز اس محبت کے مطابق ہوتا ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے وہ کمزور ہو یا قوی۔چنانچہ اگر وہ لوگ غائب بھی ہوں تب بھی یہ میلان پایا جاتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اسے ان دونوں سے نہ بھلائی پہنچ سکتی ہے اور نہ برائی نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں پھر بھی وہ عالم اور عابد

سے محبت کرتا ہے۔ یہ وہ محبت ہے جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے اوراس میں کوئی غرض نہیں ہوتی۔ وہ اس شخص سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اوراس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتا ہے البتہ جب یہ میلان کمزور ہوتو اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا چنانچہ اس کے ثواب واجر کا ظہور بھی نہیں ہوتا اور جب تعلق مضبوط ہوتا ہے تو وہ اسے دوستی اور مال' جان اور زبان سے اس کی مدد پر ابھارتا ہے اوراس سلسلے میں بھی مختلف لوگوں کے درمیان درجوں کا اختلاف اسی طرح پایا جاتا ہے جس طرح محبت خداوندی میں لوگ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگر محبت صرف اسی وجہ سے کی جاتی کہ محبوب سے فی الحال یا مستقبل میں کچھ حصہ ملے گا تو فوت شدہ علماء اور عبادت گزار بندوں نیز صحابہ کرام' تابعین رضی اللہ عنہم بلکہ انبیاء کرام (علیہم السلام) سے محبت کا کوئی تصور نہ ہوتا۔ حالانکہ ہر دین دار مسلمان کے دل میں ان لوگوں کی محبت موجزن ہوتی ہے اور جب کوئی دشمن ان پاکیزہ شخصیات میں سے کسی کے خلاف زبانِ طعن دراز کرتا ہے تو اس وقت غصے کی حالت میں یہ محبت ظاہر ہوتی ہے اور جب کوئی شخص ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے تو یہ محبت خوشی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

اسی طرح جب ان کی خوبیوں کا ذکر ہوتا ہے اس وقت بھی مسلمان خوش ہوتے ہیں۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کہلاتی ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اور جو آدمی کسی بادشاہ یا خوبصورت آدمی سے محبت کرتا ہے تو اس کے خاص افراد خدمت گاروں بلکہ وہ سب جن جن سے محبوب محبت کرتا ہے' یہ بھی ان سب سے محبت کرتا ہے لیکن محبت کا امتحان اس وقت ہوتا ہے جب نفسانی مفادات سے مقابلہ ہو' اور بعض اوقات یہ محبت غالب ہوجاتی ہے کہ نفس کے لئے صرف وہی حصہ باقی رہتا ہے جو محبوب کا حصہ ہے۔

ایک شاعر نے اسے یوں بیان کیا ہے۔

اُرِیْدُ وِصَالَہ' وَیُرِیْدُ ھِجْرِیْ فَاَتْرُکُ مَا اُرِیْدُ لِمَا یُرِیْدُ

''میں اس (محبوب) کا وصال چاہتا ہوں اور وہ مجھ سے جدائی کا ارادہ کرتا ہے تو میں اس کے ارادے کی خاطر اپنے ارادے کو چھوڑ دیتا ہوں''

اور کسی دوسرے شخص نے یوں کہا۔

''اور جب زخم میں تمہاری رضا ہو تو اس سے تکلیف نہیں پہنچتی''

البتہ بعض اوقات محبت کی وجہ سے کسی خواہش کو چھوڑا جاتا ہے اور کسی کو نہیں جیسے کوئی شخص اپنے محبوب کو اپنے مال

کے نصف یا تہائی یا دسویں حصے میں شریک کرتا ہے تو مالوں کی مقدار، محبت کے ترازو ہیں۔ کیونکہ محبوب کے درجہ کا پتہ اس محبوب چیز سے معلوم ہوتا ہے جسے اس کے مقابلے میں چھوڑ دیا جاتا ہے پس جس شخص کا دل مکمل طور پر کسی کی محبت کے سمندر میں غوطہ زن ہو اس کے لئے اس کے علاوہ کوئی محبوب باقی نہیں رہتا، اس لئے وہ اپنے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑتا۔ جیسے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے اپنے اہل و مال میں سے کچھ نہ چھوڑا اپنی صاحبزادی جو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھیں، سرکار دو عالم ﷺ کے نکاح میں دے دیں اور اپنا تمام مال بھی خرچ کر دیا۔

مقام غور:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مقامِ غور ہے کہ حضور سیدِ دو عالم ﷺ اللہ عزوجل کے محبوب ہیں اور جب اپنے محبوب کو اپنی محبت کی مقدار کے مطابق عطا کرتا ہے تو اب جو کچھ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمایا ہے اس کا اندازہ کرنا عقلِ انسانی سے باہر ہے۔

چنانچہ امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

خالقِ کُل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں کردیئے قبضۂ واختیار میں

وہ خلد جس میں اترے گی ابرار کی بارات
ادنیٰ نچھاور اس مرے دولہا کے سر کی ہے

اتنا عجب بلندیٔ جنت پہ کس لئے
دیکھا نہیں کہ بھیک بھی کسی اونچے گھر کی ہے

بہر حال حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک دن رسول اکرم ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کے پاس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے ان پر ایک کمبل تھا جس کے دونوں پہلوؤں کو سینے پر ایک کانٹے (وغیرہ) سے ملا رکھا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام پیش کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا وجہ ہے کہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ایسا کمبل دیکھتا ہوں جسے کانٹے کے ذریعے جوڑ رکھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا انہوں نے اپنا مال فتح سے پہلے مجھ پر خرچ کر دیا ہے۔ انہوں نے عرض کی آپ ﷺ انہیں میری طرف سے سلام ارشاد فرمائیں اور ان سے فرمائیں کہ آپ کا رب عزوجل آپ سے پوچھتا ہے کہ کیا تم اس فقر میں مجھ سے راضی ہو یا ناراض؟ راوی فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

اے ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ جبریل علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

پوچھتا ہے کیا تم اس فقر کی حالت میں مجھ سے راضی ہو یا ناراض؟ راوی فرماتے ہیں (یہ سن کر) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کی کیا میں اپنے رب عزوجل سے ناراض ہوسکتا ہوں؟ میں اپنے رب عزوجل سے راضی ہوں میں اپنے رب عزوجل سے راضی ہوں۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۷ ص ۱۰۵ ترجمہ ۱۰۷۳۸۷)

بہر حال نتیجہ یہ ہوا کہ جو آدمی کسی عالم یا عابد سے محبت کرتا ہے یا کسی ایسے شخص سے محبت کرتا ہے جو علم یا عبادت یا کسی اچھے کام میں رغبت رکھتا ہے تو وہ اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہے اور اسے محبت کے مطابق اجر و ثواب ملے گا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی تشریح اور درجات ہیں اور اسی سے اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے نفرت کرنے کا حکم بھی واضح ہو جاتا ہے لیکن ہم اسے الگ بیان کرتے ہیں۔

اللہ عزوجل کے لئے کسی سے دشمنی کرنا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جان لو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے دشمنی بھی رکھے کیونکہ جب تم کسی شخص سے اس لئے محبت کرتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے تو اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو ضروری ہے کہ تم اس سے نفرت کرو اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور جو آدمی کسی سبب سے محبت کرتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ اس سبب کی ضِد کے باعث نفرت کرے یہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں جدا نہیں ہوتے۔ اور معاشرے میں محبت و نفرت کے سلسلے میں یہ معروف اور رائج ہے لیکن محبت اور بغض دونوں دل کی خفیہ کیفیتیں ہیں اور غلبہ کے وقت ظاہر ہوتی ہیں اور جب محبت کرنے والوں کی طرف سے قرب و موافقت کے اعمال اور نفرت کرنے والوں کی طرف سے دوری اور مخالفت کے اعمال ظاہر ہوتے ہیں تو یہ سامنے آتی ہیں جب یہ فعل کی صورت میں سامنے آئیں تو (محبت کو) مُوالاۃ اور (دشمنی کو) مُعادات کہا جاتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا حدیث میں ہے۔

هَلْ وَالَيْتَ فِيَّ وَلِيًّا وَهَلْ عَارَيْتَ فِيَّ عَدُوًّا۔

ترجمہ "کیا تم نے میرے لئے میرے ولی سے دوستی کی اور میرے لئے میرے دشمن کو دشمن سمجھا"

ایک مشکل:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ بات اس شخص کے بارے میں تو واضح ہے جس کی نیکیاں ظاہر ہوں تو ظاہر ہے کہ تم اس سے محبت کرو گے اور اس شخص کے بارے میں بھی بات بالکل صاف ہے کہ جس کا فسق و فجور اور بداخلاقی ظاہر ہو تو سیدھی سی

بات ہے کہ تم اس سے دشمنی پر قادر ہوگے البتہ مشکل اس وقت ہوگی جب کسی شخص میں عبادات اور گناہ دونوں پائے جاتے ہوں کیونکہ تم کہو گے کہ میں ایک ہی وقت میں ایک ہی شخص سے نفرت ومحبت کیسے کرسکتا ہوں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس موقع پر امام غزالی علیہ الرحمۃ ہماری رہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ باتیں ایک دوسرے کے خلاف نہیں جیسے بشری خصلتوں میں تناقض نہیں کیونکہ جب ایک آدمی میں کئی خصلتیں جمع ہوسکتی ہیں جن میں سے بعض پسندیدہ اور بعض مکروہ ہوں تو تم اس سے بعض اعتبارات سے محبت کرتے ہو اور بعض وجوہات کی بنا پر نفرت کرتے ہو جس طرح کسی آدمی کی خوبصورت لیکن بدکار بیوی ہو یا اس کا بیٹا سمجھدار اور خدمت گار ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ فاسق بھی ہو تو وہ بعض وجہ سے اس سے محبت کرے گا اور بعض وجہ سے نفرت۔ اور اسی طرح ان دو حالتوں کے درمیان ایک تیسری حالت بھی ہوتی ہے مثلاً جب کسی کے تین بیٹے فرض کئے جائیں جن میں سے ایک سمجھ دار اور نیک ہو' دوسرا کُند ذہن اور نافرمان ہو اور تیسرا کُند ذہن لیکن نیک ہو یا سمجھ دار لیکن نافرمان ہو تو ان کے ساتھ اس کی تین مختلف حالتیں ہوں گی کیونکہ ان کی خصلتوں میں اختلاف ہے۔

اسی طرح جب کسی شخص پر گناہ اور نافرمانی غالب ہو' دوسرے پر فرمانبرداری غالب ہو اور جس میں دونوں باتیں ہوں تو تینوں کی نسبت سے حالت مختلف ہوگی۔ یعنی ہر صفت کو تم اس کا حصہ دو گے نفرت کی صورت میں ہو یا محبت کی صورت میں۔ اس کی طرف توجہ کرنے یا پیٹھ پھیرنے کی صورت میں' اس کی مجلس اختیار کرنے یا قطع تعلق کی صورت میں اور اسی طرح جو کام اس سے صادر ہوئے ہیں اس حساب سے اس کے ساتھ رویہ اختیار کیا جاتا ہے اگر تم کہو کہ ہر مسلمان کا اسلام' اطاعت ہی ہے' لہٰذا اس کے اسلام کے باوجود اس سے کس طرح نفرت کروں؟

تو میں کہتا ہوں کہ تم اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے اس سے محبت کرو اور گناہ کی وجہ سے اس سے نفرت کرو۔ یعنی تم اس کے ساتھ ایسی حالت میں رہو کہ اگر وہ شخص کافر ہوتا تو اب تمہارے احساسات اس کے بارے میں کیا ہوتے تو اب کیونکہ وہ شخص مسلمان ہے تو تم اس سے کافر والی نفرت نہ کرو۔ اور یہ تفریق اسلام کی وجہ سے محبت اور اس کے حق کی ادائیگی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی اور اس کی اطاعت کو اس طرح سمجھو جس طرح تمہارے حق کو نقصان پہنچانا یا پورا کرنا ہے۔ یعنی جو شخص کسی کام میں تمہاری بات مانے اور دوسری بات میں تمہاری مخالفت کرے تو تم اس کے ساتھ ایک ایسی حالت میں رہتے ہو جو ناراضگی اور رضامندی' توجہ اور اعراض' محبت اور نفرت کے درمیان ہو اور اس کی عزت میں اس قدر مبالغہ نہیں کرتے جس طرح اُس کی عزت میں کرتے ہو جو تمہاری سب باتیں مانتا ہے البتہ اس کی توہین میں اس قدر مبالغہ نہیں کرتے جس طرح اُس کی توہین کرتے ہو جو تمام امور میں تمہاری مخالفت کرتا ہے پھر اس درمیانے راستے میں جب جرم

غالب آ جائے تو توہین کی طرف میلان ہو جاتا ہے اور کبھی حسن سلوک اور اعزاز و اکرام کی طرف میلان ہو جاتا ہے جب موافقت کا غلبہ ہو۔تو جو آدمی اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی کرتا ہے اور نافرمانی بھی' اس کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ ہونا چاہئے کبھی اس سے خوشی کا اور کبھی ناراضگی کا اظہار کرے۔

اگر تم کہو کہ نفرت کا اظہار کیسے ممکن ہوگا؟ تو میں کہتا ہوں زبانی طور پر اس کی صورت یہ ہے کہ کسی وقت اس کے ساتھ گفتگو کرنے سے رک جائے اور کسی وقت اس پر سختی کرے اور سخت کلام کرے اور عملاً اس کی صورت یہ ہے کہ کسی وقت اس کی مدد سے ہاتھ کھینچ لے لیکن ایسا وہی کرے جس کے کرنے سے سامنے والے کے سُدھرنے کا امکان ہو۔

اور جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اپنی قطار پر نادم ہے اور اصرار نہیں کرتا تو اس پر پردہ ڈالنا اور چشم پوشی کرنا بہتر ہے۔لیکن جس صغیرہ یا کبیرہ گناہ پر وہ ڈٹ جائے تو اگر وہ شخص ایسا ہو کہ تمہارے اور اس کے درمیان پکی دوستی اور صحبت ہو تو اس کا الگ حکم ہے جو عنقریب آئے گا۔اور اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے اور اگر تمہارے درمیان دوستی پکی نہ ہو تو نفرت کا اظہار ضروری ہے یعنی یا تو اس سے منہ پھیر لیں اور دور رہیں اور اس کی طرف توجہ کم کریں یا اس کو ہلکا سمجھیں اور سخت کلامی سے پیش آئیں اور منہ پھیرنے کی نسبت یہ بات زیادہ سخت ہے اور یہ سختی اور نرمی گناہ کے اعتبار سے ہے۔

اسی طرح نفرت کے اظہار میں فعل کے بھی دو رتبے ہیں ایک یہ کہ اس کی مدد اور دوستی وغیرہ ختم کردیں اور یہ سب سے کم درجہ ہے اور دوسرا یہ ہے کہ اس کے برے مقاصد کو خراب کرنے کی کوشش کریں جیسے نفرت کرنے والے دشمن کرتے ہیں اور یہ ضروری ہے لیکن یہ اسی صورت میں ہو جب آپ کی کوششوں سے اس کے لئے گناہ کرنا مشکل ہو جائے اور اگر اس کا کوئی اثر نہ ہو تو چھوڑ دیں۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص شراب نوشی کرتا ہے اور اس نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا ہے کہ اگر اس سے نکاح ہو جائے تو لوگ اس کے مال' حسن اور مرتبے پر رشک کریں لیکن یہ نکاح اسے شراب نوشی سے نہیں روک سکتا اور نہ ہی اسے اس کی ترغیب دیتا ہے اب اگر تم اس حالت میں ہو کہ اس کی مدد کر کے اس کی غرض کو پورا کر سکتے ہو اور اس کی غرض کو ختم کرنے کی طاقت بھی رکھتے ہو تو اب اسے پریشان کرنا ضروری نہیں لیکن جہاں تک اس کی مدد کا تعلق ہے تو اگر تم اس کے گناہ کی وجہ سے غصے میں آ کر مدد کرنا چھوڑ دو تو کوئی حرج نہیں لیکن ترکِ مدد واجب نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تمہاری نیت یہ ہو کہ اس کی مدد کر کے اس کے لئے نرمی کا سلوک کیا جائے اور شفقت ظاہر کی جائے تاکہ وہ تمہاری دوستی کا اعتقاد رکھے اور تمہاری نصیحت کو قبول کرے۔تو یہ اچھی بات ہے۔

اور اگر تمہارے لئے یہ بات ظاہر نہ ہو لیکن تم محض اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے اس کے کسی کام پر مدد کرو تو یہ

منع نہیں ہے بلکہ یہ بہت اچھا ہے جب کہ اس کا گناہ تمہاری حق تلفی ہو یا تمہارے کسی قریبی کو نقصان پہنچایا ہو۔ چنانچہ اس سلسلے میں قرآن پاک کی آیت نازل ہوئی۔

ارشاد ربانی ﷻ ہے۔

وَلَا يَاتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ط اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ کنز الایمان ''اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ ﷻ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہیئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ ﷻ تمہاری بخشش کرے اور اللہ ﷻ بخشش والا مہربان ہے'' (پارہ نمبر ۱۸، سورۂ نور آیت ۲۲)

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب واقعہ افک (ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹی تہمت لگائی گئی تھی اس میں حضرت سیدنا مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ نے منافقین کی باتوں میں آ کر غلطی سے حصہ لیا اور گفتگو کی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ آپ رضی اللہ عنہ ان سے رفاقت و نرمی ختم کر دیں گے۔ (صحیح بخاری جلد۲ ص ۵۹۶ کتاب المغازی)

اور آپ رضی اللہ عنہ مال کے ذریعے اس کی مدد کیا کرتے تھے تو مسطح کے ایک بہت بڑے جرم کے باوجود یہ آیت نازل ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑا جرم کیا ہوسکتا ہے کہ حرمِ رسول ﷺ کے سلسلے میں زبان درازی کی جائے اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کوئی شخص زبان کھولے لیکن چوں کہ اس واقعہ کے ذریعے گویا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نقصان پہنچایا گیا تھا اور ظالموں کو معاف کر دینا اور برائی کرنے والوں سے احسان کا سلوک کرنا صدیقین کے اخلاق کا حصہ ہے چنانچہ صدق اکبر رضی اللہ عنہ کو انکے منصب کے مطابق احسان کا سلوک جاری رکھنے کا حکم دیا گیا۔

چنانچہ جو آدمی تم پر ظلم کرے اس سے احسان کرنا اچھی بات ہے لیکن جو آدمی دوسروں پر ظلم کرے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اس سے احسان کا سلوک اچھا کام نہیں کیونکہ ظالم سے اچھا سلوک مظلوم کے ساتھ برے سلوک کی طرح ہے جب کہ مظلوم کے حق کی رعایت کرنا زیادہ بہتر ہے اور ظالم سے بچاتے ہوئے اس کے دل کی ڈھارس بندھانا اللہ تعالیٰ کے ہاں ظالم کے دل کو مضبوط کرنے سے بہتر ہے لیکن جب تم خود مظلوم ہو تو تمہارے حق میں بہتر یہ ہے کہ اپنا حق معاف کر دو اور درگزر کرو۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمارے اسلاف کے نافرمان لوگوں سے اظہار نفرت کے مختلف طریقے تھے لیکن اس بات

پرسب کا اتفاق ہے کہ ظالموں، بدمذہبوں اور بدعتیوں سے نفرت کا اظہار کیا جائے اسی طرح ہر اس شخص سے بھی نفرت کی جائے جو ایسے گناہ کرتا ہے جو دوسروں تک برائی پھیلنے کا سبب بنتے ہیں۔لیکن جو آدمی ایسا گناہ کرے جو اس کی اپنی ذات تک محدود ہوتو ان (اسلاف) میں سے بعض نے ایسے تمام گناہ گاروں کو نظر رحمت سے دیکھا ہے لیکن ان میں سے بعض نے ان پر سخت اعتراض کیا اور ان سے قطع تعلق فرمایا۔

حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ تو اکابر کو بھی چھوٹی سی بات پر چھوڑ دیتے تھے حتی کہ مشہور بزرگ حضرت سیدنا یحیٰی بن معین رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں کسی سے کچھ نہیں مانگتا لیکن جب بادشاہ میرے پاس کچھ بھیجے تو میں لے لیتا ہوں تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا۔نیز حضرت سیدنا حارث محاسبی رضی اللہ عنہ کو معتزلہ کے رد میں کتاب تصنیف کرنے پر چھوڑ دیا اسی طرح انہوں نے حضرت سیدنا ابوثور رضی اللہ عنہ سے ملنا جلنا ترک کر دیا کیونکہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادگرامی کا مفہوم ازخود بیان کیا تھا۔

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔

''بے شک اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا فرمایا''(صحیح مسلم جلد۲ ص ۳۸۰ کتاب الجنۃ)

تو یہ ایسا معاملہ ہے جو نیت کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے اور نیت' حالات کے بدلنے سے بدلتی ہے اگر دل میں یہ بات غالب ہو کہ لوگوں کی مجبوری اور عاجزی کو دیکھا جائے نیز یہ کہ جو کچھ ان کے مقدر میں ہے وہ اس کے لئے مسخر کئے گئے ہیں تو یہ بات ان سے دشمنی اور بغض کو کم کر دے گی اور اس کی بھی دلیل ہے۔لیکن بعض اوقات اس سے مداہنت (منافقت) پیدا ہو جاتی ہے اور عام طور پر گناہوں سے چشم پوشی کا باعث منافقت اور دلوں کی رعایت ہوتی ہے' اور یہ ڈر ہوتا ہے کہ جواباً گناہگار بھی ان سے نفرت کرنے لگیں گے۔اور بعض اوقات شیطان کسی غبی بیوقوف آدمی پر معاملہ مشتبہ کر دیتا ہے تو وہ اسے نظرِ رحمت سے دیکھنے لگتا ہے تو اس کے امتحان کا طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ گناہگار اس کا کوئی نقصان کر دے تو کیا اب اس پر غضب ناک ہوتا ہے یا نہیں اسے تقدیر کا لکھا سمجھ کر قبول کر لیتا ہے۔اور اگر اپنی حق تلفی پر غصہ آئے لیکن اللہ تعالیٰ کے حق پر ڈاکہ ڈالا جائے تو شفقت و رحم کرنے لگے تو ایسا شخص منافق ہے اور شیطان کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔

اگر تم کہو کہ نفرت کے اظہار میں کم از کم درجہ قطع تعلق اور اعراض کرنا ہے اور اس سے دوستی اور اس کی مدد کو چھوڑ دینا ہے تو کیا یہ امور واجب ہیں اور ایسا نہ کرنے سے بندہ گناہ گار ہوتا ہے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

میں کہتا ہوں کہ ظاہری علم کے مطابق انسان اس عمل کا مکلّف نہیں اور نہ یہ اس پر واجب ہے ہم جانتے ہیں کہ جو لوگ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانے میں شراب پیتے تھے اور بے حیائی کے کام کرتے تھے ان سے تعلقات بالکل ختم نہیں کئے جاتے تھے بلکہ ان میں سے بعض کو سخت تنبیہ کی جاتی اور اس سے نفرت کا اظہار کیا جاتا اور بعض سے نہ اعراض کیا جاتا اور نہ انہیں کچھ کہا جاتا اور بعض کو رحمت بھری نگاہ سے دیکھا جاتا اور ان کا بائیکاٹ کوئی فائدہ نہ دیتا۔

یہ دینی باریک باتیں ہیں جن میں آخرت کی طرف جانے والوں کے راستے مختلف ہیں اور ہر ایک کا عمل اس کی حالت اور وقت کے تقاضے کے مطابق ہوتا ہے' اور ان امور میں حالات کے تقاضے کے تحت یہ مکروہ بھی ہوتے ہیں اور مستحب بھی اور ان باتوں کا تعلق فضائل کے درجہ میں ہے حرام یا واجب سے نہیں کیوں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اصل معرفت اور اصلی محبت کا مکلّف ہے اور یہ محبوب سے غیر کی طرف متجاوز نہیں ہوتی۔

البتہ محبت کی زیادتی اور غلبہ ہو تو وہ دوسروں تک بھی پہنچتی ہے اور یہ صورت عوام کے لئے فتویٰ اور ظاہری تکلیف کے تحت نہیں آتی۔

قابلِ نفرت لوگوں کے مراتب اور ان سے معاملہ کی کیفیت

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امام غزالی رضی اللہ عنہ اس فصل میں قابل نفرت لوگوں کی اقسام اور ان سے معاملہ کرنے کی کیفیت بیان فرما رہے ہیں چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں

اگر تم کہو کہ عملی طور پر بغض وعداوت ظاہر کرنا اگرچہ واجب نہیں لیکن اس میں تو کوئی شک نہیں کہ مستحب ہے اور نافرمان اور فاسق لوگوں کے مراتب مختلف ہیں تو ان سے معاملات کی کیفیت کیا ہوگی اور کیا ان سب سے ایک قسم کا طریقہ اختیار کیا جائے یا نہ؟

تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کرنے والوں کی دو اقسام ہیں۔ یا تو اپنے عقیدے میں مخالفت کرتا ہے یا عمل میں۔ عقیدے میں مخالفت کرنے والا یا تو بدعتی ہوگا یا کافر' اور بدعتی یا تو بدعت کی طرف بلاتا بھی ہے یا خاموش رہتا ہے اگر خاموش رہتا ہے تو عاجز ہونے کی وجہ سے یا اپنے اختیار سے' تو یوں اعتقاد میں فساد کی تین قسمیں ہوئیں۔

اعتقاد میں فساد کی اقسام

کافر: اگر کافر محارب (لڑنے والا ہو) تو وہ قتل یا غلام بنائے جانے کا مستحق ہے اور ان دو باتوں سے بڑھ کر توہین آمیز سلوک نہیں ہوتا اور اگر ذمی ہے تو اسے صرف اس طرح تکلیف دینا جائز ہے کہ اس سے منہ پھیر لیا جائے اور اسے

حقارت کی نظر سے دیکھا جائے مثلاً اسے تنگ راستے پر چلنے پر مجبور کردیا جائے نیز سلام میں ابتداء کو ترک کردیا جائے اور جب وہ تمہیں ''السلام علیک'' کہے تو صرف ''وعلیک'' کہہ دو اور بہتر یہی ہے کہ ان کے ساتھ میل جول اور کھانا پینا نہ اپناؤ خوش طبعی اور کھلے بندوں بات چیت جس طرح دوستوں کے ساتھ کی جاتی ہے' ان کے ساتھ اس طرح کا رویہ اختیار کرنا بہت زیادہ مکروہ ہے اور قریب ہے کہ وہ حرام تک پہنچ جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

لَاتَجِدُ قوماً یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہ' وَلَوْ کَا نُوْا اٰبَاءَ ھُمْ اَوْ اَبْنَآءَ ھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ۔

ترجمہ کنز الایمان ''تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ ﷻ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں'' (پارہ نمبر ۲۸' سورۂ مجادلہ آیت ۲۲)

اور حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اَلْمُسْلِمُ وَالْمُشْرِکُ لَاتَترأیٰ نَاراھُمَا۔

''مسلمان اور مشرک ایک دوسرے کی آگ نہ دیکھیں (مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے سے دور رہیں)'' (سنن ابی داؤد جلد اول ص ۳۵۶ کتاب الجہاد)

اور ارشاد خداوندی ہے۔

یَااَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَاءَ۔

ترجمہ کنز الایمان ''اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ'' (پارہ ۲۸ 'سورۂ ممتحنۃ' آیت ۱)

بدعتی مبلغ:

وہ بدعتی جو بدعت کی طرف بلاتا ہے اگر اس بدعت کی وجہ سے کفر لازم آتا ہے تو اس شخص کا معاملہ ذمی سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ یہ شخص نہ تو جزیہ دینے کا اقرار کرتا ہے اور نہ اس کے لئے عقد ذمہ کا لحاظ ہوتا ہے اور اس بدعت کی وجہ سے کفر لازم نہیں آتا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص کا معاملہ یقیناً کافر کے معاملہ سے ہلکا ہے لیکن کافر کے مقابلے میں اس کا رد زیادہ کیا جائے کیونکہ کافر کا شر آگے نہیں بڑھتا اس لئے کہ مسلمانوں کو علم ہے کہ وہ کافر ہے لہٰذا وہ اس کی بات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے وہ

نہ تو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اور نہ ہی سچے عقیدے کا۔

بڑی گھبراہٹ سے امن:

لیکن وہ بدعتی جو لوگوں کو بدعت کی دعوت دیتا ہے اس کا خیال یہ ہے کہ وہ حق کی طرف بلاتا ہے لہٰذا یہ شخص لوگوں کی گمراہی کا باعث بنتا ہے اس وجہ سے اس کا نقصان متعدی (دوسروں تک پہنچنے والا) ہے۔ لہٰذا اس سے بغض وعداوت کا اظہار، اس سے قطع تعلق، اس کی تحقیر اور اس کی بدعت کی برائی بیان کرنا نیز اس سے لوگوں کو نفرت دلانا نہایت اہم مستحب ہے۔ اگر وہ تنہائی میں سلام کرے تو جواب دینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر معلوم ہو کہ اس سے اعراض کرنے اور جواب نہ دینے کی وجہ سے وہ اس بدعت کو برا سمجھے گا اور اس کے باز آنے کے لئے یہ بات موثر ہوگی تو جواب نہ دینا بہتر ہے کیونکہ سلام کا جواب اگرچہ واجب ہے لیکن کسی ایسی چھوٹی غرض کی وجہ سے بھی اسے چھوڑا جا سکتا ہے جس میں کوئی بھلائی ہو، جیسے جب آدمی حمام میں ہو یا قضائے حاجت میں ہو تو سلام کا جواب ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اس شخص کو تنبیہ کرنا ان باتوں سے زیادہ اہم ہے۔ اور اگر وہ کسی جماعت میں ہو تو جواب نہ دینا بہتر ہے تاکہ لوگوں کو اس سے نفرت پیدا ہو اور ان کی نگاہوں میں اس کی بدعت کی گمراہی ظاہر ہو۔ اسی طرح اس پر احسان کرنے اور اس کی مدد کرنے سے بھی رکنا چاہئے خاص طور پر جب یہ بات لوگوں کے سامنے ظاہر ہو۔ نبی ﷺ نے فرمایا:۔

''جو شخص کسی بدعتی کو جھڑکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دیتا ہے۔'' (الاسرار المرفوعۃ ص ۲۲۳ حدیث ۸۸۰)

اور جو آدمی کسی بدعتی کی توہین کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس دن امن میں رکھے گا جو بہت گھبراہٹ کا دن ہوگا۔ اور جو آدمی اس کے لئے نرمی اختیار کرتا ہے، اس کی عزت کرتا ہے یا خندہ پیشانی سے ملتا ہے اس نے نبی اکرم ﷺ کے دین کی توہین کی۔ (کتاب الموضوعات لابن جوزی جلد اول ص ۲۷۰ کتاب ذم البدعۃ)

عام بدعتی:

ایک عام بدعتی جو دوسروں کو دعوت دینے کی طاقت نہیں رکھتا اور اس کی اقتداء کا خوف نہیں اس کا معاملہ آسان ہے تو بہتر یہ ہے کہ اس پر سختی یا اس کے ساتھ توہین آمیز سلوک نہ کیا جائے بلکہ نہایت نرمی سے اس کو نصیحت کی جائے کیونکہ عوام کے دل بہت جلدی بدل جاتے ہیں۔ اور اگر نصیحت نفع نہ دے اور اس سے اعراض کرنے میں اس کی نگاہوں میں بدعت کی برائی واضح ہوتی ہو تو اس سے منہ پھیرنا مستحب موکّد ہے۔ اور اگر معلوم ہو کہ یہ بات اثر انداز نہیں ہوگی کیونکہ اس کی طبیعت میں

جمود ہے۔اوراس کا عقیدہ دل میں پختہ ہو گیا ہےتو اعراض کرنا بہتر ہے کیونکہ جب تک بدعت کی برائی بیان کرنے میں مبالغہ نہ کیا جائے وہ مخلوق کے درمیان پھیلتی ہےاوراس کا فساد عام ہو جاتا ہے۔

عملی خرابی:

جس شخص کا عقیدہ خراب نہ ہو بلکہ وہ اپنے فعل اور عمل کی وجہ سے گناہ گار ہواب اگر اس کی وجہ سے دوسروں کو بھی اذیت پہنچتی ہے جیسے ظلم کرنا' کسی کا مال چھیننا جھوٹی گواہی' غیبت' لوگوں کو لڑانا' چغل خوری وغیرہ۔ یا ایسا کام جو صرف اس تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس سے دوسروں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی دوصورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ وہ دوسروں کو بھی فساد کی دعوت دیتا ہے جیسے ایسا شراب خور جو مردوں اور عورتوں کو جمع کر کے فسادی لوگوں کے لئے شراب نوشی اور فساد کے اسباب مہیا کرتا ہے یا یہ کہ دوسروں کو اس عمل کی طرف نہیں بلاتا جیسے ایک آدمی شراب پیتا ہے اور زنا کا ارتکاب کرتا ہے لیکن دوسروں کو اس برائی کی طرف نہیں بلاتا اب اس کا گناہ یا تو صغیرہ ہوگا یا کبیرہ پھر دونوں صورتوں میں یا وہ اس پر ڈھٹائی اختیار کرے گا یا نہیں تو ان تقسیمات سے تین قسمیں حاصل ہوتی ہیں۔

......پہلی قسم......

یہ سب سے زیادہ سخت ہے اور یہ وہ صورت ہے جس سے لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے جیسے ظلم' غصب' جھوٹی گواہی غیبت اور چغلی......ایسے لوگوں سے پرہیز کرنا ان سے میل جول کرنے اور ان کے ساتھ معاملات کرنے سے دور رہنا بہت بہتر ہے کیونکہ اس میں مخلوق کو اذیت پہنچانے کے اعتبار سے گناہ سخت ہے۔ پھر ان سے بعض لوگ وہ ہیں جو خون ریزی کے ذریعے ظلم کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو مالی نقصان کے ذریعے ظلم کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو عزتیں لوٹتے ہیں' تو ان میں سے بعض' دوسرے بعض کی نسبت زیادہ سخت ہیں لہٰذا ان کے ساتھ توہین آمیز سلوک کرنے اور ان سے منہ پھیرنے کی نسبت بہت زیادہ تاکید ہے اور بعض اوقات اس قسم کے رویہ سے یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ باز آجائیں یا دوسرے لوگ فائدہ اٹھائیں تو اس صورت میں ان سے اعراض کی تاکید زیادہ ہوگی۔

......دوسری قسم......

وہ فساد برپا کرنے والا جو فساد کے اسباب مہیا کرتا ہے اور مخلوق کے لئے اس (فساد) کے طریقوں کو آسان کرتا ہے یہ شخص لوگوں کو دنیاوی اعتبار سے اذیت نہیں پہنچاتا لیکن اپنے اس عمل کی وجہ سے ان کا دین چھینتا ہے اگر وہ ان لوگوں کی

مرضی کے مطابق ہے تو یہ پہلی قسم کے قریب ہے لیکن اس سے کم درجہ میں ہے کیونکہ جو گناہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہو وہ معافی کے زیادہ قریب ہوتا ہے لیکن چونکہ وہ دوسروں کی طرف متعدی ہوتا ہے لہٰذا شدید ہے یہ بھی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان لوگوں سے اعراض کیا جائے اور ان سے تعلق منقطع کیا جائے اور اگر محسوس ہو کہ اس شخص کو یا دوسروں کو کچھ تنبیہ ہوگی تو ان کو سلام کا جواب بھی نہ دے۔

......تیسری قسم......

وہ شخص جو شراب نوشی یا ترک واجب یا کسی ممنوع کام کے ارتکاب کی وجہ سے فاسق ہو تو اس کا معاملہ سب سے ہلکا ہے لیکن گناہ کے ارتکاب کے وقت اگر اسے دیکھ لیا جائے تو اس طرح منع کرنا واجب ہے کہ وہ باز آ جائے اگرچہ بقدرِ منصب مارنے یا توہین آمیز سلوک کے ذریعے ہو، کیونکہ برے کام سے روکنا ضروری ہے۔ اور جب وہ اس گناہ سے فارغ ہو جائے اور معلوم ہو کہ یہ اس کی عادت ہے اور وہ اس پر ڈٹا ہوا ہے تو اگر معلوم ہو کہ نصیحت کی وجہ سے وہ دوبارہ یہ کام نہیں کرے گا تو نصیحت کرنا واجب ہے اور اگر یہ بات یقینی نہ ہو لیکن اس کی امید ہو تو نصیحت اور تنبیہ کرنا افضل ہے چاہے نرمی سے ہو یا سختی سے اور اس صورت میں جب وہ اس گناہ پر اصرار کرتا ہو اور یہ معلوم ہو کہ اسے نصیحت کچھ فائدہ نہیں دے گی۔ اس کے سلام کا جواب نہ دینا اور میل جول ترک کر دینا غور طلب بات ہے۔ اور اس سلسلے میں علماء کرام رضی اللہ عنہم کا عمل مختلف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ کام آدمی کی نیت کے بدلنے سے مختلف ہوتا ہے، اسی صورت میں کہا جاتا ہے کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے کیونکہ مخلوق کو شفقت و مہربانی کی نظر سے سے دیکھنے میں ایک قسم کی تواضع اور اس سے نفرت کرنے اور منہ پھرنے میں ایک قسم کی تنبیہ ہے اور اس سلسلے میں دل سے فتویٰ لیا جاتا ہے تو دیکھے اگر دل کی خواہش اور طبیعت کے تقاضے کی طرف زیادہ میلان ہے تو اس کے خلاف کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ ہلکا سمجھنا بعض اوقات تکبر و غرور اور اپنے آپ کو بلند اور اچھا سمجھنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور بعض اوقات نرمی کا سلوک منافقت اور کچھ فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے اس کے دل کو نرم کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے یا اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ ان لوگوں سے نفرت ہمارے مال اور مرتبے کو نقصان نہ پہنچائے یہ تمام باتیں شیطانی اشارے ہیں اور آخرت کے اعمال سے دور......

تو جو شخص دینی اعمال کی رغبت رکھتا ہے وہ ان باریک باتوں کی جستجو اور ان حالات کی حفاظت کے لئے کوشش کرتا ہے اور اس سلسلے میں دل ہی فتویٰ دیتا ہے۔ اور وہ اپنے اجتہاد میں کبھی صحیح بات تک پہنچتا ہے اور کبھی غلطی کرتا ہے کبھی جان بوجھ کر خواہش کی پیروی کرتا ہے اور کبھی اسے یہ دھوکہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرتا ہے اور آخرت کے راستے پر

چلتا ہے ان باریک باتوں کا بیان ''احیاء العلوم'' میں ہلاک کرنے والی باتوں کے بیان ہلاک کرنے والی باتوں کے بیان میں دھوکے کے باب میں ہے۔

بہر حال وہ فسق جو اس طرح کا ہو کہ بندے اور خدا کے درمیان معاملہ ہو اس کے ہلکا ہونے پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ ایک شراب نوش کو رسول ﷺ کے سامنے کئی بار کوڑے مارے گئے لیکن وہ پھر شراب پی لیتا ایک صحابی نے کہا اللہ تعالیٰ اس پر لعنت بھیجئے یہ کس قدر شراب پیتا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو'' (صحیح بخاری جلد۲ ص ۱۰۰۲ کتاب الحدود) یا کوئی لفظ فرمائے مفہوم یہی ہے۔

اس روایت سے اشارہ ملتا ہے کہ سختی کرنے اور نفرت کا سلوک کرنے کی نسبت نرمی زیادہ بہتر ہے۔

ہم نشین کی صفات:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس موقعے پر سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں

جان لو! ہر آدمی دوستی اور صحبت کے قابل نہیں ہوتا اس لئے کہ نبیٔ غیب داں رسولِ دوجہاں ﷺ نے فرمایا۔

اَلْمَرءُ عَلَى دِيْنِ اَخِيْهِ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَن يُخَالَلُ۔

''انسان اپنے بھائی (دوست) کے طریقے پر چلتا ہے تو اسے دیکھنا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی لگاتا ہے'' (مسند امام احمد بن حنبل جل۲ ص ۳۰۲ مرویات ابوہریرہ)

نیز ان خصلتوں اور صفات کا امتیاز ضروری ہے جن کے باعث وہ کسی کی صحبت اختیار کرتا ہے اور صحبت سے حاصل ہونے والے فائدے کے لئے وہ خصلتیں شرط ہیں کیونکہ شرط وہ چیز ہوتی ہے جو مقصود تک پہنچنے کے لئے ضروری ہو لہٰذا صحبت سے یا تو دینی فوائد حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے یا پھر دنیاوی فوائد۔ جیسے مال یا مرتبہ وغیرہ یا اس کی ہمنشینی محض حصول اُنس کے لئے ہوتی ہے اور ہمیں ان باتوں سے غرض نہیں۔

اور جہاں تک دینی اغراض کا تعلق ہے تو اس میں بھی اغراض مختلف ہیں کیونکہ بعض اوقات علم وعمل کا استفادہ مقصود ہوتا ہے' یا ایسا مرتبہ حاصل کرنا ہوتا ہے تاکہ رزق کی تلاش میں وقت کو ضائع کرنے سے بچائے اسی طرح مشکل مسائل میں اس کی مدد مطلوب ہوتی ہے تاکہ حوادث اور مختلف حالات میں کام آئے۔ یا محض اس کی دعا سے برکت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرح آخرت میں اس کی شفاعت کا انتظار بھی ایک مقصد ہے بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اپنے اسلامی بھائی زیادہ بناؤ کیونکہ قیامت کے دن ہر مومن شفاعت کرے گا تو ہوسکتا ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کی شفاعت میں داخل ہو۔

ارشادخداوندی ہے۔

وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِنْ فَضْلِهٖ۔

ترجمہ کنزالایمان ''اور دعا قبول فرماتا ہے ان کی جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور انہیں اپنے فضل سے اور انعام دیتا ہے'' (پارہ نمبر۲۵' سورۂ شوریٰ آیت ۲۶)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس آیت کی تفسیر غریب میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دوستوں کے بارے میں ان کی سفارش قبول کرے گا اور انہیں ان کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا۔ کہا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بخشش فرماتا ہے تو اس کے دوستوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کرتا ہے اسی لئے بعض بزرگوں نے باہم مجلس والفت اور میل جول کی ترغیب دی ہے اور علیحدگی اختیار کرنے کو ناپسند کیا ہے۔

تو ان فوائد میں سے ہر فائدے کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کے بغیر وہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا چنانچہ ہم انہیں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

دوستی کی شرائط:

خلاصہ یہ ہے کہ تم جس آدمی کی صحبت کو اختیار کرنا چاہتے ہو اس میں پانچ باتیں ہونی چاہیں۔ (۱) وہ عقل مند ہو' (۲) اچھے اخلاق کا مالک ہو' (۳) فاسق نہ ہو (۴) ' بدعتی نہ ہو اور (۵) دنیا کی حرص نہ رکھتا ہو۔

جہاں تک عقل کا تعلق ہے تو وہ اصل مال ہے اور بیوقوف کی صحبت میں کوئی بھلائی نہیں۔

خلیفۂ چہارم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''کسی جاہل کی صحبت اختیار نہ کرو۔ اس سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ کتنے ہی جاہل' عقل مند آدمی کے بھائی بن کر اسے برباد کر دیتے ہیں کیونکہ انسان کو دوسرے انسان کے ذریعے پہچانا جاتا ہے اور اشیاء ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہیں اور ایک دل جب دوسرے دل سے ملتا ہے تو اس کی عادتیں اختیار کرتا ہے۔''

اور یہ کیسے نہیں ہوگا جب کہ بیوقوف آدمی تمہیں نفع دینا اور تمہاری مدد کرنا چاہے تب بھی ناواقفی کی وجہ سے نقصان پہنچاتا ہے۔ اسی لئے کسی شاعر نے کہا میں عقل مند دشمن سے بے خوف ہوں البتہ ایسے دوست سے ڈرتا ہوں جو مجنون ہو عقل ایک ہی فن ہے اور اس کا راستہ مجھے معلوم ہے لیکن جنون کئی فنون کا مجموعہ ہے۔

اسی لئے کہا گیا ہے کہ بیوقوف سے تعلق منقطع کرنا اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا ہے چنانچہ حضرت سیدنا سفیان ثوری

رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''بے وقوف کے چہرے کو دیکھنا ایک خطاء ہے جو لکھ (دی جاتی) ہے۔''

اور عقل مند سے ہماری مراد وہ شخص ہے جو کاموں کو ان کی حقیقت کے مطابق سمجھتا ہے یعنی یا تو خود ذاتی طور پر سمجھتا ہے یا سمجھانے سے سمجھ جاتا ہے۔

دوسری خوبی حسن اخلاق بھی ضروری ہے کیونکہ بعض دفعہ عقل مند آدمی اشیاء کی ماہیت کا ادراک تو کر لیتا ہے لیکن جب اس پر غصہ، شہوت، بخل یا بزدلی کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور وہ اپنی صفات کے غلبہ سے عاجز ہونے کی وجہ سے جو بات اسے معلوم ہے اس کی بھی مخالفت کرتا ہے نیز وہ اپنے اخلاق کو بھی درست نہیں کر سکتا لہٰذا اس کی صحبت کا کوئی فائدہ نہیں۔

تیسری شرط کی وضاحت کچھ یوں ہے وہ اپنے فسق (گناہوں) پر ڈرتا ہوا نہ ہو کہ وہ فاسق جو اپنے فسق پر ڈٹا ہوا ہو اس کی صحبت کا بھی کوئی فائدہ نہیں کیونکہ جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ گناہ کبیرہ پر اصرار نہیں کرتا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اس کا کچھ بھروسہ نہیں کہ کب نقصان پہنچا دے اور نہ اس کی صداقت کا یقین کیا جاتا ہے بلکہ اپنی خواہش کے تحت وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی عزوجل ہے۔

فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ فَتَرْدٰى۔

ترجمہ کنز الایمان ''تو ہرگز تجھے اس کے ماننے سے وہ باز نہ رکھے جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلا پھر تو ہلاک ہو جائے'' (پارہ نمبر ۱۶، سورۂ طٰہٰ آیت ۱۶)

نیز ارشاد فرمایا۔

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ۔

ترجمہ کنز الایمان ''اور اس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا'' (پارہ نمبر ۱۵، سورۂ کہف آیت ۲۸)

نیز ارشاد خداوندی ہے۔

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔

ترجمہ کنز الایمان ''تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی'' (پارہ

نمبر۲۷، سورۃ النجم آیت ۲۹)

نیز ارشاد فرمایا:

وَاتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ۔

ترجمہ کنزالایمان ''اوراس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا'' (پارہ نمبر۲۱، سورۃ لقمان آیت ۱۵)

ان تمام آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ فاسق سے دور رہنا چاہیے۔

اور جہاں تک بدمذہب کا تعلق ہے تو اس کی صحبت میں رہنے سے خود بھی بدمذہب بننے کا اندیشہ ہے اور ممکن ہے اُس کی بدبختی اِدھر بھی پہنچ جائے۔لہٰذا یہ اس لائق ہے کہ اُس سے تعلق منقطع کر دیا جائے۔

سچے دوست:

چنانچہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیندار دوست تلاش کرنے کے بارے میں رغبت دیتے ہوئے فرمایا۔

''سچے دوست تلاش کرو اور ان کی پناہ میں زندگی گزارو کہ وہ خوشی کی حالت میں زینت اور آزمائش کے وقت تمہاری مدد کا سامان ہیں اپنے دوست کے بارے میں اچھا خیال کیا کروحتی کہ تمہارے پاس اس کی طرف سے ایسی بات آئے کہ تمہیں (اسکی بُرائی کا) ظنِ غالب حاصل ہو جائے۔اپنے دشمن سے تو الگ ہی رہو بلکہ اپنے دوست پر بھی اندھا بھروسہ نہ کرو البتہ یہ کہ وہ قوم کا امین ہو اور امین وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور کسی فاجر (گناہ گار) کی صحبت اختیار نہ کرو ورنہ اس سے فجور (گناہ) ہی سیکھو گے اور اس کو اپنے راز بھی نہ بتاؤ۔اور اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ کرو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں''۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حسن اخلاق کے بارے میں حضرت سیدنا علقمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت وصیت کرتے ہوئے جامع بات فرمائی ہے انہوں نے فرمایا ''اے بیٹے! جب تجھے لوگوں کی مجلس اختیار کرنا پڑے تو ایسے آدمی کی صحبت اختیار کر کہ جب تو اس کی خدمت کرے تو وہ تیری حفاظت کرے، اگر تو اس کی مجلس اختیار کرے تو وہ تجھے زینت دے، اگر تجھے کوئی مشقت پیش آئے تو وہ بھی تیرا ساتھ دے، اس آدمی کی صحبت اختیار کر کہ جب تو بھلائی کے ساتھ اپنا ہاتھ پھیلائے تو وہ بھی اسے پھیلائے یعنی نیکی کا بدلہ نیکی سے دے اگر وہ تم میں کوئی اچھائی دیکھے تو اسے شمار کرے اور اگر برائی دیکھے تو اس سے درگزر کرے اس آدمی سے دوستی اختیار کر کہ جب تو اس سے مانگے تو وہ تجھے دے اور اگر تو حاجت کے وقت شرم وحیاء کی وجہ سے خاموش رہے تو خود بخود تیرا مددگار بن جائے اگر تجھے کوئی پریشانی لاحق ہو تو وہ غمخواری کرے۔ایسے

آدمی کی صحبت اختیار کرو کہ جب تم صحیح بات کہو تو وہ تمہاری بات کی تصدیق کرے اگر تم کسی کام کا قصد کرو تو وہ اچھا مشورہ دے اور اگر تم دونوں میں اختلاف ہو جائے تو وہ تمہاری بات کو ترجیح دے۔'' ان باتوں کا بیان کر کے گویا انہوں نے اس وصیت میں صحبت کے تمام حقوق کو جمع کر دیا اور یہ شرط رکھی کہ وہ ان تمام باتوں کو اپنائے حضرت سیدنا ابن اکثم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بادشاہ مامون نے کہا ایسا آدمی کہاں ہے؟ تو اسے کہا گیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے اتنی شرطیں کیوں لگائیں ہیں؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ فرمایا، اس لئے کہ انہوں نے چاہا کہ کوئی شخص کسی کی صحبت اختیار ہی نہ کرے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اہل ادب میں سے کسی نے کہا لوگوں میں سے اس آدمی کی دوستی اختیار کرو جو تمہارے راز کو چھپائے اور عیب پر پردہ ڈالے چنانچہ ایسا شخص مشکلات میں تمہارا ساتھ دے گا اور عمدہ چیزوں میں تمہیں ترجیح دے گا۔ تیری نیکیوں کو پھیلائے گا اور برائیوں کو چھپائے گا اور اگر ایسا انسان نہ ملے تو تنہا رہو کسی کی صحبت اختیار نہ کرو۔

اسی طرح شہنشاہ ولایت خلیفۂ چہارم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''تمہارا سچا دوست وہ ہے جو جائز امور میں تمہارا ساتھ دے اور تمہیں نفع پہنچانے کے لئے اپنا نقصان برداشت کرلے۔ جب تمہیں کوئی آزمائش پہنچے تو وہ تمہارا ساتھ نہ چھوڑے اور تمہارے معاملات کو درست کرنے کے لئے خود پریشانی اٹھائے۔''

یونہی بعض علماء رحمہم اللہ فرمایا کرتے تھے ''دو آدمیوں میں سے ایک کی صحبت اختیار کرو ایک وہ شخص جس سے تم کوئی دینی بات سیکھو جو تمہیں نفع دے یا وہ شخص جسے تم کوئی دینی بات سکھاؤ تو وہ تم سے قبول کرے اور تیسرے آدمی سے بھاگو''۔

اور بعض علماء رحمہم اللہ نے فرمایا کہ انسان چار قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو مکمل طور پر میٹھا ہے اس سے سیری حاصل نہیں ہوتی دوسرا مکمل طور پر کڑوا ہے تو اس سے بالکل نہیں کھایا جاتا تیسرا وہ ہے جو کھٹا میٹھا ہے تو اس سے جائز فوائد حاصل کرو اس سے پہلے کہ وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچائے' چوتھا وہ ہے جو نمکین ہو اس سے بوقت ضرورت ہی ملاقات کرو۔

حضرت سَیِّدُ نا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''پانچ قسم کے آدمیوں کی مجلس اختیار نہ کرو ایک وہ شخص جو بہت جھوٹ بولتا ہے کیونکہ اس سے تم دھوکہ کھاؤ گے وہ اس سراب کی طرح ہے جو دھوپ میں پانی نظر آتا ہے جب قریب جائیں تو کچھ نہیں ہوتا وہ تجھے سبز باغ دکھائے گا اور تیرے فائدے کی بات نہیں کرے گا۔ الا ماشاء اللہ

دوسرا وہ جو بیوقوف ہو کیونکہ اس سے تمہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ وہ تمہیں نفع پہنچانا چاہے گا لیکن نقصان

پہنچائے گا۔ تیسرا بخیل آدمی کہ جب تمہیں اس کی زیادہ ضرورت ہوگی وہ دوستی ختم کردے گا۔ چوتھا بزدل کہ مشکل وقت میں تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔ پانچواں فاسق کہ وہ تمہیں ایک لقمے یا اس سے بھی کم قیمت پر بیچ دے گا۔''

اُف یہ بداخلاقی:

حضرت سیدنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''میرے پاس اگر خوش اخلاق فاسق بیٹھتے تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ بداخلاق قاری (عالم) بیٹھے۔''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس فرمان کا مقصد بداخلاقی کی برائی بیان کرنا ہے یہ مطلب نہیں کہ انسان فاسقوں کی صحبت میں بیٹھنا شروع کردے۔

حضرت سیدنا ابن ابی الحواری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے استاد حضرت سیدنا ابوسلیمان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا ''اے احمد! دو آدمیوں سے ایک کی مجلس اختیار کر ان کے علاوہ کسی کی نہیں ایک وہ شخص کہ تو اپنے دنیاوی معاملات میں اس سے فائدہ حاصل کرے اور دوسرا وہ آدمی جس سے تو اپنی آخرت کے معاملات میں نفع اٹھائے ان دو باتوں کے علاوہ کسی بات میں مشغول ہونا بیوقوفی ہے''۔

حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''تین قسم کے لوگوں کی مجلس سے اجتناب کرو غافل متکبر، منافق قاری (عالم) اور جاہل صوفی''۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ کلمات صحبت کے تمام مقاصد کا احاطہ نہیں کرتے۔ بہرحال جو باتیں دینوی مقاصد کے سلسلے میں صحبت کے لئے شرط ہیں وہ آخرت کی دوستی اور بھائی چارے کے سلسلے میں شرط نہیں جیسے حضرت سیدنا بشر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

تین بھائی:

بھائی تین قسم کے ہوتے ہیں ایک جو تیری آخرت کے لئے بھائی ہے، دوسرا دنیاوی معاملات کے لئے اور تیسرا اس لئے کہ تو اس سے مانوس ہو۔ اور ایک ہی شخص سے یہ تمام مقاصد بہت کم حاصل ہوتے ہیں۔ بادشاہ مامون نے کہا کہ بھائی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک غذا کی مثل ہوتا ہے جس سے آدمی بے نیاز نہیں ہوسکتا، دوسرا دوائی کی مثل ہوتا ہے جس کی ضرورت کسی وقت ہوتی ہے اور کسی وقت نہیں اور تیسرا بیماری کی طرح ہوتا ہے جس کی ضرورت کبھی نہیں ہوتی لیکن بعض اوقات انسان اس میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور یہ وہ ہے جس سے نہ تو اُنس حاصل ہوتا اور نہ نفع۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام انسانوں کی مثال درخت اور سبزی کی طرح ہے ان میں سے کسی کا سایہ ہے لیکن پھل نہیں اور یہ اس شخص کی مثال ہے جس سے دنیاوی فائدہ حاصل ہوتا ہے اُخروی نہیں۔ کیونکہ دنیا کا نفع سائے کی طرح ہے جو بہت جلدی ختم ہو جاتا ہے اور کوئی اس درخت کی طرح ہیں جن کا پھل ہوتا ہے لیکن سایہ نہیں ہوتا یہ اس شخص کی مثال ہے جو آخرت کے لئے اصلاح کرتا ہے دنیا کے لئے نہیں۔ اور تیسری قسم کے لوگ ان درختوں کی جن کے پھل اور سایہ دونوں چیزیں ہوتی ہیں۔ اور ان تینوں کے علاوہ وہ ہیں جن میں ان دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں ہوتی جیسے ببول کا درخت جو کپڑے پھاڑتا ہے ان میں کھانے کی کوئی چیز ہے نہ پینے کی۔ جیسا کہ حیوانات میں سے چوہا اور بچھو۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ﷻ ہے:

يَدْعُوْا لِمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ۔

ترجمہ کنز الایمان ”ایسے کو پوجتے ہیں جس کے نفع سے نقصان کی توقع زیادہ ہے بیشک کیا ہی برا مولا اور بیشک کیا ہی برا رفیق“ (پارہ نمبر ۱۷، سورہ حج آیت ۱۳)

کسی شاعر نے کہا۔

لوگ مختلف ذائقوں والے ہیں ایک جیسے نہیں جیسے درخت ایک جیسے نہیں ہوتے ایک درخت کا پھل میٹھا ہوتا ہے اور دوسرے کا نہ ذائقہ ہے نہ پھل“۔

لہٰذا جب تمہیں ایسا دوست نہ ملے جس کو تم اپنا بھائی بناؤ اور ان مقاصد میں سے کوئی مقصد اس سے حاصل کرو تو تنہائی زیادہ بہتر ہے۔

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بُرے ساتھی سے تنہائی بہتر ہے اور نیک ساتھی تنہائی سے اچھا ہے۔ یہ حدیث مرفوعًا مروی ہے (یعنی حضور سرور عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ نیز اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا۔

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ۔

ترجمہ کنز الایمان ”اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا“ (پارہ نمبر ۲۱، سورۂ لقمان آیت ۱۵)

گناہگاروں کو دیکھنے کا وبال:

گناہ اور گناہگاروں کو دیکھنے سے دل میں گناہ سے نفرت ختم ہو جاتی ہے اور گناہ کرنا ہلکا معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت سیدنا سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ظالموں کو پسندیدگی سے مت دیکھو تمہارے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے اور ان لوگوں کے ساتھ میل جول میں کوئی سلامتی نہیں بلکہ سلامتی ان سے علیحدگی میں ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ عزوجل ہے:

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰماً۔

ترجمہ کنزالایمان ''اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام'' (پ۱۹، سورۂ فرقان، ۶۳)

یہاں لفظ ''سلاماً'' میں الف، ہا سے بدل کر آیا ہے یعنی ''سلامۃ'' ہے مطلب یہ ہے کہ ہم تم سے دور رہنا بہتر سمجھتے ہیں تا کہ تمہارے گناہ سے محفوظ رہیں اور تم ہمارے شر سے محفوظ رہو۔

اور جہاں تک حریص کا تعلق ہے تو اس کی صحبت زہر قاتل ہے۔ کیونکہ انسانی فطرت ہے کہ وہ دوسروں کی مشابہت اختیار کرتا اور ان کی اقتداء کرتا ہے۔ بلکہ ایک طبیعت دوسری طبیعت سے ضرور کچھ نہ کچھ حاصل کرتی ہے جس کا اسے علم نہیں ہوتا۔ تو دنیا کی حرص رکھنے والے کی مجلس اختیار کرنا حرص کو حرکت دینا ہے اسی طرح زاہد دنیا سے بے رغبتی کرنے والے کی مجلس دنیا سے بے رغبت کر دیتی ہے اسی لئے دنیا کے طالب لوگوں کی صحبت مکروہ ہے اور آخرت کی رغبت رکھنے والوں کی مجلس مستحب ہے۔

لہٰذا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ان لوگوں کے پاس بیٹھ کر عبادات کو زندہ کرو جن سے حیاء کی جاتی ہے''۔

حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''مجھے ایسے لوگوں کی صحبت نے آزمائش میں ڈالا جن سے میں جھجکتا نہیں تھا''۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا گیا ہے کہ انسان جب اپنے بے تکلف دوستوں کی محفل میں ہوتا ہے تو عام طور پر خطاء کرنے سے نہیں جھجکتا کیونکہ بے تکلفی کی وجہ سے انکی آپس کی وہ حیاء کم یا ختم ہو جاتی ہے جو گناہوں کا سرعام ارتکاب کرنے سے روکتی ہے اس لئے چاہیے کہ انسان ایسوں کی صحبت اختیار کرے جن کے سامنے گناہ کرتے ہوئے اُسے حیاء محسوس ہوتا کہ اس وجہ سے ہی گناہ سے بچا رہے۔

حکمت کی باتیں:

حضرت سیدنا لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو کچھ اس انداز میں نصیحت کی ''بیٹے علماء کے پاس کثرت سے بیٹھو کیونکہ دل

حکمت کی باتیں سن کراس طرح زندہ ہوتے ہیں جس طرح مردہ زمین موسلا دھار بارش سے آباد ہوتی ہے۔''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ اس موقعہ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ اخوت (بھائی چارے) کے معانی، شرائط اور فوائد کے بارے میں ہم یہی باتیں بتانا چاہتے تھے اور اب ہم اس کے حقوق ولوازمات اور اس کے حق کو قائم کرنے کے بارے میں کچھ ذکر کرتے ہیں۔

......{ ☆ } ......

دوسرا باب

اخوت ومحبت کے حقوق

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ اخوت ومحبت کے حقوق کے سلسلے میں کچھ اس طرح رقم طراز ہیں۔

بھائی چارہ دو آدمیوں کے درمیان ایک رابطہ ہوتا ہے جیسے نکاح میاں بیوی کے درمیان ایک رابطے کا نام ہے اور جس طرح عقد نکاح کچھ حقوق کا تقاضا کرتا ہے۔ جن کو پورا کرنا حقِ نکاح قائم رکھنے کیلئے ضروری ہے ٹھیک اسی طرح عقدِ اخوّت کا بھی یہی حال ہے۔ تو تمہارے اسلامی بھائی کا تمہارے مال اور تمہاری ذات میں حق ہے' اسی طرح زبان اور دل میں بھی کہ تم اس کو معاف کرو، اس کے لئے دعا کرو، اخلاص ووفا سے پیش آؤ، اس پر آسانی برتو اور تکلیف وتکلف کو چھوڑ دو یہ کل آٹھ حقوق ہیں۔

......پہلا حق......

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ حق مال سے متعلق ہے جیسا کہ نبی اکرم شاہِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''دو آدمیوں کی مثال دو ہاتھوں جیسی ہے کہ ان میں سے ایک ہاتھ، دوسرے کو دھوتا ہے''۔ (الفردوس بماثور الخطاب جلد۴ حدیث۶۴۶۱)

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دو ہاتھوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کے ساتھ نہیں کیونکہ یہ دونوں ایک غرض پر ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہیں۔ تو جس طرح دو بھائیوں کا بھائی چارہ اس وقت مکمل ہوتا ہے جب وہ ایک مقصد میں ایک دوسرے کے رفیق بنیں تو یہ دونوں ایک اعتبار سے ایک ذات کی طرح ہیں۔ اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ خوشی اور تکلیف دونوں حالتوں میں ایک دوسرے کے حصے دار ہوں اور حال و مستقبل میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہوں اور دونوں میں سے کسی ایک کو خصوصیت اور ترجیح نہ رہے۔ بہرحال اخوت کے ساتھ مالی طور پر غمخواری کی تین قسمیں ہیں۔

{۱} سب سے ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے غلام یا خادم کی طرح سمجھو اور جس طرح آقا اپنے غلام کی مالی کفایت کرتا ہے اسی طرح جب اسے کوئی حاجت درپیش ہو تو اپنے زائد مال سے اس کی ضرورت کو پورا کرو اور اگر تمہارے پاس ضرورت سے زیادہ مال ہو تو تم خود اسے دے دو اور اسے سوال کرنے پر مجبور نہ کرو کیونکہ اگر تم اسے مانگنے پر مجبور کرو گے تو یہ حقِ اخوّت میں انتہائی درجہ کی کوتاہی ہے۔

{۲} دوسرا درجہ یہ ہے کہ تم اسے اپنی طرح سمجھو اور اسے اپنے مال میں شریک کرنے اور اسے اپنی طرح سمجھنے پر

راضی رہوحتی کہ تم اسے نصف مال دینا گوارہ کرلو چنانچہ حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلاف رحمھم اللہ کی آپس میں اخوت کا یہ عالم تھا کہ ایک اسلامی بھائی کا مال اگر ایک چادر ہوتی تو اپنی چادر اپنے اور اپنے بھائی کے درمیان تقسیم کرنے کے لئے پھاڑ دیتا تھا۔

{۳} تیسرا درجہ جو سب سے بلند ہے وہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے اوپر ترجیح دو اور اس کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم کرو یہ صدیقین کا رتبہ ہے اور باہم محبت کرنے والوں کے درجات کی انتہاء ہے۔اس رتبہ کے نتائج میں سے ایک بات یہ ہے کہ انسان اس پر اپنے نفس کو بھی قربان کرنے پر تیار ہو جائے۔جیسا کہ مروی ہے کہ صوفیاء رحمہم اللہ کی ایک جماعت کو کسی بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے ان کی گردنیں مارنے کا حکم دیا۔ان میں حضرت سیدنا ابوالحسین نوری بھی تھے وہ جلدی جلدی جلاد کے سامنے ہو گئے تا کہ سب سے پہلے انہیں قتل کیا جائے ان سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو انہوں نے میں چاہتا ہوں کہ اس وقت دوسرے بھائیوں کی زندگی کو ترجیح دوں ۔ یہ ایک طویل واقعہ ہے۔اور ان کا یہ قول ان تمام کی نجات کا باعث بنا۔اور اگر تم اپنے مسلمان بھائی کو ان مراتب میں سے کسی رتبے میں بھی نہیں سمجھتے تو جان لو کہ عقدِ اخوّت ابھی تک دل میں منعقد نہیں ہوا۔اور تمہارے درمیان محض رسمی میل جول جاری ہے جس کی عقل اور دین میں کوئی وقعت نہیں ہے۔

حضرت سیدنا میمون بن مہران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جو شخص اپنے مسلمان بھائیوں کو فضیلت دینے پر راضی نہیں اسے اہل قبور سے بھائی چارہ قائم کرنا چاہئے۔

اور جہاں تک سب سے کم درجے کا تعلق ہے تو دیندار لوگوں کے نزدیک یہ بھی پسندیدہ نہیں ہے۔

حضرت سیدنا ابو حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جب تمہارا کوئی دینی بھائی ہو تو اس سے دنیاوی امور کا معاملہ نہ کرو۔

تو ان کی مراد یہ ہے کہ جو اس ادنیٰ درجہ میں ہو جبکہ جہاں تک سب سے بلند درجے کا تعلق ہے تو اللہ عزوجل نے مومنوں کو اس کے ساتھ موصوف شمار کیا۔

چنانچہ ارشاد خداوندی عزوجل ہے:

وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۔

ترجمہ کنز الایمان ''اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں'' (پارہ نمبر ۲۵ سورۂ شوریٰ آیت ۳۸)

بعض اسلاف رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپس میں کچھ اس طرح کا معاملہ کرتے تھے کہ ان کے مال ملے جلے ہوتے تھے

اور وہ اپنے مال کو (یہ میرا مال ہے) کہہ کر دوسرے کے سامان سے الگ الگ نہیں کرتے تھے حتی کہ اگر ان میں کوئی کہتا کہ یہ میرا جوتا ہے تو باقی لوگ اسے چھوڑ دیا کرتے تھے کیونکہ اُس نے اس چیز کو اپنی ذات سے منسوب کیا۔

چنانچہ حضرت سیدنا فتح موصلی رضی اللہ عنہ اپنے ایک اسلامی بھائی کے گھر آئے تو وہ موجود نہ تھا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی بیوی کو حکم دیا تو وہ صندوق لے آئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُس میں سے ضرورت کی اشیاء لیں (اور تشریف لے گئے) لونڈی نے اپنے مالک کو خبر دی تو اُس نے خوش ہو کر کہا اگر تو نے سچ کہا ہے تو تُو اللہ عزوجل کی خاطر آزاد ہے۔

گویا انکے اسلامی بھائی کی ضرورت پورا کرنے کی خوشخبری سن کر اس لونڈی ہی کو آزاد کر دیا جس نے یہ خوشخبری سنائی۔

ایک شخص حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اللہ عزوجل کے لئے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنانا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا تم جانتے ہو بھائی چارے کا حق کیا ہے؟ اس نے عرض کیا آپ بتا دیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو اپنے دینار اور درہم کا مجھ سے زیادہ حق دار نہ ہوگا۔ اس نے عرض کی میں ابھی تک اس مقام تک نہیں پہنچا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر چلے جاؤ۔

اسی طرح حضرت سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے ایک شخص سے پوچھا کیا تم میں سے کوئی ایک اپنا ہاتھ اپنے بھائی کی آستین یا جیب میں ڈال کر جو کچھ لینا چاہے اس کی اجازت کے بغیر لے سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں اس پر انہوں نے فرمایا ''پھر تم ایک دوسرے کے بھائی نہیں ہو۔''

حضرت سیدنا ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی طرف جا رہے تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا میں بھی آپ علیہ الرحمۃ کی رفاقت اختیار کرنا چاہتا ہوں' حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اس شرط پر کہ میں تمہاری چیز کا تم سے زیادہ مالک ہوں گا''۔ اس نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا ''مجھے تمہاری سچائی پر تعجب ہوا ہے۔''

سخاوت کرو:

راوی کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص حضرت سیدنا ابرایم بن ادھم رضی اللہ عنہ کی رفاقت اختیار کرتا تو وہ آپ علیہ الرحمۃ کی مخالفت نہ کرتا اور آپ علیہ الرحمۃ اس کو ساتھی بناتے تھے جو آپ رضی اللہ عنہ کی مرضی کے موافق ہو۔ ایک مرتبہ ایک تسمے بنانے والا آپ علیہ الرحمۃ کا ساتھی بن گیا تو راستے میں ایک شخص نے ثرید کا ایک پیالہ حضرت سیدنا ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی کی تھیلی کو کھولا اور تسموں (مخصوص قسم کی غذا) کی ایک مُٹھی بھر کر پیالے میں ڈال دی

اور وہ پیالہ تحفہ پیش کرنے والے کو واپس کر دیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کا رفیق سفر آیا تو پوچھا تسمے کہاں ہیں؟ انہوں نے فرمایا تم نے یہ ثرید جو کھائی ہے یہ کیا تھی؟ اس نے کہا تو آپ رضی اللہ عنہ دو یا تین تسمے دے دیتے اتنے سارے کیوں دے ڈالے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''سخاوت کرو تمہیں کشادہ دیا جائے گا''۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک پیدل آدمی کو اپنے رفیقِ سفر کا گدھا اس کی اجازت کے بغیر دے دیا جب وہ آیا تو خاموش رہا اور اس بات کو پسند نہ کیا۔

سات گھروں سے:

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''رسولِ اکرم نور مجسم شاہِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو بکری کا سر بطور تحفہ پیش کیا گیا انہوں نے سوچا میرا فلاں بھائی مجھ سے زیادہ محتاج ہے چنانچہ ان کی طرف بھیجا پھر وہ ایک سے دوسرے تک، دوسرے سے تیسرے تک بھیجتے رہے یہاں تک سات گھروں سے ہو کر وہ سر پہلے آدمی تک واپس آ گیا''۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیدنا مسروق رضی اللہ عنہ نے بھاری قرض لیا اور ان کے دوست حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ مقروض تھے چنانچہ حضرت سیدنا مسروق رضی اللہ عنہ نے ان کی لاعلمی میں ان کا قرض ادا کر دیا اُدھر حضرت سیدنا خیثمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا مسروق رضی اللہ عنہ کا قرض ادا کر دیا اور انہیں پتہ نہ چلا۔

جب سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے مال و جان میں انہیں اختیار دے دیا۔ حضرت سیدنا عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ عزوجل آپ کو ان دونوں چیزوں میں برکت عطا فرمائے۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۵۳۳ کتاب المناقب)

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ''اگر تمام دنیا میرے لئے ہو جاتی اور میں اسے اپنے مسلمان بھائی کے منہ میں ڈال دیتا تو میں اسے کم سمجھتا'' انہوں نے ہی فرمایا کہ میں اپنے کسی اسلامی بھائی کو لقمہ کھلاتا ہوں تو اس کا ذائقہ اپنے حلق میں محسوس کرتا ہوں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! فقراء کو صدقہ دینے کی نسبت اپنے دینی بھائیوں پر خرچ کرنا افضل ہے۔

سو درہم:

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے اسلامی بھائی کو بیس درھم دُوں تو یہ مساکین پر ایک سو درھم صدقہ کرنے سے بہتر ہے، انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میں ایک صاع کھانا پکا کر اپنے اسلامی بھائیوں کو دعوت دوں تو میرے نزدیک یہ ایک غلام آزاد کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

سیدھی مسواک:

ایثار کے سلسلے میں یہ سب لوگ سرکار دو عالم شہنشاہِ ابرار ﷺ کی پیروی کرتے ہیں چنانچہ منقول ہے کہ آپ ﷺ اپنے کچھ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے ساتھ جنگل میں تشریف لے گئے اور وہاں سے دو مسواکیں لیں ان میں سے ایک ٹیڑھی تھی اور دوسری سیدھی، آپ نے سیدھی مسواک اپنے صحابی رضی اللہ عنہ کو دے دی انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اللہ عزوجل کی قسم آپ ﷺ سیدھی مسواک کے زیادہ مستحق ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ''جب بھی کوئی شخص کسی کی رفاقت اختیار کرتا ہے اگر چہ دن کی ایک ساعت ہو تو قیامت کے دن اس رفاقت کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ آیا اس میں اللہ عزوجل کا حق قائم کیا یا اسے ضائع کر دیا''۔ (الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ جلد اول ۱۵۶ حدیث ۱۲۴)

تو آپ ﷺ نے اس بات سے اشارتاً بتایا کہ دوسرے کو ترجیح دینا اللہ عزوجل کے حق کو قائم کرنا ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ نبی اکرم رحمتِ عالمیان ﷺ ایک کنویں کی طرف تشریف لے گئے تاکہ وہاں غسل فرمائیں حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کپڑا لے کر کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے لئے پردہ کرنے لگے حتی کہ آپ ﷺ نے غسل فرمالیا پھر جب حضرت سَیِّدُ نا حذیفہ رضی اللہ عنہ غسل کرنے بیٹھے تو آپ ﷺ نے کپڑا پکڑ لیا اور لوگوں سے آڑ کرنے لگے تو حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ زحمت نہ کیجئے۔ لیکن نبی اکرم شہنشاہِ ابرار ﷺ نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا اور آڑ کئے رہے حتی کہ انہوں نے غسل کر لیا۔

رسول اکرم صاحبِ جود و کرم ﷺ نے فرمایا:

مَا اصْطَحَبَ اثْنَانِ قَطُّ اِلَّا كَانَ اَحَبُّهُمَا اِلَى اللّٰهِ اَرْفَقُهُمَا۔

''جب دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھی بنتے ہیں تو ان میں سے جو زیادہ نرمی کرنے والا ہوتا ہے وہ اللہ عزوجل کو زیادہ پسند ہوتا ہے''۔ (المستدرک للحاکم جلد ۴ ص ۱۷۱ کتاب البر والصلۃ)

بے تکلفی:

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیدنا مالک بن دینار اور حضرت سیدنا محمد بن واسع رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور وہ موجود نہیں تھے۔ حضرت سیدنا محمد بن واسع رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کی چارپائی کے نیچے سے ایک ڈبہ نکالا جس میں کھانا تھا پھر کھانا کھانے لگے حضرت سیدنا مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گھر والے کو تو آنے دو لیکن وہ نہ رکے اور کھاتے رہے جب حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو فرمایا بھائی مالک! اسی طرح ہوتا تھا ہم ایک دوسرے سے

تکلف نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ آپ اور آپ کے زمانے کے لوگ پیدا ہوئے

گویا انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ دوستوں کے گھروں میں بے تکلفی اخوت ومحبت کے خالص ہونے کی دلیل ہے اور یہ کیسے نہیں ہوگا جب کہ اللہ عزّوجلّ نے فرمایا:

اَوۡ صَدِیۡقِکُمۡ ۔

ترجمہ کنزالایمان ''یا اپنے دوست کے یہاں''(پارہ نمبر۱۸ سورۂ نور آیت ۶۱)

اور فرمایا:

اَوۡ مَا مَلَکۡتُمۡ مَفَاتِحَہٗۤ ۔

ترجمہ کنزالایمان ''یا جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہیں''(پارہ نمبر۱۸، سورۂ نور آیت ۶۱)

کیونکہ دستور یہ تھا کہ ایک آدمی اپنے گھر کی چابیاں اپنے دینی بھائی کو دے کر اسے اختیار دیتا وہ جس طرح چاہے تصرف کرے لیکن اس کا بھائی تقویٰ کی بنیاد پر کھانے میں حرج سمجھتا یہاں تک کہ اللہ عزّوجلّ نے یہ آیت نازل فرمائی اور انہیں اپنے مسلمان دینی بھائیوں اور دوستوں کے کھانے میں بے تکلفی کی اجازت دے دی۔

......دوسرا حق......

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دوسرا حق یہ ہے کہ سوال کرنے سے پہلے اس کی ضروریات اور حاجات کو پورا کرنے میں اس کی عملی طور پر مدد کرے اور اپنی حاجات پر انہیں مقدم رکھے، غمخواری کی طرح اس کے بھی کئی درجات ہیں جن میں سے سب سے کم درجہ یہ ہے کہ سوال کرنے اور طاقت ہونے کے وقت اس کی حاجت کو پورا کرے اور یہ کام خوشی خوشی کرے اور اس کا احسان مند بھی ہو۔

جنازہ پڑھو:

بعض بزرگوں رحمھم اللہ نے فرمایا ''جب تم کسی بھائی سے اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کہو اور وہ اسے پورا نہ کرے تو دوبارہ ذکر کرو کیونکہ ہوسکتا ہے وہ بھول گیا ہو اور اگر پھر بھی باوجود قدرت کے محض لاپروائی کی وجہ سے پورا نہ کرے تو تم اس کا جنازہ پڑھو''(یعنی اسے مردہ کی طرح سمجھو) پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

وَالۡمَوۡتٰی یَبۡعَثُھُمُ اللہُ ۔

ترجمہ کنزالایمان ''اور ان مردہ دلوں کو اللہ عزّوجلّ اٹھائے گا''(پارہ نمبر۷ سورۂ انعام آیت ۳۶)

حضرت سیدنا شبرمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک دینی بھائی کی ایک بہت بڑی حاجت کو پورا کیا تو وہ ایک تحفہ لے کر آیا، انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا آپ رضی اللہ عنہ نے جو مجھ سے حسن سلوک کیا ہے اس کا بدلہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا ''اللہ عزوجل تمہیں معاف کرے اپنا مال لے جاؤ۔ جب تم کسی دوست سے حاجت برآری چاہو اور وہ اسے پورا کرنے کی کوشش نہ کرے تو نماز کی طرح کا وضو کرو اور اس پر چار تکبیریں پڑھو اور اسے مُردوں میں شمار کرو۔''

حضرت سیدنا جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ''میں اپنے مخالفین کی حاجات کو پورا کرنے میں جلدی کرتا ہوں کیونکہ مجھے ڈر ہوتا ہے کہ کہیں میرے دیر کرنے کی وجہ سے وہ اپنا خود انتظام کر کے مجھ سے بے نیاز نہ ہو جائیں۔''

یہ تو دشمنوں کے ساتھ معاملہ ہے دوستوں کے ساتھ کیا صورت ہوگی؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بزرگوں رضی اللہ عنہ میں ایسے لوگ بھی تھے جو اپنے دوست کی وفات کے بعد چالیس سال تک ان کے اہل وعیال کی خبر گیری کرتے رہے، وہ ان کی ضرورتوں کو پورا کرتے، روزانہ ان کے پاس جاتے اور اپنے مال سے ان کی پرورش کرتے یوں وہ یتیم بچے صرف اپنے باپ کو نہیں دیکھ سکتے تھے ورنہ جو کچھ وہ اس کی زندگی میں نعمتیں پاتے تھے اب بھی وہ چیزیں دیکھتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

اور ایک بزرگ رحمہ اللہ اپنے دینی بھائی کے دروازے پر آتے جاتے اور یوں پوچھتے کیا تمہارے پاس زیتون ہے؟ کیا تمہارے پاس نمک ہے؟ کیا تمہیں کوئی حاجت ہے؟ اور وہ اس طرح ان کی ضرورتوں کو پورا کرتے کہ ان کے دینی بھائی کو علم نہ ہوتا۔ اس سے شفقت اور اخوت ظاہر ہوتی ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگر شفقت کا نتیجہ یوں نہ نکلے کہ وہ جس طرح اپنے اوپر شفقت کرتا ہے اپنے دوست پر بھی اسی طرح شفیق ہو تو اس اخوت میں کوئی بھلائی نہیں۔ حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس کی دوستی تمہیں نفع نہ دے اس کی دشمنی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

رسولِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سنو! زمین میں اللہ عزوجل کے کچھ برتن ہیں اور وہ دل ہیں۔ اور اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ دل ہے جو سب سے زیادہ پاک، زیادہ مضبوط اور زیادہ نرم ہے''۔ (کنز العمال جلد اول ص ۱۴۱ ۳ حدیث ۱۲۰۷)

مطلب یہ ہے کہ وہ گناہوں سے پاک، دین میں زیادہ مضبوط اور بھائیوں پر زیادہ نرم ہیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ تمہارے بھائی کی حاجت تمہاری اپنی حاجت کی طرح قرار پائے یا اس سے بھی زیادہ اہم ہو، اس کے اوقاتِ حاجت کا خیال رکھو اور اس کے حالات سے غافل نہ ہو جیسے تم اپنی

حالت سے غافل نہیں ہوتے اور اسے سوال کرنے اور اظہارِ حاجت کی ضرورت نہ پڑے بلکہ تم اس کی ضرورت اس طرح پوری کرو گویا تمہیں علم ہی نہ ہو کہ تم نے اسے پورا کیا ہے اور پھر اس کے باعث اس پر کوئی احسان مت جتاؤ بلکہ اس کے احسان مند رہو کہ اس نے تمہاری کوشش کو قبول کیا۔ بلکہ مناسب نہیں کہ تم صرف اس کی حاجت کو پورا کرنے پر اکتفا کرو بلکہ اپنی طرف سے اس کے اعزاز و اکرام میں اضافہ کرنے کی کوشش کرو اسے اپنے رشتہ داروں اور اولاد پر مقدم رکھو۔

اولاد سے بڑھ کر:

حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ہمارے اسلامی بھائی ہمیں اپنے اہل وعیال اور اولاد سے بھی زیادہ پسند ہیں کیونکہ ہمارے گھر والے ہمیں دنیا کی یاد دلاتے ہیں اور ہمارے یہ بھائی ہمیں آخرت کی یاد دلاتے ہیں۔

نیز فرماتے ہیں۔

جو شخص کسی کو اللہ عزوجل کے لئے اپنا ساتھی بناتا ہے اللہ عزوجل قیامت کے دن عرش کے نیچے سے فرشتے مقرر فرمائے گا جو جنت تک اس کا ساتھ دیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص شوق کے ساتھ اپنے دینی بھائی کی ملاقات کرتا ہے تو اس کے پیچھے سے ایک فرشتہ آواز دیتا ہے تو نے اچھا کیا اور تیرے لئے جنت واجب ہوئی۔ (جامع الترمذی ص ۲۹۴، ابواب البر)

حضرت سیدنا عطا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تین دن بعد دوستوں کی خبر گیری کرو، اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرو، کسی کام میں مشغول ہوں تو ان کی مدد کرو اور اگر وہ بُھول گئے ہوں تو انہیں یاد دلاؤ۔

ایک روایت میں ہے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور دائیں بائیں دیکھ رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا تو انہوں نے عرض کی میں ایک شخص سے محبت کرتا ہوں اور اسے تلاش کر رہا ہوں لیکن وہ نظر نہیں آتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم کسی سے محبت کرو تو اس کا نام اور اس کے باپ کا نام پوچھو اور اس کے گھر کا پتہ معلوم کرو اگر وہ بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کرو اور اگر وہ کسی کام میں مشغول ہو تو اس کی مدد کرو"۔ ایک روایت میں ہے اس کے دادا اور خاندان کے بارے میں پوچھو۔ (کنز العمال جلد ۹ ص ۳۶ حدیث ۲۴۸۰۹)

حضرت سیدنا شعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر ایک آدمی دوسرے آدمی سے ملاقات کرتا ہے اور پھر بھی بعد میں کہتا ہے میں اسے چہرے سے جانتا ہوں لیکن مجھے اس کا نام معلوم نہیں تو یہ بیوقوفوں والی شناسائی ہے۔ گویا نام وغیرہ معلوم کرنا ضروری ہے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے کون شخص آپ رضی اللہ عنہ کو زیادہ پسند ہے انہوں

نے فرمایا میرا ہمنشین کہ جو شخص میری مجلس میں صرف اللہ عزوجل کی خاطر تین بار کسی کام کے بغیر آتا ہے تو میں جان لیتا ہوں کہ میں دنیا میں اس کا بدلہ نہیں دے سکتا۔

حضرت سعید بن علا رضی اللہ عنہ کے بقول "میرے ہمنشین کے مجھ پر تین حق ہیں جب وہ میرے قریب ہو تو میں اسے خوش آمدید کہوں، جب کوئی بات کرے تو میں قبول کروں اور جب بیٹھے تو میں اسے جگہ دوں"۔

اور مومنین کی آپس میں محبت کے سلسلے میں ارشاد خداوندی جل جلالہ ہے:

رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۔

ترجمہ کنزالایمان "اور آپس میں نرم دل" (پارہ نمبر ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۲۹)

اس آیت میں شفقت اور عزت کی طرف اشارہ ہے اور تکمیلِ شفقت یہ ہے کہ اپنے بھائی کے بغیر لذیذ کھانا نہ کھائے کسی خوشی کی جگہ اس کے بغیر نہ جائے بلکہ اس کی جدائی پر پریشانی کا شکار ہو جائے۔

......تیسرا حق......

یہ حق زبان سے متعلق ہے کہ بعض اوقات خاموش رہے اور بعض اوقات گفتگو کرے۔ جہان تک خاموشی کا تعلق ہے تو اس کی عدم موجودگی میں بھی اور اس کے سامنے بھی اس کے عیب بیان کرنے سے خاموش رہے اور وہ جب گفتگو کرے تو اس کو ٹھکرانے سے بھی خاموش رہے، نہ اس کی بات کاٹے اور نہ اس سے جھگڑا کرے، اس کے عیبوں کی ٹوہ لگانے اور ان کے بارے میں پوچھنے سے بھی خاموشی اختیار کرے جب اسے راستے میں یا کسی کام میں دیکھے تو اس کی غرض کے بارے میں خود بخود نہ پوچھے کہ کہاں سے آ رہے ہو اور کہاں جا رہے ہو، کیونکہ بعض اوقات اس کے لئے بیان کرنا مشکل ہو جاتا ہے یا وہ جھوٹ بولنے پر مجبور ہو گا اسی طرح اس کے بھید جو اس نے بتائے ہوں، ان کے بیان سے خاموش رہے اور دوسروں کو نہ بتائے حتی کہ اپنے یا اس کے خاص دوستوں کو بھی نہ بتائے بلکہ جب دوستی ختم ہو جائے اور باہم محبت نہ رہے تب بھی بیان نہ کرے کیونکہ یہ باطنی خباثت اور طبعی کمینگی ہے۔ اسی طرح اسکے گھر والوں اور اولاد پر طعنے نہ کسے اور ایسا واقعہ بھی بیان نہ کرے جس میں کسی دوسرے نے اس پر طعن کیا ہو کیونکہ جس نے بات پہنچائی گویا گالی اسی نے دی۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے منہ پر وہ بات نہیں کرتے تھے جو اسے ناپسند ہو۔ (سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۳۰۴ کتاب الادب)

اور لڑائی کا آغاز، پہنچانے والے (چغلخور) سے ہوتا ہے پھر بات کہنے والے کی طرف سے، ہاں اس کی جو تعریف

کرے اسے چھپانا نہیں چاہیئے کیونکہ خوشی پہلے نقل کرنے والے سے حاصل ہوتی ہے اور پھر تعریف کرنے والے کی جانب سے، اور اسے چھپانا ایک قسم کا حسد ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ہر اس کلام سے خاموشی اختیار کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہے اجمالاً ہو یا تفصیلاً، ہاں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے سلسلے میں جو کچھ بیان کرنا اس پر واجب ہو اور خاموشی کی اجازت نہ ہو تو اس صورت میں اس کے برا ماننے کی پرواہ نہ کرے اور حکمتِ عملی سے اسے سمجھائے کیوں کہ حقیقتاً یہ اس پر احسان ہے اگرچہ اس کے خیال میں بظاہر برائی ہے۔

جہاں تک اس کی اور اس کے گھر والوں کی برائیاں اور عیب بیان کرنے کا تعلق ہے تو یہ غیبت ہے اور یہ ہر مسلمان کے حق میں حرام ہے اور اس سے دو باتیں روکتی ہیں۔

ایک یہ تم خود اپنے حالات پر غور کرو اگر ان میں کوئی قابل مذمت بات پاؤ تو جو کچھ اپنے بھائی میں پاتے ہو تو اپنے بھائی کو بُرا مت سمجھو اور یوں سمجھو کہ وہ اس ایک بات میں اپنے نفس کو قابو کرنے سے تمہاری طرح عاجز ہے اور اس ایک بُری خصلت کی وجہ سے اسے برا نہ سمجھو کیونکہ ایسا آدمی کہاں ہے جو برائی سے خالی ہو اور حقوق خداوندی عزوجل کے سلسلے میں جو کام تم خود نہیں کرتے اپنے بھائی سے بھی اس کام کا انتظار نہ کرو کیونکہ اللہ عزوجل کا جس قدر تم پر حق ہے اس پر تمہارا حق اس سے زیادہ نہیں ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ تم جانتے کہ اگر تم ہر عیب سے پاک آدمی تلاش کرو گے تو خود تمہیں مخلوق سے الگ رہنا پڑے گا اور اپنے لئے کوئی ساتھی بالکل نہیں پاؤ گے۔ کیونکہ ہر انسان میں خوبیاں بھی ہوتی ہیں اور بُرائیاں بھی، جب خوبیاں، برائیوں پر غالب ہوں تو اس پر اکتفا کریں اور اسے غنیمت جانیں کیونکہ مومن ہمیشہ اپنے بھائی کی خوبیوں کو سامنے رکھتا ہے تا کہ اس کے دل میں اس کا احترام، عزت اور محبت پیدا ہو۔ لیکن منافق اور کمینہ آدمی ہمیشہ بُرائیاں اور عیب تلاشی کرتا ہے۔

مومن کی مدنی سوچ:

چنانچہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مومن معذرت تلاش کرتا ہے (حسن ظن رکھتا ہے) اور منافق لغزشوں کا متلاشی ہوتا۔ حضرت سیدنا فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "بھائیوں کی لغزشوں کو معاف کرنا جوانمردی ہے" اسی لئے نبی اکرم نور مجسم تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِسۡتَعِیۡذُوۡا بِاللّٰہِ مِنۡ جَارِ السُّوۡءِ اِنۡ رَاٰی خَیۡرًا سَتَرَہٗ وَ اِن رَاٰی شَرًّا اَظۡھَرَہٗ۔

''بُرے پڑوسی سے اللہ عزّوجلّ کی پناہ مانگو وہ اچھی بات دیکھے تو چھپاتا ہے اور اگر بُرائی دیکھے تو ظاہر کردیتا ہے''
(المستدرک للحاکم جلد اول ۵۳۲ کتاب الدعا)

اور ہر آدمی کی کچھ عادات ایسی ہوتی ہیں جن پر اس کی تعریف کی جاسکتی ہے اور کچھ باتوں پر اس کی برائی بیان کرنا بھی ممکن ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ سرکارِ ابدقرار، شفیع روزِ شمار ﷺ کی مجلس میں ایک شخص نے کسی دوسرے آدمی کی تعریف کی، دوسرے دن اس نے اس کی برائی بیان کی تو نبیِ رحمت ﷺ نے فرمایا ''کل تم نے اس کی تعریف کی اور آج اس کی برائی بیان کر رہے ہو؟''

اس نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ! اللہ عزّوجلّ کی قسم! میں نے کل بھی اس کے بارے میں سچ کہا تھا اور آج بھی جھوٹ نہیں بول رہا، کل اس نے مجھے خوش کیا تو مجھے اس کی جو خوبی معلوم تھی بیان کردی اور آج اس نے مجھے ناراض کیا تو مجھے اس کی جو برائی معلوم تھی میں نے ظاہر کردی اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔ (المستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۶۱۳ کتاب معرفۃ الصحابہ)

گویا آپ ﷺ نے اسکی اس پُر پیچ گفتگو کو جادو سے تشبیہ دی اور ناپسند فرمایا اسی لئے ایک دوسری روایت میں آیا ہے۔

اَلْبَذَاءُ وَالْبَيَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ ۔

''فحش گوئی اور مرصّع گفتگو منافقت کے دو شعبے ہیں'' (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۲۶۹ مرویات ابوامامہ)

ایک دوسری روایت میں ہے۔

اِنَّ اللهَ يَكْرَهُ لَكُمُ الْبَيَانَ كُلَّ الْبَيَانِ ۔

''بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے انتہائی درجہ کے بیان کو پسند نہیں کرتا''

یعنی گفتگو یا تقریر میں تکلف برتنا اور اپنی معلومات کا خواہ مخواہ اظہار کرنا تاکہ دوسروں پر عملی رعب ڈالا جائے، قابل مذمت ہے اور اگر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھی تقریر کا ملکہ حاصل ہو اور اس کی نیت غلط نہ ہو تو ایسا بیان ممنوع نہیں۔

عدل:

اسی طرح حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا ''کوئی مسلمان ایسا نہیں جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی کرتا ہو

اور کبھی اس کی نافرمانی نہ کرتا ہو اور کوئی مسلمان ایسا نہیں جو ہمیشہ اس کی نافرمانی کرتا ہو اور کبھی فرمانبرداری نہ کرے۔ پس جس کی اطاعت اس کی نافرمانیوں پر غالب ہو تو وہ شخص (قابل بھروسہ) ہے۔''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس مقام پر حضرت سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غور کیجئے کہ جب سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ نے گناہوں کے مقابلے میں زیادہ نیکیاں کرنے کو اللہ تعالیٰ کے حق میں عدل ٹھہرایا تو ظاہر ہے کہ تمہارا اسے اپنے حق میں عدل ٹھہرانا زیادہ مناسب ہے تو جس طرح تم پر لازم ہے کہ اس کی برائیوں پر خاموش رہو اسی طرح دل کے ساتھ سکوت بھی ضروری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی بارے میں برا گمان بھی نہ کرو کیونکہ بدگمانی دل کے ساتھ غیبت کرنا ہے اور یہ بھی منع ہے اور اس کی حد یہ ہے کہ تم اس کے کسی فعل کو فاسد وجہ پر محمول نہ کرو اور جس قدر ممکن ہو اس کے بارے میں اچھی سوچ رکھو اور جو بات خود ہی تمہارے سامنے آجائے کہ اسے اسکی بھول پر محمول کرو۔

اور اس گمان کی دو قسمیں ہیں ایک گمان وہ ہے جو سامنے والے کے کسی فعل کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اسے تفرس کہتے ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جس کی بنیاد اس شخص کے بارے میں تمہاری بری سوچ ہے یعنی اس سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جس کو دو باتوں میں سے ایک پر محمول کیا جاسکتا ہے تو تمہارا برا اعتقاد تمہیں اس بات پر مجبور کرے گا کہ تم اسے گھٹیا وجہ پر محمول کرو حالانکہ اس پر کوئی خاص علامت نہیں پائی جاتی اور یہ باطنی جرم ہے اور ہر مومن کے حق میں حرام ہے۔

کیونکہ سرکار دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ حَرَّمَ عَلَی الْمُؤْمِنِ مِنَ الْمُؤْمِنِ دَمَہٗ وَمَالَہٗ وَعِرْضَہٗ وَاَنْ یَّظُنَّ بِہٖ ظَنَّ السُّوْءِ۔

''بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک مومن پر دوسرے مومن کا خون، مال اور عزت نیز اس کے بارے میں برے گمان کو حرام کیا ہے'' (التمہید لابن عبدالبر جلد ۱۰ ص ۲۳۱)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ۔

''اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ کہ بے شک بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے'' (صحیح بخاری جلد اول ص ۳۸۴ کتاب الوصایا)

کیونکہ بدگمانی تَجَسُّس کی طرف بلاتی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا۔

''ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو، اور اے

اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ'' (صحیح مسلم جلد۳ ص ۳۱۵ کتاب البر والصلۃ)

دوسروں کی خبریں معلوم کرنا اور آنکھوں سے دوسروں کو جھانکنا ''تجسس'' کہلاتا ہے جبکہ پردہ پوشی اور دوسروں کے عیب سے اپنے آپ کو لاعلم اور غافل رکھنا دیندار لوگوں کا شیوہ ہے اور بُری بات پر پردہ ڈالنے اور اچھی بات کو ظاہر کرنے کے سلسلے میں یہ بات کافی ہے کہ دعا میں ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفت بیان کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے۔

یَا مَنْ اَظْھَرَ الْجَمِیْلَ وَ سَتَرَ الْقَبِیْحَ۔

''اے وہ! جو اچھی بات کو ظاہر کرتا اور بری بات پر پردہ ڈالتا ہے''

اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جب وہ رب ہونے کے باوجود عیبوں پر پردہ ڈالنے والا، گناہوں کو بخشنے والا اور بندوں سے درگزر فرمانے والا ہے تو تم کیسے اس شخص سے درگزر نہیں کرتے جو تمہاری مثل یا تم سے بلند مرتبے والا ہے؟ اور ہرگز تمہارا بندہ یا مخلوق نہیں۔

چغل خور:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں (ماننے والوں) سے فرمایا ''جب تمہارا کوئی ساتھی سویا ہوا ہو اور تم اسے یوں دیکھو کہ ہوا نے اس کا کپڑا ہٹا دیا ہو تو تم کیا کرو گے؟'' انہوں نے عرض کیا ہم اسے ڈھانپ دیں گے اور اس پر پردہ ڈالیں گے۔ فرمایا '' نہیں بلکہ تم اسے بے عزت کردو گے''۔ انہوں نے عرض کیا سبحان اللہ! کون ایسا کرے گا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''وہ یوں کہ تم میں سے ایک اپنے مسلمان بھائی کے بارے میں کوئی بات سنتا ہے پھر اس میں اضافہ کرکے اسے پھیلاتا ہے تو یہ اس (کے جسم کو ننگا کرنے) سے بڑا گناہ ہے''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آدمی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہ بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور اخوت کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ اپنے بھائی سے وہ معاملہ نہ کرے جو اپنے لئے پسند نہیں کرتا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنی پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ اس کے گناہوں اور عیبوں پر خاموشی اختیار کریں اور اگر اس کے خلاف بات ظاہر ہو تو اسے اس پر سخت غصہ آتا ہے تو کتنی عجیب بات ہے کہ تو دوسروں سے تو چشم پوشی کی انتظار کرے اور خود اس سے چشم پوشی نہ کرے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایسے لوگوں کے لئے ویل (خرابی) کا ذکر فرمایا۔

چنانچہ ارشاد خداوندی عزوجل ہے۔

وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی النَّاسِ یَسۡتَوۡفُوۡنَ وَ اِذَا کَالُوۡهُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡهُمۡ یُخۡسِرُوۡنَ۔

ترجمہ کنز الایمان ''کم تولنے والوں کی خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں پورا کریں اور جب انہیں ماپ تول کر دیں کم کر دیں''(پارہ نمبر ۳۰ سورۂ مطففین آیت ا تا ۳)

اور ہر وہ شخص جو دوسرے سے اس سے زیادہ انصاف چاہے جتنا وہ خود کرتا ہے وہ اس آیت کے تحت داخل ہے۔ کسی کی پردہ پوشی نہ کرنا ایک باطنی بیماری کی وجہ سے ہوتا ہے جو کینہ اور حسد ہے کیونکہ کینہ پرور اور حاسد کا باطن خباثت سے بھرا ہوتا ہے لیکن وہ اسے باطن میں اس وقت تک چھپاتا ہے جب تک اسے موقع نہیں ملتا جب اس طرح کا موقع ملتا ہے تو حیا اٹھ جاتی ہے اور اندرونی خباثت باہر ٹپکنے لگتی ہے۔

چنانچہ جب دل میں حسد اور کینہ ہو تو اس صورت میں کسی سے دوستی نہ لگانا زیادہ مناسب ہے۔

کسی دانا نے کہا ہے کہ ظاہری طور پر جھڑک دینا پوشیدہ کینے سے بہتر ہے اور کینہ پرور کی نرمی، وحشت میں اضافے کا باعث ہے اور جس آدمی کے دل میں کسی مسلمان کے لئے کینہ ہوتا ہے اس کا ایمان کمزور ہوتا ہے اور اس کا معاملہ، خطرناک ہوتا ہے اس کا دل اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لائق نہیں ہے۔ حضرت سیدنا عبد الرحمٰن بن جبیر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

تم عمل نہیں کر سکتے:

میں یمن میں تھا اور میرا ایک یہودی پڑوسی تھا جو ''تورات'' کی باتیں مجھے بتایا کرتا تھا ایک مرتبہ وہ یہودی ایک سفر سے واپس آیا تو میں نے اسے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا ہے اس نے ہمیں اسلام کی دعوت دی اور ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے اور ہمارے اوپر ایک کتاب اتاری گئی ہے جو تورات کی تصدیق کرتی ہے یہودی نے کہا تم نے سچ کہا لیکن جو کچھ تمہارے نبی علیہ السلام لے کر آئے ہیں تم اس پر عمل نہیں کر سکتے ہم ''تورات'' میں ان کی اور ان کی امت کی تعریف پاتے ہیں جس کے مطابق کسی انسان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ سے یوں نکلے کہ اس کے دل میں کسی مسلمان کے لئے کینہ ہو۔

اور حقوق اخوت میں سے یہ بھی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کا راز فاش نہ کرے اور اسے اجازت ہے کہ وہ اس راز کا انکار بھی کر سکتا ہے اگرچہ یہ جھوٹ ہوگا لیکن ہر مقام پر سچ بولنا واجب نہیں (یعنی کسی اہم دینی مقصد کی تحت کبھی خلاف واقعہ بات کی جا سکتی ہے) جس طرح آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے ذاتی عیب اور راز حتیٰ الامکان چھپائے اگرچہ اسے کوئی

حیلہ بھی کرنا پڑے۔اور یہاں وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے ایسا کررہا ہےاور وہ بھائی خود اسی کی طرح ہے گویا یہ دونوں یک جان و وقالب ہیں اور یہی حقیقی اخوت ہے اسی طرح وہ اس کے سامنے ریا کار بھی نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کا عمل دکھاوا قرار پائے گا کیونکہ اس کے بھائی کا اس کے عمل پر مطلع ہونا خود اس کی اپنی آ گاہی کی طرح ہے اس میں کوئی فرق نہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ سَتَرَ عَوْرَةَ اَخِیْهِ سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔

''جوشخص اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا'' (صحیح مسلم جلد۲ ص۳۲۰ کتاب البر والصلۃ)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

فَکَاَنَّمَا اَحْیَامَوْءُدَةً۔

''گویا اس نے کسی زندہ درگور بچی کو زندہ کیا'' (المستدرک للحاکم جلد۴ ص۳۸۴ کتاب الحدود)

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی قدر ہے۔

اِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ بِحَدِیْثٍ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهُوَ اَمَانَةٌ۔

''جب کوئی شخص بات کرے پھر ادھر اُدھر دیکھے (یعنی رازداری طلب کرے) تو وہ (بات) امانت ہے'' (سنن ابی داؤد جلد۲ ص۳۱۲ کتاب الادب)

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اَلْمَجَالَسُ بِالْاَمَانَةِ اِلَّا ثَلَاثَةَ مَجَالِسَ مَجْلِسٌ یُسْفَكُ فِیْهِ دَمٌ حَرَامٌ وَمَجْلِسٌ یُسْتَحَلُّ فِیْهِ مَالٌ مِنْ غَیْرِ حِلِّهٖ۔ (ایضاً)

''مجالس امانت ہیں سوائے تین مجلسوں کے ایک وہ جس میں ناحق خون بہایا جائے' دوسری وہ مجلس جس میں حرام شرمگاہ کو حلال ٹھہرایا جائے اور تیسری وہ مجلس جس میں حرام مال کو حلال سمجھا جائے''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّمَا یَتَجَالَسُ الْمُتَجَالِسَانِ بِالْاَمَانَةِ وَلَا یَحِلُّ لِاَحَدِهِمَا اَنْ یُفْشِیَ عَلٰی صَاحِبِهٖ مَایَکْرَهُ۔

''دو آدمی ایک دوسرے کے پاس بطور امانت بیٹھتے ہیں اوران میں سے کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے ساتھی کی اس بات کو ظاہر کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہے'' (کتاب الزہد والرقائق ص۲۴۰'۲۴۱ حدیث ۶۹۱)

رازوں کی قبر:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کسی صاحب ادب سے پوچھا گیا کہ تم راز کیسے چھپاتے ہواس نے کہا میں اس کی قبر بن جاتا ہوں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اچھے لوگوں کے سینے رازوں کی قبریں ہیں یہ بھی کہا گیا کہ

''بیوقوف کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور عقل مند کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ بیوقوف آدمی دل کی بات چھپا نہیں سکتا وہ اسے اس طرح ظاہر کر دیتا ہے کہ اسے خود بھی پتہ نہیں ہوتا اسی لئے بیوقوفوں سے نہ صرف الگ رہنا لازم ہے بلکہ ان کو دیکھنے سے بھی بچنا ضروری ہے۔ کسی نے کہا کہ میں اس سے چھپاتا ہوں اور اس بات کو (کہ اس سے چھپا رہا ہوں) اس سے پوشیدہ رکھتا ہوں ابن معتز نے اسے یوں بیان کیا ہے۔

جس نے مجھ سے راز چھپانے کو کہا تو میں نے اسے سینے میں رکھ دیا اور وہ اس کے لئے قبر بن گیا۔

اور ایک دوسرے شاعر نے اس سے بڑھ کر کہا۔

میرے سینے میں راز قبر کے مردوں کی طرح نہیں ہے کیونکہ اہل قبور تو اٹھنے کے انتظار میں ہیں لیکن میں اسے یوں بھلا دیتا ہوں گویا میں اس سے ایک ساعت بھی آگاہ نہ تھا۔ اور اگر دل سے بھی راز کو چھپانا ممکن ہوتا تو اسے بھی اس کا پتہ نہ چلتا۔

میں نے بھلا دیا:

ایک شخص نے اپنا راز اپنے ایک (دینی) بھائی کو بتایا پھر کہا کہ تم نے یاد کرلیا؟ اس نے کہا میں نے بھلا دیا۔

حضرت سیدنا ابوسعید ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ''جب تم کسی شخص کو اپنا بھائی بنانا چاہو تو پہلے اسے ناراض کر دو پھر ایک آدمی مقرر کر دو جو اس سے تمہارے بارے میں نیز تمہارے رازوں کے بارے میں سوال کرے اگر وہ اچھی بات کہے اور تمہارے راز کو پوشیدہ رکھے تو اس سے دوستی کرو''۔ اسی طرح حضرت سیدنا ابویزید رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کس قسم کے آدمی سے دوستی کی جائے؟ انہوں نے فرمایا ''جو آدمی تمہارے بارے میں وہ بات جانتا ہے جو صرف اللہ عزوجل کے علم میں ہے پھر وہ تمہاری پردہ پوشی اسی طرح کرے جس طرح اللہ عزوجل پردہ ڈالتا ہے۔''

حضرت سیدنا ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اس آدمی سے دوستی لگانے میں کوئی بھلائی نہیں جو تمہیں محفوظ دیکھنا پسند نہیں کرتا اور جو آدمی غصے کے وقت راز فاش کر دے وہ کمینہ ہے کیونکہ حالتِ رضا میں تو عموماً ہر ایک راز چھپا لیتا ہے''۔

کسی دانا کا قول ہے ''ایسے شخص سے دوستی نہ لگاؤ جو چار حالتوں میں بدل جائے غصے اور رضا کے وقت نیز طمع اور

خواہش کے وقت، بلکہ وہ اخوت میں سچا ہونا چاہیئے اوران حالات میں بھی ثابت قدم رہے''۔اسی لئے کہا گیا ہے۔

کریم اور کمینہ:

تم کریم آدمی کو دیکھو گے کہ جب تم اس سے قطع تعلق کرو تو وہ بری بات کو چھپاتا اور اچھی بات کو ظاہر کرتا ہے اور کمینے آدمی کو دیکھو گے کہ اچھی بات کو چھپاتا اور بری بات کو ظاہر کرتا ہے۔

پانچ مدنی پھول:

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں ایک شخص یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں کو وہ تمہیں بزرگوں پر بھی مقدم کرتے ہیں لہٰذا پانچ باتیں یاد رکھو۔(۱) ان کے کسی راز کو افشا نہ کرنا' (۲) ان کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرنا' (۳) ان پر جھوٹ کی جرأت نہ کرنا' (۴) ان کی نافرمانی نہ کرنا' (۵) اور وہ تمہاری کسی خیانت پر مطلع نہ ہوں یعنی کبھی کسی سے خیانت نہ کرنا۔

حضرت سیدنا شعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں''ان پانچ کلمات میں ہر کلمہ ایک ہزار سے بہتر ہے۔''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اخوت کے سلسلے میں زبان کے حقوق سے متعلق ایک بات یہ بھی ہے کہ دوست کی بات نہ کاٹے اور نہ اس کی مزاحمت کرے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے''کسی بیوقوف کی بات نہ کاٹو کہ وہ تمہیں اذیت دے گا اور کسی عقل مند کی بات نہ کاٹو کہ وہ تم سے بغض (دل میں دشمنی چھپا کر) رکھے گا''۔

جنت میں گھر:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''جو شخص ناحق بات پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دے اس کے لئے جنت کے کنارے میں گھر بنایا جائے اور جو حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دے اس کے لئے جنت کی بلندی میں گھر بنایا جائے گا''۔(الترغیب والترہیب جلد اول ص ۱۳۱ کتاب العلم)

جھگڑا کب ہوتا ہے؟

حالانکہ باطل پر ہونے کی صورت میں اس پر جھگڑا چھوڑنا واجب ہے لیکن اس کے باوجود اسے یہ ثواب ملے گا' اور نفل کا ثواب اس سے بھی زیادہ قرار دیا کیونکہ حق بات پر ہونے کی صورت میں خاموش رہنا نفس پر اس خاموشی سے زیادہ

بھاری ہوتا ہے جو باطل پر ہونے کی صورت میں اختیار کی جاتی ہے' اور اجر تھکاوٹ اور مشقت کے حساب سے ملتا ہے اور دو بھائیوں کے درمیان کینے اور حسد کی آگ بھڑکنے کا ایک بڑا سبب یہی بات کاٹنا اور اعتراض کرنا ہے کیونکہ یہی بات دلوں کی دوری اور تعلق قطع کا باعث بنتی ہے کیونکہ تعلقات کے ٹوٹنے کا آغاز رائے کے مختلف ہونے سے ہوتا ہے پھر اقوال مختلف ہوتے ہیں اور اس کے بعد قطع تعلقی شروع ہو جاتی ہے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو' نہ ایک دوسرے سے دشمنی کرو' نہ حسد کرو' اور نہ تعلقات توڑو اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ' مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے محروم کرتا ہے اور نہ اسے رسوا کرتا ہے انسان کے لئے اتنی برائی ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے''۔ (صحیح مسلم جلد۲ ص ۳۱۵ کتاب البر والصلۃ)

اور حقیر سمجھنا اس کی بات کاٹنا ہے کیونکہ جو شخص دوسرے کی بات کو رد کرتا ہے وہ اسے جاہل اور بیوقوف سمجھتا ہے نیز وہ اسے غافل اور ناسمجھ قرار دیتا ہے اور یہ تمام باتیں دوسرے کو حقیر سمجھنے اور دل میں اس سے کینہ رکھنے کی علامات ہیں۔

حضرت سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم ایک دوسرے کی بات رد کر رہے تھے' آپ ﷺ جلال میں آگئے اور فرمایا ''ایک دوسرے کی بات کاٹنا ترک کر دو اس میں بہت کم بھلائی ہے' ایک دوسرے کی بات کاٹنا چھوڑ دو کیونکہ اس کا نفع کم ہے اور یہ (مسلمان) بھائیوں کے درمیان دشمنی کو ابھارتی ہے۔ (مجمع الزوائد جلد اول ص ۱۵۶ کتاب العلم)

کسی بزرگ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جو شخص اپنے (مسلمان) بھائیوں سے لڑتا جھگڑتا اور ان کی بات کو رد کر دیتا ہے اس کی مُروت (وفا) کم ہو جاتی ہے اور اس کی عزت بھی جاتی رہتی ہے۔''

حضرت سیدنا عبد اللہ حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں کی باتیں کاٹنے سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ اسکے نتیجے میں پیدا ہونے والی دشمنی کے سبب تم کسی عقل مند کے مکر اور کمینے شخص کے اچانک حملے سے بچ نہیں سکو گے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا کہ جو شخص (مسلمان) بھائیوں کی طلب میں کوتاہی کرتا یعنی بھائی بنانے میں سستی کرتا ہے وہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ عاجز ہے اور اس سے زیادہ عاجز وہ ہے جو مسلمان بھائی کو حاصل کرنے کے بعد اسے ہاتھ سے ضائع کر دیتا ہے اور دوسرے کی بات کو زیادہ کاٹنا اسے ضائع کرنے اور قطع تعلق کا سبب ہے اور اس سے عداوت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ایک ہزار آدمی کی دوستی کے بدلے میں بھی بلاوجہ شرعی ایک شخص کی دشمنی نہ خریدو۔''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے کی بات کو رد کرنے کا باعث یہی بات ہے کہ انسان دوسرے کی نسبت

اپنے آپ کو زیادہ عقلمند اور صاحب فضیلت سمجھے اور جس کی بات رد کر رہا ہے اسے جاہل ظاہر کرے حقیر جانے اور اس صورت میں تکبر کرنا حقیر جاننا اور جہالت و بیوقوفی کی وجہ سے تکلیف پہنچانا اور گالی گلوچ کرنے جیسی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور دشمنی کا مطلب بھی یہی ہے۔تو اس صورت میں دوستی اور اخوت کیسے ہوگی؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوعِدًا فَتُخْلِفَه۔ (جامع الترمذی ص۲۹۳ ابواب البر والصلۃ)

''اپنے بھائی کی بات کو رد نہ کرو نہ اس سے (دل آزاری والا) مذاق کرو اور نہ اس سے ایسا وعدہ کرو جسے تم پورا نہ کرو''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّكُمْ لَا تَسَعُوْنَ النَّاسَ بِاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَسَعُهُمْ مِنْكُمْ بِسْطُ وَجْهٍ وَحُسْنُ الْخُلُقِ۔

''تمہارے پاس لوگوں کو مال دینے کی گنجائش نہیں لیکن خندہ پیشانی اور اچھے اخلاق سے تو پیش آسکتے ہو'' (المستدرک للحاکم جلد اول ص۱۲۴ ابواب البر والصلۃ)

کتنا ۔۔۔۔۔۔؟:

اور ایک دوسرے کی بات کاٹنا اچھے اخلاق کے خلاف ہے اور اسلاف بات کاٹنے سے بہت بچتے تھے اور ایک دوسرے کی مدد میں مبالغہ کرتے تھے حضرت سیدنا ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں عراق میں میرا ایک دوست تھا مجھے جب کوئی پریشانی ہوتی تو میں اس کے پاس جاتا اور اس سے مال طلب کرتا تو وہ اپنی تھیلی مجھے دے دیتا اور میں سے جس قدر چاہتا لے لیتا' ایک دن میں اس کے پاس آیا اور حسب عادت اس سے مال طلب کیا اس نے پوچھا کتنا؟ تو میرے دل سے اس کے بھائی چارے کی حلاوت نکل گئی۔

ایک دوسرے بزرگ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم اپنے بھائی سے مال طلب کرو اور وہ پوچھے کہ کیا کرو گے؟ تو اس نے بھائی چارہ کا حق چھوڑ دیا اور جان لو کہ بھائی چارہ اسی صورت میں قائم رہتا ہے جب باہمی عادات اور محبت میں دونوں طرف سے یکسانیت ہو۔

...... چوتھا حق ......

یہ حق زبان سے گفتگو کے اعتبار سے ہے جس طرح اخوت ناپسندیدہ باتوں کو ترک کرنے کا تقاضا کرتی ہے اسی طرح شفقت اور ہمدردی سے بھرپور گفتگو کا مطالبہ بھی کرتی ہے بلکہ یہ بات تو اخوت کے لئے زیادہ ضروری ہے کیونکہ جو آدمی بلا وجہ

خاموش رہتا ہے اسے اہل قبور سے دوستی لگانی چاہیئے۔

بھائی تو اسی لئے بنائے جاتے ہیں کہ ان سے فائدہ حاصل کیا جائے یہ مقصد نہیں کہ ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیت سے چھٹکارا پایا جائے۔اور خاموشی کا مطلب تکلیف دینے سے رکنا ہے لہٰذا اس پر لازم ہے کہ وہ زبان کے ذریعے اس سے دوستی کا اظہار کرے اور اس سے جن باتوں کے بارے میں پوچھنا ضروری ہے ان کے بارے میں پوچھے' جس طرح کوئی معاملہ درپیش ہو تو اس کے بارے میں سوال کرے اور اس کی وجہ سے اس کے دل کو جو پریشانی ہے اسے ظاہر کرے اس کی خیریت دریافت کئے زیادہ عرصہ گزر گیا ہو تو پوچھے اسی طرح اس کے وہ تمام حالات جنہیں یہ ناپسند کرتا ہو تو اپنی زبان اور عمل سے اس ناپسندیدگی کو ظاہر کرے۔اور وہ تمام حالات جو اس کی خوشی کا باعث ہوں اپنی زبان سے اس خوشی میں شرکت کو ظاہر کرے کیونکہ اخوت کا مطلب خوشی اور تکلیف دونوں حالتوں میں شریک ہونا اور خیر خواہی کرنا ہے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِذَا اَحَبَّ اَحَدُکُمۡ اَخَاہُ فَالۡیُخۡبِرۡہُ۔

''جب تم میں سے کوئی اپنے (مسلمان) بھائی سے محبت کرے تو اس کو بتادے'' (المستدرک للحاکم جلد۴ ص ۱۷۱ کتاب البر والصلۃ)

آپ رضی اللہ عنہ نے خبر دینے کا حکم دیا کیونکہ یہ محبت میں اضافہ کا باعث ہے اگر اسے معلوم ہو جائے کہ تم اس سے محبت کرتے ہو تو وہ لامحالہ فطری طور پر تم سے محبت کرے گا۔اور جب تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے تو لازماً اس سے تمہاری محبت بھی بڑھے گی تو مسلسل دونوں طرف سے محبت بڑھتی رہے گی اور دو مومنوں کے درمیان اللہ عزّوجلّ کی خاطر باہمی محبت شرعاً مطلوب اور دینی اعتبار سے محبوب ہے اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے اس کا طریقہ سکھاتے ہوئے فرمایا:

تَھَادَوۡا تَحَابُوۡا۔

''تحائف کا تبادلہ کیا کرو آپس میں محبت پیدا ہوگی'' (السنن الکبریٰ للبیہقی جلد۶ ص ۱۶۹ کتاب الھبات)

اور اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس کے سامنے اور پیٹھ پیچھے بھی اسے سب سے اچھے نام سے پکارا جائے۔چنانچہ

تین پسندیدہ کام:

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' تین باتیں ایسی ہیں جو تمہاری محبت تمہارے (مسلمان) بھائی کے دل میں پیدا کردیں گی۔جب ملاقات ہو تو سلام کرنے میں پہل کرو مجلس میں اس کے لئے جگہ بناؤ اور اسے اسکے پسندیدہ نام سے

پکارو''۔

محبت کے زبانی اظہار کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ تمہیں اس کے جو اچھے اوصاف معلوم ہیں ان کا تذکرہ اپنے دیگر ایسے دوستوں سے کرو جنکے سامنے وہ اپنی تعریف کو پسند کرتا ہے' حصولِ محبت کا یہ بہت بڑا اور اہم سبب ہے اسی طرح اس کی اولاد' اہل خانہ اور اس کے کام اور فن بلکہ اس کی عقل' شکل وصورت' کتابت' شعر اور تصنیفات وغیرہ بلکہ ہر اس بات پر اس کی تعریف کرو جس پر وہ خوش ہوتا ہے لیکن اس میں جھوٹ یا حد سے تجاوز نہ ہو۔ البتہ جو قابل تحسین ہو اس کی تعریف ضروری ہے' اور اس سے بھی زیادہ تاکید اس بات کی ہے کہ اگر کوئی شخص اس کی تعریف کرے تو تم اس تک یہ بات پہنچاؤ اور خوشی کا اظہار بھی کرو کیونکہ اسے چھپانا محض حسد ہے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! محبت کے قولی اظہار کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے اوپر جو احسان کیا ہو اس پر اس کا شکریہ ادا کرو بلکہ اگر تمہارا کام نہ بھی ہو تب بھی اس کی نیت پر شکریہ ادا کرو۔

حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

سب سے مؤثر بات:

جو شخص اپنے بھائی کی اچھی نیت پر اس کی تعریف نہیں کرتا وہ اس کے اچھے سلوک پر بھی اس کی تعریف نہیں کرتا۔

محبت کے حصول میں اس سے زیادہ مؤثر بات یہ ہے کہ جب اس کی عدم موجودگی میں کوئی شخص اس کی برائی کا ارادہ کرے یا اس کی عزت کے درپے ہو تو اس کی حمایت اور طرف داری کرے اور اس بدگو کو رکنے پر مجبور کردے اور اگر مناسب ہو تو اس سے سختی کا برتاؤ کرے کہ اس وقت خاموشی اختیار کرنا دل کے کینے اور نفرت کا باعث ہے اور حق اخوت کی ادائیگی میں کوتاہی ہے۔

کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو (مسلمان) بھائیوں کو دو ہاتھوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کو دھوتا ہے۔ (الفردوس بماثور الخطاب جلد۴ ص۱۳۲ حدیث ۶۴۱۱) مطلب یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں اور قائم مقام ہوں۔

نیز آقائے دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ اَخُ الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَ لَا یَخْذُلُہٗ وَ لَا یَثْلِمُہٗ۔

''مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے ذلیل ورسوا کرتا ہے نہ اسے نقصان پہنچاتا ہے'' (صحیح مسلم جلد۲ ص۳۱۵ کتاب البر والصلۃ)

اور اس کی برائی سننا اسے ذلیل ورسوا کرنا اور دشمن کے حوالے کرنا ہے کیونکہ اس کی عزت کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھ کر خاموش رہنا اس کے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے مترادف ہے اس کو یوں سمجھو کہ کتے تمہیں چیرتے پھاڑتے ہیں اور تمہارے گوشت کی بوٹی بوٹی کر رہے ہیں اور تمہارا بھائی خاموش کھڑا ہے تمہارے دفاع کے لئے غیرت یا شفقت اسے حرکت نہیں دیتی بلکہ گوشت کے ٹکڑے کرنے سے عزت کو تار تار کر دینا زیادہ گراں ہے، اسی لئے اللہ عزوجل نے اسے مردار کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ۔

ترجمہ کنز الایمان ''کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا''

(پارہ نمبر ۲۶، سورۂ حجرات آیت ۱۲)

لہٰذا کسی قیمت پر بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کی غیبت نہ کرو نہ سنو بلکہ کرنے والے کو حتی المقدور ٹوک دو یا کم از کم وہاں سے اٹھ جاؤ۔

خواب کی حقیقت:

اور خواب میں روحوں کو جو کچھ لوح محفوظ سے نظر آتا ہے وہ اس وجہ سے کہ ایک فرشتہ ان چیزوں کو انکی مثالی شکلوں میں دکھاتا ہے اور وہ غیبت کو مردار کا گوشت کھانے کی شکل میں دکھاتا ہے حتی کہ جو آدمی خواب میں دیکھے کہ وہ مردار کا گوشت کھا رہا ہے تو اس سے مراد لوگوں کی غیبت کرنا ہے کیونکہ وہ فرشتہ اس چیز اور اس کی مثالی صورت کے درمیان مناسبت کا لحاظ رکھتا ہے۔

لہٰذا دشمنوں کی مذمت کر کے اپنے مسلمان بھائی کی حمایت کرنا عقدِ اخوت میں واجب ہے۔

دو پیمانے:

حضرت سیدنا مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اسے اس طرح یاد کرو جس طرح تم چاہتے ہو کہ تمہاری عدم موجودگی میں تمہیں یاد کیا جائے اس وقت اس کے بارے میں تمہارے دو معیار ہوں گے ایک یہ کہ فرض کیجئے کہ جو بات اس کے بارے میں کہی گئی ہے اگر وہ تمہارے بارے میں کی جاتی اور تمہارا دوست موجود ہوتا تو تم کیا چاہتے کہ وہ کیا جواب دے؟ تو تم بھی اس پر طعن کرنے والے کو وہی جواب دو۔

اور دوسری بات یہ فرض کرو کہ وہ دیوار کے پیچھے موجود تمہاری بات سن رہا ہے اور اس کا خیال یہ ہے کہ تمہیں اس کی

موجودگی کا علم نہیں ہے تو اس وقت جو کچھ تم اس کی مدد میں سنانا یا دکھانا چاہتے ہو اور تمہارے دل میں اس کا خیال پیدا ہوتا ہے تو اس کی عدم موجودگی میں بھی اسی قسم کی بات ہونی چاہیئے۔

کسی بزرگ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے سامنے جب کسی بھائی کی عدم موو جودگی میں اس کا ذکر ہوتا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ وہاں بیٹھا ہوا ہے اور میں وہ باتیں کرتا ہوں کہ اگر وہ حاضر ہوتا اور سنتا تو پسند کرتا۔

ایک دوسرے بزرگ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میرے دوست کا ذکر ہوتا ہے تو میں اپنے آپ کو اس کی صورت میں تصور کرتا ہوں اور میں اس کے بارے میں وہ باتیں کہتا ہوں جو اپنے لئے کہلانا پسند کرتا ہوں۔اور یہی سچے مسلمان کی علامت ہے کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے دو بیل دیکھے جو ایک ہل میں جوتے ہوئے تھے ان میں سے ایک کھڑا ہو کر جسم کو کھجلانے لگا تو دوسرا بھی کھڑا ہو گیا آپ رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا ''اللہ عزوجل کے لئے دوستی کرنے والے اسی طرح ہوتے ہیں کہ وہ اللہ عزوجل کے لئے عمل کرتے ہیں جب ان میں سے ایک کسی وجہ سے ٹھہر جاتا ہے تو دوسرا بھی اس کی موافقت کرتا ہے''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! موافقت کے ساتھ اخلاص مکمل ہوتا ہے' اور جو آدمی بھائی چارے میں مخلص نہ ہو وہ منافق ہے اور اخلاص یہ ہے کہ غیب وشہادت' زبان وقلب' ظاہر و باطن اور خلوت وجلوت ایک جیسے ہوں اور اس سلسلے میں اختلاف دوستی میں بگاڑ پیدا کرتا اور دین میں خلل ڈالتا ہے نیز اہل ایمان کے راستے میں رخنہ اندازی کرتا ہے۔

اور جو آدمی اس بات پر قادر نہ ہو اس کے لئے بھائی چارے اور دوستی کی بجائے تنہائی زیادہ بہتر ہے کیونکہ دوستی کا حق نبھانا مشکل ہے اس کی طاقت وہی رکھتا ہے جو محقق ہو اور یقیناً اس کا اجر بھی بہت بڑا ہے اور یہ اسے حاصل ہوتا ہے جو اس کے لائق ہو۔

بہر حال دوستی بہت سے حقوق کا تقاضا کرتی ہے جو ایک دوسرے کے قریب' ملے ہوئے اور دائمی ہوتے ہیں جب کہ ہمسائیگی کے لئے صرف حقوق قریبہ ہوتے ہیں اور وہ بھی کبھی کبھی' ہمیشہ نہیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ اس سلسلے کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

قولی حقوق میں اپنے دوست کو تعلیم دینا اور نصیحت کرنا بھی ہے شامل ہے کیونکہ تمھارے دوست کو علم کی ضرورت مال کی حاجت سے کم نہیں۔تو اگر تمہیں ہر قسم کا علم حاصل ہے تو تمہیں چاہئے کہ دین و دنیا کے حوالے سے فائدہ مند باتیں اسے سکھادو۔اور سکھانے کے بعد بھی اسکی راہنمائی کرو اور اگر وہ اس علم کے مطابق عمل نہ کرے تو تم پر لازم ہے کہ اسے نصیحت کرو یعنی اسے اس غفلت کی آفات بتاؤ اور عمل کے فوائد سے آگاہ کرو اور جو باتیں دنیا اور آخرت میں ناپسندیدہ ہیں ان سے ڈراؤ تا کہ وہ

باز آئے۔

اور اسے اس کے عیبوں کے بارے میں پُرحکمت انداز میں مطلع کرو بری بات کی برائی اور اچھی بات کی اچھائی اس کے سامنے واضح کرو لیکن یہ تمام کام پوشیدگی کے ساتھ بطریقِ احسن ہونا چاہئے تاکہ کسی دوسرے کو اس پر اطلاع نہ ہو کیونکہ جو کچھ لوگوں کے سامنے ہوتا ہے وہ جھڑکنے اور رسوا کرنے میں شامل ہے اور جو نصیحت علیحدگی میں ہو وہی شفقت ونصیحت ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ۔

''مومن' مومن کا آئینہ ہے'' (سنن ابی داؤد جلد ۲ص ۳۷۱ کتاب الادب)

یعنی اس کے ذریعے وہ باتیں دیکھ لیتا ہے جو خود بخود نہیں دیکھ سکتا یعنی آدمی کو اپنے بھائی کے ذریعے اپنے عیوب کی پہچان حاصل ہوتی ہے اگر تنہا ہوتا تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا' جیسے شیشے کے ذریعے ظاہری صورت کے عیبوں پر واقفیت حاصل کرتا ہے۔

حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو آدمی اپنے (مسلمان) بھائی کو پوشیدہ طور پر سمجھاتا ہے وہ اسے نصیحت کرتا اور زینت دیتا ہے اور جو اسے کھلے بندوں وعظ کرتا ہے وہ اسے ذلیل کرتا اور عیب دار بناتا ہے۔

لوگوں کے سامنے ڈانٹ:

حضرت سیدنا مسعر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ اس آدمی کو پسند کرتے ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ کو آپ کے عیوب پر مطلع کرے انہوں نے فرمایا اگر وہ تنہائی میں مجھے وعظ کرے تو ٹھیک ہے اور اگر لوگوں کے سامنے مجھے ڈانٹے تو مجھے پسند نہیں اور انہوں نے سچ کہا کیونکہ لوگوں کی موجودگی میں نصیحت' ذلت ورسوائی ہے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مومن کو اپنی پناہ اور پردے کے سائے میں عتاب فرمائے گا۔ اور اسے اس کے گناہوں پر پوشیدہ طور پر مطلع کرے گا۔ اور اس کا نامۂ اعمال بند کیا ہوا مہر لگا ہوا ان فرشتوں کے حوالے کیا جائے گا جو اسے جنت کی طرف لے جائیں گے جب وہ جنت کے قریب جائیں گے تو وہ اسے اسی طرح مہر بند دیں گے تاکہ وہ پڑھے یعنی مومنین کے غیب سب کے سامنے ظاہر نہیں کئے جائیں گے۔

اور جو لوگ اللہ عزوجل کی ناراضگی کے مستحق ہوں گے انہیں سب کے سامنے بلایا جائے گا اور ان کے اعضاء ان کے گناہوں کے بارے میں بتائیں گے۔ اس طرح اس کی ذلت ورسوائی بڑھ جائے گی۔ اس بڑے دن کی ذلت سے ہم اللہ عزوجل کی پناہ چاہتے ہیں۔

لٰہذا جھڑک اور نصیحت کے درمیان فرق ظاہر کرنے اور پوشیدہ رکھنے سے ہوتا ہے جس طرح مدارات اور مداہنت میں فرق اس غرض سے کیا جاتا ہے جو چشم پوشی کا باعث ہے چنانچہ اگر تم اپنے دین کی سلامتی کے لئے چشم پوشی اختیار کرو نیز یہ کہ اس طرح تمہارے بھائی کی اصلاح ہو جائے تو اسے مدارات کہتے ہیں اور اگر اپنے ذاتی فائدے کے لئے خاموشی اختیار کرو نیز خواہشات کی تکمیل اور جاہ و مرتبے کی سلامتی مقصود ہو تو تم مداہن (منافق) کہلاؤ گے۔

کس کے ساتھ کیا سلوک کریں :

حضرت سیدنا ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اللہ عزوجل کے ساتھ دوستی راضی برضا ہوکر، مخلوق کے ساتھ دوستی خیر خواہی کے تحت اور نفس کے ساتھ تعلق اسکی مخالفت کے طریقے پر اور شیطان کے ساتھ دشمنی کے طور پر ہونا چاہئے۔

اگر تم کہو کہ جب نصیحتوں میں عیبوں کا ذکر ہوگا تو اس سے دوست کے دل کو وحشت ہوگی تو یہ بات حقِ اخوت سے کیسے ہوگی؟

تو جان لو کہ وحشت اس عیب کے ذکر سے ہوگی جسے تمہارا بھائی اپنے بارے میں جانتا ہے لیکن جس عیب کے بارے میں وہ نہیں جانتا اس سے آگاہ کرنا عین شفقت ہے اور اس سے عقل مند لوگوں کے دل مراد ہیں جہاں تک بیوقوف لوگوں کا تعلق ہے تو انکا معاملہ جُدا ہے۔

حقیقی مُحسن :

کیونکہ جو آدمی تمہیں کسی ایسے برے کام سے خبردار کرتا ہے جس کے تم مرتکب ہو یا تمہارے اندر کوئی بری عادت پائی جاتی ہے تو وہ دراصل تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے جیسے کوئی شخص تمہیں بتائے کہ تمہارے کپڑے کے نیچے سانپ یا بچھو ہے۔ پس اگر تم اس نصیحت کو برا جانو! تو تم سے زیادہ بیوقوف کون ہوگا؟ اور بری صفات سانپ اور بچھو یقیناً ہیں جو دنیا اور آخرت میں ہلاک کریں گی وہ روح اور دل کو کاٹتی ہیں اور ظاہری جسم کو کاٹنے والی چیزوں کی نسبت ان کے کاٹنے سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے اور یہ جلانے والی آگ سے پیدا کی گئی ہیں

عیبوں کا تحفہ:

اسی لئے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دوستوں سے اپنے عیبوں پر آگاہی کا ہدیہ طلب کرتے تھے اور فرماتے اللہ عزوجل اس شخص پر رحم کرے جو اپنے بھائی کو عیبوں کا تحفہ دیتا ہے...... اور یہی وجہ ہے کہ جب حضرت سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ،

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا میری کون سی ناپسندیدہ بات آپ تک پہنچتی ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے معاف کیجئے (نہ پوچھیں) لیکن جب آپ رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا تو حضرت سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''مجھے خبر ملی ہے کہ آپ کے پاس دو لباس ہیں ایک دن کے وقت پہنتے ہیں اور دوسرا رات کو' اور مجھے معلوم ہوا کہ آپ کہ ہاں ایک دستر خوان پر دو سالن جمع ہوتے ہیں'' حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وضاحت فرمائی کہ جہاں تک ان دو چیزوں کا تعلق ہے تو یہ میری ضرورت ہے اس کے علاوہ کچھ بتائیں۔ انہوں نے فرمایا اور کچھ نہیں۔

حضرت سیدنا حذیفہ مرعشی رضی اللہ عنہ نے' یوسف بن اسباط رضی اللہ عنہ کو لکھا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم نے اپنا دین دو پیسوں کے عوض بیچ دیا ہے' تم دودھ والے کے پاس کھڑے ہوئے اور تم نے پوچھا کہ یہ کتنے کا ہے؟ اس نے کہا درھم کے چھٹے حصے کا تم نے کہا نہیں درھم کے آٹھویں حصے کا' اس نے کہا یہ آپ کا ہوا اور وہ تمہارا عقیدت مند تھا (لہذا تم نے قیمت کم کروا کے گویا اسکی عقیدت کا فائدہ اٹھایا اور اپنی دین داری کا مول اُس سے وصول کر لیا) اپنے سر سے غافلین کی چادر ہٹاؤ' غفلت کی نیند سے جاگو اور جان لو کہ جو شخص قرآن پاک پڑھتا ہے لیکن اس کے سبب سے قناعت اختیار نہیں کرتا اور دنیا کو ترجیح دیتا ہے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی آیات کے ساتھ مذاق کرنے والوں میں شمار نہ ہو۔

اور اللہ عزوجل نے جھوٹوں کے بارے میں بتایا کہ وہ اپنے ناصحین سے بغض رکھتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ۔

ترجمہ کنز الایمان ''مگر تم خیر خواہوں کے غرضی ہی نہیں'' (پارہ نمبر ۸' سورۂ اعراف آیت ۷۹) یعنی انہیں ناپسند کرتے ہو۔

بہر حال یہ (مذکورہ بالا) صورت اسی عیب میں ہے جس سے وہ غافل ہو۔

اور اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ خود اپنے عیب سے واقف ہے لیکن طبعی طور پر مجبور ہے تو اگر وہ اپنے جرم کو چھپاتا ہے تو اس کا پردہ فاش کرنا مناسب نہیں اور اگر وہ ظاہر کرتا ہے تو نرمی کے ساتھ نصیحت کی جائے کبھی اشارے کنائے سے اور کبھی صراحتاً کہا جائے لیکن اس قدر کہ اسے وحشت نہ ہو۔ اور اگر تمہیں معلوم ہو کہ اس پر نصیحت اثر نہیں کرتی اور وہ طبعی طور پر اس کام کو جاری رکھنے پر اصرار کرتا ہے تو پھر خاموشی بہتر ہے۔

یہ تمام باتیں وہ ہیں جو تمہارے (اسلامی) بھائی کی دینی یا دنیاوی اصلاح اور فوائد سے متعلق ہیں۔

لیکن جو کچھ وہ تمہارے حق میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کو برداشت کرنا' معاف کرنا اور درگزر کرنا واجب ہے' اس سے چشم پوشی کی جائے اور اس سلسلے میں مزاحمت کرنا نصیحت نہیں ہے ہاں اگر صورت حال یہ ہو کہ اس کام کے تسلسل کا نتیجہ قطع تعلق کی صورت میں نکلے گا تو تعلق ختم کرنے کی نسبت علیحدگی میں اسے جھڑکنا بہتر ہے اور اس سلسلے میں صراحتاً کہنے کی بجائے اشاروں کنایوں سے بات کرنا زیادہ مناسب ہے' علاوہ ازیں آمنے سامنے گفتگو کی بجائے تحریر زیادہ بہتر ہے اور برداشت کرنا سب سے بہتر ہے کیونکہ تمہارا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اپنے بھائی کی رعایت کرو اپنی اصلاح کرو اس کے حق کو قائم کرو اور اس کی کوتاہی کو برداشت کرو۔ یہ مقصد نہ ہو کہ اس سے مدد یا فوائد حاصل کرو۔

انوکھی عاجزی:

حضرت سیدنا ابوبکر کتانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص میرا ساتھی بن گیا اور میرے دل پر بوجھ تھا یعنی دل میں اسکی طرف سے خواہ مخواہ کی ناپسندیدگی تھی۔ ایک دن میں نے اسے کوئی چیز بطور تحفہ دی تاکہ میرے دل کا بوجھ اتر جائے لیکن وہ نہ اترا ایک دن میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے گھر لے جا کر کہا اپنا پاؤں میرے رخسار پر رکھ دو اس نے انکار کیا میں نے کہا یہ ضروری ہے چنانچہ اس نے رکھ دیا تو وہ بوجھ میرے دل سے اتر گیا۔

حضرت سیدنا ابوعلی رباطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت سیدنا عبداللہ رازی رضی اللہ عنہ کا ساتھی بن گیا وہ جنگل میں جارہے تھے انہوں نے کہا امیر تم ہو گے یا میں؟ میں نے کہا آپ رضی اللہ عنہ ہوں گے انہوں نے فرمایا پھر تمہیں میرا حکم ماننا پڑے گا میں نے کہا جی ہاں مانوں گا۔ انہوں نے ایک تھیلا لے کر اس میں سامان ڈالا اور اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا جب میں کہتا آپ مجھے دیں تو وہ فرماتے کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ تم امیر ہو؟ لہٰذا تم پر حکم ماننا لازم ہے رات کے وقت بارش نے ہمیں آ لیا تو وہ صبح تک میرے سرہانے کھڑے رہے اور ان پر ایک چادر تھی میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ مجھے بارش سے بچا رہے تھے میں دل میں کہتا کاش کہ میں مرجاتا اور یہ نہ کہتا کہ آپ رضی اللہ عنہ امیر ہیں۔

...... پانچواں حق ......

دوست کی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف کردینا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دوست کی لغزش یا تو دینی اعتبار سے ہوگی اسکی صورت یہ ہوگی کہ وہ گناہوں کا ارتکاب کرے گا یا وہ لغزش خود تمہارے حق میں ہوگی کہ اس نے اخوت میں کوتاہی کی ہوگی بہرحال اگر گناہ کے ذریعے اس نے دینی

اعتبار سے لغزش کی ہے اور وہ اس پر ڈٹا ہوا ہے تو تم پر لازم ہے کہ اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ اس کی کج روی، راستی میں بدل جائے اس کے حالات درست ہو جائیں اور وہ دوبارہ اصلاح کی طرف آ جائے اور اگر تمہیں اس کی طاقت نہ ہو اور وہ گناہ پر ڈٹا ہوا ہو تو اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور تابعین رضی اللہ عنہ کی رائے مختلف ہیں کہ آیا اس سے دوستی کا حق ہمیشہ نبھایا جائے یا تعلق ختم کر دیا جائے۔

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ تعلق ختم کر دیا جائے۔ انہوں نے فرمایا ''جب تمہارے دوست کی پہلی حالت تبدیل ہوگئی ہے تو تم بھی اب محبت کی بجائے اس سے بغض رکھو''۔

ان کے خیال میں اللہ عزوجل کے لئے محبت اور اللہ عزوجل کے لئے دشمنی کا تقاضا یہی ہے۔ حضرت سیدنا ابودرداء اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اس کے خلاف موقف اختیار کیا ہے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تمہارے دوست کی حالت بدل جائے اور وہ پہلی حالت سے پھر جائے تو اس وجہ سے اسے نہ چھوڑو کیونکہ تمہارا بھائی کبھی ٹیڑھے راستے پر چلے گا کبھی سیدھے راستے پر آ جائے گا۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''گناہ کی وجہ سے اپنے بھائی سے قطع تعلق نہ کرو اور نہ اسے چھوڑو کیونکہ آج وہ گناہ کرتا ہے تو کل اسے چھوڑ دے گا۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا عالم کی لغزش کا کسی سے ذکر نہ کرو کیونکہ عالم لغزش کرتا ہے پھر اسے چھوڑ دیتا ہے۔''

حدیث شریف میں ہے:

اِتَّقُوْا زَلَّةَ الْعَالِمِ وَلَا تَقْطَعُوْهُ وَانْتَظِرُوْا فَيْئَتَه‘۔

''عالم کی لغزش سے ڈرو اور اس سے تعلقات منقطع نہ کرو بلکہ اس کے رجوع کا انتظار کرو'' (الکامل لابن عدی جلد ۶ ص ۲۰۸۱ من اسمہ کثیر)

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اپنا بھائی بنایا تھا وہ شام کی طرف چلا گیا جب ایک شخص شام سے آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں پوچھا اور فرمایا میرے بھائی کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا وہ تو شیطان کا بھائی ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں؟ اس نے کہا اس نے بہت کبیرہ گناہ کئے حتی کہ شراب نوشی میں مبتلا ہو گیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اپنے ملک واپس جانے لگو تو مجھے بتانا چنانچہ جب وہ جانے لگا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک خط لکھا جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے یوں لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حٰمٓ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتَابِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ غَافِرِ الذَّنۡبِ وَقَابِلِ التَّوۡبِ شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ذِی الطَّوۡلِ۔

ترجمہ کنزالایمان ''یہ کتاب اتارنا ہے اللہ عزوجل کی طرف سے جو عزت والا' علم والا' گناہ بخشنے والا' اور توبہ قبول کرنے والا' سخت عذاب کرنے والا' بڑے انعام والا'' (پارہ ۲۴' سورۂ غافر اسے سورۂ مومن بھی کہا جاتا ہے آیت ۱)

پھر اسے عتاب وملامت کی...... جب اس نے خط پڑھا تو رویا اور کہا ''اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھے نصیحت فرمائی چنانچہ اس نے توبہ کی اور رجوع کرلیا۔''

وفادار دوست:

واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ دو (دینی) بھائی تھے جن میں سے ایک نفسانی خواہش میں مبتلا ہوگیا اس نے دوسرے سے کہا میں قصوروار ہوں اگر تم مجھ سے اللہ عزوجل کے لئے دوستی نہ کرنا چاہو تو تمہیں اجازت ہے ایسا کرلو اس نے کہا میں تمہاری خطاء کی وجہ سے عقد اخوت نہیں توڑوں گا پھر اس نے دعا مانگی کہ جب تک اللہ عزوجل میرے اس بھائی کو خواہش نفسانی سے نہیں بچائے گا میں کھانا نہیں کھاؤں گا وہ چالیس دن تک اس سے اس کی خواہش کے بارے میں پوچھتا رہا وہ کہتا میرا دل اسی پہلی حالت پر قائم ہے وہ غم اور بھوک سے پگھلتا رہا حتی کہ جب چالیس دن گزرے تو اس کے بھائی کے دل سے وہ خیال جاتا رہا اس نے اسے بتایا تو اس نے کھانا کھایا اور پانی پیا اس وقت وہ کمزوری کی وجہ سے مرنے کے قریب ہو چکا تھا۔

اسی طرح بزرگوں رضی اللہ عنہم میں سے دو اسلامی بھائیوں کے بارے میں منقول ہے کہ ان میں سے ایک ثابت قدم نہ رہا تو دوسرے سے کہا گیا کیا تم اس سے تعلقات ختم نہیں کرتے اور اسے چھوڑ نہیں دیتے؟ انہوں نے کہا کہ اب تو اسے میری زیادہ ضرورت ہے کہ میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اور نہایت نرمی سے عتاب کرتے ہوئے اس کے رجوع کے لئے دعا کروں۔

میں تمہیں نہیں پہچانتا:

اسرائیلی روایات میں ہے کہ دو عبارت گزار آدمی ایک پہاڑ میں تھے ان میں سے ایک شہر میں گیا تا کہ ایک درھم کا گوشت خریدے اس نے گوشت والے کے پاس ایک فاحشہ عورت کو دیکھا تو اس پر فریفتہ ہوگیا اور گناہ میں گرفتار ہو گیا اور تین دن اس کے پاس ٹھہرا رہا اب وہ شرم کے مارے اپنے (دینی) بھائی کے پاس جانے سے ہچکچانے لگا اس کے بھائی نے اسے نہ پایا تو پریشان ہوا اور شہر میں جا کر تلاش کرنے لگا لوگوں سے پوچھتا رہا حتی کہ اسے معلوم ہوگیا اس تک پہنچا لیکن

دوسرے نے حیاء کی وجہ سے کہا ''میں تمہیں نہیں پہچانتا'' اس نے کہا بھائی! اٹھو مجھے تمہارے تمام واقعہ کا علم ہو چکا ہے میرے نزدیک تو اس وقت جس قدر معزز اور محبوب ہے اس سے پہلے نہ تھا اس نے جب دیکھا کہ وہ اس کی نظروں سے نہیں گرا تو اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ چلا گیا۔

تو میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ایک جماعت کا طریقہ یہ تھا اور یہ طریقہ حضرتِ ابوذر رضی اللہ عنہ کے طریقے سے زیادہ لطیف اور قیاس کے مطابق ہے لیکن آپ رضی اللہ عنہ کا طریقہ زیادہ محفوظ ہے۔

اگر تم کہو کہ تم نے اس دوسرے طریقے کو زیادہ لطیف اور قیاس کے مطابق کیسے کہہ دیا۔ حالانکہ اس قسم کا گناہ کرنے والے کو شروع سے بھائی بنانا جائز نہیں اس لئے اب اس سے انقطاع کرنا واجب ہے کیونکہ کوئی حکم جب کسی علت سے ثابت ہو تو قیاس یہ ہے کہ اس علت کے زائل ہونے سے وہ حکم بھی زائل ہو جاتا ہے اور اخوت کی علت دین میں تعاون ہے اور ارتکاب گناہ کے ساتھ یہ علت قائم نہیں رہ سکتی؟

تو اسکا جواب سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ کچھ یوں دیتے ہیں۔

(جواباً) میں کہتا ہوں کہ یہ طریقہ زیادہ خوشگوار اس لئے ہے کہ اس میں نرمی اختیار کی جاتی ہے اور ایسا شفقت بھرا سلوک ہوتا ہے جو رجوع اور توبہ تک پہنچاتا ہے کیونکہ صحبت باقی رہے گی تو حیاء بھی باقی رہے گی اور جب دوستی ہی باقی نہیں رہے گی تو وہ گناہ پر ڈٹ جائے گا۔

اور جہاں تک اس کے قیاس کے مطابق ہونے کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اخوت ایسا عقد ہے جو قرابت کے قائم مقام ہے جب اس کا انعقاد ہوتا ہے تو حق مضبوط ہوتا ہے اور اس کو پورا کرنا واجب ہوتا ہے' اب اس کے پکا ہو جانے اور اس کو پورا کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ دوست کو ضرورت اور محتاجی کے دنوں میں نہ چھوڑا جائے اور دین کی محتاجی' مال کی محتاجی سے زیادہ سخت ہے اور ارتکاب گناہ کی وجہ سے وہ آفت میں مبتلا ہوا اور زخمی ہو چکا ہے جس کی وجہ سے وہ دینی اعتبار سے محتاج ہے لہٰذا اس کا خیال رکھنا اور اسے نہ چھوڑنا ضروری ہے بلکہ اس سے مسلسل مہربانی کا سلوک کیا جائے تاکہ وہ جس حادثے میں پھنسا ہوا ہے اس سے چھٹکارا حاصل کرنا اس کے لئے آسان ہو جائے

کیونکہ دوستی زمانے کے حادثات اور مصائب کے موقعہ پر کام آنے کے لئے ہی ہوتی ہے اور یہ تو سب سے سخت مصیبت ہے۔ اور فاجر آدمی جب کسی متقی کا ساتھی بنتا ہے تو وہ اس کے خوف اور ہمیشہ ساتھ رہنے کی وجہ سے گناہ پر اصرار سے حیاء کرتے ہوئے اس کے قریب ہو جاتا ہے بلکہ بعض اوقات سست آدمی جب کام کے حریص کی صحبت اختیار کرتا ہے تو اس سے حیاء کرتے ہوئے خود بھی کام کی حرص کرتا ہے۔

حضرت جعفر بن سلیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں کام میں سستی کرنے لگتا ہوں تو حضرت محمد بن واسع رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتا ہوں اور عبادت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں اس طرح مجھے عبادت میں تازگی اور سرور حاصل ہو جاتا ہے اور سستی دور ہو جاتی ہے اور ہفتہ بھر چست رہتا ہوں

مطلب یہ ہے کہ دوستی بھی نسبی رشتہ کی طرح ایک رشتہ ہے اور کسی قریبی رشتہ دار کو اس کے گناہ کی وجہ سے چھوڑا نہیں جاتا۔ اسی لئے اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ کنزالایمان ''تو اگر وہ تمہارا حکم نہ مانیں تو فرما دو میں تمہارے کاموں سے بے علاقہ ہوں'' (پارہ نمبر ۱۹، سورۃ الشعراء آیت ۲۱۶)

یہ نہیں فرمایا کہ میں تم سے بیزار ہوں لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق قرابت اور سلسلہ نسب کا لحاظ رکھا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اپنے فلاں بھائی سے نفرت نہیں کرتے حالانکہ اس نے فلاں کام کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ''میں اس کے کام سے نفرت کرتا ہوں لیکن وہ میرا بھائی ہے'' اور دینی اخوت، نسبی اخوت سے زیادہ تاکید والی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب کسی حکیم سے سوال کیا گیا کہ تمہارے بھائی اور دوست میں سے کون تمہیں زیادہ محبوب ہے؟ اس نے کہا میں اپنے بھائی سے اس وقت زیادہ محبت کرتا ہوں جب وہ میرا دوست ہو۔

دوستی قرابت کی محتاج نہیں:

حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے تمہارے کتنے ہی بھائی ایسے ہیں جنہیں تمہاری ماں نے نہیں جنا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ قرابت، دوستی کی محتاج ہے، دوستی قرابت کی محتاج نہیں۔

حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ایک دن کی دوستی صلہ ہے، ایک مہینے کی دوستی قرابت اور ایک سال کی دوستی، قریب کی قرابت ہے جو اسے توڑے گا اللہ عزوجل اسے توڑے گا۔''

لہذا جب بھائی چارہ قائم کیا گیا ہو تو اسے پورا کرنا واجب ہے، ابتداءً اجنبی فاسق کے ساتھ بھائی چارہ اور تعلقات قائم کرنے کے سلسلے میں ہمارا یہ جواب ہے کہ اس کے لئے پہلے سے کوئی حق موجود نہیں اور اگر پہلے سے حق قرابت ہو تو اسے قطع کرنا قطعاً مناسب نہیں بلکہ اچھی طرح پیش آنا چاہیے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابتداء بھائی چارہ اور صحبت چھوڑ دینا نہ تو مکروہ ہے اور نہ ہی مذموم، بلکہ کہنے والوں نے یوں کہا کہ تنہائی بہتر ہے لیکن ہمیشہ کے لئے اخوت کو قطع کرنا ممنوع اور ذاتی

طور پر مذموم ہے اور ابتدائی طور پر اسے ترک کرنے کی طرف نسبت اسی طرح ہے جس طرح طلاق کو نکاح نہ کرنے سے نسبت ہے اور ترک نکاح کے مقابلے میں طلاق اللہ عزوجل کے ہاں نہایت ناپسندیدہ ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ عزوجل کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

شِرَارُ عِبَادِ اللّٰہِ الْمَشَّاؤُنَ بِالنَّمِیْمَۃِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَیْنَ الْاَحِبَّۃِ۔

''اللہ عزوجل کے بندوں میں سے برے بندے وہ ہیں جو چغلی کھاتے ہیں اور دوستوں کے درمیان تفریق ڈالتے ہیں''(مسند امام احمد بن حنبل جلد۴ص ۲۲۷ مرویات عبدالرحمٰن بن غنم)

بعض اسلاف رضی اللہ عنہ نے دوستوں کی لغزشوں پر پردہ ڈالنے کے بارے میں یوں فرمایا کہ شیطان چاہتا ہے کہ وہ تمہارے بھائی سے اس قسم کی حرکت کروائے تاکہ تم اسے چھوڑ دو اور اس سے قطع تعلق کرو۔ چنانچہ اگر تم نے ایسا کیا تو تم نے اپنے دشمن شیطان کی آرزو پوری کردی اس لئے کہ دوستوں کے درمیان تفریق شیطان کو پسند ہے جیسے ارتکاب گناہ اسے پسند ہے تو جب شیطان کو ایک مقصد حاصل ہوگیا تو کم از کم اسے دوسرا مقصد نہیں ملنا چاہئے۔

جب ایک شخص نے گناہ کیا اور دوسرے نے اسے گالی دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رک جاؤ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جھڑک دیا تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَکُوْنُوْا عَوْناً لِلشَّیْطَانِ عَلٰی اَخِیْکُمْ۔

''اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو''(صحیح بخاری جلد۲ص ۱۰۰۲ کتاب الحدود)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس تمام گفتگو سے ابتدائے اخوت اور اسے برقرار رکھنے میں فرق واضح ہوگیا کیونکہ فاسق لوگوں سے میل جول ممنوع ہے اور دوست احباب سے علیحدگی اختیار کرنا بھی منع ہے اور ہمارے خیال میں (شروع میں) دوستی نہ لگانا اور دور رہنا ہی بہتر ہے اور دوستی لگانے کے بعد اب حق اخوت کو باقی رکھنا زیادہ بہتر ہے اور یہ سب کچھ اس وقت ہے جب اس میں دینی اعتبار سے لغزش پائی جائے۔

دنیاوی خرابیاں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! وہ خطائیں جو خاص دوست کے حق میں ہوں دین کے بارے میں نہیں اور باعثِ نفرت ہوں تو اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ معاف کردینا اور برداشت کرنا اولیٰ ہے بلکہ اس کی کوئی اچھی توجیہ ہوسکے اور قریب یا بعید

کا عذر مقصود ہو سکے تو حق اخوت کے تقاضے کے مطابق اس پر محمول کرنا واجب ہے۔

کہا گیا ہے کہ اپنے بھائی کی لغزش کے ستر عذر تلاش کرو پھر بھی دل نہ مانے تو اپنے نفس کو ملامت کرو اور اپنے دل سے کہو کہ تم کس قدر سخت ہو تمہارے بھائی نے ستر عذر پیش کئے اور تم قبول نہیں کرتے لہٰذا عیب تمہارے اندر ہے تمہارے بھائی میں نہیں۔ اور اگر کسی طرح اس کی کوئی اچھی وجہ قبول نہ ہو تو اگر ممکن ہو تو اس پر غصہ نہ کرو لیکن یہ ممکن نہیں حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

گدھا اور شیطان:

جس کے سامنے غصے کی بات ہو اور اسے غصہ نہ آئے تو وہ گدھا ہے اور جسے راضی کیا جائے اور وہ راضی نہ ہو وہ شیطان ہے لہٰذا نہ تو تم گدھے بنو اور نہ ہی شیطان، اور اپنے بھائی کے نائب بن کر اپنے دل کو راضی کرو عدمِ قبولیت کی وجہ سے شیطان بننے سے بچو۔

حضرت سیدنا احنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

دوست کا حق ہے کہ اس سے تین باتیں برداشت کرو۔ (۱) غصہ، (۲) نازنخرے، (۳) نفرتیں............

ایک دوسرے بزرگ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے کبھی کسی کو گالی نہیں دی کیونکہ اگر کسی معزز آدمی نے مجھے برا بھلا کہا تو مجھے چاہیئے کہ اسے معاف کر دوں اور اگر کوئی کمینہ گالی دے تو میں اپنی عزت کو اس کا نشانہ بنانا نہیں چاہتا پھر انہوں نے شعر پڑھا۔

معزز آدمی کی خطا معاف کرتا ہوں تا کہ اجر ملے اور کمینوں کی غلطی سے اپنی عزت بچانے کے لئے درگزر کرتا ہوں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے:

اپنے دوست کی اچھی باتوں کو قبول کرو اور اس میں جو خرابی ہے اسے چھوڑ دو کیونکہ زندگی اس لئے نہیں ہے کہ دوستوں کو دوسری باتوں پر ملامت کرتے رہو تمہارا دوست سچا ہو یا جھوٹا جب عذر پیش کرے تو معاف کر دو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنِ اعْتَذَرَ اِلَیْهِ اَخُوْهُ فَلَمْ یَقْبَلْ عُذْرَهٗ فَعَلَیْهِ مِثْلُ اِثْمِ صَاحِبِ الْمَکْسِ۔

''جس شخص کا (مسلمان) بھائی اس کے سامنے عذر پیش کرے اور وہ اس کے عذر کو قبول نہ کرے اس پر ٹیکس لینے والے کی طرح گناہ ہوگا'' (سنن ابن ماجہ ص۲۷۱ ابواب الادب)

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُؤمِنُ سَرِیْعُ الْغَضَبِ سَرِیْعُ الرِّضَا۔

''مومن کو جلدی غصہ آتا ہے اور وہ جلد ہی راضی ہوجاتا ہے'' (مسند امام احمد بن حنبل جلد۳ ص۱۹ مرویات ابوسعید خدری)

تو یہ نہیں فرمایا کہ اسے غصہ آتا ہی نہیں اسی طرح اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔

وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ۔

ترجمہ کنزالایمان ''اور غصہ پینے والے'' (پارہ نمبر۴ سورۂ آل عمران آیت ۱۳۴)

یہ نہیں فرمایا کہ وہ لوگ جنہیں غصہ بالکل نہیں آتا۔ اس لئے فطری طور پر یہ نہیں ہوسکتا کہ انسان زخمی ہو اور درد نہ ہو بلکہ بہتر یہ ہے کہ وہ اس پر صبر کرے اور برداشت کرے، تو جس طرح زخم کی وجہ سے درد کا پایا جانا بدن کا طبعی تقاضا ہے اسی طرح غضب کے اسباب پر دُکھ محسوس کرنا قلبی طبیعت کا تقاضا ہے اور اسے نکال باہر کرنا ممکن نہیں البتہ اسے ضبط کرنا اور اس کے خلاف عمل کرنا ممکن ہے کیونکہ غصے کا تقاضا دوسرے سے بدلہ اور انتقام لینا ہے اور اس تقاضا کے خلاف عمل کرنا ممکن ہے کسی شاعر نے کہا ہے۔

تو اپنے بھائی پر زیادہ مہربانی نہیں کرسکتا تو کم از کم اس کے فسادِ حال پر ملامت نہ کر ورنہ کامل مہذب آدمی (یعنی جو تجھے کبھی رنج نہ دے) تجھے کہاں ملے گا؟

حضرت سیدنا ابوسلیمان دارانی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا احمد بن ابی الحواریس سے فرمایا ''جب تم اس زمانے میں کسی سے بھائی چارہ قائم کرو تو جو بات تمہیں ناپسند ہو اس پر اسے مت جھڑکو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اب کی بار اس کے جواب میں پہلی بات سے بھی بری بات سنو۔''

ان میں سے بعض نے کہا کہ دوست کی غلطی پر صبر کرنا اسے عتاب کرنے سے بہتر ہے اور عتاب کرنا تعلق ختم کرنے سے بہتر ہے اور تعلق منقطع کرنا اس کی غیبت کرنے سے بہتر ہے۔

اور ارشاد خداوندی عزوجل ہے۔

عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِنْھُمْ مَوَدَّۃً۔

ترجمہ کنزالایمان ''قریب ہے کہ اللہ عزوجل تم میں اور ان میں جو ان میں سے تمہارے دشمن ہیں دوست کردے''

(پارہ نمبر ۲۸، سورۂ ممتحنہ آیت ۷)

البتہ دوستی میں میانہ روی بہتر ہیکہ حضور سرورِ دوعالم ﷺ کا ارشادِ گرامی قدر ہے ۔

اپنے دوست سے عام طریقے کے مطابق دوستی کرو ممکن ہے کسی دن وہ تمہارا دشمن ہو جائے اور اپنے دشمن سے دشمنی بھی متوسط طریقے پر کرو ہوسکتا ہے کسی دن وہ تمہارا دوست بن جائے ۔ (کنزالعمال جلد ۹ ص ۲۴ حدیث ۲۴۷۴۲)

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہاری دوستی تکلف اور دشمنی ضائع کرنے والی نہ ہو مطلب یہ کہ تم خود بھی ہلاک نہ ہو اور دوست بھی ضائع نہ کرو۔

......چھٹا حق......

دعا مانگنا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اپنے دوست کی زندگی بلکہ فوت ہونے کے بعد بھی اس کے لئے دعا مانگنا اور ہر ایسی بات چاہنا جسے وہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے پسند کرتا ہے بلکہ اپنے ہر متعلق کے بارے میں چاہتا ہو کیونکہ اس کے حق میں دعا مانگنا درحقیقت اپنے لئے دعا مانگنا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اِذَا دَعَا الرَّجُلُ لِاَخِیۡهِ فِی ظَهۡرِ الۡغَیۡبِ قَالَ الۡمَلَكُ وَلَكَ مِثۡلُ ذٰلِكَ۔

''جب کوئی شخص اپنے دوست کی عدم موجودگی میں اس کے لئے دعا مانگتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اور تیرے لئے بھی اس کی مثل ہو'' (سنن ابی داؤد جلد اول ص ۲۱۴ کتاب الصلوٰۃ)

ایک دوسری روایت میں یوں ہے۔

یَقُوۡلُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِكَ اَبۡدَاُ یَاعَبۡدِیۡ۔

''اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے اے میرے بندے! میں تجھ سے (عطا کرنا) شروع کروں گا''

ایک دوسری حدیث میں ہے۔

یُسۡتَجَابُ لِلرَّجُلِ فِیۡ اَخِیۡهِ مَالَا یُسۡتَجَابُ لَه، فِیۡ نَفۡسِهٖ۔

''آدمی کی دعا اس کے بھائی کے حق میں جس طرح قبول کی جاتی ہے خود اس کے حق میں نہیں کی جاتی''

(سنن ابی داؤد جلد اول ص ۲۱۴ کتاب الصلوٰۃ)

ایک اور حدیث شریف میں ہے۔

دَعْوَۃُ الرَّجُلِ لِاَخِیْہِ فِیْ ظَھْرِ الْغَیْبِ لَا تُرَدُّ۔

"کسی آدمی کی اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے لئے دعا رد نہیں کی جاتی" (کنز العمال جلد ۲ ص ۹۸ حدیث ۳۳۱۶)

حضرت سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں اپنے ستر (مسلمان) بھائیوں کے لئے ان کے نام لے کر سجدے میں دعا کرتا ہوں۔

حضرت سیدنا محمد بن یوسف اصفہانی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے نیک دوست جیسا آدمی کہاں ہے؟ تمہارے گھر والے (تمہارے مرنے کے بعد) تمہاری میراث تقسیم کرنے میں مصروف ہوتے ہیں اور جو کچھ تم نے چھوڑا اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور یہ تنہا تمہارا غم کرے اور تمہارے گزشتہ اعمال اور تمہاری عاقبت کے بارے میں فکر کرے وہ رات کے اندھیرے میں تمہارے لئے دعا کرتا ہے جب کہ تم مٹی کے ڈھیر کے نیچے ہوتے ہو

دراصل نیک دوست فرشتوں کے طریقے پر چلتا ہے۔

کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔

اِذَا مَاتَ الْعَبْدُ قَالَ النَّاسُ مَاخَلَّفَ وَقَالَتِ الْمَلَائِکَۃُ مَا قَدَّمَ۔

"جب بندہ مرجاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کیا چھوڑ کر گیا اور فرشتے کہتے ہیں اس نے آگے کیا بھیجا" (شعب الایمان جلد ۷ ص ۳۲۸ حدیث ۱۰۴۷۵)

اس نے جو کچھ آگے بھیجا وہ اس پر خوش ہوتے ہیں اس کے بارے میں پوچھتے ہیں اور اس کے بارے میں فکرمند ہوتے ہیں کہا جاتا ہے کہ جو شخص اپنے دوست کی موت کا سن کر اس کے لئے رحمت اور بخشش کی دعا مانگے اسے اس کے جنازے میں شرکت اور نماز جنازہ پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

ڈوبنے والا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"قبر میں میت کی مثال ڈوبنے والے شخص کی طرح ہے وہ اپنی اولاد یا والد یا بھائی یا قریبی رشتہ دار کی طرف سے

دعا کا منتظر ہوتا ہے اور مرنے والوں کی قبروں میں زندوں کی دعائیں پہاڑوں جیسے انوار کی شکل میں داخل ہوتی ہیں۔''

کسی بزرگ نے فرمایا کہ فوت شدہ لوگوں کے لئے دعا زندہ لوگوں کے لئے تحفوں کی طرح ہے' فرشتہ میت کے پاس اس طرح جاتا ہے کہ اس کے پاس نور کا ایک تھال ہوتا ہے جس پر نور کا ایک رومال ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ تیرے فلاں دوست یا فلاں رشتہ دار کی طرف سے تیرے لئے ہدیہ ہے' وہ فرماتے ہیں کہ اس پر میت اُسی طرح خوش ہوتی ہے جس طرح زندہ آدمی تحفہ ملنے پر خوش ہوتا ہے۔

......ساتواں حق......

وفاداری اور خلوص کے ساتھ پیش آنا

وفاداری کا مطلب یہ ہے کہ اس کی محبت پر ثابت قدم رہے اور اس کے مرنے تک اسے برقرار رکھے اور جب وہ مرجائے تو اس کی اولاد اور دوستوں سے دوستی رکھے کیونکہ محبت سے اُخروی فائدہ مقصود ہوتا ہے اگر وہ مرنے سے پہلے ختم ہوجائے تو عمل اور کوشش ضائع ہوجاتی ہے اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے جب ان سات قسم کے لوگوں کا ذکر کیا جنہیں قیامت کے دن اللہ ﷻ اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا تو فرمایا ''وہ آدمی جو اللہ ﷻ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اسی پر اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی پر الگ ہوتے ہیں۔ (شرح السنۃ جلد۳ص ۲۸ حدیث ۳۴۶۳)

بعض حضرات نے فرمایا کہ کسی کے مرنے کے بعد اس سے تھوڑی سی وفا اس کی زندگی میں زیادہ وفا سے بہتر ہے۔

اسی لئے نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک بوڑھی خاتون آئیں تو آپ ﷺ نے اس کی عزت افزائی فرمائی اس سلسلے میں آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زمانے میں ہمارے پاس آیا کرتی تھی اور گزشتہ بات کو یاد رکھنا بھی دین سے ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۲ص ۱۳۲ حدیث ۳۴۳۴۴)

اپنے دوست سے وفا کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس کے تمام دوستوں' رشتہ داروں اور متعلقین کا خیال رکھا جائے۔ حتیٰ کہ اس کے دروازے پر جو کتا ہے اسے بھی دوسرے کتوں سے ممتاز سمجھنا چاہئے۔ اور اگر ایسی محبت ہمیشہ کے لئے باقی نہ رہے تو شیطان خوش ہوتا ہے کیونکہ وہ نیکی پر ایک دوسرے کا تعاون کرنے والے آدمیوں پر اس قدر حسد نہیں کرتا جس قدر وہ رضائے خداوندی کے لئے باہم مواخات اور دوستی قائم کرنے والوں سے حسد کرتا ہے۔ اور وہ ذاتی طور پر ان کے درمیان فساد کا بیج بوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقُلْ لِعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ۔

ترجمہ کنزالایمان ''اور میرے بندوں سے فرماؤ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو بے شک شیطان ان کے آپس میں فساد ڈال دیتا ہے'' (پارہ نمبر ۱۵ سورۂ اسراء جسے سورۂ بنی اسرائیل بھی کہا جاتا ہے آیت ۵۳)

اور حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

مِنْ بَعْدِ اَنْ نَزَغَ الشَّیْطَانُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ۔

ترجمہ کنزالایمان ''بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرادی تھی'' (پارہ نمبر ۱۳ سورۂ یوسف آیت ۱۰۰)

کہا جاتا ہے کہ جب دو مسلمان اللہ تعالیٰ کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ دوستی قائم کرتے ہیں اور پھر ان کے درمیان تفریق ہو جاتی ہے تو اس کی وجہ ان میں سے کسی ایک کا ارتکابِ گناہ ہوتا ہے اور حضرت بشر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جب کوئی بندہ اللہ عزوجل کی فرمانبرداری میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس سے اس کے انیس (محبت کرنے والے) کو جدا کر دیتا ہے اس لئے کہ دوستوں کی وجہ سے دل کے غم دور ہوتے ہیں اور دین پر مدد ملتی ہے اسی لئے حضرت ابن مبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''سب سے زیادہ لذیذ چیز دوستوں کی مجلس اور کفایت کی طرف رجوع کرنا ہے'' اور دائمی محبت وہی ہوتی ہی جو اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر ہو اور جو محبت کسی غرض پر مبنی ہو وہ اس غرض کے ختم ہونے سے ختم ہو جاتی ہے اور اللہ عزوجل کے لئے محبت کے نتائج میں سے ایک نتیجہ یہ ہے کہ اس میں دینی یا دنیاوی اعتبار سے حسد نہیں ہوتا اور وہ اس سے کیسے حسد کرے گا جب کہ جو کچھ اس کے دوست کا ہے اس کا فائدہ اسے بھی پہنچتا ہے۔

اللہ عزوجل نے ایسے لوگوں کی تعریف میں فرمایا:

وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ۔

ترجمہ کنزالایمان ''اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں'' (پارہ نمبر ۲۸ سورۂ حشر آیت ۹)

اور حاجت کا پایا جانا ہی حسد ہے۔

نیز وفا کا تقاضا ہے کہ اپنے بھائی کے ساتھ تواضع میں تبدیلی نہ لائے اگرچہ خود اس کا مرتبہ بلند ہو جائے وسیع اختیار اور بلند مقام حاصل ہو جائے کیونکہ ان جدید حالات کی وجہ سے اپنے بھائیوں پر بڑائی کا اظہار کمینگی ہے۔ کسی شاعر نے

کہا۔معزز لوگ جب خوشحال ہو جائیں تب بھی ان لوگوں کو یاد رکھتے ہیں جنہوں نے مفلسی میں انکے ساتھ محبت کا برتاؤ کیا تھا۔

دوستی کے قابل:

کسی بزرگ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا ''اے بیٹے! لوگوں میں سے صرف ایسے شخص سے دوستی لگانا جو تمہاری محتاجی کے وقت تمہارے قریب ہو اور جب تم اس کی ضرورت محسوس نہ کرو تو وہ تم سے کوئی لالچ نہ رکھے اور اگر اس کا مرتبہ بڑھ جائے تو تجھ پر بڑائی کا اظہار نہ کرے۔''

لیکن کسی دانا کا قول ہے کہ جب تمہارا کوئی دوست حکومت کا منصب سنبھال لے اور تم سے آدھی دوستی کرے تو بھی غنیمت ہے۔

حضرت سیدنا ربیع رضی اللہ عنہ نے نقل کیا کہ حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بغداد میں ایک شخص سے اخوّت قائم کی پھر ان کا وہ دوست ایک علاقے سیبین کا حاکم ہو گیا اور اس کا رویہ تبدیل ہو گیا چنانچہ حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف چند اشعار لکھے۔ ترجمہ :

جاؤ تمہیں میرے دل کی طرف سے ایک طلاق ہے اور یہ طلاق بائن نہیں رجوع کی گنجائش ہے اگر تم باز آ جاؤ تو یہ ایک کافی ہے اور تمہاری محبت دو طلاقوں کی گنجائش پر باقی رہے گی اور اگر ایسا نہ ہوا تو ایک اور دے دوں گا اور دو طلاقیں ہو جائیں گی اور اگر میری طرف سے تمہیں تین طلاقیں قطعی مل گئیں تو تمہیں سیبین کی حکومت بھی کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ بھی جان لو کہ گناہوں کے سلسلے میں اپنے دوست کی موافقت وفا میں شامل نہیں ہے بلکہ وفا کا تقاضا ہے کہ اس کی مخالفت کی جائے' حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا محمد بن عبدالحکم رضی اللہ عنہ سے اخوّت قائم کی تو وہ انہیں قریب کرتے اور ان کی طرف توجہ فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں مصر میں صرف اسی شخص کی وجہ سے ٹھہرا ہوا ہوں۔حضرت سیدنا محمد بن عبدالحکم رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ نے ان کی عیادت کی اور فرمایا:

دوست بیمار ہوا تو اس کی عیادت کے لئے گیا اور اس کی بیماری کے ڈر سے میں خود بیمار ہو گیا۔

اب دوست میری بیمار پرسی کے لئے آیا اور میں اسے دیکھ کر ٹھیک ہو گیا۔

ان دونوں میں سچی دوستی کی وجہ سے لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ اپنی وفات کے وقت اپنے حلقہ کا معاملہ ان کے سپرد کر دیں گے چنانچہ حضرت امام صاحب جب بیمار ہوئے اور اسی بیماری میں انہوں نے انتقال فرمایا تو پوچھا گیا اے ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ! ہم آپ کے بعد کس کے پاس بیٹھا کریں؟ حضرت سیدنا محمد بن عبدالحکم رضی اللہ عنہ سرہانے کھڑے تھے

انہوں نے آگے کی طرف جھانکا تا کہ وہ ان کی طرف اشارہ کریں حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ! کیا یہ شک کی بات ہے ابو یعقوب بویطی رضی اللہ عنہ موجود ہیں اس پر حضرت محمد ابن عبد الحکم رضی اللہ عنہ کچھ شکستہ دل ہوئے اور حضرت سیدنا امام صاحب رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت بویطی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حالانکہ حضرت محمد بن عبد الحکم نے رضی اللہ عنہ آپ سے آپ رضی اللہ عنہ کا تمام مذہب نقل کیا تھا لیکن حضرت بویطی رضی اللہ عنہ زہد و تقویٰ میں ان سے افضل و اقرب تھے۔

اسکے بعد حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ نے انہیں اللہ عزوجل اور مسلمانوں کے بارے میں (ڈرنے کی) وصیت فرمائی نیز یہ کہ وہ مداہنت (دورنگی) اختیار نہ کریں اور اللہ عزوجل کی رضا پر مخلوق کی رضا کو ترجیح نہ دیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! محبت میں وفا کی تکمیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے خیر خواہی کی جائے...... حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ بھائی چارہ ایک لطیف جوہر ہے اگر اس کی حفاظت نہیں کرو گے تو تم پر آفات کا قبضہ ہوگا لہٰذا غصہ پی جانے کے ذریعے اس کی حفاظت کرو حتیٰ کہ جو دوست تم پر ظلم کرے تم خود اس کے سامنے عذر پیش کرو اور اس قدر رضا اختیار کرو کہ اپنے بارے میں زیادہ فضیلت نہ جانو۔ اور اپنے دوست کی کوتاہی نہ سمجھو۔ صدق، اخلاص اور تمام وفا کی علاماتِ یہ ہیں کہ جدائی سے خوب ڈرو اور اس کے اسباب سے طبیعت کو متنفر کر دو جیسے کہا گیا ہے۔

''میں نے زمانے کی تمام مصیبتوں کو احباب کی فرقت کے مقابلے میں آسان پایا۔''

حضرت عینیہ رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا اور کہا کہ میں ایک قوم کے ساتھ رہا اور ان سے جُدا ہو گیا تیس سال ہو گئے میرا خیال نہیں کہ ان کی حسرت میرے دل سے جائے گی۔

اسکے علاوہ وفا کا تقاضا ہے کہ دوست کے خلاف لوگوں کی شکایات نہ سنے خاص طور پر ایسے لوگوں سے جنکے بارے میں پتہ ہو کہ وہ اس کے دوست کے ساتھی ہیں تا کہ ان پر تہمت نہ لگے اور پھر یہ گفتگو کریں اور اس کے دوست کی طرف سے ایسی باتیں نقل کریں جو دل میں کینہ پیدا کر دیں ایک دوسرے کے خلاف نفرت پیدا کرنے اور پھوٹ ڈالنے کے لئے یہ نہایت باریک تدبیر ہے۔

منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی دانا سے کہا کہ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں اس نے کہا اگر اس کے بدلے میں تین باتوں کو قبول کرو تو میں دوستی کرنے کے لئے تیار ہوں اس نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ اس نے جواب دیا میرے خلاف کوئی شکایت نہ سننا، کسی بات میں میری مخالفت نہ کرنا اور ناز ونخرے سے مجھے تنگ نہ کرنا۔

وفا کا ایک تقاضا یہ ہے کہ اپنے دوست کے دشمن سے دوستی نہ کرے حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جب تمہارا دوست، تمہارے دشمن کی بات مانے تو وہ دونوں تمہاری دشمنی میں شریک ہو گئے۔''

......آٹھواں حق......

آسانی اختیار کرنا اور تکلیف وتکلف کو چھوڑ دینا

یعنی اپنے دوست کو اس بات کی تکلیف نہ دے جو اس کے لئے مشکل ہو بلکہ اپنی حاجات اور مشکلات کے حل کے لئے از خود اس سے مطالبہ نہ کرے اور اس سلسلے میں اس کے دل کو آرام پہنچائے بلکہ اس کا کچھ بوجھ خود برداشت کر کے اسے سکون پہنچائے اس کے مرتبے اور مال کی وجہ سے اس سے مدد طلب نہ کرے اسے اپنے لئے تواضع اور اپنے حال کی خبر گیری پر مجبور نہ کرے اور اپنے حقوق کے قائم کرنے پر اسے پریشان نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ محبت محض رضائے خداوندی کے لئے ہو اس کی دعا سے برکت اس کی ملاقات سے اُنسیت اور اس کے ذریعے اپنے دین پر مدد حاصل کرنا مقصود ہو۔

نیز اس کے حقوق ادا کر کے اور اس کی مشقت برداشت کر کے اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرے۔

بعض بزرگوں رحمھم اللہ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے دوستوں سے ایسی بات کی خواہش کرے جس کی خواہش وہ اس سے نہیں کرتے تو اس نے ان پر ظلم کیا اور جس نے ان سے اس چیز کا تقاضا کیا جس کا وہ اس سے تقاضا کرتے ہیں تو اس نے ان کو تھکا دیا اور جو ان سے کوئی مطالبہ نہ کرے وہ ان سے حسن سلوک کرنے والا ہے۔

کسی دانا کا قول ہے کہ جو شخص اپنے دوستوں کے ہاں اپنے آپ کو اپنے مقام سے بلند سمجھتا ہے وہ خود بھی گناہ گار ہوتا ہے اور بالآخران کو بھی گناہ گار کرتا ہے اور جو کوئی اپنی حیثیت کے مطابق ان کے ساتھ رہتا ہے وہ خود بھی مشقت اٹھاتا ہے اور ان کو بھی مشقت میں ڈالتا ہے اور جو آدمی اپنے آپ کو اپنے مقام سے نیچے رکھتا ہے وہ خود بھی محفوظ ہوتا ہے اور وہ بھی محفوظ ہوتے ہیں۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جب دو آدمی دینی بھائی بنتے ہیں پھر اگر وہ ایک دوسرے سے اجنبیت محسوس کریں تو کسی ایک میں ضرور کوئی خرابی ہوتی ہے۔''

تکلف (خواہ مخواہ تکلیف میں پڑنا)

حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے برا دوست وہ ہے جو تیرے لئے تکلف کرے اور پھرے تجھے اس کی خاطر تواضع کرنا پڑے یا تجھے عذر پیش کرنے کی ضرورت محسوس ہو۔

حضرت سیدنا فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں کے تعلقات تکلف کی وجہ سے ٹوٹتے ہیں ایک شخص اپنے دوست کی

ملاقات کو جاتا ہے اور وہ اس کے لئے تکلف کرتا ہے تو یہی ترکِ ملاقات کا باعث بنتا ہے۔

حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

''مومن، مومن کا بھائی ہے نہ اسے لوٹتا ہے اور نہ اس سے تکلف کرتا ہے''

کسی بزرگ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ہم کس کی مجلس اختیار کریں؟ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص تم سے تکلف اٹھا لے اور تمہارے اور اپنے درمیان تکلف کو ساقط کر دے۔

حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے میرے دوستوں میں سے مجھ پر سب سے زیادہ بھاری وہ دوست ہے جو میرے لئے تکلف کرتا ہے اور میرے دل پر سب سے ہلکا وہ ہے جس کے ساتھ میں اس طرح رہتا ہوں جس طرح میں تنہائی میں ہوتا ہوں۔

بعض صوفیاء کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کے ساتھ رہو کہ اگر تم نیکی کرو تو ان کے نزدیک زیادہ معزز نہ ہو اور اگر گناہ کرو تو تم اُن کی نظروں سے نہ گرو، مطلب یہ کہ نیکی تمہارے اپنے فائدے کے لئے اور گناہ تمہارے ہی نقصان کا باعث ہو اُن کے نزدیک تم دونوں حالتوں میں برابر رہو۔

انہوں نے یہ بات اس لئے فرمائی کہ اس طرح آدمی تکلف وحیاء سے بچ جاتا ہے ورنہ انسان کو جب معلوم ہو کہ فلاں کام کرنے سے میں فلاں کی نظروں سے گر جاؤں گا تو وہ طبعی طور پر شرم وحیاء محسوس کرتا ہے پھر وہ محض اللہ عزوجل کی خاطر عمل نہیں کرتا بلکہ ریا کاری میں پڑ جاتا ہے۔

تین ہم نشین :

کسی بزرگ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دنیا داروں کے ساتھ ادب سے رہو، آخرت والوں کے ساتھ علم سے اور عارفین کے ساتھ جیسے چاہو رہو۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! انسان کو چاہئے کہ ہر عقل مند دین دار آدمی سے اخوت قائم کرے اور ان شرائط کو پورا کرنے کا پکا ارادہ کرے اور دوسروں کو ان شرائط کے پورا کرنے کی تکلیف نہ دے۔ تاکہ دوستوں میں اضافہ ہو کیونکہ اس طرح اللہ عزوجل کے لئے دوستی ہوتی ہے ورنہ وہ دوستی ذاتی فوائد کے لئے شُمار ہوگی۔

دوست کم ہوگئے :

اسی لئے ایک شخص نے حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اس زمانے میں دوست کم ہوگئے ہیں اللہ عزوجل

کے لئے دوستی قائم کرنے والے کہاں ہیں؟ حضرت سیدنا جنید رضی اللہ عنہ نے اس سے منہ پھیر لیا جب اس نے تین مرتبہ یہ بات دہرائی اور اصرار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اگر تم ایسا دوست چاہتے ہو جو تمہاری مشقت برداشت کرے اور تیری تکلیف خود اٹھائے تو یقیناً ایسے دوست کم ہیں اور اگر تم اللہ عزوجل کے لئے دوست چاہتے ہو کہ تم اس کی مشقت برداشت کرو اور اس کی طرف سے پہنچنے والی اذیت پر صبر کرو تو میرے پاس ایک کثیر جماعت ہے میں تمہیں بتا دیتا ہوں اس پر وہ خاموش ہو گیا۔"

ایک مرتبہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اگر لوگوں کو بتا دیں کہ اگر وہ میرا حکم مانیں تو انکے کے بہت سے دوست ہوں گے مطلب یہ کہ ان کی غمخواری کریں، ان سے تکلیف برداشت کریں اور ان سے حسد نہ کریں۔

اپنی مدد آپ:

کسی بزرگ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے پچاس سال تک لوگوں کی مجلس اختیار کی لیکن میرے اور ان کے درمیان کوئی اختلاف واقع نہیں ہوا کیونکہ میں ان کے ساتھ اپنے سہارے رہا (کسی پر بوجھ نہیں ڈالا) اور جس کا طریقِ کار یہ ہو اس کے دوست زیادہ ہوتے ہیں۔

تخفیف اور ترکِ تکلف کی ایک صورت یہ ہے کہ نفلی عبادت میں اس پر اعتراض نہ کرے صوفیاء رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت چار باتوں میں مساوات کی شرط پر دوستی لگاتے تھے ایک یہ کہ اگر ان میں سے ایک روزانہ کھانا کھائے تو اس کا ساتھی یہ نہ کہے کہ تم روزہ رکھو اور اگر وہ عمر بھر روزہ رکھے تو یہ نہ کہے کہ اب روزہ رکھنا چھوڑ دو، اگر وہ رات بھر سوئے تو یہ نہ کہے کہ اٹھو، اور اگر وہ ساری رات نماز پڑھے تو یہ نہ کہے کہ سو جاؤ اور اس کے نزدیک اس کے حالات کسی اضافہ اور نقصان کے بغیر ایک جیسے ہوں کیونکہ اگر ان میں تفاوت ہو تو طبیعت یقیناً ریاکاری اور حیاء پر مجبور کرے گی۔

کہا گیا ہے کہ جس نے تکلف چھوڑا اس کی محبت دائمی ہوگئی اور جسے آسانی حاصل ہوئی اس کی دوستی پکی ہوگئی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل تکلف کرنے والوں پر لعنت فرماتا ہے (یعنی جو اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کیلئے عمل کرے)۔

نیز حدیث پاک ہے

اَنَا وَالْاَتْقِیَاءُ مِنْ اُمَّتِیْ بُرَآءٌ مِّنَ التَّکَلُّفِ۔

"میں اور میری امت کے پرہیزگار لوگ تکلف سے بیزار ہیں" (الاسرار المرفوعۃ ص ۹۸ حدیث ۳۷۶)

بعض بزرگوں رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے دوست کے گھر میں چار کام کرلے تو اس کی محبت واُنس مکمل ہوجاتا ہے اس کے پاس کھانا کھائے' اس کے ہاں ضرورتاً قضائے حاجت کرے، اس کے ہاں نماز پڑھے اور سو جائے' کسی بزرگ سے یہ بات بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا''ایک پانچویں بات باقی ہے وہ یہ کہ اپنے دوست کے گھر اپنی بیوی کو ہمراہ لے جائے اور وہاں اپنی بیوی سے ہمبستری کرے کیونکہ گھر ان ہی پانچ باتوں کے لئے بنائے جاتے ہیں (یعنی دوست کے گھر کو بالکل اپنے گھر کی طرح ہی استعمال کرے) ورنہ مساجد عبادت گزار لوگوں کے دلوں کی روحیں ہیں۔''

لہٰذا جب یہ پانچ کام کرلئے تو اخوت مکمل ہوگئی اور ایک دوسرے سے اجنبیت ختم ہوگئی اور بے تکلفی پکی ہوگئی۔

اہل عرب سلام کا جواب دیتے ہوئے''اہلاً وسہلاً'' کہتے ہیں تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے یعنی تو ہمارے پاس آرام دہ اور پرسکون جگہ پر آیا ہے اور تم ہمارے اپنے ہو تمہیں ہم سے اُنس حاصل ہوگا وحشت نہیں ہوگی اور تم ہماری طرف سے سہولت پاؤ گے یعنی تم جو کچھ مانگو گے ہم پر گراں نہیں گزرے گا۔

اور ترکِ تکلف کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک وہ اپنے آپ کو اپنے دوستوں سے کم نہ سمجھے' ان کے بارے میں اچھا گمان کرے اور بدگمانی اپنے بارے میں ہو کیونکہ جب وہ ان کو اپنے آپ سے اچھا سمجھے گا تو اس وقت وہ ان سب سے بہتر ہوگا

حضرت سیدنا ابو معاویہ اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے تمام دوست مجھ سے بہتر ہیں پوچھا گیا وہ کس طرح ؟ انہوں نے فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک مجھے اپنے آپ سے افضل سمجھتا ہے اور جو آدمی مجھے اپنے آپ پر فضیلت دے وہ مجھ سے بہتر ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ وَلَا خَیْرَ فِیْ صُحْبَةِ مَنْ لَّا یَرَی لَكَ مِثْلَ مَاتَرَی لَه۔

''انسان اپنے دوست کے طریقے پر ہوتا ہے اور اس شخص کی مجلس کا کوئی فائدہ نہیں جو تیرے لئے وہ بات جائز نہ سمجھے جو اپنے لئے جائز سمجھتا ہے''(الکامل لابن عدی جلد۳ص ۱۰۹۷من اسمہ سلیمان)

یہ سب سے کم درجہ ہے یعنی دوست کو مساوات کی نظر سے دیکھنا جب کہ کمال یہ ہے کہ اپنے (مسلمان) بھائی کو افضل سمجھے۔ اسی لئے حضرت سیدنا سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے فرمایا''جب تمہیں کہا جائے اے لوگوں میں سے برے انسان! اور اس پر تمہیں غصہ آئے تو تم (واقعی) برے انسان ہو'' یعنی اپنے بدتر ہونے کا اعتقاد ہمیشہ تمہارے دل میں ہونا چاہئے۔

تواضع اختیار کرنے اور اپنے بھائی کو افضل سمجھنے کے بارے میں یہ اشعار کہے گئے ہیں۔

ترجمہ: ایسے شخص کے سامنے تواضع اختیار کرو جو اس تواضع کو تمہاری فضیلت کا باعث سمجھے تمہیں احمق نہ جانے۔

ایک دوسرے شاعر نے کہا:

کتنے ہی دوست ہیں جن سے شناسائی کسی دوسرے دوست کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن وہ پہلے دوست کی نسبت زیادہ گہرے دوست بن جاتے ہیں اور وہ رفیق جسے میں نے راستے میں دیکھا میرے نزدیک وہی حقیقی دوست قرار پایا اور جب وہ اپنے آپ کو افضل سمجھے تو اس نے اپنے بھائی کو حقیر جانا اور یہ بات عام مسلمانوں میں قابلِ مذمت ہے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بِحَسْبِ الْمُؤْمِنِ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يُّحَقِّرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ۔

''کسی مومن کی برائی کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے'' (صحیح مسلم جلد۲ ص ۳۸۵ کتاب البر والصلۃ)

بے تکلفی کی تکمیل اس بات سے ہوتی ہے کہ وہ جس کام کا ارادہ کرے اس کے لئے اپنے دوستوں سے مشورہ کرے اور ان کے مناسب مشوروں کو قبول کرے۔

کیونکہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ

ترجمہ کنزالایمان ''اور کاموں میں ان سے مشورہ لو'' (پارہ نمبر۴ سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹)

اسی طرح ان سے اپنے راز بھی نہ چھپائے جیسا کہ مروی ہے حضرت معروف رضی اللہ عنہ کے بھتیجے یعقوب نے کہا کہ اسود بن سالم رضی اللہ عنہ میرے چچا معروف کے پاس آئے اور ان کے درمیان بھائی چارہ تھا انہوں نے کہا بشر بن حارث رضی اللہ عنہ کا تمہارے ساتھ بھائی چارہ تھا انہوں نے کہا وہ آپکے ساتھ بھائی چارے کو پسند کرتے ہیں لیکن سامنے آنے سے حیاء کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے مجھے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا ہے اور گزارش کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ ان سے دوستی قائم کریں جو باعثِ ثواب اور قابل اعتبار ہو لیکن اس میں کچھ شرائط ہیں وہ چاہتے ہیں کہ یہ بات مشہور نہ ہو اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ کے اور ان کے درمیان ملاقات ہو کیونکہ وہ زیادہ ملاقات کو پسند نہیں کرتے۔

حضرت معروف رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اگر میں کسی سے اللہ عزوجل کی خاطر دوستی کرتا ہوں تو اس سے جدا ہونا پسند نہیں کرتا اور اسے ہر حال میں اپنے اوپر ترجیح دیتا ہوں پھر انہوں نے اخوت کی فضیلت اور اللہ عزوجل کے لئے محبت کے سلسلے میں بہت سی احادیث ذکر کیں اور فرمایا رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے اخوت قائم کی تو انہیں علم میں اپنے ساتھ

شریک کیا (المستدرک للحاکم جلد۳ص ۱۲۶ کتاب معرفۃ الصحابۃ) اونٹوں (کی قربانی) میں آپ کوحصہ دار بنایا' (صحیح بخاری جلداول ص ۳۰۸ کتاب الوکالہ) اوراپنی سب سے افضل اور پیاری بیٹی آپ کے نکاح میں دی' (صحیح بخاری جلداول میں ۲۸۰ کتاب البیوع)اوراسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو بھائی چارے کے لئے خاص کیا

حضرت معروف رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا'' چونکہ تم ان کا پیغام لے کرآئے ہواورانہوں نے خواہش کی ہےاس لئے میں نے اللہ عزوجل کے لئے ان سے عقدمواخات قائم کیا ٹھیک ہے اگر وہ پسند نہ کریں تو مجھ سے ملاقات نہ کریں لیکن میں جب چاہوں گا ان سے ملاقات کروں گا اورانہیں کہیں کہ وہ اپنی کوئی بات مجھ سے نہ چھپائیں اوراپنے تمام حالات مجھے بتائیں۔

ابن سالم نے جب حضرت سیدنابشر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتائی تو وہ اس پرراضی ہوئے اورخوش بھی۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امام غزالی رضی اللہ عنہ کے مطابق یہ صحبت کے جامع حقوق ہیں ہم نے ایک دفعہ انہیں اجمالی طور پر بیان کیا اور دوسری بارتفصیلی طریقے سے ذکر کیا اور یہ بات اسی صورت میں مکمل ہوسکتی ہے جب تم اپنے نفس پر اپنے بھائیوں کا حق سمجھواوران پراپنا حق نہ جانواوراپنے آپ کوان کے خادم کی حیثیت میں سمجھو۔اوراپنے تمام اعضاءان کے حقوق میں قید کردو۔

نگاہ:

جہاں تک نگاہ کا تعلق ہے تو انہیں محبت اور دوستی کی نظر سے دیکھو،ان کی خوبیوں کو دیکھواور ان کے عیبوں سے اندھے بن جاؤجب وہ تمہاری طرف متوجہ ہوں توان سے اپنی نگاہ کو نہ پھیرواور نہ ان کی گفتگو سے نظریں چراؤ۔

ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں بیٹھنے والے ہرشخص کواپنی توجہ سے حصہ عنایت فرماتے اورکسی ایک کی طرف زیادہ توجہ اسی صورت میں دیتے جب یہ خیال ہوتا کہ دوسروں کی نسبت زیادہ معزز ہے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو' لطیف انداز میں سوال اورتوجہ تمام بیٹھنے والوں کی طرف ہوتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس' حیاء' تواضع اورامانت کی مجلس ہوتی تھی' نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیھم الرضوان کے سامنے سب سے زیادہ تبسم فرماتے اوران کی گفتگو کو پسند فرماتے ۔(شمائل الترمذی مع جامع الترمذی ص ۵۹۵ باب ماجاء فی تواضع الرسول علیہ السلام)

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
جس وقت تھے خدمت میں ان صلی اللہ علیہ وسلم کی بو بکر و عمر عثمان و علی رضی اللہ عنہم
اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کا عالم کیا ہوگا

نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بطور تبسم' ہنستے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے ہوئے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و احترام میں ایسا کرتے تھے۔ (جامع الترمذی ص ۵۲۴ ابواب المناقب)

سماعت:

اور جہاں تک سماعت کا تعلق ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اس کا کلام نہایت توجہ سے سنو اور اس پر خوشی کا اظہار کرو نیز اس پر بلاوجہ اعتراض یا مداخلت نہ کرو اور اس کی گفتگو کو نہ کاٹو اور اگر تمہیں کوئی بات پیش آ جائے (اور اٹھنا پڑے) تو معذِرت کرلو۔ نیز جو کچھ تمہارے دوست ناپسند کریں اس قسم کی باتیں سننے سے پرہیز کرو۔

زبان:

اور جہاں تک زبان کا تعلق ہے تو اس کے حقوق ہم نے تفصیلاً ذکر کر دیئے ہیں البتہ ایک بات اور یہ ہے کہ ان کے سامنے آواز بلند نہ کرے اور ان سے وہی گفتگو کرو جسے وہ سمجھ سکیں۔

ہاتھ:

ہاتھوں کے سلسلے میں یہ بات یاد رہے کہ جس چیز کا ہاتھوں سے لین دین ہوتا ہے اس میں اپنے دوستوں کی مدد کرنا نہ چھوڑو۔

پاؤں:

ان کے لئے اپنے پاؤں کو اس طرح استعمال کرو کہ ان کے پیچھے تابع بن کر چلو ان کو اپنا تابع نہ بنائے اور اسی قدر آگے ہو جس قدر وہ آگے کریں اور جس قدر وہ قریب کریں اسی قدر ان کے قریب ہو جب وہ آئیں تو کھڑے ہو اور اسی وقت بیٹھو جب وہ بیٹھیں نیز جب بیٹھو تو عاجزی کے ساتھ بیٹھو۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! خلاصہ یہ ہے کہ جب ذہنی ہم آہنگی ہو جاتی ہے تو ان حقوق کو برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے جیسے ان کے آنے پر کھڑا ہونا۔ عذر پیش کرنا اور تعریف کرنا یہ سب باتیں محبت کے حقوق ہیں اور ان کے پورا کرنے میں کچھ نہ کچھ اجنبیت اور تکلف ہوتا ہے لیکن جب ذہن ایک جیسے ہوں تو تکلف ختم ہو جاتا ہے اور وہ اس وقت اپنے دوست سے وہی برتاؤ کرتا ہے جو خود اپنے نفس کے ساتھ کرتا ہے کیونکہ یہ ظاہری آداب' باطنی آداب اور قلبی صفائی کے عنوانات ہیں اور جب دل صاف ہو جاتا ہے تو وہ دل کی بات کو ظاہر کرنے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

اور جس آدمی کی نظر مخلوق کی محبت پر ہوتی ہے وہ کبھی ٹیڑھا ہوتا ہے اور کبھی سیدھا۔ اور جس کی نظر خالق عزوجل پر ہوتی

ہے اس کا دل اللہ عزوجل اور اس کی مخلوق کی محبت سے مزین ہوتا ہے کیونکہ بندہ اچھے اخلاق کی وجہ سے رات بھر عبادت کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کا ثواب بلکہ اس سے بھی زیادہ حاصل کرتا ہے۔

خاتمہ

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ الباری اس باب کے آخر میں گفتگو سمیٹتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

مدینہ:

ہم یہاں مختلف قسم کے لوگوں کے ساتھ رہنے اور ہمنشینی کے آداب ذکر کریں گے جو بعض دانا لوگوں کے کلام سے منتخب کئے گئے ہیں۔

اگر تم اچھی طرح زندگی گزارنا چاہتے ہو تو اپنے دوست اور دشمن سے خوشی خوشی ملاقات کرو انہیں ذلیل نہ کرو اور نہ خود مرعوب ہو بلکہ وقار اختیار کرو لیکن ایسا جو تکبر کی حد تک نہ پہنچے اور عاجزی اختیار کرو لیکن ایسی جو ذلت تک نہ پہنچے۔ اپنے تمام کاموں میں اعتدال اختیار کرو۔ اعتدال کی دونون طرفیں (افراط وتفریط) قابل مذمت ہیں لہذا اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں بلا وجہ ادھر ادھر نہ دیکھو فضول لوگوں کی ٹولیوں کے پاس کھڑے نہ رہو اور جب بیٹھو تو حسب ضرورت اطمینان سے بیٹھو، انگلیوں میں انگلیاں نہ ڈالو داڑھی اور انگوٹھی کے ساتھ نہ کھیلو دانتوں میں خلال نہ کرو اور نہ ناک میں انگلی ڈالو لوگوں کے سامنے نہ تھوکو اور نہ ناک صاف کرو چہرے سے مکھیوں کو زیادہ نہ اڑاؤ لوگوں کے سامنے انگڑائی اور جمائی زیادہ نہ لو اسی طرح نماز میں بھی۔

مدینہ:

تمہاری مجلس باعث ہدایت اور تمہارا کلام مرتب و منظّم ہونا چاہئے جو آدمی گفتگو کر رہا ہو اس کے اچھے کلام کو کان لگا کر سنو۔ نہ اس پر بہت تعجب کا اظہار کرو اور سمجھ آ جانے کی صورت میں نہ دوبارہ کہنے کا مطالبہ کرو ہنسانے والی باتوں اور قصے کہانیاں بیان کرنے سے خاموش رہو۔ عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار نہ کرو اور نہ غلاموں کی طرح میلے کچیلے رہو زیادہ سرمہ لگانے سے بچو اسی طرح تیل بھی مقدار سنت سے زیادہ نہ لگاؤ اپنی حاجتیں ہر کسی سے مت کہتے پھرو کسی ظالم کو بہادر نہ کہو اپنے گھر والوں اور بچوں کو اپنے مال کی مقدار نہ بتاؤ دوسروں کا تو ذکر ہی کیا کیونکہ وہ جب تھوڑا دیکھیں گے تو تم ان کی نظروں میں خوار ہو گے اور اگر زیادہ ہو گا تو کبھی بھی ان کو خوش نہیں رکھ سکو گے ان کی تربیت ایسے طریقے سے بات کرو کہ جو باعثِ نفرت نہ ہو اور نرمی اختیار کرو لیکن کمزوری نہ دکھاؤ اپنے نوکر چاکر اور ماتحتوں سے مذاق مسخری نہ کرو ورنہ تمہارا وقار ختم ہو جائے گا۔

مدینہ:

جب کسی سے مباحثہ کا موقع آئے تو وقار اختیار کرو جہالت کے طریقے سے بچو' جلدی نہ کرو بلکہ اپنی دلیل پر پہلے ہی خوب غور کرلو اپنے ہاتھوں سے زیادہ اشارے نہ کرو اور اپنے پیچھے کی طرف مڑ کر نہ دیکھو عاجزی کی کوئی صورت اختیار نہ کرو اور جب غصہ تھم جائے تب گفتگو کرو۔

مدینہ:

اگر تمہارا حکمران تمہیں اپنے قریب کرے تو اس کے ساتھ انتہائی احتیاط کے ساتھ رہو اگر وہ تم سے خوش مزاجی کے ساتھ پیش آئے تو اس کے بدلنے سے بے خوف نہ ہو' اس کے ساتھ نرمی اس طرح برتو جس طرح بچوں کے ساتھ اختیار کرتے ہیں اور اس کی خواہش کے مطابق بات کرو جب تک اس میں گناہ نہ ہو اس کے نرم سلوک کی وجہ سے اس کے ذاتی معاملات میں دخل نہ دو اگرچہ اس کے نزدیک تم اس بات کا حق رکھتے ہو۔ کیونکہ جو شخص حکمران اور اس کے گھر والوں کے مابین معاملات میں دخل اندازی کرتا ہے وہ ایسا گرتا ہے کہ پھر اٹھ نہیں سکتا۔

مدینہ:

''جو دوست صرف خوشحالی کے زمانے کا دوست ہو اس سے بچو کیوں کہ وہ سب سے بڑا دشمن ہے اور اپنے مال کو اپنی عزت سے زیادہ عزیز نہ سمجھو'' یہاں وہ اسلامی بھائی درس حاصل کریں جو معمولی رقموں پر مثلاً بس و موٹر کے کرائے کی زیادتی پر آگ بگولہ ہو جاتے ہیں اور نوبت ہاتھا پائی اور گالی گلوچ تک پہنچ جاتی ہے۔

مدینہ:

جب کسی مجلس میں داخل ہو تو ادب کا تقاضا ہے کہ پہلے وہاں سلام کرو' دوسروں کی گردنیں نہ پھلانگو بلکہ جہاں جگہ ملے بیٹھ جاؤ اور ایسی جگہ بیٹھو جو تواضع کے زیادہ قریب ہو بیٹھتے وقت اپنے پاس والوں کو سلام کہو۔

مدینہ:

راستے میں مت بیٹھو اگر بیٹھنا پڑے تو اس کے آداب یہ ہیں کہ نگاہ کو پست رکھو' مظلوم کی مدد کرو' فریادی کی فریادرسی کرو' کمزور کی مدد کرو' بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھاؤ' مانگنے والے کو عطا کرو' نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو، البتہ فی زمانہ ان سب باتوں کے لئے اضافی سمجھداری کی ضرورت ہے' تھوکنے کے لئے مناسب جگہ تلاش کرو' قبلہ رخ نہ تھوکو دائیں طرف بھی نہ

تھوکو بلکہ بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوکو۔

مدینہ:

حکمرانوں کی مجلس اختیار نہ کرو اگر ایسا کرنا ہو تو اس کے آداب یہ ہیں غیبت نہ کرنا' جھوٹ سے بچنا' راز داری اختیار کرنا' حاجات کم رکھنا' اچھے الفاظ استعمال کرنا اور شستہ گفتگو کرنا شاہی طریقے پر گفتگو کرنا' ہنسی مذاق سے پرہیز کرنا ہے اگرچہ وہ تمہارے لئے محبت کا اظہار کریں۔

ان کے سامنے ڈکار نہ لو اور کھانے کے بعد ان کے سامنے خلال نہ کرو حکمران کو بھی چاہئے کہ وہ راز افشاء کرنے' بادشاہی میں خلل ڈالنے اور عزت کے درپے ہونے کے علاوہ دیگر باتوں کو برداشت کرے۔

مدینہ:

جاہل لوگوں کے ساتھ بھی نہ بیٹھو اگر ایسا کرنا پڑ جائے تو اس کے آداب یہ ہیں' ان کی باتوں میں دلچسپی ان کی بیہودہ باتوں کی طرف کم توجہ دو اور ان سے جو برے الفاظ صادر ہوتے ہیں ان پر بھی توجہ نہ دو اگر ان کی حاجت بھی ہو تب بھی ان سے زیادہ ملاقات نہ کرو' کسی سے مزاح نہ کرو وہ عقل مند ہو یا غیر عاقل کیونکہ عقل مند آدمی اپنی بے عزتی ہونے پر تم سے کینہ رکھے گا اور بیوقوف تمہیں ہلکا سمجھ کر تمہارا مذاق اڑائے گا کیونکہ مذاق انسان کے رعب کو ختم کر دیتا ہے اس سے عزت جاتی رہتی ہے' کینہ پیدا ہوتا ہے تو محبت کی چاشنی ختم ہو جاتی ہے اور عالم کے علم کو دھبہ لگتا ہے بیوقوف جرأت کا مظاہرہ کرتا ہے اور دانا کے سامنے مرتبہ کم ہو جاتا ہے متقی لوگ اسے برا سمجھتے ہیں اور اس سے دل مر جاتا ہے اللہ عزوجل سے دوری ہوتی ہے' غفلت پیدا ہوتی ہے اور آدمی ذلت کا شکار ہو جاتا ہے اس سے باطن اندھا اور دل مر جاتا ہے عیب زیادہ ہوتے ہیں اور گناہ ظاہر ہوتے ہیں۔

مدینہ:

کہا گیا ہے کہ مذاق مسخری (مزاح نہیں کیونکہ یہ خوش طبعی ہے) وہی شخص کرتا ہے جو احمق یا متکبر ہو اور جو آدمی غلطی سے کسی مجلس میں مذاق یا شور و غوغا کر بیٹھے وہ اٹھنے سے پہلے اللہ عزوجل کا ذکر کرے کہ نور مجسم شاہ بنی آدم حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

''جو آدمی کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں اس نے بہت سی فضول باتیں کی ہوں تو وہ اٹھنے سے پہلے یہ کلمات پڑھ

لے اس سے مجلس میں کی گئی غلط باتوں کی بخشش ہو جائے گی‘‘۔

وہ کلمات یہ ہیں۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ ۔

’’یا اللہ! تو پاک ہے اور لائق حمد بھی، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے بخشش کا سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں‘‘ (جامع الترمذی ص ۴۹۵، ابواب الدعوات)

وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلِّمْ

......{ ☆ }......